دیوبندی کتاب "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ" کا
دندان شکن و مدلل جواب براہین و دلائل کی روشنی میں
کشف القناع عن مکر ما وقع فی الدفاع
المعروف
تحفظ اہلِ سنت وجماعت
جلد ہشتم
باہتمام
مظفر شاہ قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ
ازقلم
ڈاکٹر قاری ابو احمد محمد ارشد مسعود اشرف چشتی رضوی عفی عنہ
مکتبہ منظر الاسلام

دیوبندی کتاب "دفاع اهل السنة والجماعة" کا
دندان شکن و مدلل جواب براہین و دلائل کی روشنی میں

كشف القناع عن مكر ما وقع في الدفاع

المعروف

تحفۂ اہلِ سنّت و جماعت

جلد ہشتم

باہتمام

حضرت علامہ مفتی پیر سید مظفر شاہ قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

از قلم

ڈاکٹر علامہ پیر محمد ارشد مسعود اشرف چشتی مدظلہ

مکتبہ منظر الاسلام

نام کتاب : تحفۂ اہلِ سنت وجماعت

باہتمام : حضرت علامہ مولانا سید مظفر شاہ قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ازقلم : ڈاکٹر علامہ محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

اشاعت : دسمبر 2022ء

ناشر

مکتبہ منظر الاسلام

فہرست مضامین

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

حفظ الایمان تھانوی کی عبارت کو سمجھنے کے لئے چند مقدمات

قارئین کرام! "حفظ الایمان" دیوبندیوں کے گرو اشرفعلی تھانوی کی تصنیف ہے، اور اس کے سنِ تصنیف کو تقریباً سو سال گذر چکے ہیں، یوں سمجھ لیں کہ اُردو عبارت کا طرزِ تحریر سو سال پرانا ہے۔ آج کے دور میں پرانے طرزِ تحریر اور اُس کے اُسلوب کو سمجھنا عام لوگوں کے لئے دُشوار ہے، پھر اگر اُس میں فنون کے الفاظ کا استعمال ہو تو درسیات پڑھے ہوئے لوگ بھی مشکل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ویسے تو تھانوی کی "حفظ الایمان" کی عبارت میں جو توہین اور کفر ہے وہ روزِ روشن کی طرح بالکل ظاہر اور آشکار ہے، مگر چونکہ اس سلسلے میں دیوبندی دھوکہ بازی سے کام لیتے ہوئے عوام کو مغالطہ وفریب دیتے ہیں اس لئے چند مقدمات تحریر کئے جاتے ہیں تا کہ قارئین کرام پر دیوبندیوں کی دھوکہ بازیاں اور چالبازیاں ظاہر و آشکار ہو جائیں۔

مقدمہ نمبر (1)

سب سے پہلے ہم تھانوی صاحب کی عبارت کے پہلے حصے کی تشریح وتوضیح کرتے ہیں جس میں مذکور ہے کہ:

"آپ (یعنی نبی اکرم ﷺ، از ناقل) کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا"۔ [1]

اس فقرے کی توضیح

تھانوی صاحب کے اس فقرے کا مقصد ہے کہ آپ ﷺ کے لئے علم غیب کو تسلیم کرنا، اس لئے کہ منطق کی کتابوں میں حکم لگانے کا مقصد موضوع کے لئے محمول کو ثابت کرنا ہے،

[1] حفظ الایمان مع بسط البنان لکف اللسان، ص 7، حسب فرمائش: شیخ جام محمد الہ بخش تاجران کتب علوم مشرقی کشمیری بازار، لاہور، 1934ء، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور۔

جیسا کہ "معین المنطق" میں مذکور ہے کہ:

"**حکم**: اتحاد یا عدم اتحاد، ارتباط یا عدم ارتباط، انفصال یا عدم انفصال کا وہ جزمی فیصلہ جو دو یا زائد تصورات میں پایا جائے"۔[1]

پھر اسی کتاب میں مذکور ہے کہ:

"حملیہ وہ قضیہ ہے جس میں دو مفردوں کے درمیان اتحاد یا عدم اتحاد کا حکم کیا گیا ہو جیسے احمد منطقی ہے۔ وہ کاہل نہیں ہے وغیرہ۔

حملیہ کے پہلے جز (محکوم علیہ) کو موضوع اور دوسرے جزؤ (محکوم بہ) کو محمول کہتے ہیں اور دونوں جزؤں کو ربط دینے والی نسبت پر جو شئے دلالت کرے گی اس کو رابط"۔[2]

پھر اسی کتاب میں مذکور ہے کہ:

"**حملیہ**: وہ قضیہ ہے جس میں دو مفردوں کے درمیان اتحاد یا عدم اتحاد کا حکم کیا گیا ہو، جیسے زید کاتب ہے۔ زید جاہل نہیں۔ جن میں سے زید اور کاتب میں اتحاد اور زید اور جاہل میں عدم اتحاد کا حکم دیا گیا ہے"۔[3]

نوٹ: اس کتاب "معین المنطق" پر خود تھانوی صاحب کی تقریظ موجود ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ سالہا سال سے جو آرزو دل میں موجزن تھی اس کتاب کی تصنیف نے اُن کے دل کی آرزو و حسرت کو پورا کر دیا۔ ملاحظہ فرمائیں:[4]

ان مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ تھانوی صاحب کی عبارت میں آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم لگایا جانا (حفظ الایمان، ص ۷) کا مقصد یہ ہوا کہ حضور اکرم

---

[1] معین المنطق، ص 8، جامعہ حسینیہ راندیر سورت، گجرات، انڈیا۔

[2] معین المنطق، ص 17، جامعہ حسینیہ راندیر سورت، گجرات، انڈیا۔

[3] معین المنطق، ص 19، جامعہ حسینیہ راندیر سورت، گجرات، انڈیا۔

[4] معین المنطق، ص 4، جامعہ حسینیہ راندیر سورت، گجرات، انڈیا۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب کا تسلیم کرنا۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تھانوی صاحب کی عبارتِ" حفظ الایمان" کے پہلے ٹکڑے کا مقصد وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے، اب آپ کو دیوبندیوں کی دھوکہ بازیاں دِکھاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

حوالہ نمبر (1)

صاحبِ" دفاع" دیوبندی موصوف خُود لکھتے ہیں کہ

" واضح رہے کہ مولانا کی بحث اس میں نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب تھا یا نہیں؟ اور تھا تو کتنا بلکہ حکیم الامتؒ صرف اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں"۔[1]

حوالہ نمبر (2)

دیوبندی موصوف ہی لکھتے ہیں کہ:

" حفظ الایمان میں اس موقع پر حضرت حکیم الامتؒ کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا جائز ہے یا نہیں"۔[2]

حوالہ نمبر (3)

موصوف ہی لکھتے ہیں کہ:

" ان کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے"۔[3]

حسین احمد ٹانڈوی لکھتے ہیں

جو دھوکہ بازی دیوبندیوں کے اس نام نہاد مناظر نے دی وہی دھوکہ بازی دیوبندیوں کے شیخ الہند حسین احمد ٹانڈوی نے بھی دی، چنانچہ دیوبندیوں کے شیخ الہند حسین احمد ٹانڈوی

[1] دفاع، ج1ص 611، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج1ص 612، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[3] دفاع، ج1ص 615، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

لکھتے ہیں: "صاحبو! گفتگو اس بات میں تھی کہ حضور علیہ السلام پر اطلاق لفظ عالم الغیب جائز ہے یا نہیں"۔ [1]

دیوبندیوں کے مناظر منظور نعمانی کہتے ہیں:

"اِن فقروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بحث محض اِطلاقِ لفظ عالم الغیب کے جواز و عدم جواز کی ہے"۔ [2]

دیوبندیوں کے مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دیوبندیوں کے اکابر و اصاغر جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی پر متفق ہیں، ان لوگوں نے تھانوی جی کی عبارت کے فقرے:

" آپ (یعنی نبی اکرم ﷺ، از ناقل) کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا"۔ [3]

کو اِطلاقِ لفظ عالم الغیب کی طرف پھیرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ تھانوی جی کی عبارت کے اس فقرے کا مقصد لفظ عالم الغیب کا اطلاق نہیں بلکہ حضورِ اکرم ﷺ کے لئے علم غیب ماننے کا عقیدہ رکھنا ہے جیسا کہ ہم نے منطق کی کتاب "معین المنطق" سے واضح کیا۔

اطلاق لفظ عالم الغیب اور علم غیب میں فرق

شاید کوئی سطحی معلومات رکھنے والا یہ کہہ دے کہ اِطلاقِ لفظ عالم الغیب اور علمِ غیب ماننے میں کیا فرق ہے؟ تو اس کی وضاحت بھی ہم خود دیوبندیوں کی کتاب سے واضح کر دیتے ہیں، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"کسی صفت کا واقع میں کسی ذات کے لئے ثابت ہونا اِس کو مستلزم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی

---

[1] الشہاب الثاقب، ص 102، ناشر: منیجر کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی، دیوبند۔

[2] فتوحات نعمانیہ، ص 136، انجمن ارشاد المسلمین، بہاولپور روڈ، مزنگ، لاہور

[3] حفظ الایمان مع بسط البنان لکف اللسان، ص 7، حسب فرمائش: شیخ جان محمد الہ بخش تاجران کتب علوم مشرقی کشمیری بازار، لاہور، 1934ء، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور۔

اُس پر جائز ہو"۔[1]

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ صفت اور اُس کے اطلاق میں فرق ہے۔ بعض اوقات واقع میں وہ صفت موجود ہوتی ہے مگر اُس کا اطلاق ناجائز ہوتا ہے، اِس لئے تھانوی کی عبارت میں جو" زید کی جانب آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم لگایا جانا" لکھا ہوا ہے اُس کا مطلب زید کا آنحضرت ﷺ کے لئے غیب ماننے کا عقیدہ رکھنا ہے نہ کہ عالم الغیب کا اِطلاق کرنا، مگر دیوبندیوں نے دھوکہ وفریب اور دجل کی اِنتہا کرتے ہوئے اِس کو اطلاقِ لفظ عالم الغیب کی جانب پھیرنے کی کوشش کی ہے، مگر افسوس کہ دربھنگیوں نے اِس کا الزام سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر لگایا۔

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" یہ تھی حضرت حکیم الامتؒ کی اصل عبارت اور یہ تھا اس کا صاف اور صریح مطلب جو ہم نے عرض کیا۔ لیکن خان صاحب نے اپنی حاشیہ آرائی سے اس میں وہ معنی ڈالے کہ شیطان بھی جس کو سُن کر پناہ مانگے"۔[2]

حالانکہ قارئین خُود مُلاحظہ کرسکتے ہیں کہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تھانوی کی عبارت کا کوئی اپنی جانب سے مَن گھڑت مفہوم نہیں بنایا بلکہ تھانوی کی عبارت کا جو مفہوم ومقصد ہے وہی بیان کیا ہے اور ساتھ میں تھانوی کی عبارت کا عربی ترجمہ بھی لکھا تا کہ عرب علماء خُود تھانوی کی عبارت کا مطلب سمجھ لیں، اور سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تھانوی کی عبارت کا جو مطلب سمجھا اُس عبارت کا مطلب بھی وہی ہے جس کو ہم نے بادلائل ثابت کیا ہے، اب جو کوئی دیوبندی سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر تحریفِ مفہوم کا اعتراض عائد کرتا ہے سمجھ لیں کہ یا تو وہ بہت بڑا جاہل ہے یا پھر بہت بڑا دجال وکذاب ہے۔

---

[1] دفاع، ج1 ص611، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص614، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

دیوبندیوں کے دربھنگی، ٹانڈوی اور سنبھلی وغیرہ نے دجل وفریب کے تانے بانے بُنتے ہوئے تھانوی جی کی عبارت کے مفہوم کو تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے نہ کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے۔

فردکومطلق سے تشبیہ دینے کا دعویٰ ھے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو قوتِ گویائی عطا فرمائی ہے اور زُبان وقلم اُس کے مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ ہیں، مختلف علاقوں میں رہنے والے لوگ مختلف زُبانیں بولتے ہیں اور ہر زُبان میں اشارے، کنائے، استعارے، تشبیہات اور تمثیلات موجود ہیں اور یہی معاملہ اُردو زُبان کا بھی ہے، روزمرہ کی گفتگو میں اکثر لوگ تشبیہات وتمثیلات کا استعمال کرتے ہیں، ایک جنس کی دُوسری جنس کے ساتھ مماثلت یا نوع کی نوع کے ساتھ یا فرد کی فرد کے ساتھ یا اس کے علاوہ، مگر کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی عقلمند ودانا آدمی فرد کی تشبیہ مطلق کے ساتھ بیان کرے۔

جیسے کوئی یوں کہے کہ "زید انسان جیسا ہے"، شیر حیوان جیسا ہے، اور ایسا کبھی کسی عقلمند ودانا آدمی سے نہیں سنا گیا، البتہ قارئین کرام نے ایسا ضرور سنا ہوگا کہ "زید عمرو جیسا ہے"، شیر چیتے جیسا ہے، اس کا کیا سبب ہے کہ عقلمند آدمی "زید انسان جیسا ہے" کی تشبیہ بیان نہیں کرتے اور "زید عمرو جیسا ہے" کی تشبیہ بیان کرتے ہیں؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ فرد کی فرد کے ساتھ تو تشبیہ ہوسکتی ہے لیکن فرد کی مطلق کے ساتھ تشبیہ نہیں ہوسکتی، مگر دیوبندی ایسی بےوقوف قوم ہیں کہ وہ فرد کو مطلق کے ساتھ تشبیہ دینے کے مدعی ہیں اور انہوں نے تھانوی جی کی "حفظ الایمان" کی عبارت میں ایسی ہی بےوقوفانہ تاویل کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"حفظ الایمان" کی عبارت میں "ایسا" کالفظا [لفظ] آیا تھا اور اس سے مطلق بعض غیوب کا علم تھا نہ کہ حضور ﷺ کا علم اقدس، مگر خان صاحب نے اس سے حضور ﷺ کا علم

شریف مراد لیا"۔[1] اور دیوبندیوں کے ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے"۔[2]

دیوبندی موصوف نے جو تاویل کی ہے اُس پر فرد کو مطلق سے تشبیہ کا اعتراض قائم ہوتا ہے، جس کی ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ کسی بھی عقلمند نے فرد کو مطلق سے تشبیہ دینے کی جرأت نہ کی ہوگی، مگر دیوبندی ایسے پاگل ہیں کہ وہ اپنے اکابرین کے دفاع میں ایسی بے وقوفانہ حرکتیں بھی کر گذرتے ہیں۔ بہرکیف دیوبندیوں کی یہ تاویل ہرگز دُرست نہیں اور سابقہ مثالوں سے ہم اِس کا باطل ہونا ثابت کر چکے ہیں۔

لفظ ایسا کو تشبیہ کے لئے ماننے سے انکار

دیوبندیوں نے ایک چال یہ بھی چلی ہے کہ لفظ "ایسا" کو تشبیہ کے لئے ماننے سے انکار کر دیا جائے چنانچہ دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اور بالفرض اگر عبارت میں "ایسا" کو تشبیہ کے لئے مان بھی لیا جائے تب بھی اس سے کوئی گستاخی لازم نہیں آتی اس لئے کہ ایسا اس صورت میں ہوتا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو تشبیہ دی جا رہی ہوتی جبکہ یہاں مطلق بعض غیوب کی بحث ہو رہی ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی مقدار کا"۔[3]

الجواب: دیوبندی موصوف نے عبارت کی ابتداء میں لفظ "بالفرض" لکھا ہے جو کہ موصوف کے اُصول کے مطابق قضیہ فرضیہ ہوگا، مُلاحظہ فرمائیں[4] جبکہ موصوف کے مسلکی

---

[1] دفاع، ج1 ص614، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] الشہاب الثاقب، ص102، کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی، دیوبند، ضلع سہارنپور، یو پی۔

[3] دفاع، ج1 ص620، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[4] دفاع، ج1 ص718، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

شیخ الہند حسین احمد ٹانڈوی صاحب تو تھانوی جی کی عبارت میں لفظ "ایسا" تشبیہ کے لئے قرار دے رہے ہیں، جیسا کہ ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے"۔ [1]

یعنی لفظ "ایسا" کو تشبیہ کے لئے ماننا ان کے نزدیک قضیہ حقیقیہ قرار پائے گا اور موصوف کے نزدیک فرضیہ، یہ ہیرا پھیری دیوبندیوں کی صرف اس لئے ہے کہ عوام الناس کو مغالطہ دیا جا سکے، مگر اعتراض پھر بھی سیدی اعلیٰ حضرت ﷫ پر ہے کہ انہوں نے (معاذ اللہ) عبارت کا غلط مفہوم پیش کیا ہے۔

دیوبندیوں کے مُلّاں منظور نعمانی کے نزدیک "ایسا" بمعنی "اتنا"

قارئین کرام! آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ دیوبندیوں کے شیخ الہند ٹانڈوی صاحب تھانوی جی کی عبارت میں لفظ "ایسا" کو تشبیہ کے لئے قرار دیتے ہیں مگر دیوبندیوں کا دُوسرا مُلّاں منظور نعمانی لفظ "ایسا" کو "اِتنا" کے معنی میں مستعمل قرار دیتا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:

"اور عبارت زیرِ بحث میں بھی جیسا کہ مَیں (منظور نعمانی) عرض کر چکا ہوں ایسا بمعنیٰ اتنا مستعمل ہے اور تشبیہ پہلے نہیں"۔ [2]

دیوبندیوں کے مناظر منظور نعمانی صاحب کی آپ نے عبارت ملاحظہ فرمائی، اب دُوسری طرف دیوبندیوں کے کانگریسی شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی صاحب کا فیصلہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"اس جگہ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ مقدار علم مغیبات میں تشبیہ مقصود ہو کیونکہ خُود ہی فرماتے ہیں کہ

---

[1] الشہاب الثاقب، ص 102، کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی، دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی۔

[2] فتوحاتِ نعمانیہ، ص 38، انجمن ارشاد المسلمین، بہاولپور روڈ، مزنگ، لاہور

جملہ علوم لازمہ نبوت بتامہا آپ کو حاصل تھے اور یہ چیزیں زید وعمرو وبکر وغیرہ میں کہاں ادھر لفظ اتنا نہیں کہا بلکہ تشبیہ فقط بعضیت میں دے رہے ہیں"۔ [1]

اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ ٹانڈوی صاحب فرمارہے ہیں کہ تھانوی جی نے مقدار علم مغیبات میں تشبیہ نہیں دی کیونکہ انہوں نے لفظ" اِتنا نہیں کہا۔ اِس حوالے سے معلوم ہوا کہ تھانوی جی کی عبارت میں اگر" ایسا" بمعنی" اِتنا" ہوتو یہ مقدار علم مغیبات میں زید وعمرو وبکر وغیرہ کے ساتھ علومِ آنحضرت ﷺ کی نعوذ باللہ مساوات قرار پائے گی ،نعوذ باللہ من ذالک ،ثم نعوذ باللہ من ذالک ،ثم نعوذ باللہ من ذالک۔

دیوبندیوں کے دربھنگی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" واضح ہو کہ ایسا کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں نہ معلوم اس قدر صاف اور سیدھے مطلب کو کس غرض سے اُلٹا کیا جاتا ہے"۔ [2]

حسین احمد ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" حضرت مولانا عبارت میں لفظ" ایسا" فرمارہے ہیں لفظ" اتنا" تو نہیں فرمارہے ہیں اگر لفظ" اتنا" ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کردیا"۔ [3]

دربھنگی کی تحریر سے ثابت ہوا کہ تھانوی جی کی عبارت میں لفظ" ایسا" بمعنی" اتنا" کے متعین ہے اور ٹانڈوی صاحب کے نزدیک اگر" ایسا" بمعنی" اتنا" ہوتو پھر حضور علیہ الصلاۃ

---

[1] الشہاب الثاقب ،ص103 ،کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی ،دیوبند ،ضلع سہارنپور ،یوپی۔

[2] توضیح البیان فی حفظ الایمان ،ص9 ،انجمن ارشاد المسلمین ،لاہور ،مشمولہ مجموعہ رسائل چاندپوری ، ج1 ص128 ،انجمن ارشاد المسلمین ،لاہور۔

[3] الشہاب الثاقب ،ص102 ،کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی ،دیوبند ،ضلع سہارنپور ،یوپی۔

والسلام کے علم مبارک کی توہین ہوگی، لہٰذا ٹانڈوی اور دربھنگی کی عبارات کو سامنے رکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ تھانوی جی کی عبارت میں توہین ہے، مگر افسوس کہ دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"اب میں اہل انصاف سے کہتا ہوں کہ آخرت کو سامنے رکھ کر فیصلہ فرمائیں کہ کیا حکیم الامتؒ کی عبارت میں کوئی پہلو کفر کا ہے۔۔۔؟؟؟؟"۔[1]

افسوس کہ دیوبندی موصوف کو اپنے اکابرین یا "کابرین"[2] کی تصریحات کے باوجود بھی تھانوی جی کی عبارت میں کوئی کُفر نظر نہیں آتا، ہم تو کہتے ہیں کہ اگر کوئی دیوبندی بھی بنظر انصاف اِس عبارت کو دیکھے تو اُسے اِس میں کوئی بھی اسلامی پہلو نظر نہیں آئے گا۔

دیوبندیوں کی بھی عجیب حالت ہے کہ ایک دیوبندی اِس عبارت میں "ایسا" کو اِتنا کے معنی میں متعین قرار دیتا ہے تو دُوسرا "اِتنا" کے معنی کو کُفریہ قرار دیتا ہے، بہر کیف کسی طرح بھی تھانوی جی کی گلو خلاصی نہیں ہوتی۔ یہ تضاد بیانی اِس لئے ہے کہ "ایسا" کو "اتنا" کے معنی میں قرار دینے والوں پر شاید یہ بات آشکار ہوگئی کہ تاویل میں "ایسا" کے بعد مطلق بعض مغیبات کی تشبیہ ممکن نہیں کیونکہ ایسی صورت میں فرد کی مطلق سے تشبیہ لازم آئے گی، اور جب مطلق بعض مغیبات سے تشبیہ نہیں ہوسکتی تو لامحالہ انہیں ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ تھانوی جی کی اِس گستاخانہ عبارت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) صبی و بہائم اور مجنون کے علم کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے (نعوذ باللہ)

اس لئے انہوں نے تھانوی جی کی عبارت میں لفظ "ایسا" کو بمعنی "اِتنا" قرار دیا، اور جو دیوبندی ایسا کو تشبیہ کے لئے قرار دیتے ہیں جیسے کہ ٹانڈوی دیوبندی تو ان کے نزدیک یہ

---

[1] دفاع، ج 1 ص 624، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] لفظ "کابر" کی جمع، معنی ایک قسم کا سیاہ پرندے، چنکبرے، جیسا کہ اسی دفاع کے ص 19 پر ابوایوب کی تقریظ میں ہے اگر کتابت کی وجہ سے "الف" رہ گیا ہے تو "اکابر" ورنہ "کابر" تو وہی مُراد ہیں۔

متحقق ہو چکا تھا کہ بات حضورِ اکرم ﷺ کے علوم ہی کی چل رہی ہے، اِس صورت میں انہیں یہ ماننا پڑتا کہ تھانوی جی نے حضورِ اکرم ﷺ کے علومِ غیبیہ کی مقدار کو (نعوذ باللہ، ثم نعوذ باللہ) صبی و بہائم اور مجنون کے علم کی مقدار کے برابر کر دیا، (نعوذ باللہ)

لہٰذا اِن لوگوں نے فرار کی یہ تدبیر اختیار کی کہ تھانوی جی کی عبارت میں لفظ "ایسا" کو "اِتنا" کے معنی میں نہیں بلکہ تشبیہ کے معنی میں قرار دیا جائے۔

ان تضاد بیانیوں کے باوجود تھانوی جی کا کُفر مرتفع نہیں ہوتا بلکہ کسی نہ کسی کے اُصول پر تھانوی جی کافر ہی قرار پاتے ہیں۔

تھانوی جی کیا فرماتے ہیں

ایک اختلاف تو ہم نے ذکر کر دیا جس میں دربھنگی جی اور ان کے ہمنوا ٹانڈوی جی آمنے سامنے تھے اور کسی صورت بھی تھانوی جی کا کُفر رفع نہیں ہو رہا تھا، تھانہ بھون کے تھانوی جی نے اس معاملے کو سُلجھانے کے لئے ایک اور پتہ پھینکا کہ:

"اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے"۔ [1]

یعنی تھانوی جی کے بقول "ایسا" تشبیہ کے معنی میں نہیں بلکہ مشابہت کی نفی میں ہے۔ ایسے دھوکہ باز اور سینہ زور لوگوں کا ہم کیا کر سکتے ہیں جو بات بات پر جھوٹ اور دھوکہ سے کام لیتے ہوں اور جھوٹ بولنے میں ذرہ برابر بھی نہ شرماتے ہوں۔ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام کو بھی اس میں مشابہت و تشبیہ نظر آ رہی ہے، مگر دیوبندیوں کے حکیم الامت بضد ہیں کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے۔ فیاللعجب

تھانوی جی کا ایک اور پتہ پھینکنا

تھانوی جی نے سمجھا کہ شاید دُنیا اس بات کو نہیں مانے گی کہ اس کی عبارت میں مشابہت کی

---

[1] بسط البنان لکف اللسان مع حفظ الایمان، ص 11، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء

نفی کی گئی ہے اس لئے تھانوی جی نے ایک دُوسرا پتہ پھینکا کہ:

"اور لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لئے نہیں آتا"۔ [1]

بحث تو یہ تھی کہ تھانوی جی کی عبارت میں لفظ "ایسا" کس معنی میں ہے مگر تھانوی نے اپنی عبارت کی وضاحت کرنے کے بجائے لکھ مارا کہ "لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لئے نہیں آتا" حالانکہ تھانوی جی کو اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے تھی کہ "ایسا" ہمیشہ تشبیہ کے لئے آتا ہے یا نہیں، بلکہ انہیں تو اپنی عبارت کی وضاحت کرنی تھی کہ انہوں نے اپنی عبارت میں ایسا کو کس معنی میں استعمال کیا ہے کیونکہ ان کے متبعین اس بارے میں تضاد بیانی کا شکار ہو گئے تھے کہ کچھ "ایسا" کو بمعنی تشبیہ کے قرار دیتے ہیں اور کچھ ایسا کو "اتنا" کے معنی میں قرار دیتے ہیں، لہٰذا تھانوی جی کا فرض تھا کہ اپنے متبعین کو اس خلفشار اور تضاد بیانیوں سے نجات دلاتے اور وضاحت کرتے کہ اُن کی تحریر میں لفظ "ایسا" کس معنی میں ہے، اگر وہ وضاحت کر دیتے تو کسی ایک فریق کے نزدیک بہرحال تھانوی جی کی عبارت کُفریہ ضرور قرار پاتی، انہوں نے اس مسئلے سے جان چھڑانے کے لئے اپنی عبارت پر بحث کرنے کے بجائے لکھ مارا کہ:

"لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لئے نہیں آتا"۔ [2]

اُن سے یہ بات پُوچھی ہی کس نے تھی کہ "ایسا" ہمیشہ تشبیہ کے لئے آتا ہے یا نہیں؟ وہ تو اپنی عبارت کی توضیح کے پابند تھے، اگر تھانوی جی کا مذکورہ عبارت لکھنے سے یہ مقصد ہے کہ اُن کی عبارت میں ایسا تشبیہ کے لئے نہیں تو پھر دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی کی بات ضرور غلط قرار پاتی ہے جس میں ٹانڈوی جی نے تھانوی جی کی وکالت کرتے ہوئے اُن کی عبارت میں "ایسا" کو تشبیہ کے لئے قرار دیا ہے۔

[1] بسط البنان لکف اللسان مع حفظ الایمان، ص 11، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء

[2] بسط البنان لکف اللسان مع حفظ الایمان، ص 11، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء

منظور نعمانی دیوبندی کی ایک اور چالبازی

دیوبندیوں کے رئیس المحدثین والمتکلمین مناظرِ منظور نعمانی صاحب ایک اور چالبازی کا ارتکاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"یہاں لفظ "ایسا" یہ کے معنی میں ہے"۔ [1]

قارئین کرام! آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ دیوبندی ایک فقرے میں مستعمل ایک لفظ کی تشریح میں کس قدر تضاد بیانیوں اور اختلافات کا شکار ہیں، یہ صرف اِس لئے ہو رہا ہے کہ کسی طرح تھانوی جی کی گستاخانہ عبارت کا دفاع ہو جائے۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ انہیں لفظ "ایسا" کا کوئی ایک معنی اختیار کرنے کے بعد مزید تحریفات کرنی پڑتی ہیں۔ آیئے یہاں ہم اُن کا جائزہ لیتے ہیں

لفظ "ایسا" کا مشارٌ الیہ

حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ایسا سے اشارہ نفس بعض کی طرف ہے"۔ [2]

اس سے تھوڑا سا پہلے لکھتے ہیں کہ:

"ایسا سے اشارہ بعض مذکور کی طرف ہوا ہے"۔ [3]

اِن حوالوں سے معلوم ہوا کہ تھانوی جی کی عبارت میں جو لفظ "ایسا" استعمال ہوا ہے ایک تو وہ تشبیہ کے لئے ہے، اور پھر اس سے اشارہ بھی ہوا ہے اب اس کے مشارٌ الیہ کو تلاش کرنا

---

[1] ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان مع الشہاب الثاقب، مع غایۃ المامول، ص 448، دار الکتاب، اردو بازار، لاہور۔

[2] الشہاب الثاقب، ص 104، کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی، دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی۔

[3] الشہاب الثاقب، ص 104، کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی، دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی۔

ہے، لہٰذا تھانوی کی عبارت ہی آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں کہ لفظ "ایسا" سے مشبہ بہ
اشارہ کس جانب ہوا ہے، ملاحظہ فرمائیں تھانوی جی لکھتے ہیں کہ:
"پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب
اَمر یہ ہے کہ اس غیب سے مُراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مُراد ہیں تو اس
میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات
وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔ [1]
دیکھیں تھانوی جی کی عبارت میں لفظ "ایسا" کے بعد اس کا مشارٌ الیہ علم غیب موجود ہے جس
سے ثابت ہوا کہ تھانوی جی نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کو ہی نعوذ باللہ زید وعمرو کے
علم سے تشبیہ دی ہے (نعوذ باللہ من ذالک)
اور پھر "ایسا" کے بعد علم غیب اِس کا مشارٌ الیہ مذکور ہے، پس جن لوگوں نے اِس کو مطلق
بعض علم غیب پر محمول کیا ہے اُنہوں نے جہالت کا اِرتکاب کیا ہے۔ اس سے ایک خرابی تو یہ
"فرد کی مطلق سے تشبیہ" لازم آتی ہے، جس کی وضاحت ہم سابق میں کر چکے ہیں۔ دُوسری
خرابی یہ کہ جب عبارت میں اس کا مشارٌ الیہ مذکور ہے تو پھر اس کو مطلق بعض کی طرف پھیرنا
کہاں دُرست ہے؟ اور سیاقِ عبارت بھی اس کی اجازت نہیں دیتا۔

اس کی کچھ تفصیل

تھانوی جی نے "آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا"۔ [2]
سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب ماننے والے مسئلہ پر بحث کی ہے اور اِس ضمن میں اُن

---

[1] حفظ الایمان مع بسط البنان لکف اللسان، ص 7، حسب فرمائش: شیخ جام محمد الہ بخش تاجران کتب
مشرقی کشمیری بازار، لاہور، 1934ء، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور۔
[2] حفظ الایمان مع بسط البنان لکف اللسان، ص 7، 1934ء، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور۔

نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کل علم غیب کی نفی کی ہے اور بعض کو تسلیم کیا ہے جیسا کہ تھانوی جی خود لکھتے ہیں کہ:

"اول میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ، اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لئے ہو سکتا ہے"۔[1]

مزید خود ہی لکھتے ہیں کہ:

"حضور کے علوم غیبیہ جزئیہ کمالاتِ نبوت میں داخل ہیں اس کا انکار کون کرتا ہے۔"[2]

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی بعض علم غیب کو انہوں نے نعوذ باللہ زید وعمرو کے علم کے مماثل ومساوی قرار دیا ہے کیونکہ بات بھی تھانوی صاحب کی عبارت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی ہی چل رہی تھی، اس میں کل علمِ غیب کی نفی کر کے بعض علم غیب کو تسلیم کر کے اسی کو نعوذ باللہ زید وعمرو کے علم سے تشبیہ دی، لہٰذا دیوبندیوں کا یہ کہنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کو تشبیہ نہیں دی گئی سراسر جھوٹ ہے۔ عبارت میں بحث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کی ہی چل رہی ہے اور تھانوی جی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کو ہی نعوذ باللہ زید وعمرو کے علم کے مشابہ ومساوی قرار دیا ہے۔

اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص (حفظ الایمان)

در بھنگیوں نے تھانوی جی کو کفر سے بچانے کے لئے تھانوی جی کی عبارتِ مذکورہ کے فقرہ کی تشریح میں لکھا ہے کہ:

"تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم

---

[1] بسط البنان مع حفظ الایمان وتغییر العنوان، ص 19، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان شہر

[2] تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان مع حفظ الایمان وبسط البنان، ص 30، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان شہر۔

الغیب کہنے میں) حضور ﷺ کی کیا تخصیص؟"۔ [1]

الجواب : تھانوی جی نے فرضی زید کے لئے اور حضورِ اکرم ﷺ کے لئے علم غیب ماننے کا عقیدہ لکھا اور پھر اس سے پُوچھا کہ:

"اس غیب سے مُراد (یعنی وہ علم غیب جو حضورِ اکرم ﷺ کے لئے زید تسلیم کرتا ہے) بعض غیب ہے یا کل غیب۔ (پھر آگے تھانوی جی نے توضیح کی) اگر بعض علوم غیبیہ مراد لیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے (یعنی بقول تھانوی جی اگر حضورِ اکرم ﷺ کے لئے بعض علوم غیبیہ تسلیم کئے جا رہے ہیں تو اس میں ان کے نزدیک حضورِ اکرم ﷺ کی کوئی تخصیص نہیں کیونکہ ان کے نزدیک) ایسا علمِ غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔ [2]

نوٹ: نقل کردہ عبارت میں توسین کے درمیان موجود عبارت توضیح کے لئے لکھی گئی ہے۔

قارئین کرام! آپ خُود ہی اندازہ لگائیں کہ تھانوی جی کی عبارت میں گستاخی وتوہین ہے یا نہیں؟ اور پھر تھانوی جی اپنی عبارت میں لفظ "ایسا" سے کس کے علم کو صبی وبہائم ومجنون کے برابر ومساوی ومماثل قرار دے رہے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ تھانوی جی اپنی اس گستاخانہ عبارت میں حضورِ اکرم ﷺ کے علم مبارک کو ہی نعوذ باللہ زید وعمرو وغیرہ کے علم سے تشبیہ دے رہے ہیں، لہٰذا دیوبندیوں کا اِس کی توضیحات میں ایسے خُود ساختہ مطالب داخل کرنا سوائے تھانوی جی کی عبارت سے راہِ فرار اختیار کرنے کے کیا ہے؟۔

خُود تھانوی جی کے مُریدوں نے بھی تھانوی جی کو لکھا تھا کہ اس عبارت کا حق بجانب جواب دینے میں اُن کو سخت دُشواری کا سامنا ہے، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

"کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کرلیا جائے جس میں مخلصین حامیین جناب والا کو حق

---

[1] دفاع، ج1 ص614، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] حفظ الایمان مع بسط البنان لکف اللسان، ص7، 1934ء، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور۔

بجانب جواب دہی میں سخت دُشواری ہوتی ہے"۔ [1]

تھانوی جی کے مخلصین وحامیین کو حق بجانب جواب دہی میں کیا دُشواری تھی؟ ظاہر ہے کہ تھانوی جی کے مُریدین ومعتقدین وہ تاویلات اختیار کرتے ہیں جن سے تھانوی جی کا کُفر مزید مؤکد ہو جاتا ہے، لہٰذا انہیں ناحق خُود ساختہ مفہوم ومطالب گھڑنے پڑتے ہیں اس لئے تھانوی جی کے مُریدین ومعتقدین نے تھانوی جی کو خط لکھ کر اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔

اپنا کُفر دُوسروں پر ڈالنے کی کوشش

تھانوی جی نے اپنے کُفر پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے کُفر کو مفروض زید پر ڈالنے کی کوشش کی، چنانچہ تھانوی جی لکھتے ہیں کہ:

" بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے چنانچہ بعض مطلق علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید وعمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک ومشابہ ہو جائیں گے"۔ [2]

قارئین کرام! دیکھیں تھانوی جی کیسی معصومیت سے اپنا گناہ دُوسرے کے سر ڈال رہے ہیں حالانکہ کُفر تھانوی جی نے خُود بکا ہے مگر اِس کا الزام مفروض زید پر ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں، فیا للعجب۔

نمبر (1) تھانوی جی کی عبارت میں مفروض زید حضورِ اکرم ﷺ کے لئے علم غیب کا قائل ہے۔

نمبر (2) یہ مفروض زید کلی علم غیب (جس کو تھانوی جی نے کل علومِ غیبیہ متناہیہ سے تعبیر کیا

---

[1] تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان مع حفظ الایمان وبسط البنان، ص 28، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان شہر۔

[2] بسط البنان لکف اللسان مع حفظ الایمان، ص 11، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء

ہے، مُلاحظہ ہو: بسط البنان، ص ۱۱) کا قائل نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ تھانوی جی کے نزدیک عقلاً ونقلاً محال ہے، جیسا کہ تھانوی جی خُود لکھتے ہیں کہ:

"اگر کل (علوم) غیر متناہیہ مراد ہوں تو وہ نقلاً وعقلاً محال ہے"۔ [۱]

نمبر (3) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علومِ غیبیہ کثیرہ وافرہ کی وجہ سے زید حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علمِ غیب کا معتقد ہے۔ زید کے اس اعتقاد کی وجہ سے صبی وبہائم ومجانین کے علم سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی مماثلت ومشابہت کیسے ہوسکتی ہے؟

نمبر (4) زید وعمرو وصبی وبہائم ومجانین کا علم صرف چند باتوں تک محدود ہے جس کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کردہ علوم سے قطعاً کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

نمبر (5) زید کے اعتقاد کے مطابق تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علومِ غیبیہ کثیرہ وافرہ حاصل ہیں۔ جبکہ

نمبر (6) تھانوی جی کے بقول ہی زید وعمرو وصبی وبہائم ومجانین کو صرف کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے۔

نمبر (7) اب زید کے اعتقاد پر، جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب کا قائل ہے، کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علوم غیبیہ کثیرہ کا قائل ہے جس کا کوئی بشر اندازہ نہیں کرسکتا۔

نمبر (8) تخصیص کو تھانوی جی خُود ختم کر رہے ہیں جیسا کہ وہ خُود لکھتے ہیں کہ:

"اگر بعض علومِ غیبیہ مُراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے"۔ [۲]

نمبر (9) تھانوی جی نے "تخصیص" کو کیوں ختم کیا؟

اِس کی وجہ یہ تھی کہ اُن کے نزدیک: " ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع

---

[۱] بسط البنان لکف اللسان مع حفظ الایمان، ص 11، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء

[۲] حفظ الایمان مع بسط البنان لکف اللسان، ص 7، 1934ء، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور۔

حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔[1]

نمبر (10) اب غور فرمائیں کہ تھانوی جی کی عبارت میں زید وعمرو۔۔۔الخ کے علم کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کو برابر و مساوی و مشابہ قرار دیا گیا ہے یا نہیں؟

صاف ظاہر ہے کہ تھانوی جی کے عقیدے میں مشابہت و مساوات و برابری موجود ہے، اب اگر تھانوی جی یہ کہہ رہے ہیں کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے تو یہ سفید جھوٹ ہے۔

زید کے عقیدے پر مشابہت و مساوات و برابری والا محذور لازم نہیں آرہا، مگر تھانوی جی خُود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کو زید وعمرو۔۔۔الخ کے علم کے مشابہ و مساوی و برابر قرار دے رہے ہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ تھانوی جی نے جو مشابہت کی نفی کا دعویٰ کیا ہے وہ غلط ہے، تھانوی جی کی عبارت میں مشابہت موجود ہے۔

زید کا عقیدہ کُفریہ نہیں اور نہ ہی اس کے عقیدے پر زید وعمرو۔۔۔الخ کے ساتھ برابری و مساوات و مشابہت ثابت ہو رہی ہے، بلکہ خُود تھانوی جی کے عقیدہ پر گستاخی و توہین اور کُفر ثابت ہو رہا ہے۔

منظور نعمانی کی ایک مثال

دیوبندیوں کے منظور نعمانی سنبھلی صاحب کہتے ہیں کہ:

"اور ثابت کیا کہ "ایسا" "یہ" کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے"۔[2]

اور "فتوحات نعمانیہ" کے حاشیہ میں مندرجہ ذیل شعر سے استدلال کیا گیا کہ:

وصل بت خُود سر کی تمنا نہ کریں گے
ہاں ہاں نہ کریں گے کبھی ایسا نہ کریں گے

---

[1] حفظ الایمان مع بسط البنان لکف اللسان، ص 7، 1934ء، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور۔

[2] فتوحات نعمانیہ، ص 665، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور

الجواب: منظور نعمانی دیوبندی صاحب نے جو تاویل پیش کی ہے اس کو" حفظ الایمان کی عبارت پر فٹ کردیں تو بھی تھانوی کی عبارت کُفر سے محفوظ نہیں رہتی۔ منظور نعمانی صاحب کے بقول لفظ" ایسا" " یہ" کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، لہٰذا تھانوی جی کی عبارت میں ایسا کی جگہ" یہ" رکھ دیں تو کیا تھانوی جی کی عبارت کُفر سے محفوظ رہ سکتی ہے؟ مُلاحظہ فرمائیں:

" پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، یہ علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔ [1]

قارئین کرام! منظور نعمانی دیوبندی صاحب والی" تاویل" کے مطابق" ایسا" کو" یہ" کے معنی میں استعمال کر کے تھانوی جی کی عبارت آپ کے سامنے رکھ دی گئی ہے، اب آپ خُود مُلاحظہ فرما سکتے ہیں کہ اس سے بھی حضورِ اکرم ﷺ کے علمِ غیب میں صبی وبہائم ومجانین کے ساتھ شراکت ظاہر وواضح ہو رہی ہے (نعوذ باللہ) مگر دیوبندیوں کا پھر بھی دعوی ہے کہ تھانوی جی کی عبارت بے غبار ہے، شرم تم کو مگر نہیں آتی!

ایک آسان وضاحت! اگر کسی شخص کے ہاتھ میں کوئی موبائل ہو اور دُوسرا شخص کہے کہ یہ جو اس کے ہاتھ میں ہے یہ میرا موبائل ہے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ مدّعی شخص اسی موبائل کا دعوی کر رہا ہے جو اُس دُوسرے شخص کے ہاتھ میں ہے۔ پس تھانوی جی کی عبارت میں بھی اگر لفظ" ایسا" کو" یہ" کے معنی میں مستعمل مانا جائے تب بھی اس سے اشارہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی جانب ہی ہوگا۔ جس کے حصول کا تھانوی جی نے زید

---

[1] حفظ الایمان مع بسط البنان لکف اللسان، ص 7، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء۔

نوٹ: نقل کردہ عبارت میں لفظ" ایسا" کی جگہ نعمانی دیوبندی صاحب کی خواہش کے مطابق" یہ" کو ذکر کیا گیا ہے۔

وعمرو۔۔۔الخ کے لئے دعویٰ کیا ہے، نعوذ باللہ من ذالک

منظور نعمانی صاحب کی اس تاویل پر تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاصہ کمالیہ میں زید وعمرو۔۔

۔۔الخ کی مشارکت لازم آئے گی، تو اس سے بڑھ کر اور کون سی توہین ہو سکتی ہے؟ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاصہ کمالیہ میں کوئی بھی آپ کا شریک نہیں ہے۔

دیوبندی موصوف کا جھوٹا الزام

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"اور تمہارا اصول یہی ہے کہ جس کو غیب کی بعض باتیں معلوم ہوں گی اس کو تم عالم الغیب کہو گے"۔[1]

الجواب: یہ بھی تھانوی جی کو بچانے کے لئے جھوٹا الزام ہے، نہ ہی تھانوی جی کا فرضی زید اس بات کا مدعی ہے اور نہ ہی اہل سنّت وجماعت کا یہ دعوی ہے، ہم تو انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کے لئے بھی قائل ہیں کہ اللہ تعالی نے ان کو غیب کی باتوں کا علم عطا فرمایا ہے مگر کسی نے بھی انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ پر عالم الغیب کا اطلاق نہیں کیا۔

دیوبندی موصوف نے اپنے تھانوی جی کو بچانے کے لئے جھوٹا الزام لگایا ہے۔ تھانوی جی، ٹانڈوی اور دربھنگی وغیرہ تو اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں مگر اُن کی ذریت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کتبِ اہلِ سنّت وجماعت سے کسی معتمد عالم دین سے یہ اُصول پیش کریں۔

موصوف کو جھوٹ لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی

ہمارے قارئین سوچتے ہوں گے کہ آخر دیوبندی موصوف کو یہ جھوٹ بولنے ولکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تو اس کی وجہ ہم بیان کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ تھانوی

---

[1] دفاع، ج1 ص614، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

جی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علومِ غیبیہ کو (نعوذ باللہ ثم معاذ اللہ) زید و عمرو۔۔۔الخ کے علم کے مماثل و مساوی سمجھتے ہیں (جس کا اظہار انہوں نے "حفظ الایمان" کی عبارت میں کیا ہے، جس کی بنا پر اُن پر کُفر کا فتویٰ عائد کیا گیا) لہٰذا تھانوی جی نے اپنے اس عقیدہ ونظریہ کی بنیاد پر فرضی زید پر اعتراض کیا کہ:

"تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے"۔ [1]

زید کے عقیدے پر تو یہ اعتراض قائم ہوتا ہی نہیں اِس لئے کہ زید تو علومِ غیبیہ کثیرہ کی وجہ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر علم غیب کا حکم کرتا ہے، اُس کے نزدیک تو تمام مخلوقات کا علم بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے برابر و مساوی نہیں، اس کے عقیدے ونظریے پر یہ اعتراض کیسے قائم ہوتا ہے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے، مگر افسوس کہ دیوبندی موصوف نے دجل وفریب سے کام لیتے ہوئے لکھ مارا کہ:

"(تمہارے اس اصول کی بناء پر کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے بھی عالم الغیب کہا جا سکتا ہے) سب کو عالم الغیب کہا جاوے"۔ [2]

ہرگز یہ عقیدہ ونظریہ زید کا نہیں اور نہ ہی زید اس عقیدہ ونظریہ کا مدعی ہے، تھانوی جی کے عقیدت مندوں نے تھانوی جی کو کُفر سے بچانے کے لئے جھوٹا الزام فرضی زید پر ڈال دیا۔ اگر کوئی کسی کو گالی دے تو کیا خُود ساختہ بریکٹس اُس کو بچا سکتی ہیں؟ جس طرح دیوبندی موصوف نے اپنے تھانوی جی کو بچانے کے لئے فرضی زید پر جھوٹا الزام ڈال دیا اور بریکٹ میں لکھ مارا کہ: "اور تمہارا اصول یہی ہے کہ جس کو غیب کی بعض باتیں معلوم ہونگی اس کو تم عالم الغیب کہو گے"۔ [3]

---

[1] حفظ الایمان مع بسط البنان لکف اللسان، ص 7، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء۔

[2] دفاع، ج 1 ص 614، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[3] دفاع، ج 1 ص 614، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

اگر کوئی تھانوی، گنگوہی، نانوتوی اور انبیٹھوی کو ماں بہن کی گالیاں دے اور اپنی کتاب میں وہ گالیاں لکھے، پھر کوئی تاویل کرتے ہوئے بریکٹس () میں لکھ دے کہ (یہ گالیاں زید نے دیں) کیا موصوف اِس بات کو تسلیم کرلیں گے؟ ہوسکتا ہے کہ تھانوی جی کو بچانے کے لئے دیوبندی ہر قسم کی شرم وحیاء کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اور غیرت کا جنازہ نکالتے ہوئے اس بات کو تسلیم کرلیں مگر کوئی بھی صاحب شرم وحیاء اور غیرت مند انسان ان باتوں کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوگا، جس طرح موصوف نے اپنے مخالفین پر جھوٹا الزام لگایا ہے، اس طرح کی تاویلات پیش کی گئیں تو دُنیا میں کوئی بھی کافر نہیں رہے گا۔

ملعون قادیانی نے بھی تو حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں کیا وہ نہیں کہتا ہے کہ یہ عیسائیوں کی گالیاں ہیں، کون مسلمان اس لعین کی بات کو سچا سمجھے گا۔ پس موصوف کی یہ تاویل بھی مَردود تھانوی کی طرح ہے اور اپنے جُرم میں بے گناہ لوگوں کو پھنسانے کی کوشش ہے۔

حُکم اور اِطلاق کے فرق کو ملحوظ نہ رکھنا، تھانوی کی جہالت

دیوبندیوں نے اپنے تھانوی جی کی وکالت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"اس موقع پر حضرت حکیم الامت ؒ کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا جائز ہے یا نہیں"۔ [1]

اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے کہ تھانوی جی کی بحث "عالم الغیب" کے اطلاق میں ہے، منظور نعمانی دیوبندی صاحب نے لکھا ہے کہ:

" حفظ الایمان" میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد الزامی نتیجہ کے طور پر یہ فقرہ تھا۔

---

[1] دفاع، ج1 ص612، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

"تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے"۔
خان صاحب نے اس کو بھی اڑا دیا کیوں کہ اس فقرے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مصنف "حفظ الایمان" حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی مقدار میں کلام نہیں فرما رہے، بلکہ ان کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے"۔[1]
الجواب: یہی تو تھانوی جی کی جہالت ہے کہ انہوں نے حکم اور اطلاق کو ایک ہی سمجھا اور اِس فرق کو بھی بھول گئے کہ: "بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے مگر اس کا اطلاق دُرست نہیں ہوتا"۔[2]
زید حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مقدسہ پر غیب کا حکم کر رہا ہے، یعنی آپ ﷺ کے لئے صفتِ علم غیب کو تسلیم کر رہا ہے اُس پر (تھانوی جی کا بقول وکلائے تھانوی) اطلاق لفظ عالم الغیب سے مناقشہ کرنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟ کیونکہ یہ بات تو دیوبندیوں کو بھی مسلّم ہے کہ: "حضورؐ کو علم غیب ہونا نہ ہونا ایک الگ بحث ہے اور آپ کی ذاتِ مقدسہ پر عالم الغیب کے اطلاق کا جواز، عدم جواز یہ ایک الگ مسئلہ ہے اور ان دونوں میں باہم تلازم بھی نہیں"۔[3]
پھر تھانوی جی نے بقول وکلائے تھانوی جی اطلاق لفظِ عالم الغیب سے مناقشہ کیوں کیا؟ ظاہر ہے کہ اس سے تھانوی جی کی جہالت ہی ثابت ہو رہی ہے اور وہ مذکورہ بالا تمام اُصولوں کو بھول گئے۔ بہر کیف اس عذر سے بھی تھانوی جی کا دفاع نہیں ہو رہا اس لئے کہ تھانوی جی نے پہلے حضور اکرم ﷺ کے علم غیب کی زید وعمرو ۔۔۔ الخ کے علم سے مشابہت ومساوات ذکر کر کے بعد میں مناقشہ میں یہ بات لکھ دی کہ:

---

[1] فتوحات نعمانیہ، ص406، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔
[2] دفاع، ج1 ص612، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔
[3] فتوحات نعمانیہ، ص403، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

" تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے"۔ [1]

یہی تھانوی جی کی جہالت ہے کہ زید تو حضورِ اکرم ﷺ کے لئے علم غیب کا قائل ہے، الزامی فقرے کے طور پر یہ لکھنا کہ " سب کو عالم الغیب کہا جاوے" جہالت نہیں تو اور کیا ہے اور خُود اپنے وکلاء کے اُصولوں سے انحرافی ہے جنہوں نے لکھا ہے کہ:

" بہر حال یہ حقیقت نا قابل انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے اور اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا"۔ [2]

تھانوی جی کا فرضی زید جب آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کر رہا ہے تو تم جو اُس کو اطلاق لفظِ عالم الغیب کی جانب پھیر رہے ہو یہ تمہاری خُود اپنے بیان کردہ اُصولوں سے انحرافی نہیں تو اور کیا ہے؟

تھانوی اور قادیانی

منظور نعمانی دیوبندی نے تھانوی جی کے دفاع میں ایک دلیل یُوں پیش کی کہ:

" یہاں لفظ " ایسا " " یہ " کے معنی میں ہے اور اس سے مطلق بعض علومِ غیبیہ کی طرف اشارہ مقصود ہے اور " ایسا " کا استعمال " یہ " کے معنی میں اردو محاورات میں شائع و ذائع ہے، مثلاً کوئی شخص کہے کہ " میں زید کو ماروں گا "، دوسرا کہے " ایسا کام ہرگز نہ کرنا " تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ " یہ کام ہرگز نہ کرنا "۔ پس یُوں سمجھئے کہ " حفظ الایمان " کی زیرِ بحث عبارت میں بھی یہ " ایسا " کا لفظ " یہ " کی جگہ مستعمل ہے"۔ [3]

الجواب: جیسے منظور نعمانی نے مثال پیش کی ہے ایسے ہم بھی ایک مثال پیش کرتے ہیں،

---

[1] حفظ الایمان مع بسط البنان لکف اللسان، ص 7، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء۔

[2] فتوحاتِ نعمانیہ، ص 403، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

[3] فتوحاتِ نعمانیہ، ص 622، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

پھر دیکھتے ہیں کیا دیوبندی اس کو برداشت کرتے ہیں یا نہیں! ملاحظہ فرمائیں:

ایک شخص کہتا ہے کہ قادیانی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔

دوسرا شخص کہتا ہے کہ ایسا دعویٰ تو تھانوی نے بھی کیا

اس مثال کو دیوبندی برداشت کریں گے اور" ایسا" یہ کے معنیٰ میں ہو یا اس قدر کے معنیٰ میں کیا اس سے تھانوی کی بچت ہو جائے گی اور کیا اس میں یہ تاویل مسموع ہو گی کہ یہاں لفظ" ایسا" یہ کے معنیٰ میں ہے، لہٰذا اس کا ماقبل سے کوئی تعلق نہیں۔

دیوبندی اس کی نفی کریں گے اور اس مثال کو برداشت نہیں کریں گے، تھانوی جی کی عبارت میں لفظ" ایسا" بمعنیٰ" یہ" ہو تو بھی" حفظ الایمان" کی عبارت میں بات تو حضور اکرم ﷺ کے علمِ غیب کی چل رہی ہے۔ تھانوی جی حضور اکرم ﷺ کا علم غیب زید وعمرو۔۔۔الخ کے مساوی و برابر قرار دے رہے ہیں اور اس کے لئے لکھ رہے ہیں کہ

"اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔[1]

آتش کا شعر اور تھانوی کی وکالت کی کوشش

لفظ" ایسا کی تشریح کرتے ہوئے اور اس کے معنیٰ" اس قسم کا"، اس شکل کا" کے لکھتے ہوئے دیوبندی موصوف نے" دفاع"[2] میں آتش کا شعر لکھا ہے کہ

محبوب نہیں باغ جہاں میں کوئی ایسا
بو رکھتا ہے گل ایسی نہ لذت نہ ثمر ایسی

الجواب: یہ شعر بھی تھانوی جی کی نجات کے لئے کافی نہیں ہے، اسی طرز پر اسی شعر

---

[1] حفظ الایمان مع بسط البنان لکف اللسان، ص 7، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء۔

[2] دفاع، ج 1 ص 620، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

(آتش کی رُوح سے معذرت کے ساتھ) پیش کرتے ہیں دیکھتے ہیں کیا دیوبندی موصوف اس کو برداشت کرلیں گے۔اگر کوئی شخص تھانوی جی کے لئے کہے کہ:

گستاخ نہیں وطن ہند میں کوئی ایسا
نہ طبیعت رکھتا ہے قادیانی ایسی نہ شرارت رافضی ایسی

یا پھر دُوسرا مصرعہ یُوں کرلیں

چاہے تاویل کرے اُس کی نعمانی یا ٹانڈوی جیسی ایسی

کیا موصوف اس شعر کو برداشت کرلیں گے اور لفظ "ایسا" کی کوئی بھی تاویل کیا تھانوی جی کو اس شعر میں مستعمل الفاظ سے بچا سکتی ہے، لہٰذا موصوف چاہے کیسی بھی کوشش کرلیں تھانوی جی کی گستاخانہ عبارت کا کُفر ختم نہ ہوگا۔

برق کا شعر اور تھانوی کی وکالت

دیوبندی موصوف نے اپنی "دفاع" [1] میں "ایسا" کے معنی اس قدر ثابت کرنے کے لئے "برق" کا ایک شعر لکھا ہے، مُلاحظہ فرمائیں:

اس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف وصاف
زنار پر گمان ہے موج شراب کا

الجواب: اس شعر سے بھی تھانوی کو نجات میسر نہیں آسکتی، اس شعر کو تھوڑے سے تغیر کے ساتھ ہم تھانوی جی کے لئے ہی لکھتے ہیں پھر دیکھتے ہیں کہ دربھنگیوں کا ٹولہ اس کو برداشت کرتا ہے یا نہیں، مُلاحظہ فرمائیں، تھانوی جی کے لئے شعر عرض ہے

اس ظالم کا منہ ہے ایسا قبیح وخراب
صورت پہ گماں ہوتا ہے تصور چمار کا

---

[1] دفاع، ج1 ص620، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

یا پھر یوں کہ

اس گستاخ کا منہ ہے ایسا قبیح وکریہہ
گمان ہوتا ہے کہ ظہور ہو گیا دجال کا

ظاہر ہے کہ در بھنگیوں وٹانڈیوں کے مولویوں کا دیوبندی ٹولہ اس شعر کو تھانوی جی کی توہین ہی سمجھیں گا۔

نوٹ: ہوسکتا ہے کہ دیوبندی تاویلی ٹولہ یہ کہے کہ اس شعر میں پہلے ہی توہین ہے اس لئے ہم اسے توہین ہی سمجھیں گے اِس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس متوقع اعتراض کا بھی قلع قمع کر دیا جائے۔

قارئین کرام! اس شعر میں بنیادی نکتہ یعنی "ایسا" اور تصورِ چمار و دجال سے تھانوی کی مکروہ وقبیح صورت کی تشبیہ ہے یا نہیں حالانکہ شعر تو اسی طرز پر ہے جس طرز پر دیوبندی موصوف نے اپنی دلیل پیش کی ہے لہٰذا اسے تھانوی کے لئے توہین و گستاخی نہیں سمجھنا چاہئے۔

تابوتِ دیوبندیت میں آخری کیل

دیوبندی بڑی بے شرمی و بے حیائی کے ساتھ رقمطراز ہے کہ:

"حفظ الایمان" کی بحث فی الحقیقت مناظرہ بریلی میں اُسی وقت ختم ہو چکی تھی جب گورداسپوری صاحب نے مولانا محمد منظور صاحب سے مطالبہ کیا کہ:

"اگر آپ کے نزدیک اس عبارت میں توہین نہیں ہے تو ایسی ہی عبارت آپ مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دیجئے"۔

اور اسی پر انہوں نے فیصلہ رکھ دیا۔ اور مولانا محمد منظور صاحب نے فوراً بلا کسی پس و پیش کے حفظ الایمان کی وہی عبارت لفظ بہ لفظ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کے حق میں لکھ دی اور دستخط فرما کر گورداسپوری صاحب کے حوالہ کر دی اس متفقہ فیصلہ کے بعد کسی رضاخانی

کو حفظ الایمان کی عبارت پر کلام کرنے کا کوئی حق نہیں رہا"۔ [۱]

الجواب: مغالطہ دہی اور دھوکہ بازی کی بھی حد ہوتی ہے، دیوبندیت شاید اس مُردہ ضمیر کا نام ہے جس میں دجل وفریب، مغالطہ و دھوکہ دہی اور جھوٹ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

حقیقت میں منظور نعمانی دیوبندی نے تابوتِ دیوبندیت میں اُس وقت آخری کیل گاڑ دی جب اِس سے دورانِ مناظرہ محدث اعظم پاکستان ﷫ نے یہ سوال پوچھا کہ:

"اگر کوئی شخص مولوی تھانوی صاحب کی نسبت یوں کہے کہ ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے؟ کل علوم کی وجہ سے یا بعض علوم کی وجہ سے؟

تھانوی صاحب کو کل علوم کا حاصل ہونا تو دلائلِ عقلیہ ونقلیہ سے باطل ہے، اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جاوے تو اس میں تھانوی صاحب کی کیا تخصیص ہے۔

ایسا بعض علم تو گدھے کو بھی ہے، کُتے کو بھی ہے، سوّر اور بندر کو بھی ہے تو اس میں تھانوی صاحب کی توہین ہو گی یا نہیں؟"۔ [۲]

اس کے جواب میں منظور نعمانی دیوبندی نے تھانوی جی کے کُفر پر گویا اُصولی طور پر دستخط کر دیئے تھے کہ: "میرے متعلق آپ نے جو مثال پیش کی ہے اس میں لفظ "ایسا" بے شک تشبیہ ہی کے لئے ہے اور میری اور مولانا تھانوی کی ہی خصوصیت نہیں"۔ [۳]

اس عبارت میں منظور نعمانی دیوبندی نے مان لیا کہ ان کے اور تھانوی کے علم کو سوّر، بندر، کتے اور گدھے کے علم سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ ان کی توہین ہے۔ یہ اقرار کر لینے کے بعد دیوبندیوں کے منہ میں کیا رہ جاتا ہے۔ اس عبارت میں بھی لفظ "ایسا" ہے جس کو وہ تشبیہ کے معنی میں سمجھ رہے ہیں اور اپنی توہین سمجھ رہے ہیں، پھر تھانوی کی عبارت میں حضورِ اکرم

---

[۱] ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان، ص 464، دار الکتاب، اردو بازار، لاہور۔

[۲] فتوحات نعمانیہ، ص 610، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

[۳] فتوحات نعمانیہ، ص 612، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کی توہین کیوں نہیں؟

منظور نعمانی دیوبندی کے اقرار سے تو تھانوی جی کی عبارت میں بھی توہین ثابت ہو رہی ہے۔ جو عبارت تھانوی جی کے حق میں لکھ کر دینے کے لئے دیوبندی تیار نہیں اور اس کو تھانوی جی کی توہین سمجھتے ہیں، آج عوام کو دھوکہ دینے کے لئے جھوٹ بولتے ہیں کہ منظور نعمانی نے معرکہ فتح کرلیا، اگر دیوبندی اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو آج بھی حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کی مذکورہ بالا عبارت موجود ہے آپ تھانوی جی کے حق میں لکھ کر دے دیں، مگر ہمیں معلوم ہے کہ آپ اپنے مُلاؤں کے حق میں ہرگز یہ الفاظ نہ لکھیں گے۔

دیوبندیوں کے بقول منظور نعمانی صاحب نے حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کے مطالبہ پر تحریر لکھ کر بریلویت کے تابوت میں آخری میخ ٹھونک دی تو آپ جلدی کریں اور حق کی وضاحت کے لئے ہمیں حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کے مطالبہ والی مذکورہ عبارت لکھ کر دے دیں، مگر ہم جانتے ہیں کہ

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار تم سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

دیوبندی مُلاں چالاکی سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مُلاں منظور نعمانی دیوبندی نے تھانوی جی کے لئے مندرجہ ذیل تحریر لکھ کردی

"پھر یہ کہ آپ کی (یعنی مولانا اشرف علی صاحب علیہ الرحمۃ کی) ذات پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہوں تو اس میں مولانا اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو

عالم الغیب کہا جاوے"۔ [1]

اور اسی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ:

"مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کے اس طرح برجستہ اور بے تکلف طور پر یہ تحریر لکھ دینے سے حاضرین پر بے حد اثر پڑا اور اس کاروائی کو متفقہ فیصلہ سمجھا گیا"۔ [2]

الجواب: منظور نعمانی دیوبندی کا حضرت محدث اعظم ﷫ کے مطالبہ پر مندرجہ بالا تحریر اُس کی پرلے درجہ کی حماقت اور بے وقوفی ہے اور خود اُس کے اپنے اُصولوں کے بھی خلاف ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ:

"کسی ذی علم شخص کو عرفاً اور شرعاً عالم کہنا درست ہے اور عالم الغیب کہنا نا درست، لہٰذا عالم الغیب کی مثال عالم سے نہیں دی جا سکتی"۔ [3]

یہ تو خود نعمانی دیوبندی صاحب نے تسلیم کر رہا ہے کہ عالم الغیب کی مثال عالم سے نہیں دی جا سکتی، لہٰذا "حفظ الایمان" کی عبارت کی توضیح کے لئے وہ تھانوی کے لئے علم غیب والی مثال پیش نہیں کر سکتے۔ "حفظ الایمان" کی عبارت کی توضیح کے لئے حضرت محدثِ اعظم پاکستان ﷫ کے مطالبہ والی تحریر بالکل درست ہے، جس کو خود مُلّاں منظور نعمانی نے بھی توہین تسلیم کیا جس کا حوالہ ہم پیش کر چکے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ دیوبندیوں کا "حفظ الایمان" کی عبارت کے دفاع میں تھانوی کے لئے علم غیب والی تحریر لکھنا اِن کا دجل و فریب ہے جو خود اِن کے اُصولوں پر بھی دُرست نہیں ہے اور "حفظ الایمان" کی عبارت کی توضیح کے متعلق حضرت محدثِ اعظم پاکستان ﷫ کے مطالبہ والی عبارت بالکل دُرست ہے جس کو خود مُلّاں منظور نعمانی نے بھی توہین تسلیم کیا

---

[1] ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان، ص 434۔435 دار الکتاب، اردو بازار، لاہور۔

[2] ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان، ص 435، دار الکتاب، اردو بازار، لاہور۔

[3] فتوحات نعمانیہ، ص 665، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

ہے، لہٰذا دیوبندیوں کے اس اقرار سے عبارت "حفظ الایمان" کا گستاخی وتوہین ہونا ثابت ہوتا ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی دیوبندی مُلّاں اِس عبارت کو بے غبار سمجھے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں

"جنہیں ڈوبنا ہو وہ ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں"

کشتیاں بھی ایسے ضدی اور بد دماغ لوگوں کے لئے ذریعہ نجات نہیں بن سکتیں، یہ لوگ ہمیشہ گمراہی وکُفر کی دلدل میں غرق رہیں گے، اُن کے لئے دلائل کے سو دفتر بھی ناکافی جن کی عقل پر تالے پڑے ہیں اور جن خبیثوں کے دل مُردہ ہو چکے ہیں۔

مُلّاں عبد الشکور لکھنوی دیوبندی کی ھرزہ سرائی

مُلّاں عبد الشکور لکھنوی دیوبندی نے ایک مناظرہ میں کہا کہ:

"جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا میں صفت علم غیب ہم نہیں مانتے اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں، لہٰذا علم غیب کی کسی شق کو رذیل چیزوں میں بیان کرنا ہرگز توہین نہیں ہوسکتی"۔ [1]

الجواب: اب تک دیوبندیوں کا یہ دعویٰ تھا کہ تھانوی کی عبارت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی مشابہت ومساوات زید وعمرو۔۔۔الخ سے مرقوم نہیں بلکہ اطلاق لفظ عالم الغیب کی ممانعت ہے، مگر دیوبندیوں کے مُلّاں عبد الشکور لکھنوی نے تو معاملہ ہی ختم کر دیا اور اُس نے واضح کہہ دیا کہ صفتِ علم غیب ہم نہیں مانتے اور جو مانے اُس کو منع کرتے ہیں، لہٰذا علم غیب کی کسی شق کو رذیل چیزوں سے بیان کرنا ہرگز توہین نہیں (نعوذ باللہ ثم نعوذ اللہ من ذالک) حالانکہ دیوبندیوں کے مُلّاں درbھنگی نے اقرار کیا ہے کہ:

" صاحب "حفظ الایمان" کا مُدعیٰ تو یہ ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باوجود علم غیب عطائی

---

[1] (نصرت آسمانی، ص 27) ترغیم حزب الشیطان، ص 459، دار الکتاب، اردو بازار، لاہور۔

ہونے کے عالم الغیب کہنا جائز نہیں"۔ [۱]

اور مزید لکھا ہے کہ:

" بیان بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل ہے نہ اس میں گفتگو ہے نہ یہاں ہو سکتی ہے"۔ [۲]

مگر دیوبندیوں کے مناظر مُلّاں عبدالشکور لکھنوی نے کہا کہ:

" لہٰذا علم غیب کی کسی شق کو رذیل چیز میں بیان کرنا ہرگز توہین نہیں ہو سکتی"۔ [۳]

خلاصہ کلام! دربھنگی صاحب کی گواہی سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کو عطائی علم غیب حاصل ہے، عبدالشکور لکھنوی دیوبندی کا علم غیب سے انکار کرنا اور علم غیب کی کسی شق (جیسے بعض علم غیب یا عطائی علم غیب وغیرہ) کو رذیل چیزوں میں مشابہت و مساوات کو توہین نہ سمجھنا خود کفر ہے اور اس سے دیوبندیوں کا عقیدہ بھی واضح ہو گیا کہ (نعوذ باللہ) وہ حضور اکرم ﷺ کی صفاتِ کو رذیل چیزوں کے ساتھ مساوات و برابری و مشابہت دینے کو توہین و گستاخی نہیں سمجھتے۔

لعنت ہے ایسے عقیدے پر

یہاں دیوبندی کوئی تاویل کریں گے

دیوبندی عام طور پر تھانوی جی کا دفاع کرنے کے لئے لفظ "ایسا" کی مختلف توجیہات کرتے ہیں لیکن پھر بھی ان کو خود بھی تشفی اور تسلی نہیں ہوتی بلکہ مفہوم کو مسخ کرنے کے لئے

---

[۱] مجموعہ رسائل چاند پوری، ج 1 ص 133، رسالہ: توضیح البیان فی حفظ الایمان، ص 13، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور

[۲] مجموعہ رسائل چاند پوری، ج 1 ص 135، رسالہ: توضیح البیان فی حفظ الایمان، ص 15۔

[۳] نصرت آسمانی، ص 27، مطبوع عمدۃ المطابع لکھنؤ۔

تھانوی جی کی عبارت کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ لفظ "ایسا" بلا تشبیہ کے اِتنا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، ان دیوبندیوں سے گزارش ہے کہ تھانوی جی کی عبارت اِس قدر گستاخانہ ہے کہ اُس عبارت میں "ایسا" کو کسی معنی میں بھی لے لیں اس کا مشارٌ اِلیہ حضورِ اکرم ﷺ کا علم غیب بنتا ہے جس کو (نعوذ باللہ) زید و عمرو۔۔۔الخ کے علم کے مشابہ و مساوی و برابر قرار دیا گیا ہے، نعوذ اللہ۔ یہاں بھی ہم ایک عبارت نقل کرتے ہیں پھر دیکھتے ہیں دیوبندی اس پر کون سا فتویٰ لگاتے ہیں

اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے اسرار سے واقف ہے، علم غیب جانتا ہے، ایسا علم غیب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جانتے ہیں۔

کیا دیوبندی ایسا لکھنے والے پر کُفر وشرک کا فتویٰ نہیں لگائیں گے؟ کیا یہ نہیں کہیں گے کہ اس شخص نے حضورِ اکرم ﷺ کے علم غیب کو اللہ عزّوجل کے علم غیب کے مساوی و برابر کر دیا ہے؟

ظاہر ہے کہ دیوبندی کُفر وشرک کے فتوے لگائیں گے۔ ہم تصریح کر چکے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ کا عطائی علم غیب اللہ عزّوجل کے علم غیب کے مساوی نہیں ہو سکتا، لیکن پھر بھی دیوبندی ہم پر کُفر وشرک کے فتوے لگاتے ہیں۔ اگر کوئی ایسی عبارت موجود ہوتی تو دیوبندیوں نے طوفانِ بدتمیزی کھڑا کر دیا ہوتا اور شرک وکُفر کے فتوؤں سے ناک میں دَم کر دیا ہوتا، مگر الحمد للہ اہل سنّت و جماعت کا دامن صاف ہے اور دیوبندیوں نجدیوں کے جھوٹے پروپیگنڈے بفضل اللہ تعالیٰ اہل سنّت و جماعت کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

"حفظ الایمان" کی عبارت

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

بریلوی فرقے کے بانی مولوی احمد رضا خان صاحب حضرت حکیم الامت مجدد دین وملت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ کے متعلق اپنے مذہب کی بنیادی کتاب ''حسام الحرمین'' کے صفحہ ٧٤ پر فرماتے ہیں کہ:

اوراس فرقہ وہابیہ شیطانیہ کے بڑوں میں سے ایک اور شخص اسی گنگوہی کے دم چھلوں میں سے جسے اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔اس نے ایک چھوٹی سی رسلیا تصنیف کی چار ورق کی بھی نہیں۔اوراس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا تو ہر بچے اور پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چوپائے کو حاصل ہے اوراس کی ملعون عبارت یہ ہے:

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔الی قولہ اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالی کی مہر کا اثر دیکھو یہ شخص کیسی برابری کر رہا ہے رسول اللہ ﷺ اور چنیں و چناں میں۔

(حسام الحرمین مع تمہید ایمان ص٧٤ مطبوعہ کراچی ١٩٩٩ء)

الجواب: اس جگہ احمد رضا خان صاحب نے حکیم الامتؒ کے متعلق جو سخت اور متعفن کلمات استعمال کئے ان کا جواب تو ہم کچھ بھی نہیں دے سکتے اور اس کا ترکی بہ ترکی جواب وہی بازاری دے سکتا ہے جو گالیوں کے فن میں مجددانہ شان رکھتا ہو۔ہم تو اس فن سے بالکل عاری ہیں۔[1]

---

[1] دفاع، ج1 ص610۔611، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

الجواب: دیوبندی موصوف نے بڑی معصومیت سے اپنے آپ کو رام کا بھگت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان کی زبان سے گویا گالیاں صادر ہوتی ہی نہیں، حالانکہ نہ صرف موصوف بلکہ موصوف کے اکابرین کی زبانیں ہروقت گالیوں سے آلودہ رہتی تھیں اور ماں بہن کی فحش گالیوں سے بھی نہیں چوکتے تھے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"شاہ جی اتنے غصے میں آئے کہ مادر وخواہر کی مغلظات تک سنادیں"۔ [1]

عطاء اللہ شاہ بخاری دیوبندی نے صرف ایک معمولی بات یعنی لوگوں نے اِن سے پین (قلم) مانگا تو شاہ جی اتنے غصے میں آئے کہ لوگوں کو ماں بہن کی گالیاں تک سنادیں مگر افسوس کہ دیوبندی موصوف ایسے شخص کو جو معمولی بات پر لوگوں کو ماں بہن کی گالیاں سنا دے اُس کو گالیوں کے فن میں مجددانہ شان کا حامل قرار نہیں دیتے جبکہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تو تھانوی کی گستاخی پر ایسے سخت کلام کا اظہار کیا تو دیوبندی موصوف آپے سے باہر ہوگئے اور ٹرٹرانے لگے۔ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تھانوی کے متعلق بالکل صحیح لکھا ہے، جو شخص حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی توہین کرے اُس کو ایسے ہی مخاطب کیا جاتا ہے۔

"مینا" (ایک راوی) کے متعلق امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا قول

دیوبندی موصوف کا مطالعہ انتہائی قلیل ہے، اگر موصوف مطالعہ کرتے تو انہیں پتا چلتا کہ گستاخوں اور بے ادبوں کے بارے میں ائمہ اہلِ سنّت وعلماء اہل سنّت نے سخت زُبان وسخت مؤقف اختیار کیا ہے۔ کتبِ اسماء الرجال میں ایک راوی "مینا" کا ذِکر ملتا ہے، یہ راوی حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا تھا تو حضرت یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ (جن کی

[1] سید عطاء اللہ شاہ بخاری سوانح وافکار، ص 85، شورش کاشمیری، الفیصل ناشران وتاجران کتب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔

عبقریت مسلّم ہے) نے اسی مینا راوی کے متعلق فرمایا کہ "بظر امه "(میزان الاعتدال ،ج 4 ص 237) یعنی اس کی ماں کی۔۔۔۔ یہ راوی حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا تھا ،کیا موصوف حضرت امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بھی اسی طرح کی موشگافی کریں گے؟ جیسی انہوں نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہذیانات بکی ہیں۔

چنانچہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وہ قول کسی اہلِ علم سے مخفی نہیں ہوگا جب صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے غلاموں کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہوئے کہا کہ یہ آپ کو چھوڑ جائیں گے تو اِس پر حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اُس کو جو جواب دیا کہ:

"فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وغضب: امْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ". [1]

جس کا ترجمہ دیوبندیوں کی ٹیم محمد اصغر فاضل دار العلوم کراچی ،محمد یوسف تنولی فاضل و متخصص جامعہ دار العلوم کراچی ، عامر شہزاد فاضل و متخصص جامعہ دار العلوم کراچی ،سلمان اکبر فاضل جامعہ احسن العلوم کراچی ، اور "تصحیح" احسان اللہ شائق استاذ و معین مفتی جامعۃ الرشید احسن آباد کراچی نے یُوں کیا ہے کہ:

---

[1] أخرجه عبد الرزاق في المصنف ،ج5ص 335(9720)،و البخاری في الصحیح ، بَابُ الشُّرُوطِ فِي الجِهَادِ وَالمُصَالَحَةِ مَعَ أَهْلِ الحَرْبِ وَ كِتَابَةِ الشُّرُوطِ،ج 3 ص 194 (2731)، ابن أبي شيبة في المصنف ، ج 7ص 388(36855) ،وأحمد في مسنده (18910)،و(18928) ،والطبري في تفسيره ،ج22ص 243،وفي تاريخه ، ج 2ص 626،وابن حبان في الصحيح،ج 11ص 220(4872)،والطبراني في الكبير، ج12ص 11(13)،وابن المنذر في الأوسط في السنن والاجماع ،ج 11ص 296(6677)، والبيهقي في السنن الكبرى،ج9ص 368(18807)،وفي الدلائل ،ج4ص 103،وابن عساكر في تاريخ دمشق،ج 57ص 227،وج60ص 26۔

" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غصہ میں عروہ کو گالی دی کہ تو لات کی شرمگاہ چومیں [چوم] "۔ [1]

علامہ ابن حجر ہیتمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"قَالَ الْعلمَاء وَهَذَا مُبَالغَة من أبي بكر رَضِي الله عَنهُ فِي سبّ عُرْوَة فَإِنَّهُ أَقَامَ معبود عُرْوَة وَهُوَ صنمه مقَام أمه وَحمله على ذَلِك مَا أغضبهُ بِهِ من نسبته إِلَى الْفِرَار والبظر بموحدة مَفْتُوحَة فمعجمة سَاكِنة قِطْعَة تبقى بفرج الْمَرْأَة بعد الْخِتَان وَاللات اسْم صنم وَالْعرب تطلق هَذَا اللَّفْظ فِي معرض الذَّم فَانْظُر كَيفَ نطق لهَذَا الْكَافِر الشَّديد الْقُوَّة والمنعة حِينَئِذٍ بِهَذَا السب الَّذِي لَا سبّ فَوْقه عِنْد الْعَرَب"۔ [2]

" یعنی علماء نے فرمایا کہ عروہ کو گالی دینے میں یہ از جانب سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مبالغہ پایا جاتا ہے کہ انہوں نے عروہ کے (مزعومہ) معبود جو اُس کا بت تھا اُس کو اس کی ماں کے قائم مقام کھڑا کیا اور ان کو یہ گالی دینے پر اس بات نے اُبھارا کہ عروہ نے اصحابِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بھاگ جانے کی نسبت کی جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ غصے میں آ گئے، اور "بظر" اُس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو عورت کی شرمگاہ میں ختنے کے بعد رہ جاتا ہے، اور لات بت کا نام ہے اور عرب بوقتِ مذمت اِس لفظ کو زُبان سے نکالتے تھے، آپ دیکھیں کہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیسے طاقتور کو اُس وقت یہ گالی دی اور گالی بھی ایسی کہ عربوں میں اس سے بڑھ کر کوئی گالی نہیں"۔

ابنِ تیمیہ حرانی نے لکھا ہے کہ:

---

[1] کنز العمال مترجم، ج10 ص 567، دار الاشاعت، کراچی۔

[2] الصواعق المحرقة، الْفَصْل الْخَامِس فِي ذكر شبه الشِّيعَة والرافضة وَنَحْوهمَا وَبَيَان بطلَانهَا بأوضح الْأَدِلَّة وأظهرها، ج1 ص79، مؤسسة الرسالة-لبنان۔

"وَلِهَذَا قَالَ: مَنْ قَالَ مِنَ الْعُلَمَاءِ إِنَّ هَذَا يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ التَّصْرِيحِ بِاسْمِ الْعَوْرَةِ لِلْحَاجَةِ وَالْمَصْلَحَةِ وَلَيْسَ مِنَ الْفُحْشِ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ" [1]

"یعنی اس لئے علماء نے کہا ہے کہ یہ روایت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ حاجت اور مصلحت کے وقت مقامِ ستر کا نام لیا جا سکتا ہے اور یہ اُس وقت منع فحش کلام شمار نہ ہوگا"۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"وَكَانَتْ عَادَةُ الْعَرَبِ الشَّتْمُ بِذَلِكَ لَكِنْ بِلَفْظِ الْأُمِّ فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ الْمُبَالَغَةَ فِي سَبِّ عُرْوَةَ بِإِقَامَةِ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مَقَامَ أُمِّهِ وَحَمَلَهُ عَلَى ذَلِكَ مَا أَغْضَبَهُ بِهِ مِنْ نِسْبَةِ الْمُسْلِمِينَ إِلَى الْفِرَارِ وَفِيهِ جَوَازُ النُّطْقِ بِمَا يُسْتَبْشَعُ مِنَ الْأَلْفَاظِ لِإِرَادَةِ زَجْرِ مَنْ بَدَا مِنْهُ مَا يَسْتَحِقُّ بِهِ ذَلِكَ" [2]

"یعنی عربوں کی عادت تھی کہ وہ اس لفظ کے ساتھ ماں کی گالی دیتے تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عروہ کو گالی دینے میں مبالغہ کیا، اور اُس کے (مزعومہ) معبود کو اُس کی ماں کی جگہ لا کھڑا کیا اور یہ گالی دینے پر اُن کو اِس بات نے اُبھارا کہ عروہ نے مسلمانوں کی جانب فرار کی نسبت کی، اور اس میں جواز ہے کہ بُرے الفاظ سے تکلم جھڑکنے کے وقت کیا جا سکتا ہے"۔

علامہ شوکانی نے لکھا کہ:

" وَكَانَتْ عَادَةُ الْعَرَبِ الشَّتْمَ بِذَلِكَ وَلَكِنْ بِلَفْظِ الْأُمِّ فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ

[1] منهاج السنة النبوية، فصل رد الرافضي لكثير مما ورد في فضائل أبي بكر رضي الله عنه والرد عليه، ج8ص 408، جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري، قوله باب الشروط في الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب وكتابة الشروط، ج5ص 340، دار المعرفة - بيروت، 1379

الْمُبَالَغَةَ فِي سَبِّ عُرْوَةَ بِإِقَامَةِ من كان يَعْبُدُهَا مَقَامَ أُمِّهِ وَحَمَلَهُ على ذلك ما أَغْضَبَهُ من نِسْبَةِ الْمُسْلِمِينَ إِلَى الْفِرَارِ وَفِيهِ جَوَازُ النُّطْقِ بِمَا يُسْتَبْشَعُ من الْأَلْفَاظِ لِإِرَادَةِ زَجْرِ من بَدَا منه ما يَسْتَحِقُّ بِهِ"[1]

"یعنی عربوں کی عادت تھی کہ وہ اس لفظ کے ساتھ گالی دیتے تھے لیکن ماں کی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عروہ کو گالی دینے میں مبالغہ کیا، اور اُس کے (مزعومہ) معبود کو اُس کی ماں کی جگہ لا کھڑا کیا اور یہ گالی دینے پر اُن کو اس بات نے اُبھارا کہ عروہ نے مسلمانوں کی جانب فرار کی نسبت کی، اور اس میں جواز ہے کہ بُرے الفاظ سے تکلم جھڑکنے کے وقت کیا جاسکتا ہے"۔

اور پھر حسین احمد ٹانڈوی نے "الشہاب الثاقب" میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تقریباً چھ سو (600) گالیاں دیں، پھر تو موصوف کے اُصول پر لازم آیا کہ حسین احمد ٹانڈوی گالیوں کے فن میں مجددانہ شان رکھتا تھا۔

خود مرتضیٰ حسن دربھنگی جس کا یہ مضمون ہے اس نے گالیوں میں کوئی کمی نہ کی، وہ بھی گالیوں کے فن میں مجددانہ شان رکھتا تھا، اور پھر موصوف کا گالی باز ہونا تو اظہر من الشمس ہے، موصوف کے دھرم سے تعلق رکھنے والے افراد بھی خیر سے موصوف کو گالی باز مناظر کہتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

اس کے بعد اصل موضوع کی طرف آتے ہیں لگتا ہے کہ حسام الحرمین لکھتے وقت اس شخص نے قسم کھائی تھی کہ کسی معاملہ میں بھی سچائی اور دیانت داری سے کام نہیں لوں گا غور تو کیجئے کہاں حفظ الایمان کی اصل عبارت اور اس کا حقیقی اور واقعی مطلب اور کجا خان صاحب کا

---

[1] نیل الاوطار، ج8ص 49، دار الحدیث، مصر

تصنیف کردہ یہ لعنتی مضمون کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہے معاذ اللہ۔ کاش کہ احمد رضا خان صاحب اپنا فیصلہ سنانے سے پہلے حفظ الایمان کی پوری عبارت نقل کر دیتے تو ہمیں جواب لکھنے کی زحمت ہی گوارا نہ کرنا پڑتی اور قارئین کرام خود فیصلہ کر لیتے۔ [1]

الجواب: سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ الایمان کی پوری عبارت ہی نقل کی ہے۔ اگر موصوف کو یہ عبارت اُدھوری لگ رہی ہے تو ہم اس کا کیا کر سکتے ہیں۔ پھر اس عبارت کا وہی مفہوم و مطلب ہے جو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا تھا، وہی علمائے حرمین نے بھی سمجھا اس لئے انہوں نے کفر کا فتویٰ لگایا۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو حرمین شریفین اصل کتابیں بھی لے گئے تھے اور وہاں ہندوستان کے لوگ بھی بکثرت موجود تھے، پھر بھی علمائے حرمین نے کفر کا فتویٰ دیا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ عبارت گستاخانہ ہے۔

اس کے علاوہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اشرفعلی تھانوی کی اصل عبارت بھی ساتھ ذکر کر دی جس کو "دفاع،، ٦١٠" پر نقل بھی کیا گیا ہے۔ اگر تھانوی جی کی اس عبارت کا وہ مقصد نہ ہوتا جو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا تو علمائے حرمین شریفین اصل عبارت کو سامنے رکھتے ہوئے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراض کو غلط قرار دے دیتے، مگر انہوں نے بھی تھانوی کی عبارت کا وہی مطلب سمجھا جو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا اس لئے انہوں نے بھی "حسام الحرمین" میں تھانوی پر کفر کا فتوی لگا دیا۔

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" کاش احمد رضا خان صاحب اپنا فیصلہ سنانے سے پہلے حفظ الایمان کی پوری عبارت نقل

---

[1] دفاع، ج 1 ص 611، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

کر دیتے تو ہمیں جواب لکھنے کی زحمت ہی گوارا نہ کرنا پڑتی اور قارئین کرام خود فیصلہ فرما لیتے"۔[1]

الجواب : سیدی اعلیٰ حضرت ﷫ نے پوری عبارت نقل فرمائی ہے، اگر دیوبندی موصوف وددر بھنگیوں کو تھانوی جی کی اندھی محبت کی وجہ سے پوری عبارت دکھائی نہیں دے رہی تو اس کا ہم کیا کر سکتے ہیں حالانکہ خود موصوف نے بحوالہ سیدی اعلیٰ حضرت ﷫ مکمل عبارت نقل کی ہے، اور اسی صفحہ سے پچھلے صفحہ پر مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

" آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ الی قولہ اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کا اثر دیکھو یہ شخص کیسی برابری کر رہا ہے رسول اللہ ﷺ اور چنیں و چناں میں"۔[2]

دیوبندی موصوف وددر بھنگیوں کا تھانوی جی کی محبت میں ایسا حافظہ خراب ہوا ہے کہ انہیں چند لائنیں قبل لکھا ہوا بھی یاد نہیں رہتا۔

بہر حال موصوف نے جو صفائی پیش کرنے کی کوشش کی ہے اُس کا جائزہ لیتے ہیں۔

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" حفظ الایمان دراصل ایک مختصر رسالہ ہے جس میں تین بحثیں ہیں اور تیسری بحث یہ ہے: حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں؟

واضح رہے کہ مولانا کی بحث اس میں نہیں کہ حضور ﷺ کو علم غیب تھا یا نہیں؟ اور تھا تو

---

[1] دفاع، ج 1 ص 611، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج 1 ص 610، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

کتنا بلکہ حکیم الامت "صرف اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں، اور ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کسی صفت کا واقع میں کسی ذات کیلئے ثابت ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی اس پر جائز ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق بتلایا گیا ہے لیکن اس کے باوجود فقہاء کرامؒ نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق القردۃ والخنازیر کہنا جائز نہیں۔ اسی طرح بادشاہ کی طرف سے لشکر کو جو عطایا و وظائف دئے جاتے ہیں اہل عرب ان پر رزق کا اطلاق کرتے ہیں چنانچہ عام لغت کی کتابوں میں ہے کہ "رزق الامیر الجند (امیر نے لشکر کو رزق دیا) لیکن اس کے باوجود بادشاہ کو رازق یا رزاق کہنا درست نہیں۔ اور حضور ﷺ کے خصائل مبارکہ کے متعلق حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ خود ہی اپنی نعل مبارکہ کو ٹانک لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دوہ لیا کرتے تھے۔

لیکن اس کے باوجود حضور اقدس ﷺ کو خاصف النعل اور حالب الشاۃ نہیں کہا جا سکتا بہر حال یہ حقیقت نا قابل انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے مگر اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اس تمہید سے قارئین کرام سمجھ گئے ہونگے کہ حضور ﷺ کو علم غیب ہونا نہ ہونا ایک الگ بحث ہے اور آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کے اطلاق کا جواز وعدم جواز یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ اور ان دونوں میں باہم تلازم بھی نہیں۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے "حسام الحرمین شریف" میں موجود کسی بھی بات سچائی اور دیانتداری پر مبنی قرار نہیں دیا، حالانکہ "حُسام الحرمین شریف" میں قادیانی کی تکفیر کا فتویٰ بھی موجود ہے۔ موصوف کے اُصول پر نعوذ باللہ قادیانی کی تکفیر غلط ہے اور نعوذ باللہ

---

[1] دفاع، ج1 ص 611-612، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

موصوف کے نزدیک اس سلسلے میں کسی بھی سچائی اور دیانتداری سے کام نہیں لیا گیا حالانکہ قادیانی کی تکفیر میں تو کسی پاگل کو ہی اعتراض ہوسکتا ہے، مگر افسوس کہ موصوف نے اپنے تھانوی جی کی محبت میں اس پر بھی اعتراض کر دیا۔ موصوف نے جو اتنی لمبی چوڑی تمہید باندھی ہے اس سے تو تھانوی کی براٴت ثابت نہیں ہوتی، دیوبندی موصوف نے لکھا کہ:

"واضح رہے کہ مولانا کی بحث اس میں نہیں ہے کہ حضور ﷺ کو علم غیب تھا یا نہیں؟ اور تھا تو کتنا بلکہ حکیم الامت" صرف اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں"۔ [1]

حالانکہ تھانوی جی نے اپنے رسالہ میں اس بحث کو بھی اُٹھایا ہے، چنانچہ تھانوی جی لکھتے ہیں

"اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) ومجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔ [2]

لہٰذا موصوف اور دوسرے دربھنگیوں کا یُوں کہنا کہ تھانوی جی نے اس رسالہ میں یہ بحث نہیں کی قطعاً دُرست نہیں ہے، تھانوی جی نے اپنے نظریات کو ظاہر کرنے کے لئے اس بحث کو بھی ذِکر کیا ہے اور نعوذ باللہ حضورِ اکرم ﷺ کے علم غیب کو حیوانات و بہائم ومجانین کے برابر ومساوی ومماثل قرار دیا ہے (نعوذ باللہ) تھانوی جی نے پہلے حضورِ اکرم ﷺ کے علم غیب پر ہی بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ موصوف نے جو لکھا کہ تھانوی نے عالم الغیب کے اطلاق کا عدم جواز ثابت کیا ہے۔ لیکن اس نے عدمِ جواز یا عالم الغیب کا اطلاق نہ کرنے کے لئے جو دلیل دی ہے وہ تو گستاخی پر مبنی ہے۔ الغرض موصوف نے جو تمہید لکھی ہے اس سے تھانوی کی براٴت ثابت نہیں ہوتی۔ چونکہ موصوف نے طویل تمہید لکھی تھی اس لئے ہمیں

---

[1] دفاع، ج1 ص611، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] حفظ الایمان مع بسط البنان وتغییر العنوان، ص13، ناشر کتبخانہ رحیمیہ دیوبند ضلع سہارنپور۔

موصوف کا اقتباس نقل کرنا پڑا، ورنہ اس سے تھانوی کی کوئی برأت ثابت نہیں ہو رہی۔ دیوبندی موصوف نے تھانوی جی کی برأت کو ثابت کرنے کے لئے لکھا ہے کہ:

"کسی صفت کا واقع میں کسی ذات کے لئے ثابت ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی اس پر جائز ہو"۔ [1]

الجواب: دیوبندی تو حضورِ اکرم ﷺ کے لئے نہ صفتِ علم غیب کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی آپ ﷺ کے لئے عالم غیب کے اطلاق کو جائز قرار دیتے ہیں، لہٰذا موصوف کا یہ مقدمہ قائم کرنا بھی اس کا دجل وفریب ہے اِس لئے کہ وہ یہ مقدمہ اس وقت قائم کر سکتے تھے جب وہ حضورِ اکرم ﷺ کے لئے صفتِ علم غیب کو تسلیم کرتے اور صرف اِطلاقِ عالم غیب سے روگردانی کرتے، مگر انہوں نے نہ تو حضورِ اکرم ﷺ کے لئے صفت علم غیب کو تسلیم کیا اور نہ ہی اطلاق عالم غیب کو جائز قرار دیا، پھر یہ مقدمہ قائم کرنے کا کیا فائدہ؟

دیوبندی موصوف نے عوام الناس کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ عوام کو یہ تاثر ملے کہ دیوبندی صفت علم غیب تسلیم کرتے ہیں اور اِس کے اطلاق سے مانع ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ تھانوی جی نے حضورِ اکرم ﷺ کے علم غیب کو صبی وبہائم ومجانین کے برابر ومماثل قرار دیا ہے، نعوذ باللہ من ذالک۔

پھر موصوف نے تھانوی کی دلیل نمبر (1) ذکر کی ہے، مگر اِس کا موضوع سے کوئی تعلق نہیں لیکن پھر بھی ہم موصوف اور دربھنگیوں کی اِس دلیل کا جائزہ لیتے ہیں کہ:

"قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق بتلایا گیا ہے لیکن اس کے باوجود فقہاء کرامؒ نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق القردۃ والخنازیر کہنا جائز نہیں"۔ [2]

الجواب: اس کی علت یہ ہے کہ "القردۃ والخنازیر" خسیس اشیاء ہیں اس لئے رب تعالیٰ کو

---

[1] دفاع، ج 1 ص 611، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج 1 ص 611، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

"خالق القردة والخنازیر" کہہ کر پکارنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں بے ادبی کا پہلو پایا جاتا ہے، مگر تھانوی جی کی گستاخانہ عبارت سے اس مسئلے کا کیا تعلق؟ کیا دیوبندی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صفت علم غیب تسلیم کرتے ہیں اگر صفت علم غیب تسلیم نہیں کرتے تو پھر اس مثال کو ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟

اگر صفت علم غیب تسلیم کرتے ہیں تو پھر آج تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کیوں کیا گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو معاذ اللہ صبیان و بہائم ومجانین کے مماثل کیوں قرار دیا گیا؟ نعوذ اللہ من ذالک۔ پس معلوم ہوا کہ دربھنگیوں کا اس مثال کو ذکر کر کے اس کا سہارا لینا صرف عوام الناس سے دھوکہ دہی اور اوراق کو خواہ مخواہ سیاہ کرنے کے مترادف ہے۔

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"اسی طرح بادشاہ کی طرف سے لشکر کو جو عطایا و وظائف دیئے جاتے ہیں اہل عرب ان پر رزاق کا اطلاق کرتے ہیں، چنانچہ لغت کی عام کتابوں میں ہے کہ "رزق الامیر الجند" (امیر نے لشکر کو رزق دیا) لیکن اس کے باوجود بادشاہ کو رازق یا رزاق کہنا درست نہیں"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف اور دربھنگیوں کی یہ دلیل بھی درست نہیں اس لئے کہ علامہ ابن عابدین حنفی شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"لِأَنَّ الرَّازِقَ فِي الْحَقِيقَةِ هُوَ اللهُ تَعَالَى وَنِسْبَتُهُ إِلَى الْأَمِيرِ مَجَازٌ". [2]

"یعنی حقیقت میں رازق اللہ رب العالمین ہے اور امیر کی طرف اس کی نسبت مجازی ہے"۔

علامہ محمد بن احمد قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

---

[1] دفاع، ج 1 ص 611-612، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] رد المحتار علی الدر المختار، ج 1 ص 524، دار الفکر - بیروت

ویجوز إجراؤہ علی العبد وصفاً منکراً إذا وجد مدلولہ فیہ بلا خلاف". [1]

دیوبندی موصوف نے مزید لکھا ہے کہ:

" اور حضور ﷺ کے خصائل مبارکہ کے متعلق حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ خود ہی اپنی نعل مبارکہ کو ٹانک لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دودھ لیا کرتے تھے۔لیکن اس کے باوجود حضورِ اقدس ﷺ کو خاصف النعل اور حالب الشاۃ نہیں کہا جا سکتا"۔ [2]

الجواب: یہ تو ہم اہلِ سنت وجماعت کی دلیل ہے کہ کہ حضورِ اکرم ﷺ نے سرورِ دو عالم ہونے کے باوجود تعلیم اُمت کے لئے کچھ کام سرانجام دیئے، مگر اُن کاموں کو دیکھ کر کوئی یوں نہ کہے کہ" جو بشر کی سی تعریف ہو سو وہی کرو، سو اُس میں بھی اختصار کرو" کما فی تفویۃ الایمان۔ یہ تو دیوبندیوں کا نظریہ ہے کہ وہ حضورِ اکرم ﷺ کی تعریف میں بھی اختصار سے کام لیتے ہیں ہیں حالانکہ آپ ﷺ نے یہ اُمورِ اُمت کی تعلیم کے لئے سرانجام دیئے اس لئے اس بنا پر آپ ﷺ کو خاصف النعل اور حالب الشاۃ نہیں کہا جا سکتا، مگر افسوس کہ دیوبندی ان اُمور سے غافل ہیں۔

بہر کیف در بھنگیوں کی نقل کردہ اس عبارت کا حفظ الایمان کی عبارت سے کوئی ربط نہیں ہے بحث اطلاق عالم الغیب میں نہیں بلکہ تھانوی جی نے جو حضورِ اکرم ﷺ کے علم غیب کی توہین کی ہے اُس میں بحث ہے۔آج تک دیوبندیت کی منحوس کوکھ سے کوئی ایسا دیوبندی پیدا ہی نہیں ہوا جو تھانوی جی کی گستاخی کا دفاع کر سکے۔دیوبندی موصوف نے وہی چبائے ہوئے نوالے اُگلنے کی کوشش کی ہے جو گل سڑ کر بدبودار ہو چکے ہیں اور جن کی بدبو سے آج بھی ایوانِ دیوبندیت متعفن ہے۔

---

[1] الأسنی فی شرح أسماء اللہ الحسنی، ج1 ص 277، دار الصحابۃ للتراث بطنطا

[2] دفاع، ج1 ص612، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

اب چلتے ہیں تھانوی کی دُوسری دلیل کی جانب، موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اب حکیم الامت" کی دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی میں وہ عبارت واقع ہے جس کے متعلق خان صاحب کا دعویٰ ہے کہ اس میں تصریح ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے۔ لیکن ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت نقل کرنے سے پہلے ناظرین کی سہولت کیلئے یہ بتلا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس دوسری دلیل میں مولانا نے مسئلہ کی دو شقیں کر کے اُن میں سے ہر ایک کو غلط اور باطل ثابت کیا ہے اور حاصل مولانا کی اِس دُوسری دلیل کا صرف یہ ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتا ہے (مثلاً زید) وہ یا تو اِس وجہ سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض غیب کا علم تھا یا اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی غیب کا علم ہے یہ دوسری شق تو اس وجہ سے باطل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی غیب کا علم نہ ہونا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے (جیسا کہ آگے آ رہا ہے) اور پہلی شق (یعنی مطلق بعض علم غیب کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا) اس لئے ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو عالم الغیب کہا جائے کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو سب کو ہے جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آ رہی ہے"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف کی اس عبارت سے یہ بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک غیب کی بعض باتوں کا علم ہر بچے، پاگل، چوپائے جانور کو بھی حاصل ہے، اور دیوبندی اسے مطلق بعض علم غیب کہتے ہیں۔ کیونکہ مطلق بعض علم غیب کی تشریح میں بھی لکھا گیا ہے۔

---

[1] دفاع، ج1 ص613، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

مطلب یہ کہ موصوف کی تشریح سے جانوروں، چوپایوں، پاگلوں کیلئے بھی مطلق بعض علم غیب ثابت ہوگیا، حالانکہ دیوبندی کہتے تھے کہ اس پر علم غیب کا اطلاق ہی دُرست نہیں، مگر آج تسلیم کرلیا کہ مطلق بعض علم غیب پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل ہے۔

نمبر (2): دیوبندی موصوف اس عبارت میں لفظ "ایسا" کی تشریح میں مطلق بعض علم غیب لکھ رہے ہیں حالانکہ تھانوی جی نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے عالم غیب ہونے کی نفی کرتے ہوئے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علمِ غیب کو مذکورہ اجناس کے ساتھ تشبیہ دی، نا کہ مطلق بعض علومِ غیبیہ کو کیونکہ اس عبارت میں ایسا لفظِ تشبیہ موجود ہے جو کہ ماقبل میں مذکور سے مشابہت کا تقاضا کرتا ہے، لہٰذا لفظ "ایسا" اس عبارت میں تھانوی جی کی مُراد کو متعین کررہا ہے کہ تھانوی جی کے نزدیک (نعوذ باللہ) جو علم حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو حاصل ہے معاذ اللہ ایسا علم ان مذکورہ افراد کو بھی حاصل ہے (نعوذ باللہ) دربھنگیوں نے توضیح کرتے ہوئے "ایسا" لفظِ تشبیہ کو سرے سے ہی حذف کردیا ہے۔

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"یہ ہے مولانا کی ساری تقریر کا خلاصہ اس کے بعد ہم حفظ ایمان کی اصل عبارت مع توضیح کے درج کرتے ہیں"۔[1]

الجواب: توضیح میں بھی تم وہی بات ذکر کروگے جو خلاصہ میں بیان کردی ہے، باربار تکرار واعادہ کا کیا مطلب؟ بہر حال موصوف کو ضخامت کا بہت شوق ہے، بامر مجبوری موصوف کی توضیح کو ہم نقل کرتے ہیں۔

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی آنحضرت ﷺ کی ذات

---

[1] دفاع، ج1 ص613، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

اقدس پر "عالم الغیب" کا اطلاق کرنا) اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب امر (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جو لفظ عالم الغیب میں واقع ہے اور جس کی وجہ سے وہ آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے) بعض غیب ہیں یا کل غیب (یہاں حضرت حکیم الامتؒ اس شخص سے جو حضور ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس کو جائز سمجھتا ہے جس کا فرضی نام زید ہے، یہ دریافت فرمارہے ہیں کہ تم جو حضور ﷺ کو عالم الغیب کہہ رہے ہو تو کس اعتبار سے آیا اس وجہ سے کہ حضور ﷺ کو بعض علم غیب ہے یا اس وجہ سے کل علم غیب ہے) اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی تم حضور ﷺ کو بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہہ رہے ہو اور تمہارا اصول یہی ہے کہ جس کو غیب کی بعض باتیں معلوم ہونگی اس کو تم عالم الغیب کہو گے) تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنے میں) حضور ﷺ کی کیا تخصیص؟ ایسا (بعض علم غیب کہ کسی کو عالم الغیب کہنے میں تم ضروری سمجھتے ہو یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم) تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ (تمہارے اس اصول کی بناء پر کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے بھی عالم الغیب کہا جا سکتا ہے) سب کو عالم الغیب کہا جاوے"۔[1]

الجواب: دربھنگیوں نے جو توضیح نقل کی ہے ہم بھی چاہتے ہیں کہ دربھنگیوں کی توضیحات کا جائزہ لیں، مکمل اقتباس اس لئے لگایا گیا ہے تا کہ قارئین کو بات سمجھنے میں آسانی ہو، یہاں ہم اس اقتباس کا چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں جائزہ لیتے ہیں، دربھنگی لکھتے ہیں کہ:

" آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی آنحضرت ﷺ کی ذات

[1] دفاع، ج1 ص613-614، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

اقدس پر "عالم الغیب" کا اطلاق کرنا)"۔ [1]

الجواب : دربھنگیوں نے مذکورہ عبارت سے تھانوی جی کی عبارت کی توضیح نہیں بلکہ عبارت میں تحریف کی ہے اور مفہوم عبارت کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے اس لئے کہ تھانوی جی کی عبارت میں لفظ "علم غیب" موجود تھا، دربھنگیوں نے "علم غیب" کو "عالم الغیب" میں تبدیل کر دیا جبکہ "علم غیب" کو "عالم الغیب" سے تبدیل کرنا خُود دربھنگیوں کے اُصول پر بھی درست نہیں اِس لئے کہ دیوبندی موصوف نے خُود لکھا ہے کہ:

" بہر حال یہ حقیقت نا قابل انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے مگر اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا"۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ مبداء اور مشتق میں فرق ہے، تھانوی جی مبداء یعنی صفت علم غیب کی بحث کر رہے ہیں اور حضورِ اکرم ﷺ کی صفت علمِ غیب کو ہی معاذ اللہ چوپایوں اور جانوروں وغیرہ کے علم کے برابر و مماثل قرار دے رہے ہیں (نعوذ باللہ، ثم نعوذ باللہ من ذالک) مگر دربھنگیوں نے تھانوی جی کی عبارت کی توضیح میں مبداء یعنی صفتِ علمِ غیب سے گریز کرتے ہوئے مشتق یعنی اطلاق عالم الغیب کو ذکر کیا ہے، جبکہ تھانوی جی کی عبارت میں صاف طور پر "علم غیب" کا لفظ موجود ہے۔

اس کے علاوہ دربھنگیوں نے دُوسری تحریف یہ کی ہے کہ تھانوی جی کی عبارت میں "علم غیب" کا حکم کیا جانا لکھا ہوا ہے جسے تحریف کرتے ہوئے "عالم الغیب" کا اطلاق کرنا سے بدل دیا ہے، یہ عبارت کی توضیح نہیں بلکہ تحریف ہے اس لئے دربھنگیوں نے جو توضیحات ذکر کی ہیں وہ تھانوی جی کی عبارت کے مدلولات نہیں بلکہ عبارتِ تھانوی کے مغایر ہیں جس کا خُود دیوبندیوں کو بھی اعتراف ہے۔

---

[1] دفاع، ج1 ص613، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج1 ص612، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

"حکم" اور "اطلاق" کے فرق کو خود دیوبندیوں نے بھی تسلیم کیا ہے، منظور نعمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ارباب فنون کی مخصوص اصطلاح کے اعتبار سے اگرچہ حکم اور اطلاق میں فرق ہے"۔ [1]

تھانوی جی کی عبارت میں لفظ "حکم" موجود ہے جس کو "حفظ الایمان" کی عبارت میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، دربھنگیوں نے تحریف کرتے ہوئے "حکم" کو "اطلاق" میں تبدیل کر دیا یعنی پہلے فقرے کی توضیح میں ہی دربھنگیوں نے دو خیانتوں کا ارتکاب کیا ہے، آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

بہرکیف تھانوی جی کی عبارت کے اس فقرے یعنی "آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا" کا مقصد یہ ہے کہ "آپ ﷺ کے لئے صفت علم غیب تسلیم کرنا" ہے نا کہ آنحضرت ﷺ کی ذاتِ اقدس پر "عالم الغیب" کا اطلاق کرنا جیسا کہ دربھنگیوں نے تحریف کرتے ہوئے لکھا ہے جس کو ہم نے بادلائل رد کیا ہے۔

دیوبندی موصوف نے مزید لکھا ہے کہ:

"اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب امر (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جو لفظ عالم الغیب میں واقع ہے اور جس کی وجہ سے وہ آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے)"۔ [2]

الجواب: یہ بھی دربھنگیوں کی تحریف ہے اس لئے کہ تھانوی جی کی عبارت میں لفظ "اس غیب" سے مُراد وہی ہے جو ماقبل میں مذکور ہے یعنی "آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا"۔ پس تھانوی جی کی عبارت کا مقصد یہ ہوا کہ زید جو حضور اکرم ﷺ کے لئے علم غیب کا قائل ہے تو زید کی اُس علم غیب سے کیا مُراد ہے جو اُس کے نزدیک حضور

---

[1] مقدمہ حفظ الایمان، ص 44، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

[2] دفاع، ج 1 ص 613، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

اکرم ﷺ کے لئے حاصل ہے، مگر دربھنگیوں نے تحریف کرتے ہوئے تھانوی جی کی عبارت کی توضیح میں لکھا ہے کہ: "اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جو لفظ عالم الغیب میں واقع ہے اور جس کی وجہ سے وہ آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے)"۔

حالانکہ جہاں سے یہ عبارت شروع ہو رہی ہے اُس عبارت میں لفظ "عالم الغیب" موجود ہی نہیں بلکہ اُس میں تو آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا لکھا ہوا ہے، لہٰذا اس غیب سے مُراد بھی وہی غیب ہے جو زید کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کو حاصل ہے اور تھانوی جی نے بھی اپنی عبارت میں لفظ "اس غیب" سے مُراد وہی علم غیب لے رہے ہیں جو زید کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کو حاصل ہے اور اسی حاصل شدہ علم غیب کو نعوذ باللہ تھانوی جی صبی و بہائم و مجنون کے مماثل و مساوی قرار دے رہے ہیں، نعوذ باللہ من ذالک۔

دیوبندی موصوف نے مزید لکھا ہے کہ:

"بعض غیب ہیں یا کل غیب (یہاں حضرت حکیم الامت" اس شخص سے جو حضور ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس کو جائز سمجھتا ہے جس کا فرضی نام زید ہے، یہ دریافت فرما رہے ہیں کہ تم جو حضور ﷺ کو عالم الغیب کہہ رہے ہو تو کس اعتبار سے آیا اس وجہ سے کہ حضور ﷺ کو بعض علم غیب ہے یا اس وجہ سے کل علم غیب ہے)"۔[1]

الجواب: دربھنگیوں نے یہاں بھی حسب عادت ڈنڈی مارنے کی کوشش کی ہے حالانکہ تھانوی جی کی عبارت کا مقصد یہ ہے کہ تھانوی جی اُس شخص سے جس کا فرضی نام زید ہے اور جو حضور اکرم ﷺ کے لئے بعض علم غیب کا قائل ہے پُوچھ رہے ہیں کہ تم جو حضور اکرم ﷺ کے لئے علم غیب تسلیم کر رہے ہو تو اس سے تمہاری مُراد کیا ہے؟ سرکارِ دو عالم ﷺ کے لئے بعض علم غیب تسلیم کر رہے ہو یا آپ ﷺ کے لئے کل علم غیب تسلیم کر رہے ہو۔

---

[1] دفاع، ج1 ص614، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

یہ ہے تھانوی جی کی عبارت کا مقصد، مگر افسوس کہ دربھنگیوں نے یہاں بھی تحریف سے کام لیتے ہوئے حضورِ اکرم ﷺ کے لئے عالم الغیب لکھ دیا حالانکہ عبارت میں علم غیب ہے نا کہ عالم الغیب، لیکن ہم دیوبندیوں کی اِس اُلٹی کھوپڑی کا کیا کر سکتے ہیں، یہ لوگ کسی صورت میں بھی اپنی ضد سے باز آنے کے لئے تیار نہیں نظر آتے۔

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی تم حضور ﷺ کو بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہہ رہے ہو اور تمہارا اصول یہی ہے کہ جس کو غیب کی بعض باتیں معلوم ہونگی اس کو تم عالم الغیب کہو گے) تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنے میں) حضور ﷺ کی کیا تخصیص؟"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے یہاں بھی تھانوی جی کی عبارت کا مفہوم مسخ کرنے کی کوشش کی ہے اس لئے کہ تھانوی جی کی عبارت "اگر بعض علوم غیبیہ مُراد ہیں تو اِس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص؟" کا مقصد یہ ہے کہ "زید جو حضورِ اکرم ﷺ کے لئے علم غیب مانتا ہے تو آیا وہ حضورِ اکرم ﷺ کے لئے کل علم غیب مانتا ہے یا بعض علومِ غیبیہ مانتا ہے، اگر وہ حضورِ اکرم ﷺ کے لئے بعض علوم غیبیہ مانتا ہے تو نعوذ باللہ اس میں یعنی حضورِ اکرم ﷺ کے لئے (نعوذ باللہ) بعض علومِ غیبیہ ماننے میں حضورِ اکرم ﷺ کی کیا تخصیص ہے۔ اس عبارت میں تھانوی جی نے حضورِ اکرم ﷺ کو حاصل شدہ علوم غیبیہ میں حضورِ اکرم ﷺ کی تخصیص کو ختم کر دیا ہے، اگرچہ تھانوی جی کے نزدیک وہ بعض علوم غیبیہ ہی ہوں مگر تھانوی صاحب بعض علومِ غیبیہ میں بھی حضورِ اکرم ﷺ کی تخصیص نہیں مان رہے بلکہ اُن کے نزدیک تو ایسا علم غیب زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات

[1] دفاع، ج1 ص614، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے، نعوذ باللہ، ثم نعوذ باللہ۔

دیوبندی موصوف نے مزید لکھا ہے کہ:

"ایسا (بعض علم غیب کہ کسی کو عالم الغیب کہنے میں تم ضروری سمجھتے ہو یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم) تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ (تمہارے اس اصول کی بناء پر کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے بھی عالم الغیب کہا جاسکتا ہے) سب کو عالم الغیب کہا جاوے"۔[1]

الجواب: دربھنگیوں نے سب سے پہلے اس عبارت میں ڈنڈی یہ ماری ہے کہ "حفظ الایمان" کی عبارت میں لفظ "ایسا" کے بعد "علمِ غیب" کے الفاظ تھے جیسا کہ "دفاع،۱،ص ٦١٤" پر بھی مرقوم ہے، مگر انہوں نے لفظ "ایسا" کے بعد "علمِ غیب" کو ختم کر دیا اور تشریح میں قوسین میں "ایسا" کے بعد "بعض علمِ غیب" لکھ دیا اور بعض علمِ غیب کے بعد جملہ کے آخر میں "مطلق بعض مغیبات کا علم" لکھا، جبکہ یہ سب صرف تھانوی جی کو بچانے کی کوششیں ہیں جس کے لئے ان دربھنگیوں کو یہ سارے پاپڑ بیلنے پڑ رہے ہیں اور تھانوی جی کی اس مختصر عبارت میں جوڑ توڑ کا کھیل کھیلا جارہا ہے، مگر۔۔۔۔

(1) تھانوی جی کی عبارت میں دو مرتبہ "علمِ غیب" کا لفظ تھا، اول: "آپ [صلی اللہ علیہ وسلم] کی ذات مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا"، دوم: "ایسا علمِ غیب تو زید وعمرو۔۔۔الخ۔ دربھنگیوں نے "علمِ غیب" کو "عالم الغیب" میں بدل دیا۔

(2) تھانوی جی کی عبارت میں علمِ غیب کا حکم لگانے کا ذکر ہے، مگر دربھنگیوں نے توضیح میں "حکم" کو "اطلاق" میں بدل ڈالا۔

---

[1] دفاع، ج1 ص 614، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

(3) تھانوی جی کی عبارت میں "ایسا" کے بعد "علم غیب" لکھا ہوا تھا جس کو دربھنگیوں نے اُڑا دیا اور توضیح میں "بعض علم غیب" سے کام چلانے کی کوشش کی۔

(4) تھانوی جی نے لفظ "ایسا" سے حضور اکرم ﷺ کے علم غیب کو تشبیہ دی، دربھنگیوں نے توضیح کے نام پر "مطلق بعض مغیبات" لکھ مارا، حالانکہ عبارت تھانوی میں "مطلق بعض مغیبات" کے الفاظ نہیں ہیں۔

موصوف کی ان تاویلات کو اکابرینِ دیوبند نے رَد کیا ہے، دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اِدھر لفظ اتنا نہیں کہا بلکہ تشبیہ فقط بعضیت میں دے رہے ہیں"۔ [1]

یعنی اس عبارت میں تسلیم کیا جارہا ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم مبارک کو معاذ اللہ مذکورہ افراد کے علم کے ساتھ تشبیہ دی جارہی ہے (نعوذ باللہ)

لہٰذا موصوف کی یہ تاویل ہی باطل ہے کہ یہاں مطلق بعض علم غیب کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس عبارت میں "ایسا" حرف تشبیہ ہے اور سابق میں حضور ﷺ کے علم ہی کی بات چل رہی ہے، آپ ﷺ کے علم مبارک کو ہی "ایسا" لفظ تشبیہ کے ساتھ مذکورہ افراد کے علم سے تشبیہ دی جارہی ہے۔ موصوف نے ان اشکالات کا ازالہ نہیں کیا بلکہ اپنی تشریحات کو عبارت میں داخل کر دیا۔

خیر اس سلسلے میں موصوف نے جو دلائل دیئے ہیں اُن کا بھی جائزہ لیتے ہیں۔

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ: "حفظ الایمان کی عبارت میں "ایسا" کا لفظا [لفظ] آیا تھا اور اس سے مطلق بعض غیوب کا علم تھا، نہ کہ حضور ﷺ کا علم اقدس، مگر خان صاحب نے اس سے حضور ﷺ کا علم شریف مراد لیا اور لکھ مارا کہ "اس میں تصریح ہے

---

[1] الشہاب الثاقب، ص 104، میر محمد کتب خانہ کراچی۔

غیب۔۔۔۔الخ"۔[1] موصوف اس عبارت میں تسلیم کر رہے ہے کہ اس عبارت میں لفظ" ایسا" آیا ہے اور اس سے مطلق بعض غیوب کا علم مُراد ہے۔ مگر تھانوی صاحب یہ بات ماننے کیلئے تیار نہیں، وہ لکھتے ہیں کہ:

"لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کیلئے نہیں آتا بلغاء اہل لسان اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالٰی ایسا قادر ہے مثلاً تو کیا یہاں خدا تعالٰی کے قادر ہونے کو دوسرے کے قادر ہونے سے تشبیہ دینا مقصود ہے"۔[2]

دیکھیں اس عبارت میں تھانوی صاحب اپنی عبارت کے دفاع میں ایسا لفظ کو اپنی عبارت میں تشبیہ کیلئے قرار نہیں دے رہے کیونکہ تھانوی نے یہ عبارت اپنے دفاع میں لکھی ہے، اور یہ لکھنے سے مراد ان کی اپنی عبارت کا دفاع کرنا تھا، اُن کے نزدیک دفاع تب ہی ہوسکتا ہے جب تشبیہ سے انکار کر دیا جائے۔ اس لئے انہوں نے یہ بات لکھی۔ مگر دیوبندی موصوف اپنی توجیہ میں مطلق بعض علم غیب کو اپنی طرف سے نکال کر" ایسا" کو اس متعلق قرار دے رہے ہیں کہ صبی و بہائم کے علم کو مطلق بعض علم غیب سے تشبیہ دی گئی ہے جو کہ خُود تھانوی کی لکھی ہوئی بناوٹی تاویل کے خلاف ہے۔ وہ تسلیم کر رہے ہیں کہ تشبیہ کیلئے نہیں تو یہاں پر مطلق بعض علم غیب کی تاویل بے سُود ہوگی، اور تشبیہ ثابت ہو جائے گی۔

عبارت چیخ چیخ کر بتا رہی ہے کہ تھانوی صبی و بہائم کے علم کے ساتھ اس علم کو تشبیہ دے رہے ہیں (نعوذ باللہ) جو بہائم و صبی کو حاصل ہے (نعوذ باللہ)

باصول تھانوی مُطلق بعض علمِ غیب بھی توھین

مذکورہ بالا عبارت میں دربھنگیوں نے" مطلق بعض مغیبات کا علم" اور" مطلق بعض علم غیب کا

---

[1] دفاع، ج 1 ص 614، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] حفظ الایمان مع بسط البیان، ص 24، دار الکتاب دیو بند، و ص 107، انجمن ارشاد المسلمین۔

علم" کے الفاظ لکھے ہیں، ملاحظہ فرمائیں [1]

تھانوی جی کے اصول پر یہ بھی توہین قرار پائے گی چنانچہ تھانوی جی اپنی "بسط البنان" میں لکھتے ہیں کہ:

"چنانچہ بعض مطلق علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتائی ہے کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید وعمر وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک ومشابہ ہوجائیں گے حالانکہ آپ کی صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک [شریک] ومشابہ نہیں ہے اس لئے یہ شق باطل ہوئی"۔ [2]

اس عبارت میں تھانوی جی تسلیم کررہے ہیں کہ اگر مطلق مغیبات کا علم مراد لیا جائے تو اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید وعمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک ومشابہ ہوں گے جبکہ دیوبندی موصوف نے تھانوی جی کی عبارت میں مطلق بعض مغیبات کا علم مراد لیا ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں کہ:

"تو اب حفظ الایمان کی عبارت کا مفہوم بھی یہی ہوگا کہ اتنا علم غیب یعنی مطلق بعض علم غیب کہ جسے تم عالم الغیب کے اطلاق کے لئے جائز سمجھتے ہو غیر انبیاء بلکہ غیر انسانوں کو بھی حاصل ہے"۔ [3]

بہر کیف دربھنگیوں کی تاویلات سے بھی تھانوی جی کی عبارت بے غبار ثابت نہیں ہوتی بلکہ زید وعمرو بلکہ تھانوی جی کی ہی عبارت کی روشنی میں (نعوذ باللہ) صبی وبہائم ومجنون بھی اس صفت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ومشابہ ہوجاتے ہیں، نعوذ باللہ، ثم نعوذ باللہ من ذالک۔ لعنت ہے ایسی گھٹیا سوچ رکھنے والوں پر۔

---

[1] دفاع، ج1 ص613-614، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] بسط البنان مع حفظ الایمان ص11، کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء۔

[3] دفاع، ج1 ص620، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا تھانوی جی محذور بیان کر رہے ہیں یا اپنے گندے عقیدے کو ثابت کر رہے ہیں؟ تھانوی جی ایک طرف لکھ رہے ہیں کہ::

" آپ کی صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک [شریک] و مشابہ نہیں ہے"۔ [1]

جبکہ دوسری جانب تھانوی جی کا عقیدہ ہے کہ:

" کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے"۔ [2]

جب حضورِ اکرم ﷺ کی صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی بھی آپ ﷺ کا شریک و مشابہ نہیں تو پھر ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہونا جو دُوسرے شخص سے مخفی ہے، حضورِ اکرم ﷺ کی صفاتِ خاصہ کمالیہ کے مشابہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر دیوبندی کہیں کہ کسی شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہونا حضورِ اکرم ﷺ کے علم جیسا نہیں تو تھانوی جی نے پھر یہ دلیل کیوں ذکر کی؟ ظاہر ہے کہ وہ حضورِ اکرم ﷺ کے علم مبارکہ کی وسعت کو فقط اس قدر مانتے ہیں جیسے کسی شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے جو دُوسرے شخص سے مخفی ہوتی ہے، اس لئے بطور دلیل وہ اس بات کو ذکر کر رہے ہیں۔ تھانوی جی جسے خرابی قرار دے رہے ہیں اور جسے مشابہت و مشارکت قرار دے رہے ہیں اس میں وہ خود مبتلا ہیں۔

دیوبندیوں کی اُلٹی گنگا

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" اور بالفرض اگر عبارت میں " ایسا " کو تشبیہ کے لئے مان بھی لیا جائے تب بھی اس سے کوئی گستاخی لازم نہیں آتی اس لئے کہ ایسا اس صورت میں ہوتا کہ جب حضور ﷺ کے علم غیب کو تشبیہ دی جا رہی ہوتی جبکہ یہاں مطلق بعض غیوب کی بحث ہو رہی ہے نہ کہ حضور

---

[1] بسط البنان مع حفظ الایمان، ص 11، کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء۔

[2] حفظ الایمان مع بسط البنان، ص 7، کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی مقدار"۔ [1]

جبکہ تھانوی جی لکھ رہے ہیں کہ:

" چنانچہ بعض مطلق علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید وعمر وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک ومشابہ ہوجائیں گے"۔ [2]

پہلی عبارت کے مطابق گستاخی تب ہوگی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو تشبیہ دی جا رہی ہو، مطلق بعض علوم غیبیہ کی صورت میں گستاخی نہیں جبکہ تھانوی جی کے بقول مطلق بعض علوم غیبیہ مُراد لینے پر آپ ﷺ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید وعمرو وغیرہ بھی اس صفت میں (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کے شریک ومشابہ ہوجائیں گے۔

یعنی دیوبندی موصوف کی تاویل پر تھانوی جی گستاخ وبے ادب قرار پاتے ہیں اور تھانوی جی کی تاویل پر دیوبندی موصوف گستاخ وبے ادب قرار پاتے ہیں، پھر مزے کی بات یہ کہ دونوں کی تاویلات پر بھی" حفظ الایمان" کی عبارت بے غبار ثابت نہیں ہوتی بلکہ گستاخی وبے ادبی برقرار رہتی ہے۔ پس دیوبندیوں کی جانب سے جس قدر بھی تاویلات کی گئی ہیں وہ کسی نہ کسی دیوبندی کے نزدیک گستاخی وبے ادبی قرار پاتی ہیں اور کسی صورت بھی تھانوی جی کی عبارت بے غبار ثابت نہیں ہوتی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" حفظ الایمان کی اصل عبارت اس طرح تھی

ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کیلئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔

[1] دفاع، ج1 ص620، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] بسط البنان مع حفظ الایمان، ص11، کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء۔

خان صاحب نے اس آخری خط کشیدہ حصہ [کو] درمیان میں سے بالکل اڑا دیا کیونکہ اس سے صراحۃً معلوم ہوجاتا ہے کہ زید وعمرو وغیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلق بعض غیب کا علم ہے نہ کہ معاذ اللہ رسول خدا ﷺ کا علم شریف"۔[1]

الجواب: دیوبندیوں کی سینہ زوری ہے اور وہ خواہ مخواہ اپنے اکابرین کے دفاع میں ایسی بکواسات کرتے ہیں۔

موصوف نے لکھا ہے کہ:" اس سے صراحۃً معلوم ہوجاتا ہے"۔(دفاع، ج1 ص615)
اگر اس عبارت سے صراحۃً پتا چلتا ہے کہ زید وعمرو وبکر کے لئے جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلق بعض غیب کا علم ہے تو تھانوی صاحب اس عبارت کو کیوں تبدیل کرتے؟ جب صراحت موجود تھی تو پھر انہیں کون سی ضرورت پیش آئی کہ وہ صراحت کریں۔ الغرض یہ بھی دل لبھانے کی باتیں ہیں کیونکہ اس عبارت کا تعلق تھانوی کی دلیل سے ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک صبیان وبہائم کو جو علم حاصل ہے نعوذ باللہ ایسا علم، نعوذ باللہ، نعوذ باللہ۔۔۔۔
اور اس پر انہوں نے یہ دلیل دی کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دُوسرے شخص سے مخفی ہے۔ یہ جو تھانوی نے دلیل دی، اس سے تشبیہ کی نفی کیسے ہوتی ہے، بلکہ تشبیہ مؤکد ہوجاتی ہے۔ دیوبندی دربھنگیوں نے ایک دوسرے کی تقلید میں ان کے مضامین کو الفاظ کے تغیر وتبدل کے ساتھ اپنی اپنی کتاب کا حصہ بنایا ہے، اور اپنی عقل کا تھوڑا سا بھی استعمال نہیں کیا۔ بس یہ دل کو خوش کرنے کی باتیں ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔
جس طرح بچے کو لولی پاپ دے کر خُوش کردیتے ہیں اسی طرح دیوبندیوں کے بڑوں نے اِن کو یہ طفل تسلیاں دے کر بزعمِ خُود خُوش کردیا ہے۔
یہ لکیر کے فقیر انہی باتوں پر خُوش ہیں اور سوچتے بھی نہیں کہ اِن کے اکابر نے جو تاویلات کی

---

[1] دفاع، ج1 ص615، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

ہیں وہ دُرست بھی ہیں یا نہیں؟

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ جس خط کشیدہ عبارت کے متعلق دعویٰ کیا جارہا تھا کہ اس کو اُڑا دیا ہے وہ عبارت تو آگے ہے، تھانوی جی کی عبارت اپنے مفہوم میں وہیں تک مکمل ہے جہاں تک سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫ نے نقل فرمائی ہے۔

تھانوی جی نے بھی "بسط البنان" میں خُود اپنی "حفظ الایمان" کی عبارت کو تغیر وتبدل کے ساتھ اُتنا ہی نقل کیا ہے اور خط کشیدہ عبارت کو اگلی عبارت قرار دیا ہے، مُلاحظہ فرمائیں [1] اور اسی طرح دیو بندیوں کے حسین احمد ٹانڈوی صاحب نے بھی اسے اگلی عبارت قرار دیا ہے، چنانچہ ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اگلی عبارت" حفظ الایمان کی ہماری گفتگو پر صاف طور سے دلالت کرتی ہے جس کو اس بریلوی نے اپنے مُدعا کو مضر سمجھ کر حذف کردیا ہے وہ یہ ہے" کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے الخ"۔ [2]

بہرکیف اِن حوالوں سے ثابت ہوا کہ تھانوی جی کی عبارت جہاں تک سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫ نے نقل کی ہے وہ اپنے مفہوم کے لحاظ سے مکمل ہے، جس عبارت کے متعلق دیوبندی دعویٰ کررہے ہیں وہ علیٰحدہ عبارت ہے۔

ٹانڈوی صاحب بہت دُور کی کوڑی لائے

دربھنگیوں نے منظور نعمانی سمیت خط کشیدہ الفاظ یعنی

" کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے"

کے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان کو حذف کردیا ہے، مگر دیوبندیوں کے حسین احمد ٹانڈوی

---

[1] حفظ الایمان مع بسط البنان، ص 7و11، کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء۔

[2] الشہاب الثاقب، ص 104، ناشر: کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی، دیوبند۔

صاحب [illegible] سے [illegible] ہو گئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ:

"اولاً میں عبارت حفظ الایمان بتمامہ نقل کرتا ہوں کہ آپ کو جملہ عبارت اگلی اور پچھلی [illegible]
جائے اور ظاہر ہو جائے کہ بجنوری نے معنی اور عبارت دونوں میں تحریف کر کے اپنے
آباواجداد یہود اسرائیل کی بدترین یادگار قائم کی ہے، مولانا تھانوی دامت برکاتہم صفحہ ٦ میں
فرماتے ہیں مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ
ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو، اسی بنا پر "**لا یعلم من فی
السماوات والارض الغیب الا اللہ**" اور "**لو کنت اعلم الغیب**" (⃞) وغیرہ فرمایا
گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا
اطلاق موہوم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہو گا قرآن مجید میں لفظ راعنا کی
ممانعت اور حدیث مسلم میں "عبدی وامتی وربی" کہنے سے نہیں [نہی] اسی وجہ سے
وارد ہے اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہو گا اور اگر
ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رازق وغیرہ ہما بتاویل اسناد الی
السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہو گا کیونکہ آپ ایجاد اور ابقاء عالم کے سبب ہیں، بلکہ خدا
بمعنی مالک اور معبود بمعنی مطاع کہنا بھی درست ہو گا اور جس طرح آپ پر عالم الغیب کا
اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہو گا اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی حق عز
وعلا شانہ سے بھی جائز ہو گی یعنی عالم الغیب بالمعنی الثانی بالواسطہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت
نہیں پس اگر اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کر کے کوئی شخص یوں کہنے لگے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حق تعالیٰ شانہ عالم الغیب نہیں [illegible] [illegible]

[illegible] دیوبندی محصوف کے اصول و الفاظ (میں صرف نام کی تبدیلی ہے) [illegible]
[illegible] احمد نقشبندی نے دانستہ یا نادانستہ طور پر قرآن کی آیت [illegible]
[illegible] عبارت کی نظم [illegible] [illegible] (ص [illegible])

صاحب تو اس سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں وہ کہتے ہیں کہ:

" اولاً میں عبارت متنازعہ فیہا کی بنا پر کرتا ہوں کہ آپ کو بہ صورت اگلی اور پچھلی مد نظر رہ جائے اور ظاہر ہو جائے کہ مجدد التصنیف نے معنی اور عبارت دونوں میں تحریف کر کے اپنے آباؤ اجداد یہودی اسرائیل کی ہڈیوں کو زندہ کیا ہے، مولانا تھانوی دامت برکاتہم صفحہ ۔ میں فرماتے ہیں مطلق غیب سے مراد اصطلاح شریعت میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ اور ممکن نہ ہو، اسی بنا پر "لا یعلم من فی السماوات والارض الغیب الا اللہ" اور "لو کنت اعلم الغیب" (۱) وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہوم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا قرآن مجید میں لفظ راعنا کی ممانعت اور حدیث مسلم میں "عبدی وامتی وربی" کہنے سے نہی اسی وجہ سے وارد ہے اس لیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رازق وغیرہ ہا بتاویل اسناد الی المسبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہوگا کیونکہ آپ ایجاد اور ابقاء عالم کے سبب ہیں بلکہ خدا بمعنی مالک اور معبود بمعنی مطاع کہنا بھی درست ہوگا اور جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہوگا اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی حق جل وعلا شانہ سے بھی جائز ہوگی یعنی عالم الغیب بالمعنی الثانی بالواسطہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں پس اگر اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کر کے کوئی شخص یوں کہتا پھرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حق تعالیٰ شانہ عالم الغیب نہیں (نعوذ باللہ منہ) الخ

---

[۱] دیوبندی موصوف کے اصول والفاظ (میں صرف نام کی تبدیلی سے) کے مطابق: اگر چہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے دانستہ یا نادانستہ طور پر قرآن کی آیت میں سے حروف "واو" نکال دیا جو کہ پرانی عادت کی مظہر ہے۔ ملاحظہ: دفاع، ج۱ ص۔ ۴۰)

کلام کو منہ سے نکالنے کی کوئی عاقل متدین اجازت دینا گوارہ کر سکتا ہے اس بنا پر تو پاگلوں فقیروں کی تمامتر بیہودہ صدائیں بھی خلاف شرع نہ ہونگی تو شرع کیا ہوا بچوں کا کھیل ہوا کہ جب چاہا بنالیا اور جب چاہا مٹادیا پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی چیز کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی وعقلی سے ثابت ہے"۔ [1]

اور مزید لکھتے ہیں کہ:

"اس مضمون کے ثابت کرنے کے واسطے ایک دو سطر حفظ الایمان کی نقل کردی ہے اور اگلی پچھلی عبارت حذف کردی تا کہ لوگوں پر اصلی معنی اور مقصد مؤلف کا کھل نہ جاوے"۔ [2]

یعنی ٹانڈوی جی کی نظر میں اگلی پچھلی عبارت حذف ہوئی ہے، جبکہ تھانوی جی کے نزدیک ان کی دلیل والی عبارت "پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر" سے شروع ہوتی ہے، جیسا کہ تھانوی جی خود لکھتے ہیں کہ: "وہ عبارت دوسری دلیل کی ہے جو اس لفظ سے شروع ہوتی

---

[1] الشہاب الثاقب، ص 97-98، ناشر: کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی، دیو بند۔

[2] الشہاب الثاقب، ص 100، ناشر: کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی، دیو بند۔

ہے پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر"۔[1]

تھانوی جی تو اپنی عبارت کو وہاں سے شروع قرار دے رہے ہیں جہاں سے سیدی اعلیٰ حضرت ﷫ نے لکھا ہے مگر ٹانڈوی جی اس بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

اعتراض: دربھنگیوں کی جانب سے ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا ہے کہ" حفظ الایمان" کی اصل عبارت اس طرح تھی کہ:

" ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے"۔

خان صاحب نے اس کا آخری خط کشیدہ حصہ درمیان میں سے بالکل اُڑا دیا کیونکہ اس سے صراحتہ معلوم ہوجاتا ہے کہ زید وعمرو وغیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلق بعض غیب کا علم ہے نہ کہ معاذ اللہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف"۔[2]

اور بھی اعتراض دربھنگی صاحب نے" توضیح البیان" میں وارد کیا ہے جس کو دیوبندی موصوف نے اپنی" دفاع، ج۱ ص ٦١٤" پر ذکر کیا ہے۔

الجواب: یہ عقل کے اندھے اعتراض کرنے سے پہلے اگر تھانوی جی کی" بسط البنان" کو ہی پڑھ لیتے تو انہیں اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی، تھانوی جی خُود لکھتے ہیں کہ:

" اول تو میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم غیب جو بِلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لئے ہوسکتا ہے مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور اس دعویٰ پر دو دلیلیں قائم کی ہیں۔ وہ عبارت دُوسری دلیل کی ہے جو اس لفظ سے شروع ہوتی ہے،" پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر" مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا محض اس بنا پر کہ آپ کو علوم غیبیہ بواسطہ حاصل ہیں آپ کو عالم الغیب کہنا اگر صحیح

---

[1] بسط البنان مع حفظ الایمان، ص10، کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء۔

[2] فتوحات نعمانیہ، ص406، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

ہوتو اس سے اگر کل غیر متناہیہ مراد ہوں تو وہ نقلاً وعقلاً محال ہے اور اگر بعض علوم مراد ہوں گو وہ ایک ہی چیز کا علم ہو اور گو وہ چیز ادنی ہی درجہ کی ہو تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو غیرہ کے لئے بھی حاصل ہے"۔[1]

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ تھانوی جی نے "حفظ الایمان" میں دعویٰ کیا تھا کہ بلا واسطہ علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لئے ہوسکتا ہے اور اس پر اس کے بقول دو دلیلیں قائم کیں تھیں، اُس کی پہلی دلیل کی عبارت "پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر" سے شروع ہوتی ہے اور" زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے" تک ختم ہوتی ہے، تھانوی جی نے "بسط البنان" میں بھی یہاں تک ہی اپنی عبارت نقل کی ہے، اگر چہ انہوں نے درمیان سے زید وعمرو کے بعد ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے الفاظ حذف کردیئے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عبارت یہاں تک ہی ہے۔اور جن خط کشیدہ الفاظ کے ذکر کرنے کا رونا رویا جارہا ہے وہ عبارت آئندہ ہے ،جیسا کہ خُود تھانوی جی نے اس کی تصریح کی ہے، چنانچہ وہ خُود لکھتے ہیں کہ:

"اور عبارت آئندہ بھی اس کی دلیل ہے، وہو قولہ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے"۔[2]

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"حفظ الایمان میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد الزامی نتیجہ کے طور پر یہ فقرہ تھا

تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

خان صاحب نے تو اس کو بھی بالکل اڑا دیا کیونکہ اس فقرے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مصنف حفظ الایمان حضور ﷺ کے علم مبارک کی مقدار میں کلام نہیں

---

[1] بسط البنان مع حفظ الایمان، ص10۔11، کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء۔

[2] بسط البنان مع حفظ الایمان، ص11، کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1934ء۔

فرما رہے ہیں بلکہ ان کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے"۔[1]

الجواب: موصوف اگر" حفظ الایمان" کی عبارت پر غور کر لیتے تو انہیں ایسا لکھنے کی جرأت نہ ہوتی کیونکہ" حفظ الایمان" کی عبارت میں موجود ہے کہ:

" آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو"۔[2]

تھانوی کی اس عبارت میں علم غیب کا حکم کیا جانا کے الفاظ موجود ہیں جس سے مراد یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم غیب تسلیم کرنا، ماننا وغیرہ وغیرہ، اس میں اطلاق عالم الغیب کی بات نہیں ہو رہی، بلکہ علم غیب ماننے کی بات ہو رہی ہے۔

پھر تھانوی نے مزید آگے لکھا کہ:" اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب"۔[3]

اس عبارت سے ثابت ہو رہا ہے کہ تھانوی صاحب علم غیب کی ہی بات کر رہے ہیں اور خاص طور پر اُس علم غیب کی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے، پھر تھانوی صاحب کہہ رہے ہیں کہ:

" اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہی کیا تخصیص ہے"۔[4]

یہاں پر تھانوی صاحب نے لفظ" اس میں" سے اُن علوم کی جانب اشارہ کر دیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں کیونکہ سابق میں بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کی چل رہی ہے، نفی تخصیص کے بعد تھانوی نے لکھا ہے کہ:" ایسا علم غیب تو زید وعمرو وبکر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کیلئے حاصل ہے"۔[5] نعوذ باللہ۔

---

[1] دفاع، ج1ص615، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] حفظ الایمان، ص15، دار الکتاب، دیوبند۔

[3] حفظ الایمان، ص15، دار الکتاب، دیوبند۔

[4] حفظ الایمان، ص15، دار الکتاب، دیوبند۔

[5] حفظ الایمان، ص15، دار الکتاب، دیوبند۔

اس عبارت میں دیکھیں "ایسا" کے ساتھ "علم غیب" کا لفظ صاف موجود ہے، مگر دیوبندی موصوف کی دیانتداری اور امانت دیکھیں کہ اُس نے اِس عبارت کی توضیح میں "ایسا" کے بعد "علم غیب" کا لفظ حذف کر دیا۔[1]

پھر موصوف نے "حفظ الایمان" کی عبارت میں "علم غیب کا حکم کیا جانا" کا مطلب لکھا کہ:

"یعنی آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پر "عالم الغیب" کا اطلاق کرنا"۔[2]

حالانکہ خُود دیوبندیوں نے لکھا ہے کہ:

"ارباب فنون کی مخصوص اصطلاح کے اعتبار سے اگرچہ حکم اور اطلاق میں فرق ہے"۔[3]

جب "حکم کیا جانا" اور "اطلاق" میں فرق ہے تو موصوف کا اس عبارت کی تشریح میں "اطلاق" لکھنا تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟

پھر موصوف نے لکھا کہ:

"اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جو عالم الغیب میں واقع ہے"۔[4]

حالانکہ تھانوی کی عبارت کے شروع میں علم غیب موجود ہے نہ کہ عالم الغیب، لہٰذا موصوف کی یہ تاویل بھی باطل ہوئی۔

اتنی تحریفات کے بعد بھی موصوف کہتے ہیں کہ "سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے الفاظ کو اُڑا دیا" دجل ودھوکہ نہیں تو اور کیا ہے؟

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"حفظ الایمان میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد الزامی نتیجہ کے طور پر یہ فقرہ تھا، تو چاہئے کہ

---

[1] ملاحظہ ہو: دفاع، ج1 ص614، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] ملاحظہ ہو: دفاع، ج1 ص613، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[3] حفظ الایمان، ص44، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

[4] دفاع، ج1 ص613، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔ خان صاحب نے اس کو بھی بالکل اڑا دیا"۔ [1]

الجواب: تھانوی جی کہ اس فقرہ سے مزید یہ بات مؤکد ہو جاتی ہے کہ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کثیرہ کو نعوذ باللہ زید و عمرو، صبی و بہائم اور مجنون وغیرہ کے مساوی و برابر قرار دے رہے ہیں کہ جب زید و عمرو کو تھانوی جی کا مفروضہ شخص عالم الغیب نہیں کہہ رہا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کیوں مان رہا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہوا کہ تھانوی جی کے نزدیک نعوذ باللہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ زید و عمرو، صبی و بہائم جیسے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک) اس لئے تھانوی جی نے یہ الزامی فقرہ لکھا۔ اس الزامی فقرے سے کسی طرح بھی تھانوی جی کا دفاع نہیں ہو رہا بلکہ تھانوی جی کی گستاخی ہی ثابت ہو رہی ہے۔ دراصل عوام میں "حسام الحرمین شریف" کا اثر کم کرنے کے لئے دربھنگیوں کی جانب سے یہ شوشے چھوڑے گئے ورنہ علمی دُنیا میں ان باتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

پھر موصوف نے تیسری مرتبہ عبارت" حفظ الایمان" کی تشریح کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ موصوف نے لکھا ہے کہ:

"اگرچہ خان صاحب کی دیانت اور اُن کے فتوے کا حال تو ہمارے ناظرین کو اسی قدر بیان سے معلوم ہو گیا ہوگا مگر ہم بحث کی مزید توضیح کیلئے اس کے خاص خاص گوشوں پر کچھ اور روشنی ڈالنا چاہتے ہیں:

حضرت حکیم الامتؒ کی دُوسری دلیل کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ کلی غیب کی وجہ سے اور دوسری یہ کہ بعض کی وجہ سے۔ پہلی شق تو اس لئے باطل ہے کہ آپ ﷺ کو کلی علم غیب کا نہ ہونا دلائل عقلیہ و

---

[1] ملاحظہ ہو: دفاع، ج1 ص615، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

نقلیہ سے ثابت ہے اور دوسری اس لئے باطل کہ بعض غیب کی چیزوں کا علم زید تو زید ہر ہر حقیر چیزوں کو بھی ہے تو اس اصول پر سب کو عالم الغیب کہنا پڑے گا جو ہر طرح سے باطل ہے۔ اگر اس دلیل کے اجزاء کی تحلیل کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بنیادی مقدمات صرف یہ ہیں:

(۱) جب تک مبداء کسی چیز کیساتھ قائم نہ ہو اس پر مشتق کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا مثلاً کسی کو عالم جب ہی کہا جا سکتا ہے جب کہ اس کی ذات میں علم کی صفت پائی جائے اور کاتب وہی کہلائے گا جو وصف کتابت کیساتھ موصوف ہو۔

(۲) علت کیساتھ معلول کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔

(۳) حضور ﷺ کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا۔

(۴) مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہوجاتی ہے۔

(۵) ہر زید وعمرو کو عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا۔

ان مقدمات میں سے پہلے دونوں اور آخری دونوں تو عقلی مسلمات میں سے ہیں اور ایسے بدیہی ہیں جس سے دنیا کا کوئی عاقل بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے سردست ہم صرف تیسرے اور چوتھے مقدمے کو خان صاحب ہی کی تحریرات سے ثابت کرتے ہیں۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

حفظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت خود خان صاحب کی تصریحات سے

حضرت مولانا تھانویؒ کی دلیل کا تیسرا مقدمہ یہ تھا کہ "آنحضرت ﷺ کو کل غیوب کا [کا] علم حاصل نہ تھا۔ اس کا ثبوت خان صاحب کی کتابوں سے ملاحظہ ہو:

ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ رسول خدا ﷺ کا علم شریف تمام معلومات الٰہیہ کو محیط ہے کیونکہ یہ تو مخلوق کے لئے محال ہے۔

اور آگے لکھتے ہیں کہ:

اور ہم عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع
(الدولۃ المکیہ، ص ۲۸، خالص الاعتقاد، ص ۲۳)
اور یہی خان صاحب تمہید ایمان ص ٤ ۳ پر فرماتے ہیں کہ:
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی جمیع معلومات الٰہی کو محیط نہیں۔
اس کے علاوہ مزید بھی کئی عبارات ہیں جس سے یہ بات واضح ہوئی کہ خان صاحب کے نزدیک بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم حاصل نہ تھا۔ حضرت حکیم الامت۔۔ کی دلیل کا چوتھا قابل غور مقدمہ یہ تھا کہ "مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔ اس کا ثبوت بھی خود خان صاحب کی کتابوں سے ملاحظہ ہو:
الدولۃ المکیہ کے ص ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ
بے شک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر اور جنت پر اور دوزخ پر اور اللہ تعالی کی ساتوں صفات اصلیہ پر اور یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا تفصیلی علم حاصل ہے اس طور پر کہ ہمارے علم میں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز ہے۔
خان صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیب کی کچھ باتوں کا علم ہر مومن کو حاصل ہے"۔ [1]

الجواب: دیوبندی دربھنگیوں کے پہلے مقدمہ کا مقصد یہی ہے کہ چونکہ نعوذ باللہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں اِس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں کہا سکتا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب تب ہی کہتے ہیں جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہو اس لئے انہوں نے پہلا مقدمہ یہ قائم کیا کہ:
"کسی کو عالم جب ہی کہا جا سکتا ہے جب کہ اس کی ذات میں علم کی صفت پائی جائے"۔ [2]

---

[1] دفاع، ج 1 ص 615 تا 617، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور
[2] دفاع، ج 1 ص 616، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

اس لئے تھانوی جی نے حضور اکرم ﷺ سے صفت علم غیب کی نفی کرنے کے لئے آپ ﷺ کے علوم غیبیہ کو نعوذ باللہ زید وعمرو، وصبی وبہائم اور مجنون کے برابر ومساوی ومماثل قرار دے دیا تاکہ آپ ﷺ سے صفت علم غیب کی نفی ہو جائے (نعوذ باللہ) کیونکہ تھانوی جی کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کو حاصل علم غیب ایسا علم غیب ہے جو زید وعمرو صبی وبہائم اور مجنون کو بھی حاصل ہے (نعوذ باللہ)

اس لئے تھانوی جی نے آخر میں لکھ بھی دیا کہ:

"تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے"۔ [1]

لہٰذا دربھنگیوں کے اس پہلے مقدمہ سے ہی تھانوی جی کی گستاخی کا ثبوت ملتا ہے۔

دربھنگیوں کے دُوسرے مقدمہ کا مقصد بھی پہلے مقدمہ کے مقصد کی طرح یہ ہے کہ اطلاق مشتق کے لئے مبداء علت ہے، اطلاقِ عالم الغیب کے لئے صفت علم غیب علت ہوگی، چونکہ دربھنگیوں کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کا علم غیب زید وعمرو صبی وبہائم اور مجنون کے علم کے برابر ومساوی ومماثل ہے (نعوذ باللہ) اس لئے اب تھانوی جی اور اُن کے چیلے حضور اکرم ﷺ کے لئے قائلینِ علم غیب سے سوال کرتے ہیں کہ:

"تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے" [2]

یُونہی دیوبندیوں کا تیسرا مقدمہ بھی اِن کے لئے سُود مند نہیں ہے۔ ہم دیوبندیوں سے پُوچھتے ہیں کہ تم حضور اکرم ﷺ کے لئے کل علم غیب تسلیم نہیں کرتے لیکن کیا حضور اکرم ﷺ کا بعض علم غیب زید وعمرو، وصبی وبہائم اور مجنون کے برابر ومساوی ہے، نعوذ باللہ۔ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر تھانوی جی کے دفاع میں اس مقدمہ سے کیوں استدلال کر رہے ہو؟ یا پھر معاذ اللہ نفی کلی علم غیب کی صورت میں تم حضور اکرم ﷺ کے لئے زید وعمرو کے

---

[1] حفظ الایمان، ص 7، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور۔

[2] حفظ الایمان، ص 7، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور۔ ودفاع، ج 1 ص 615، مکتبہ ختم نبوۃ پشاور

مساوی علم ثابت کرتے ہو، نعوذ باللہ۔ بہر کیف یہ مقدمات تھانوی جی کا دفاع نہیں کر سکتے اس لئے کہ نفی کل علم غیب اور مساوات یا زید و عمرو، وصبی و بہائم اور مجنون در علم میں کوئی تلازم نہیں اس لئے اس مقدمہ کو قائم کرنا دیوبندیوں کے لئے قطعاً مفید نہیں ہے۔

دیوبندی در بھنگیوں کا چوتھا مقدمہ بھی ان کے لئے مفید نہیں اس لئے کہ مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام کو ہو جانے سے کیا انبیاءِ کرام علیہم السلام کا علم نعوذ باللہ غیر انبیاء اور نعوذ باللہ غیر انسانوں کے برابر و مساوی و مماثل ہو گیا؟

اگر نہیں تو اشرفعلی تھانوی نے ایسا کیوں لکھا کہ:

"ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے" [1] پس ثابت ہوا کہ یہ چوتھا مقدمہ بھی دیوبندیوں کو قطعاً مفید نہیں ہے، ہاں یہ مقدمہ اِن کے لئے اُس وقت مفید ہو سکتا تھا جب وہ اس ضمن میں باطنی طور پر غیر انسانوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم کی مساوات و برابری و مماثلت کا عقیدہ رکھتے ہوں، نعوذ باللہ من ذالک۔

باقی صرف اتنا کہنے سے کہ مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء کرام علیہم السلام کو ہو جاتی ہے، تھانوی جی کی عبارت کو اس سے کوئی تائید حاصل نہیں ہوتی، اگر تھانوی جی نے اس مقدمے کی وجہ سے مماثلت و مساوات کا دعویٰ کیا ہے تو بدترین جہالت کا اِرتکاب کیا ہے۔

پانچواں مقدمہ بھی در بھنگیوں کے لئے مفید نہیں اِس لئے کہ زید و عمرو کو عالم الغیب کہنے کا کوئی بھی قائل نہیں، لیکن تھانوی جی کے نزدیک زید و عمرو، وصبی و بہائم اور مجنون کو عالم الغیب نہ کہنے کی وجہ اور حضورِ اکرم ﷺ عالم الغیب نہ کہنے کی وجہ ایک ہی ہے یعنی وہ ہے تھانوی کے نزدیک ان اجناس و افراد اور حضورِ اکرم ﷺ کے علم غیب میں برابری و مساوات

---

[1] حفظ الایمان، ص 7، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور۔

ومماثلت ،نعوذ باللہ من ذالک۔ اس لئے تھانوی صاحب الزامی طور پر کہہ رہے ہیں کہ"

"تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے" [1]

اس سے ثابت ہوا کہ تھانوی کے نزدیک نعوذ باللہ مماثلت وبرابری ومساوات پائی جارہی ہے۔ باقی صرف اس قدر مقدمہ میں لکھنا کہ ہر زید وعمرو وغیرہما کو عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا تھانوی جی کے دفاع کے لئے کافی نہیں ہے، بحث اس میں نہیں کہ کہا جا سکتا ہے یا نہیں کہا جا سکتا؟ بلکہ بحث اِس میں ہے کہ تھانوی جی نے حضورِ اکرم ﷺ کے علم مبارک کی توہین کی اور زید وعمرو، وصبی وجمیع بہائم اور مجنون کے علم کے ساتھ برابری ومساوات ومماثلت بیان کی ہے،نعوذ باللہ من ذالک۔

موصوف نے لایعنی بحث کی ہے اور خواہ مخواہ صفحات کی ضخامت بڑھانے کی کوشش کی ہے،اگر اِن کے پاس دلائل موجود نہیں تھے تو پھر انہیں کس نے کہا تھا کہ وہ اس موضوع پر قلم اُٹھائیں۔ وہ اصل موضوع جس میں تھانوی نے حضورِ اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کے علم مبارک کو بہائم ومجانین کے علم سے تشبیہ دی ہے اُس کی طرف آتے نہیں اور غیر ضروری باتوں سے صفحات کا پیٹ بھرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ان کے اس طرزِ استدلال کو تو خُود احمد رضا بجنوری دیوبندی نے بھی رَد کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"نیز فرمایا کہ نبی کریم ﷺ پر جوامت کے درود شریف پیش ہونے کی حدیث آتی ہے کہ فرشتے مقرر ہیں وہ حضور کی خدمت میں اس کو لے جا کر پیش کرتے ہیں، اس سے بعض لوگوں نے نفی علم غیب نبوی کے لئے استدلال کیا ہے،مگر میرے نزدیک وہ صحیح نہیں، اگر چہ یہ بات اپنی جگہ طے ہے اور مسئلہ بھی یہی ہے کہ حضور علیہ السلام کے علم کی نسبت علم الٰہی کے

---

[1] حفظ الایمان، ص 7، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور۔ ودفاع، ج 1 ص 615، مکتبہ ختم نبوۃ پشاور

لحاظ سے ایسی ہی ہے جیسی ایک متناہی کو غیر متناہی سے ہوتی ہے، کیونکہ فرشتوں کے پیش کرنے کا مقصد بعینہٖ ان کلمات کو بطور تحفہ کے بارگاہ نبوت میں پیش کرنا ہے خواہ آپ کو ان کا علم پہلے سے ہو یا نہ ہو، جیسا کہ بارگاہِ رب العزت میں ہمارے اعمال فرشتوں کے ذریعے پیش کئے جاتے ہیں، اور اس سے حق تعالیٰ کے علم کی نفی نہیں ہوسکتی، لہٰذا کبھی تو پیش کرنے کی غرض علم ہوتی ہے اور کبھی دوسرے مقاصد ہوتے ہیں۔ اس فرق کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے اور موقع استدلال میں کچی بات نہیں اختیار کرنی چاہئے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے نفی علم غیب نبوی کے لئے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ علم غیب جزئی تو پاگل و مجنون کو بھی ہوتا ہے یہ بھی ایک بے محل منطقی طریقہ استدلال تھا، جس کے جواب میں دوسری طرف سے یہ بات سُنی پڑی کہ علم غیب ذاتی، اور کلی تو ہم بھی حضور علیہ السلام کے لئے نہیں مانتے، صرف جزئی اور وہبی ہی مانتے ہیں، مگر فرق یہ ہے کہ وہ لوگ ایسا علم جزئی مانتے ہیں جو حضور علیہ السلام کے لئے منقصت کا پہلو رکھتا ہے اور ہم وہ مانتے ہیں جو آپ کے لئے منقبت کا درجہ بنتا ہے۔

غرض حق تعالیٰ عزاسمہ کے علم غیب کلی وذاتی کا مسئلہ ہو، یا اس کی قدرت کاملہ غیر متناہیہ کا بیان ہو، یا امکان کذب امکان نظیر وامتناع نظیر کی بحث ہو وغیرہ وغیرہ، کسی کے لئے بھی موقع استدلال و بحث میں ایسا طریقہ اختیار کرنا جس سے حقائق ثابتہ پر غیر مقصود اور غلط اثرات وارد ہوں موزوں ومناسب نہیں"۔ [1]

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ احمد رضا بجنوری کے نزدیک تھانوی صاحب نے یہ عبارت نفی علم غیب کے لئے لکھی تھی، جبکہ دیوبندی موصوف کہہ رہے ہیں کہ" اطلاق عالم الغیب کی نفی کیلئے عبارت ہے" جس طرح موصوف نے لکھا ہے کہ:

---

[1] انوار الباری، ج16 ص464، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

"ان کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے"۔[1]

موصوف کی بات کو خُود احمد رضا بجنوری دیوبندی بھی تسلیم نہیں کر رہا، اور اِسے بے محل منطقی طریقہ کا اِستدلال قرار دے رہا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ "المہند" پر دیوبندیوں نے اپنے کیڑوں مکوڑوں سے بھی دستخط لئے، اور انور شاہ کشمیری کو محروم کر دیا۔

پھر موصوف نے سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ کی عبارات نقل کیں اور اُن سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ "خان صاحب کے نزدیک بھی حضور ﷺ کو کل غیب کا علم حاصل نہ تھا"۔[2]

جبکہ سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ تو فرماتے ہیں کہ:

"اور لوح وقلم کا تمام علم، جن میں ماکان وما یکون مندرج ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علوم سے ایک حصہ ہے"۔[3]

موصوف نے سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ پر جھوٹ بولا ہے، اِن عبارات کا یہ مقصد نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو کلی علم غیب حاصل نہ تھا۔ آپ نے تو اپنی عبارات سے جمیع معلومات الٰہیہ کے احاطہ کی نفی کی ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:

"وقد أقمنا الدلائل القاهرة على أن احاطة علم المخلوق بجميع المعلومات الالهية محال قطعًا عقلًا وسمعًا۔

ہم قاہرہ دلیلیں قائم کر چکے کہ علم مخلوق کا جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو محیط ہونا عقل وشرع دونوں کی رُو سے یقیناً محال ہے"۔[4]

سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ تو لکھتے ہیں کہ:

---

[1] دفاع، ج1 ص617، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج1 ص617، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[3] رسائل علم غیب، انباء المصطفی بحال سر واخفی، ص172، تخریج راقم، پروگریسو بکس، لاہور۔

[4] رسائل علم غیب، خالص الاعتقاد، ص223، تخریج راقم، پروگریسو بکس، لاہور۔

"ہر چہ در دنیا ست از زمان آدم تا او ان نفخہ اولی بر وے ﷺ منکشف ساختند تا ہمہ احوال را از اول تا آخر معلوم کرد و یاران خود را نیز از بعضے ازاں احوال خبر داد"۔

"جو کچھ دُنیا میں ہے، آدم علیہ السلام کے زمانے سے نفخہ اولیٰ تک، حضور ﷺ پر منکشف کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ تمام احوال آپ کو اول سے آخر تک معلوم ہو گئے، ان میں سے کچھ اپنے دوستوں کو بھی بتا دیئے"۔ [1]

پھر دیوبندی موصوف نے لکھا کہ:" خان صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیب کی کچھ باتوں کا علم ہر مومن کو حاصل ہے"۔ [2]

اس بات سے تھانوی والی غلیظ تشبیہ کہاں سے ثابت ہوتی ہے۔ بہر حال موصوف کا یہ مقدمہ بھی انتہائی غیر ضروری تھا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے تھانوی کی عبارت کے سلسلے میں چوتھا مقدمہ یوں قائم کیا ہے کہ:

"مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے"۔ [3]

پھر اس کو ثابت کرنے کے لئے" ملفوظات شریف" سے چند حوالے لگائے ہیں، اور نتیجہ نکالا ہے کہ:

" اور یہی حضرت مولانا۔۔کی دلیل کا چوتھا بنیادی مقدمہ تھا۔الحمد للہ خان صاحب نے جن باتوں کی بنیاد پر حضرت حکیم الامت۔۔کی عبارت پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا وہی مضمون ہم نے احمد رضا خان صاحب کی کتابوں سے ثابت کر دیا اگر یہ کفر ہے تو احمد رضا خان صاحب اس

---

[1] رسائل علم غیب، خالص الاعتقاد، ص 274، تخریج راقم، پروگریسو بکس، لاہور۔

[2] دفاع، ج 1 ص 617، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[3] دفاع، ج 1 ص 616، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

کفر میں برابر کے شریک ہیں"۔ [۱]

الجواب: سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ایک حوالے میں بھی کوئی ایسی بات موجود نہیں جس سے صبی و بہائم ومجانین کے علم کے ساتھ مماثلت ثابت ہو رہی ہو۔ علمائے عرب و عجم نے تھانوی کی عبارت پر جس میں بہائم ومجانین کے علم کے ساتھ برابری ومساوات کی صورت میں جولرزہ خیز توہین موجود تھی اُس کی بنا پر تھانوی کی عبارت پر کُفر کا فتویٰ لگایا تھا۔
موصوف اور موصوف کی ذُرّیت کو صبح قیامت تک چیلنج ہے کہ وہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عبارات سے کوئی ایسا مفہوم ثابت کریں لیکن وہ ثابت نہیں کر سکتے۔
تھانوی نے تو (نعوذ باللہ) علم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبی و بہائم ومجانین کے علم جیسا قرار دیا ہے۔ بعض مغیبات کا غیر انبیاء کو حاصل ہو جانا اور بات ہے، اور علم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (نعوذ باللہ) مجانین و بہائم کے علم جیسا قرار دینا اور بات ہے۔
پہلی بات مسلّم ہے اِس میں کوئی توہین نہیں، لیکن دُوسری بات توہین وکُفر ہے۔
تھانوی نے توہین وکُفر کا اِرتکاب کیا ہے، موصوف خواہ مخواہ عوام کو مغالطہ دے رہے ہیں، لیکن ہم پھر بھی چاہتے ہیں کہ موصوف کے بیان کردہ تمام حوالوں پر علیحدہ علیحدہ بحث کریں تاکہ موصوف کے لئے کوئی راہِ فرار باقی نہ رہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف بحوالہ "ملفوظات" لکھتے ہیں کہ:
"موصوف اپنے ابا حضور کی ایک پیشنگوئی کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ چودہ برس کی پیشنگوئی حضرت نے فرمائی اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلامانِ غلام کے کفش برادر ہیں، علوم غیب دیتا ہے، ملفوظات حصہ چہارم، ص ۱۴۳، ۱۴۴، مطبوعہ لاہور"۔ [۲]

الجواب: اس حوالے میں کون سی ایسی بات تھی جس سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک

---

[۱] دفاع، ج 1 ص 618، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[۲] دفاع، ج 1 ص 617، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

کے ساتھ مماثلت، برابری اور مساوات ثابت ہوتی تھی؟
دیوبندی موصوف نے خواہ مخواہ بے محل حوالہ پیش کر کے صفحات کی ضخامت بڑھانے کی کوشش کی ہے۔اس مذکورہ حوالہ میں تو کوئی اشکال ہی نہیں کہ بعض مغیبات کا علم مؤمنین صالحین کو ہو جاتا ہے،لیکن اس علم کی بنا پر کوئی بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم میں برابری ومساوات کا قائل نہیں اور نہ ہی اس حوالے سے برابری ومساوات ثابت ہوتی ہے۔
افسوس کہ دربھنگیوں نے جہالت سے کام لیتے ہوئے اس حوالے کو تھانوی جی کی عبارت کے دفاع میں پیش کیا ہےاور بحث کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف بحوالہ "ملفوظات" لکھتے ہیں کہ:
"ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جلسہ بڑا بھاری تھا۔دیکھا کہ ایک شخص ہےاس کے پاس ایک گدھا ہےاس کی آنکھوں پر ایک پٹی بندھی ہوئی ہے۔ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔بس گدھے سے پوچھا جاتا ہے گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔ملفوظات حصہ چہارم،ص۲۴۳" [1]

الجواب: جیسا کہ قارئین جانتے ہیں کہ تھانوی جی نے "حفظ الایمان" میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارکہ کو زید وعمرو،صبی وبہائم اور مجنون کے علم کے مساوی وبرابر قرار دیا ہے، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس حوالے میں دُور دُور تک بھی کوئی ایسی بات موجود نہیں ہے جس سے تھانوی جی کی ناپاک عبارت والی بات ثابت ہوتی ہو۔دربھنگیوں نے صرف صفحات کی ضخامت بڑھانے کے لئے یہ حوالے نقل کر دیئے ہیں۔دیوبندی دربھنگیوں کو صبح قیامت تک چیلنج ہے کہ وہ ان حوالوں میں تھانوی والی قبیح عبارت کا مفہوم دکھلائیں جس کی وجہ سے عرب وعجم نے تھانوی کی تکفیر کی تھی۔

---

[1] دفاع،ج1ص617،مکتبہ ختم نبوۃ،پشاور۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"ہر شے مکلف ہے حضور اقدس ﷺ پر ایمان لانے اور ... کی تسبیح ...

(ملفوظات،ص ٤١٨، حصہ چہارم)

ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلق ہے اسے خواہ اس کی روح ... کچھ اور [اور] وہی مکلف ہے ایمان وتسبیح کے ساتھ حدیث میں ہے (ترجمہ ... جاتا ہے) کوئی شے ایسی نہیں جو مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو سوا سرکش جن اور ... (ایضاص ٤٢٠)"۔[1]

الجواب: اس حوالے میں کہیں بھی تھانوی جی کی عبارت والی برابری اور مساوات موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس کے مدلول سے برابری ومساوات ثابت ہوتی ہے، موصوف نے خواہ مخواہ صفحات کی ضخامت کو بڑھایا ہے۔ شاید موصوف ایسے غیر متعلقہ حوالے پیش کر کے اپنے گرد بیٹھنے والے جہلاء میں مناظر اعظم شمار ہوتے ہوں، مگر قارئین کرام تو سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ دیوبندیوں کے مناظرین کا کل سرمایہ اس طرح کے بے محل حوالے ہوتے ہیں۔ دیوبندیوں میں معروف دیوبندی مناظر منظور نعمانی نے اپنی کتابوں میں یہ حوالے نقل کر کے دیوبندیوں کو خوب بے وقوف بنایا تھا اور موجودہ دیوبندی اسی جہالت و بے وقوفی ... دیوبند کو قائم رکھنے کے لئے انہی حوالوں کو نقل کرتے آرہے ہیں۔

دیوبندی موصوف کی اس سرقہ بازی کے لئے" فتوحات نعمانیہ، ص ٤١٠ ... "

پر یہ حوالے دیکھے جا سکتے ہیں، اور دیوبندی موصوف کا یہ مضمون" حفظ الایمان" کی ... توضیح "[2]" فتوحات نعمانیہ، ص ٤٠٧ سے ٤١٣ " سے ہی ماخوذ ہے۔ جو اس بات کی طرف مشیر ہے کہ نہ صرف دیوبندی موصوف بلکہ دیوبندیوں کے اکابر واصاغر خیر سے

---

[1] دفاع، ج 1 ص 618، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج 1 ص 615 سے 619 تک، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

جہالتوں کا عظیم مجموعہ ہیں، ان لوگوں کو ایسے حوالے پیش کرتے ہوئے بھی شرم نہیں آتی۔
بہر کیف ان حوالوں میں کوئی بھی ایسی بات موجود نہیں ہے جس کا مدلول تھانوی جی کی کُفریہ عبارت ہو۔
دیوبندی آج تک کوئی ایسا ایک حوالہ بھی پیش نہ کر سکے جس سے تھانوی جی کی عبارت بے غبار ثابت ہو، خواہ مخواہ بے محل حوالے پیش کر کے عوام الناس کے ذہنوں کو اُلجھانا اور دھوکہ دھی سے عوام الناس کو اپنا گرویدہ بنانے کی کوشش اور گمراہ کرنے کے علاوہ ان کا کوئی اور مقصد نہیں ہے۔ اللہ رب العالمین ہمیں ایسے دَجالوں کے دجل سے اپنی حفاظت میں رکھے، آمین بجاہ النبی الکریم الامین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:
"یادرہے کہ حکیم الامتؒ کی پہلی دلیل کہ مخلوق پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا حرام ہے" [1]

الجواب: ہم لکھ چکے ہیں کہ تھانوی نے لکھا ہے کہ:
"آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو"۔ [2]
تھانوی صاحب تو علم غیب کی بات کر رہے ہیں مگر موصوف لکھ رہے ہیں کہ عالم الغیب کا اطلاق، جبکہ ہم سابقہ صفحات میں خُود دیوبندیوں سے ہی نقل کر چکے ہیں کہ حکم اور اطلاق میں فرق ہے۔
جب موصوف کی ابتداء ہی دُرست نہیں تو پھر اس پر مبنی مقدمات کہاں دُرست ہوں گے۔

خشت اول چو نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

---

[1] دفاع، ج1 ص618، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔
[2] حفظ الایمان، ص15، دار الکتاب، دیو بند۔

موصوف کا مثالی فوٹو

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"ہم مزید توضیح کیلئے ایک مثالی فوٹو پیش کرتے ہیں تا کہ بات مزید واضح ہو جائے۔
فرض کیجئے کسی ملک کا بادشاہ بہت بڑا مخیر ہے اس کے یہاں لنگر خانہ جاری ہے اور صبح و شام ہزاروں مسکینوں اور محتاجوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔اب کوئی احمق مثلاً زید کہتا ہے کہ میں تو اس بادشاہ کو رازق کہوں گا۔اس پر ایک دوسرا شخص مثلاً عمرو کہے کہ بھائی تم جو اس بادشاہ کو رازق کہتے ہو کس وجہ سے؟ آیا اس وجہ سے کہ وہ ساری مخلوق کو رزق دیتا ہے؟ یا اس وجہ سے کہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے؟ پہلی شق تو بداہۃ باطل ہے اور اب دوسری صورت یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اسی وجہ سے رازق کہا جا رہا ہے کہ وہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے تو اس میں اس کی کوئی تخصیص نہیں ہے کیونکہ ایک غریب انسان اور ایک معمولی مزدور بھی کم از کم اپنے بچوں کا پیٹ بھرتا ہے اور انسان تو انسان چھوٹی چھوٹی چڑیاں بھی اپنے بچوں کو دانہ دیتی ہے۔تو پھر تمہارے اس اصول پر چاہئے [چاہئے] کہ سب کو رازق کہا جائے۔۔۔الخ"۔[1]

الجواب: موصوف اس مثالی فوٹو میں لفظ"ایسا" کے بنیادی نکتہ کو رفو چکر کر گئے ہیں،اور اُس کو لکھنا گوارا نہیں کیا کیونکہ اگر موصوف اُس کو لکھتے تو ہر عام آدمی بھی تھانوی کی گستاخانہ عبارت کو سمجھ جاتا۔خیر موصوف کی ہی مثال کو لیتے ہیں اور اس میں لفظ" ایسا" کے بنیادی نکتہ کو ڈالتے ہیں،پھر پڑھنے والوں سے پُوچھتے ہیں کہ اس میں توہین کا پہلو ہے یا نہیں؟ اسی مثال میں بادشاہ کے لنگر اور محتاجوں،غریبوں،مسکینوں کے کھانا کھلانے کے متعلق کوئی شخص یُوں کہے کہ ایسا تو ہر چوہڑا،چمار،بھنگی،موچی،کتا،خنزیر،بندر،ریچھ کرتا ہے تو سب

[1] دفاع،ج1ص619،مکتبہ ختم نبوۃ،پشاور۔

اس کو بادشاہ کی توہین ہی سمجھیں گے کہ اس نے بادشاہ کی سخاوت وفیاضی کو چوہڑے چمار، بھنگی، کتے، بندر، خنزیر کے برابر کر دیا۔

یہی بنیادی نکتہ ہے جس کو دیوبندی موصوف ہضم کر گیا ہے۔ بہر حال موصوف کی ہی مثال سے موصوف کی شکست واضح ہے کیونکہ موصوف نے اس مثال کو تھانوی کی صفائی میں پیش کیا تھا، اگر وہ صحیح طریقے سے مثال پیش کرتا تو ہمیں لکھنے کی کچھ ضرورت نہ تھی، عوام بھی سمجھ جاتے کہ موصوف کی مثال سے تھانوی کی برأت ثابت نہیں ہو رہی بلکہ تھانوی مجرم ثابت ہو رہا ہے۔

خلاصہ کلام: موصوف نے جو مثال پیش کی اُس میں وہ بنیادی نکتہ یعنی لفظ "ایسا" کو ہضم کر گئے، ہم نے لفظ "ایسا" درج کر کے موصوف کی مثال سے ہی تھانوی کا مجرم ہونا ثابت کر دیا۔

لفظ "ایسا" کی تحقیق

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"رضاخانی مذہب کے مناظر اکثر مناظروں یا کتابوں میں اس بات کا بھی واویلا کرتے ہیں کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب۔۔کی عبارت میں ''ایسا'' کا لفظ تشبیہ کیلئے ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو چوپائیوں سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے اس لئے کہ لفظ ''ایسا'' اگر ''جیسا'' کے ساتھ ہو تب تو تشبیہ کیلئے آتا ہے مگر یہی ''ایسا'' جب بغیر ''جیسا'' کے ہو تو تشبیہ کیلئے آنا ضروری نہیں جیسے ہم کہتے ہیں کہ ''خدا ایسا قادر ہے'' تو کیا یہاں خدا کی قدرت کو کسی سے تشبیہ دی جارہی ہے۔۔؟؟"۔[1]

الجواب: "حفظ الایمان" کی یہ عبارت دیوبندیوں کی ہے، پہلے وہ لفظ "ایسا" کی

---

[1] دفاع، ج1 ص619۔620، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

حیثیت کا تعین کریں، اور وہ بھی دلیل کیساتھ۔

وہ یہ تو لکھ دیتے ہیں کہ "ایسا" ہر جگہ تشبیہ کیلئے نہیں آتا۔

مگر وہ اس بات کا تعین کرنے میں اتفاق نہیں کرتے، ان کے نزدیک یہاں لفظ "ایسا" کس معنی میں ہے، حالانکہ وہ دفاع میں کتاب لکھ رہے ہیں مگر اس کا تعین نہیں کر رہے۔ جن دیوبندی مناظرین نے تعین کی کوشش کی ہے ان کی تاویلات پر بھی تھانوی جی کا کفر ہی ثابت و برقرار رہتا ہے۔

موصوف لکھ رہے ہیں کہ:

لفظ ''ایسا'' اگر ''جیسا'' کے ساتھ ہو تب تو تشبیہ کیلئے آتا ہے مگر یہی ''ایسا'' جب بغیر ''جیسا'' کے ہو تو تشبیہ کیلئے آنا ضروری نہیں"۔ [1]

مگر تھانوی کی عبارت کے سیاقِ کلام سے اور لفظ کے استعمال سے تشبیہ و مماثلت و برابری ثابت ہو رہی ہے۔

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"جیسے ہم کہتے ہیں کہ ''خدا ایسا قادر ہے'' تو کیا یہاں خدا کی قدرت کو کسی سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔۔؟؟ ہرگز نہیں"۔ [2]

موصوف نے جو مثال دی ہے ان کا فرض ہے کہ "خُدا ایسا قادر ہے" میں لفظ "ایسا" کی حیثیت متعین کریں، اور پھر ثابت کریں کہ تھانوی کی عبارت میں اس معنی میں استعمال ہوا ہے اور اس معنی کا غیر کفریہ ہونا بھی ثابت کریں، جب تک وہ حیثیت کو متعین نہیں کرتے تو پھر اس جملے سے استدلال فضول ہے۔

---

[1] دفاع، ج 1 ص 619، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج 1 ص 619-620، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

موصوف کے نزدیک "ایسا" بمعنی اس قدر

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ: "لغت سے اس کی دلیل مطلوب ہوتو ملاحظہ ہو:

ایسا: اس قدر، اتنا (فقرہ) ایسا مارا کہ ادھ منوا کردیا

(نوراللغات ج ا ص ٤٢٥ از مولوی نورالحسن مرحوم)

ایسا: اس قدر، اتنا (فقرہ) ایسا کھانا کھایا کہ بدہضمی ہوگئی۔

(فرہنگ آصفیہ، ج ا ص ۳۲۳)

اس قسم کا، اس شکل کا، (فقرہ) ایسا قلمدان ہر ایک سے بننا دشوار ہے۔ آتش:

محبوب نہیں باغ جہاں میں کوئی ایسا
بو رکھتا ہے گل ایسی نہ لذت نہ ثمر ایسی

اس قدر: برق

اس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف وصاف
زنار پر گمان ہے موج شراب کا

(امیراللغات ج ۲، ص ۲۰۳، از امیر بنائی [مینائی] مرحوم)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ لفظ ایسا ہر حال میں ہرگز تشبیہ کیلئے نہیں آتا بلکہ اتنا کے معنی اس قدر کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ جیسا کہ اردو فقروں اور اشعار میں اس کا استعمال ہوا ہے تو اب حفظ الایمان کی عبارت کا مفہوم بھی یہی ہوگا کہ اتنا علم غیب یعنی مطلق بعض علم غیب کہ جسے تم عالم الغیب کے اطلاق کیلئے جائز سمجھتے ہو غیر انبیاء بلکہ غیر انسانوں کو بھی حاصل ہے"۔ [1]

الجواب: اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ موصوف کے نزدیک تھانوی کی عبارت میں لفظ

---

[1] دفاع، ج 1 ص 620، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

"ایسا": اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہے۔
جبکہ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں کہ:
"حضرت مولانا عبارت میں لفظ "ایسا" فرمارہے ہیں لفظ "اتنا" تو نہیں فرمارہے ہیں۔ لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا"۔ [1]
دیوبندی موصوف تھانوی کی عبارت میں "ایسا" کو اتنا کے معنی میں قرار دے رہے ہیں۔ جو دیوبندیوں کے شیخ الاسلام ٹانڈوی کے نزدیک یہ "اتنا" کے معنی میں نہیں، اگر "اتنا" کے معنی میں ہو تو توہین ہوتی ہے، یعنی جو نظریہ دیوبندی موصوف کا ہے وہ ٹانڈوی کے نزدیک گستاخی ہے۔ اور جو ٹانڈوی کا نظریہ ہے وہ دیوبندی موصوف کے نزدیک گستاخی ہے۔
اس لئے اس گستاخانہ عبارت کی تاویلات کرنے والے لفظ "ایسا" کو تشبیہ کے معنی میں متعین قرار دیں یا "اِتنا" کے معنی میں اس کے بعد وہ اس کا مشبہ مطلق بعض غیب کو قرار دیتے ہیں، حالانکہ سابق میں یہ مشبہ منقول ہی نہیں، وہاں تو "آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر غیب کا حکم کیا جانا" [2] لکھا ہوا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ "ایسا" تشبیہ کے لئے یا اتنا کے معنی میں ہو دونوں صورتوں میں تھانوی جی کی اس عبارت میں حضور اکرم ﷺ کا علم غیب ہی مُراد ہے کیونکہ تھانوی جی نے خُود بھی "ایسا" کے بعد "علمِ غیب" واضح انداز میں لکھا ہے، مگر تاویل کرنے والے "ایسا" کی تاویلات کرنے کے بعد بھی مطلق بعض غیب کا پیوند اپنی طرف سے جوڑتے ہیں جبکہ تھانوی جی ایسا کے بعد "علمِ غیب" واضح انداز میں کہہ رہے ہیں اور اس سے مُراد وہی علم غیب مُراد ہے جو عبارت کے شروع میں بایں الفاظ کہا ہے کہ:

[1] الشہاب الثاقب، ص 102، میر محمد کتب خانہ کراچی۔
[2] حفظ الایمان، ص 7، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور۔

" آپ [ﷺ] کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا"۔ [۱] لہٰذا ثابت ہوا کہ ان تاویلات کے بعد بھی تھانوی جی کا کُفر ختم نہیں ہورہا بلکہ ہر دو تاویلات پر تھانوی جی کے کُفر پر اتفاق ہورہا ہے۔

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" اور بالفرض اگر عبارت میں ایسا کو تشبیہ کیلئے مان بھی لیا جائے تب بھی اس سے کوئی گستاخی لازم نہیں آتی اس لئے کہ ایسا اس صورت میں ہوتا کہ جب حضور ﷺ کے علم کو تشبیہ دی جا رہی ہوتی"۔ [۲]

یعنی دیوبندی موصوف کے نزدیک علم کے ساتھ تشبیہ گستاخی ہے۔

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" جہاں پر تشبیہ دی گئی ہے وہاں تشبیہ سے فقط ایک صفت میں مشبہ اور مشبہ بہ کا اشتراک مقصود ہے دوسری چیزوں میں شراکت مقصود نہیں۔ پس اس جگہ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ مقدار علم مغیبات میں تشبیہ مقصود ہو، کیونکہ خود ہی فرماتے ہیں کہ جملہ علوم لازمہ نبوت بتمامہا آپ کو حاصل تھے اور یہ چیزیں زید عمرو بکر وغیرہ میں کہاں۔ ادھر لفظ اتنا نہیں کہا بلکہ تشبیہ فقط بعضیت میں دے رہے ہیں اس لئے کل مغیبات سے اگر یہ فرد بھی کم ہوگا تو وہ بھی بعض ہی ہوگا"۔ [۳]

ٹانڈوی صاحب تو تسلیم کر رہے ہیں کہ تشبیہ موجود ہے، باقی یہ فیصلہ کرنا ہے کہ بعضیت میں تشبیہ ہے یا حضور اکرم ﷺ کے علم غیب کو زید وعمرو ،صبی و بہائم اور مجنون کے مماثل ومساوی قرار دیا گیا ہے (نعوذ باللہ) وہ تھانوی جی کی عبارت کو دیکھ کر فیصلہ ہو جاتا ہے

---

[۱] حفظ الایمان، ص 7، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس، لاہور۔

[۲] دفاع، ج 1 ص 620، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[۳] الشہاب الثاقب، ص 104، میر محمد کتب خانہ کراچی۔

کیونکہ تھانوی جی نے لفظ "ایسا" کے بعد "علم غیب" لکھا ہے، لہٰذا تھانوی جی کا کفر ثابت اور ٹانڈوی جی کی وکالت ناکام ثابت۔

پس ٹانڈوی کا نظریہ دیوبندی موصوف کے نزدیک گستاخی ہے، لہٰذا تھانوی کی عبارت گستاخانہ ثابت ہوئی، اور دیوبندی موصوف کا نظریہ ٹانڈوی صاحب کے نزدیک گستاخی ہے، لہٰذا تھانوی کی عبارت گستاخانہ ثابت۔

پھر موصوف جسے گستاخی قرار دے رہے ہیں موصوف کی جماعت کے عبدالشکور لکھنوی صاحب اُسے بھی گستاخی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

" جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم نہیں مانتے اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں، لہٰذا علم غیب کی کسی شق کو رذیل چیز میں بیان کرنا ہرگز توہین نہیں ہو سکتی"۔ [1]

لیجئے لکھنوی صاحب نے تو قصہ ہی تمام کر دیا کہ ہم علم غیب مانتے ہی نہیں تو پھر رذیل اشیاء کے ساتھ تشبیہ میں کون سی گستاخی ہے جبکہ موصوف کہہ رہے ہیں کہ:

" ایسا اس صورت میں ہوتا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو تشبیہ دی جا رہی ہوتی"۔ [2]

یعنی جو لکھنوی کا نظریہ ہے وہ موصوف کے نزدیک توہین و گستاخی ہے، لہٰذا تھانوی گستاخ ثابت ہوا۔

"شرح مواقف" سے اِستدلال کی کوشش

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

قارئین کرام بریلوی حضرات پر ہر طرح سے اتمام حجت کیلئے ہم یہاں علامہ جرجانیؒ کی

---

[1] نصرت آسمانی بر فرقہ رضاخانی، ص 27، عمدۃ المطابع لکھنؤ۔

[2] دفاع، ج 1 ص 620، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

کتاب کا ذکر کرتے ہیں جس میں وہی بات کہی گئی جو کہ حکیم الامت صاحبؒ نے فرمائی اور فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں:

امام اہل سنت شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب میں فرماتے ہیں کہ:

قلنا ما ذکرتم مردود بوجوہ اذ الاطلاع علی جمیع المغیبات لا یجب للنبی اتفاقا منا ومنکم ولھذا قال سید الانبیاء ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء والبعض ای الاطلاع علی البعض لا یختص بہ ای النبی۔

{شرح مواقف، موقف سادس مرصد اول، مقصد اول ج۳ ص۱۷۵)

اور جو کچھ تم نے کہا چند وجوہ سے مردود ہے اس لئے کہ تمہاری مراد اس اطلاع علی المغیبات سے کیا ہے کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہئے یا بعض پر کل مغیبات پر مطلع ہونا تو کسی کے نزدیک بھی ضروری نہیں نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک اور اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولو کنت۔۔۔۔۔الخ اور بعض مغیبات پر مطلع ہوجانا نبی کے ساتھ خاص نہیں (یعنی یہ غیر نبی میں بھی پائی جاتی ہے)

قارئین کرام! یہ عبارت علامہ جرجانیؒ نے فلاسفہ کے عقیدے کے رد میں لکھی غور فرمائیں فلاسفہ کی جگہ اگر زید کو رکھیں اور سید جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ حکیم الامتؒ کو رکھیں اور پھر اس کی روشنی میں ہمیں بتلائیں کہ حفظ الایمان اور اس عبارت کے مفہوم میں کیا فرق ہے"۔[1]

الجواب: موصوف اور اس کے اکابرین نے اس عبارت کو سمجھنے میں جہالت کا مظاہرہ کیا ہے۔ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"اسی سے متصل تھا:

---

[1] دفاع، ج1 ص620۔621، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

"اما الفلاسفة فقالوا: النبی من اجتمع فیه خواص ثلاث"۔ [1]

جس سے روشن تھا کہ یہاں فلاسفہ علوم غیب سے حضراتِ انبیائے کرام علیہم افضل الصلاۃ والسلام کی مدح نہیں کر رہے ہیں، بلکہ نبی کی تعریف فلسفی جامع مانع بتانا چاہتے ہیں جس سے ثابت کہ جس میں یہ تین باتیں پائی جائیں وہی نبی ہے کسے باشد۔

کیوں تھانوی صاحب! مسماۃ یہ دُوسرا جملہ بھی کیسا ہضم کرگئی کہ فرقِ مبحث نہ کھلنے پائے

(3) اِسی کے متصل اِن تینوں باتوں سے، جن کا اجتماع فلاسفہ کے نزدیک نبی ہوجانے کو بس ہے، پہلی بات کے بیان میں خُود متنِ مواقف میں تھا۔

"احدھما ان یکون لہ اطلاع علی المغیبات" [2]

جس میں لفظ "اطلاع" نکرہ تھا کہ قلیل وکثیر سب کو شامل، جسے ایک ایک بات بھی گذشتہ وآئندہ وموجود کی معلوم ہوجائے، اس پر صادِق ہے۔

"لہ اطلاع علی المغیبات الکائنۃ والماضیۃ والآتیۃ" [3]

کیوں تھانوی صاحب! مقامِ تعریف ہے اور تعریف منافی ابہام، اور مطلق اِطلاع واطلاع مطلق کے اندر اوساط غیر متناہی، جن میں خاص مقدار کی تعیین پر نہ عبارت دال نہ اصلاً کوئی دلیل۔ کیا فلاسفہ یا ان کی طرف سے آپ برہان دے سکتے ہیں کہ دس، یا سو، یا ہزار، یا لاکھ کتنی تعداد کے غیب جاننا نبی کو لازم، اور اس کے غیر کو محال، اور جب تعیین ناممکن اور یہ فرض غلط ہوتی بھی تو ہرگز الفاظ تعریف میں اس سے تعرض نہیں، یا تو محمل ممکن نہ رہا مگر طرف ادنی کہ مطلقاً بعض غیب پر اطلاع اگرچہ ایک ہی پر ہو۔ یا طرف اعلی کہ جمیع غیوب کا احاطہ تامہ جس سے کچھ باہر نہ رہے۔ اور ثانی خود فلاسفہ کے نزدیک نبی کے لیے ضرور نہیں، تو قطعاً

---

[1] (کتاب المواقف، المقصد الاول، المرصد الاول فی النبوات، 3_332)

[2] (کتاب المواقف، المقصد الاول فی النبوات، 3_329)

[3] (کتاب المواقف، المرصد الاول فی النبوات، 3_333)

اول متعین رہا، اور قول فلسفی کا حاصل یہ ٹھہرا کہ ایک غیب پر بھی اطلاع ہو جانا خاصہ نبی ہے کہ جس میں یہ بات پائی جائے وہ ضرور نبی ہے۔

تھانوی صاحب! مسماۃ یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی جس سے فلاسفہ پر اعتراض علماء منشا ملتا

(4) اسی کے متصل خود فلاسفہ حمقا سے اسی امر اول کے بیان میں منقول تھا

وکیف یستنکر ذلك الاطلاع فی حق النبی وقد یوجد ذلك فیمن قلت شواغله لریاضة أو مرض أو نوم فإن هؤلاء قد یطلعون علی مغیبات ویخبرون عنها کما یشهد به التسامع والتجارب بحیث لا یبقی فیه شبهة للمنصفین "[1]

جس سے ظاہر تھا کہ ان احمقوں نے اطلاع علی الغیب کو انبیا سے خاص مان کر خود ہی یہ بھی کہہ دیا کہ غیرِ انبیار یاضت والے اور بیمار اور سوتے آدمی بھی غیبوں پر مطلع ہو جاتے اور غیب بتاتے ہیں جس پر تجربے ایسے گواہ ہیں کہ انصاف والوں کو اس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔

تھانوی صاحب! مسماۃ یہ چوتھا بھی ہضم کر گئی جو خاص منع الزام فلاسفہ واعتراض علما تھا، تھانوی صاحب اس حرافہ کے یہ قطع بریدوں کے طور مار دیکھتے جایئے۔

(5) اسی کے متصل وہ عبارت تھی کہ:

"قلنا ماذکرتم مردود".

جو اس مردودہ نے نقل کی، اور اس میں بھی ای بالنبی" تک۔

مگر یہ جملہ " کما أقررتم به حیث جوزتموه للمرتاضین والمرضی والنائمین فلا یتمیز به النبی عن غیره "[2]

[1] (کتاب المواقف،، المرصد الاول فی النبوات، 3۔333)

[2] (کتاب المواقف، المرصد الاول فی النبوات، 3۔333)

ہضم کرگئی، جس سے واضح تھا کہ نبی وغیر نبی میں امتیاز نہ رہنا فلاسفہ کے اس قول خبیث کی خباثت ہے جو الزاماً ان پر وارد کی گئی ہے، نہ کہ معاذ اللہ "خفض الایمان" والے کی طرح علما خُود نبی وغیر نبی میں فرق کے منکر ہوئے ہیں"۔[1]

اس عبارت کا آسان مقصد یہ ہے کہ فلاسفہ نے نبی کی تعریف میں کہا کہ جس میں تین خواص جمع ہوں یعنی انہوں نے اس طرح نبی کی تعریف کی۔ اُن کی تعریف پر نقض وارد کرتے ہوئے علامہ جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ جمیع مغیبات پر اطلاع کو تم مانتے نہیں، اور بعض مغیبات پر اطلاع کو نبی کے ساتھ مختص نہیں سمجھتے۔

پس اس لحاظ سے تمہاری تعریف دُرست نہیں، مگر جاہلوں نے جہالت کی وجہ سے اس عبارت کو اپنا مؤید سمجھ لیا، اگر یہ عبارت دیوبندیوں کی مؤید تھی تو تھانوی نے عبارت کو بدلا کیوں؟ بہر حال اس عبارت سے استدلال دُرست نہیں بلکہ دیوبندیوں کی جہالت ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

قارئین دنیا جہاں کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ اپنی کسی بات کی وضاحت خود کہنے والے شخص سے بہتر کوئی نہیں کرسکتا غالب کے اشعار جس طرح مرزا غالب کو سمجھ آئے کوئی دوسرا اس طرح نہیں سمجھ سکتا اسی اصول کے تحت آئیں ہم مولانا اشرف علی تھانوی۔۔۔ سے پوچھتے ہیں کہ انہوں نے اس عبارت سے کیا مطلب لیا اور جو مضمون احمد رضا خان نے ان کی طرف منسوب کیا اس کے متعلق وہ کیا کہتے ہیں، چنانچہ حضرت حکیم الامت۔۔۔ کے خلیفہ مولانا مرتضی حسن چاندپوری۔۔۔ کو جب اس بہتان کو[کا] علم ہوا تو انہوں نے اس عبارت کے متعلق حضرت والا کو ایک خط بھیجا اور ان سے چند سوال کئے جس کا جواب انہوں نے یہ دیا۔

---

[1] فتاوی مفتی اعظم ہند، ج6 ص304 تا306، شبیر برادرز، لاہور

(۱) میں نے یہ خبیث مضمون (یعنی حسام الحرمین میں جو میری طرف منسوب کیا گیا ہے) کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ لکھنا تو در کنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزار [گزرا]۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا چنانچہ اخیر میں عرض کروں گا۔

(۳) جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتی ہے۔

(۴) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃ یا اشارۃ یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور دو عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ {بسط البنان مع حفظ الایمان، ص ۱۰۶)

اس کے بعد خود حضرت حکیم الامت ؒ نے اس عبارت کی وضاحت کردی جس پر ہم نے ماقبل میں تفصیلی گفتگو کی جس کی تفصیل آپ اس رسالہ بسط البنان میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں جو حفظ الایمان ہی کے ساتھ چھپ رہا ہے۔

قارئین کرام! آخر یہ کون سا اصول ہے کہ ایک شخص خود کہے کہ جو ایسا عقیدہ رکھے وہ نصوص کا انکار کر رہا ہے ایسا عقیدہ خبیث عقیدہ ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا اسلام سے خارج ہے"۔[1]

الجواب: تھانوی صاحب نے جو تاویلات بیان کیں ان کو تم خُود نہیں مانتے۔ چنانچہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

" بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے چنانچہ بعض مطلق علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں حضور

---

[1] دفاع، ج 1 ص 621۔622، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید وعمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک مشابہ ہو جائیں گے حالانکہ آپ کی صفات کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک ومشابہ نہیں ہے اس لئے یہ شق باطل ہوئی"۔ [1]

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"حفظ الایمان کی عبارت میں "ایسا" کا لفظ آیا تھا اور اس سے مطلق بعض غیوب کا علم تھا نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم"۔ [2]

جبکہ تھانوی صاحب اپنے آپ کو بچانے کیلئے "بسط البنان" میں مشابہت کی نفی کر رہے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے چنانچہ بعض مطلق علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید وعمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک مشابہ ہو جائیں گے حالانکہ آپ کی صفات کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک ومشابہ نہیں ہے اس لئے یہ شق باطل ہوئی"۔ [3]

تھانوی صاحب مشابہت کی نفی کا دعویٰ کر رہے ہیں اور ٹانڈوی صاحب اور خود دیوبندی موصوف مشابہت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔

ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"بلکہ تشبیہ فقط بعضیت میں دے رہے ہیں"۔ [4]

---

[1] حفظ الایمان مع بسط البنان، ص 24، دار الکتاب دیوبند۔

[2] دفاع، ج 1 ص 614، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[3] حفظ الایمان مع بسط البنان، ص 24، دار الکتاب دیوبند۔

[4] الشہاب الثاقب، ص 104، میر محمد کتب خانہ کراچی۔

لہٰذا تھانوی صاحب نے جو وضاحت کی اس کو خود دیو بندیوں نے نہیں مانا۔ ہاں ثابت ہوا کہ تھانوی کی عبارت گستاخانہ ہے۔ اور جہاں تک اپنی کسی بات کی وضاحت کی بات ہے تو موصوف کو یاد رکھنا چاہئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں علماء نے زلل اللسانی کے دعوی کو بھی معتبر نہیں سمجھا، چہ جائیکہ وہ اپنے کلام کی وضاحت کرے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"وَعَنْ أَبِي مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي زَيْدٍ لَا يُعْذَرُ بِدَعْوَى زَلَلِ اللِّسَانِ فِي مِثْلِ هذا." [1]

"اور محمد بن ابی زید سے مروی ہے کہ اس بارے میں زُبان کی پھسلن کا دعوی بھی معتبر نہیں ہے، اس معاملے میں اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

تھانوی کی دلیل "اللہ ایسا قادر ہے"

تھانوی نے اپنے دفاع میں دلیل یہ دی کہ: " اللہ تعالی ایسا قادر ہے مثلاً تو کیا خدا تعالی کے قادر ہونے کو دوسرے کے قادر ہونے سے تشبیہ دینا مقصود ہے"۔ [2]

تھانوی صاحب کی یہ دلیل بھی دُرست نہیں، حضرت مولانا حشمت علی خان علیہ الرحمۃ نے اس کا زبردست رَدّ لکھا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

" تھانوی جی بھلا حکیم الامت کہلا کر اردو ادب کے مسائل سے بھی آپ کیا جاہل ہوں گے، ضرور ہے کہ دانستہ سب کچھ دیکھ بھال کر مسلمانوں پر اندھیری ڈالنا چاہتے ہیں.... ہاں تھانوی جی ہم سے سنیے...... ایسا کا لفظ مطلق بیان کے لئے وہاں آتا ہے جہاں مشبہ بہ مذکور نہ ہو، نہ صراحۃً نہ حکماً...... اور جہاں مشبہ و مشبہ بہ دونوں موجود ہوں وہاں قطعاً یقیناً ایسا کا لفظ تشبیہ ہی کے لیے آتا ہے...... اس جملہ میں کہ...... " اللہ تعالی ایسا قادر ہے"..... ضرور

---

[1] الشفا بتعریف حقوق المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 2 ص 509، دار الفیحاء- عمان

و انظر: التوضیح لشرح الجامع الصحیح لابن ملقن، ج 31 ص 549،

[2] حفظ الایمان مع بسط البنان، ص 24، دار الکتاب دیو بند۔

یہ مطلق بیان ہی کے لیے ہے......مگر کیوں......اس لیے کہ مشبہ بہ موجود نہیں اور مشبہ بہ بھی بڑھا کر کوئی وہابی یوں کہہ دے کہ......اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے جیسے حیوانات وبہائم......تو ضرور یہاں لفظِ ایسا تشبیہ کے لیے ہے مطلق بیان کے لیے نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح آپ کی عبارت میں کہ......

"اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے"......مشبہ ومشبہ بہ دونوں موجود ہیں اور یہاں لفظ ایسا یقیناً تشبیہ کے لیے ہے، مطلق بیان کے لیے ہرگز نہیں ہو سکتا"۔[1]

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"اس کے بعد خود حضرت حکیم الامتؒ نے اس عبارت کی وضاحت کر دی جس پر ہم نے ماقبل میں تفصیلی گفتگو کی جس کی تفصیل آپ اس رسالہ بسط البنان میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں جو حفظ الایمان کے ساتھ ہی چھپ رہا ہے"۔[2]

الجواب: تھانوی صاحب نے جو تاویلات کیں اور جن جہالتوں کا اِرتکاب کیا ہے حضرت مولانا حشمت علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو" قہر واجد دیان" میں نیست ونابود کر دیا ہے۔

حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے" وقعات السنان" اور" ادخال السنان" میں تھانوی جی کی خُوب خبر لی ہے اور جملہ تاویلات کو نیست ونابود کر کے رکھ دیا ہے، حضرت مولانا حشمت علی خان صاحب کا رسالہ آسان پیرایہ میں ہے، قارئین کرام کی سہولت وذوق مطالعہ کیلئے اس رسالہ کو ہم یہاں اسی جلد میں شامل کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] قہر واجد دیان بر ہمیشر بسط البنان، ص 23-24، ناشر رضا اکیڈمی، ممبئی۔

[2] دفاع، ج 1 ص 622، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

قہرِ واجد دیان بَر ہمشیر بسط البنان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ: از مرغی محلہ پہلا مالہ مکان نمبر 246 متصل کرافورڈ مارکیٹ نزد چراغ انور اسلامی ہوٹل پوسٹ نمبر 3 شہر بمبئی، مسئولہ جناب مولانا حافظ سیّد محمد نور الحق صاحب قادری برکاتی زید مجدہم۔ 12 شوال المکرم 1346ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی نے 1342ھ میں ایک نئی "حفظ الایمان" چھپوائی ہے جس میں وہ عبارت جس پر علمائے حرمین محترمین نے کفر وارتداد کا فتوی دیا تھا بدل ڈالی ہے۔ نئی اور پرانی دونوں "حفظ الایمان" علمائے کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں، کیا اس ترمیم سے تھانوی کا کفر اُٹھ گیا؟ کیا یہ ترمیم کفر سے رجوع ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حمد اُس وجہِ کریم کو جس نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب بتایا اور یؤمنون بالغیب فرما کر مسلمانوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرمائے ہوئے غیب پر ایمان لانے والا بتا کر سراہا۔ مومن وہی ہے جو مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے فرمائے ہوئے غیب پر ایمان لایا۔ اور کافر وہ ہے جس نے اس میں ذرا شک وانکار کیا۔

فالحمد للہ خالق البرایا والصلاۃ والسلام علی رسولہ قاسم العطایا شافع الخطایا دافع البلایا المطلع علی الغیوب والخبایا وعلی آلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وعلینا وعلی سائر اھل سنتہ آمین.

(تو حمد اللہ کو ہے جو ساری مخلوق کا خالق ہے اور اُس کے رسول پر درود وسلام ہو جو عطائیں بانٹنے، خطائیں بخشوانے اور بلائیں دُور کرنے والے، غیبوں پر مطلع، پوشیدہ اُمور سے آگاہ

ہیں، اور حضور کے آل واصحاب وفرزند وگروہ واولیائے اُمّت وعلمائے ملّت پر، نیز ہم پر اور
تمام اہل سنّت پر بھی۔ الٰہی ایسا ہی کر) [1]

عزیزانِ ملّت، برادرانِ اہل سنّت!

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ عزّوجل، پھر اُس کا حبیب اجمل علیہ وعلٰی الہ الصّلاۃ والسّلام الاکمل، تمام دجّالین
کذّابین کے مکروفریب سے ہمیں اور تمہیں محفوظ رکھے اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالی علیہ والہ
وسلم کی سچّی محبت پر قائم رکھے، آمین۔

وہابیہ بھی عجیب خبیث فرقہ ہے، اللہ ورسول جلّ جلالہٗ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی سخت
سخت توہینیں کیں۔ سڑی سڑی گالیاں بکیں۔

کہیں

خُدائے قدوس جلّ جلالہٗ کی رِدائے عظمت کو کذب کا ناپاک دھبا لگایا، صاف اُس کے
جھوٹے ہونے کا ملعون گیت گایا۔ [2]

کہیں اُس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کے عِلمِ اقدس سے اپنے گروگھنٹال "ابلیس
ملعون" کا علم بڑھایا۔ شیطان کو خدا کی وسعتِ علم میں اُس کا شریک بتایا۔ [3]

کہیں حضورِ اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کو اُردو زبان میں دیوبندی ملّوں کا
شاگرد جتایا [4]

کہیں تمام انبیاء واولیاء صلّی اللہ تعالیٰ علٰی سیّدہم وعلیہم وبارک وسلّم کو خُدا کی شان کے آگے

---

[1] اطلاع: قوسین کے تراجم اضافہ شدہ ہیں۔ ۱۲ نوری دار الافتاء

[2] دیکھو مرتضٰی حسن دربھنگی کی اسکات المعتدی مطبوعہ عمدۃ المطابع لکھنو صفحہ 13۔

[3] دیکھو رشید احمد گنگوہی وخلیل احمد انبہٹی کی براہین قاطعہ صفحہ 51

[4] دیکھو براہین گنگوہی وانبہٹی صفحہ 26

چمار سے زیادہ ذلیل ٹھہرایا۔ [1]

کہیں نماز میں حضورِ اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف خیال لے جانے کو بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدر جہا بدتر بتایا۔ [2]

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ

تھانوی جی نے محرم ۱۳۱۹ھ میں "حفظ الایمان" لکھی، جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو وہ ناپاک گالی دی کہ

..........."اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے"۔

اس کے بعد ۱۳۲۳ھ میں ان پر الٰہی تیغ آبدار، محمدی شمشیر خونخوار "حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین" نازل ہوئی، جس نے تسمہ لگا نہ رکھا، محمد رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمنوں کو خاک وخون میں ملا دیا۔

بیچارے تھانوی جی مدتوں بلکتے سسکتے رہے، اِن کے اذناب آٹھ برس تک اوندھے پڑے رہے، آخر نویں برس سب نے مل ملا کر جُڑ جڑا کر تھانوی جی کو دوسری کروٹ لٹایا، اور ایک پونے دو ورق کی کتاب "بسط البنان" لکھوائی، جس میں اپنا کفر اُٹھانے کے بدلے کھلم کھلا اپنا کُفر قبول دیا۔

رسول اللہ صلّی اللہ وعلیہ وآلہٖ وسلم کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں، جانوروں کے علم غیب سے تشبیہ دینے کو اہلِ علم کی سنّتِ مسترہ لکھ مارا۔

جس پر محمدی فوج کا رسالہ "وقعات السنان" حملہ آور ہوا، اور اس کی دُکھیاری، خُدا کی ماری "بسط البنان" کو روند ڈالا۔ غضبِ الٰہی کے بھالے کو اِس کے حلق تک پہنچا دیا۔

---

[1] دیکھو اسماعیل دہلوی امام الوہابیہ کی تقویت الایمان، صفحہ 14

[2] دیکھو امام الوہابیہ کی صراط مستقیم، صفحہ 86

"وقعات السنان" کے قاہرداروں سے بے چاری "بسط البنان" بھی پورے بارہ برس تک اوندھی پڑی سسکیاں لیتی رہی۔ اذناب واتراب کو اس کی حالتِ زار پر بھی رحم نہ آیا۔ اور کامل بارہ برس کے بعد، پھر چاریاں لگا لگا کر تھانوی جی کو اُبھارا، جس کے علم کو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے بڑھا دیا تھا وہ اُن کی پشت پر شاگردوں کی مدد کے لیے آ گیا، اور ایک نہایت ناپاک عیاری سکھائی جس کے متعلق سائل سلمہٗ نے سوال کیا ہے کہ تھانوی جی نے سنیّوں کو دھوکے دینے کے لیے ۱۳۴۲ھ میں اپنی کتاب "حفظ الایمان" کی عبارت ہی بدل ڈالی جس سے یُوں اندھیری ڈالنے کا موقع ہاتھ آئے کہ دیکھو ہم نے عبارت ہی بدل دی، اُس سے رجوع کرلیا، اب کیوں ہمیں کافر کہا جاتا ہے مگر ؎

ہم نظر بازوں سے تُو چھپ نہ سکا اے ظالم
تُو جہاں جا کے چھپا ہم نے وہیں دیکھ لیا

محض عبارت بدلنے پر تھانوی جی کی حکیم الامتی نچلی نہ بیٹھ سکی کہ اس سے تو اپنی عزّت وآبرو کو بٹا لگے گا، حکیم الامتی کی آبرو گھٹے گی، اِس لیے اپنے اسی کُفر ملعون پر قائم رہنے کے لیے ساتھ ہی کل ڈیڑھ ورق کی ایک ضخیم ومبسوط کتاب بھی ساتھ لگوائی جس میں.........سوا ورق تو واقعہ تمہیدیہ اور سوال میں ہے، اور صرف بارہ سطریں تھانوی جی کے جواب کی ہیں.........اور نام اتنا چھوٹا سا کہ "تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان"۔

ضرورت ہے کہ اس جدیدہ کی نقاب کُشائی کردی جائے کہ مسلمان اپنی مسلمانی اس کے حلقۂ تزدیر میں پھنسنے سے بچائیں۔

فاقول وباللہ التوفیق!

اوّلاً: تھانوی جی "تغییر العنوان" کے آغاز میں ایک خط اپنے محبّین مخلصین کا نقل کرتے ہیں جس کے بعض جملے یہ ہیں:

........."ایسے الفاظ جس میں مماثلت علیت غیبیہ محمدیہ کو علومِ مجانین وبہائم سے تشبیہ دی

گئی ہے جو بادیٔ النظر میں سخت سُوءِ ادبی کا مشعر ہے کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کرلیا جاوے"۔

ہاں تھانوی جی ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

دیکھیے آپ کے اذناب نے کیسا صاف قبول دیا اور آپ ہی نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے لیے اسے شائع کیا کہ "حفظ الایمان" میں یقیناً حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین ہے، مگر اذناب نے آپ کی رعایت سے اسے یُوں ادا کیا

............"بادیٔ النظر میں سخت سُوءِ ادبی کا مشعر ہے"۔

آخر تھے تو آپ کے اذناب۔

کھلم کھلا آپ کو کیسے کافر کہہ بھاگتے، ایمان تو دل میں تھا ہی نہیں، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم وتکریم مدِّنظر نہ تھی، بلکہ مقصود صرف سنّیوں کے جانگزا حملوں سے اپنی جان بچانا ،جس کا اقرار بھی آگے کرلیا۔

مگر اِتنی بات کا اقرار تو ہوا کہ تشبیہ ضرور معلوم ہوتی ہے۔

ثانیاً: آپ کے اذناب آگے بلک کر آپ کی خدمت میں یُوں رونا روتے ہیں:

............"جس میں مخلصین حامیین جنابِ والا کو حق بجانب جواب دہی میں سخت دُشواری ہوتی ہے"۔

الحمدللہ ؎

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار، وار سے پار ہے

وہ دیکھیے تھانوی جی! کیسا کھلا اقرار ہے کہ سنّیوں کے اِعتراضات کا کوئی جواب اذناب کے

پاس نہیں، اور اہلِ سنّت کے مقابلہ میں ہر جگہ بغلیں جھانکنا پڑتی ہیں، عارِ فرار اختیار کرتے ہیں، طرح طرح کی تاویلوں، قسم قسم کی مکّاریوں سے "حفظ الایمان" کے کُفر اُٹھانا، اس کے گہرے گھاؤ میں بتی رکھوانا چاہتے ہیں۔

مگر سخت دُشواری ہوتی ہے اور کوئی بات بنائے نہیں بنتی، مجبوراً پیٹھ دِکھانا پڑتی ہے۔

کہئے تھانوی جی! اِس عبارت کا یہی مطلب ہے یا کچھ اور، مگر ڈھٹائی یہ ہے کہ.........

"حق بجانب جواب دہی میں سخت دُشواری ہوتی ہے"۔

تھانوی جی! ذرا اذناب سے پُوچھئے کہ جب تمہارے دھرم میں "حفظ الایمان" کی عبارت حق ہے، تو اُس کی حمایت میں کیوں دُشواری ہوتی ہے؟۔

.........حق و باطل کے مقابلہ میں ہمیشہ حق کی فتح ہوتی ہے.........اس کے لیے یہ رونا کیوں کہ "عبارت سے رُجوع کرلیا جاوے"۔

کیا اذناب آپ کو حق سے باطل کی طرف بُلا رہے ہیں؟ کیا حق سے بھی رُجوع کی جاتی ہے؟ مگر نہیں یقیناً جانتے ہیں کہ "حفظ الایمان" میں ضرور کُفر اور توہینِ رسالت ہے۔

قطعاً جانتے ہیں کہ "حفظ الایمان" کا کُفر اُٹھانا ممکن نہیں مگر ؎

گھر سے آیا ہے معتبر نائی

پیرِ مُغان میکدہ دیوبندیت تھانوی جی کی عبارت کو کُفر کس طرح کہہ دیں، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ

ثالثاً: اذناب کہتے ہیں:

........."وہ عبارت آسمانی اور الہامی عبارت نہیں جس کی مصدرہ صورت اور ہیئتِ عبارت کا بحالہ یا بالفاظہٖ باقی رکھنا ضروری ہو".........

تھانوی جی! افسوس.........آپ کے ایک مُرید نے لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اشرف علی رسول اللہ بھی پڑھا۔ جاگتے میں ہوش کے ساتھ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا

ونبینا ومولانا اشرفعلی بھی دن بھر چپتا رہا..... ...آپ نے اُس کے اِس فعل کو تسلّی بخش بھی بتایا، اور یُوں جواب لکھا:

............"اِس واقعہ میں تسلّی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ متبع سنّت ہے"[1]............

مگر ابھی رسول بننے والے تھانوی کی نبوت و رسالت اُس کے اذناب واتراب کے دلوں میں جاگزیں نہیں ہوئی، یا مسلمانوں کے ڈر سے اُسے چھپاتے ہیں، ورنہ اِس عبارت کا کیا موقع تھا کہ

............" آسمانی اور الہامی عبارت نہیں" ....

رسول تھانوی کی عبارت اور آسمانی والہامی عبارت نہ ہو۔ اذناب کو صاف یہ کہنا تھا کہ وہ عبارت جو" حفظ الایمان" میں ہے، ضرور الہامی عبارت ہے.........اگرچہ مسلمان اُسے الہام شیطانی کہیں گے کہ

﴿يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾[2]

مگر الہامی اور آسمانی عبارت میں ناسخ منسوخ ہوتا ہے، بہتر ہے کہ رسول تھانوی اپنے ملہم سے عرض کر کے اس عبارتِ شیطانی کو منسوخ کرادیں تا کہ اذناب کے پیچھے مسلمانوں کے اعتراضاتِ قاہرہ سے چھوٹ جائیں۔

رابعاً: اذناب کہتے ہیں:

........" یہ سب جانتے ہیں کہ جنابِ والا (یعنی تھانوی جی) کسی دباؤ سے متاثر ہونے والے نہیں ہیں، اور نہ کسی سے طمع جاہ و مال جناب کو مطلوب ہے" ....

جی ہاں! صحیح ہے تھانوی جی کو خُدا اور رسول جلّ جلالہٗ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا بھی ڈر

---

[1] دیکھو: رسالہ الامداد، تھانہ بھون، صفر ۱۳۳۶ھ، صفحہ 35

[2] [پ8، ع1، [الأنعام:112]

نہیں، عزّتِ الٰہیہ وعظمتِ نبویہ کے دباؤ سے بھی متاثر ہونے والے نہیں، ورنہ ہرگز اللہ عزّوجل کے محب ومحبوب، طالب ومطلوب، خلیفۂ اعظم، مظہرِ اتم حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایسی سڑی گالی نہ سناتے۔

سرکارِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے علمِ اقدس کو بچّوں، پاگلوں، جانوروں کے علم کی طرح نہ بتاتے۔

خامساً: اذناب کہتے ہیں

......" بجز اِس کے کہ عام طور پر جنابِ والا (یعنی تھانوی جی) کی کمال بے نفسی کا اعتراف ہو، اور حکیم الامۃ کی شان سے جو توقع تھی وہ پُوری ہو سکے" ....

دیکھیے کیسی اندر کی کھول کر رکھ دی کہ عبارت صرف اس لیے بدلوانی منظور ہے کہ اہلِ سنّت کی ضرباتِ قاہرہ سے کھوپڑی شریف نجات پائے، اور حکیم الامتی کا بھرم رہ جائے، بھولے نادان مسلمانوں کو دھوکے دینے کا موقع ہاتھ آئے کہ دیکھو تھانوی جی کیسے بے نفس ہیں، لوگوں نے اُن کی عبارت پر اعتراض کیا تو اُنہوں نے وہ عبارت بدل ڈالی، دیکھو یہ ہے حکیم الامتی کی شان، حکیم الامۃ ایسے ہوتے ہیں۔

مگر تھانوی جی کو ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ان عیاریوں مکاریوں سے کام نہیں چلتا، آپ نے اللہ عزّوجل کے پیارے حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالی دی ہے، جب تک آپ سچّی توبہ نہ کریں گے ہرگز کُفر کی پھانسی سے آپ کا گلا نہیں چھوٹ سکتا، بچپن گیا، جوانی آئی، جوانی گذری، بڑھاپا آیا، بڑھاپے کے بعد نہیں ہے مگر موت، بہت دنوں حکیم الامتی کے مزے اُڑا چکے، اب قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہو، پیکِ اَجل کے پیامِ موت کا انتظار کر رہے ہو۔

للہ سچّی توبہ کر کے شائع کراؤ کہ اپنا خاتمہ بھی دُرست ہو، اور آپ کے اذناب میں بھی توفیقِ الٰہی جس کی مساعدت فرمائے وہ بھی توبہ کی توفیق پائے، اور مسلمانوں کو روز کی جنگوں سے

نجات ہو، توبہ کرنا عیب نہیں، کُفر پر اُڑے رہنا سب سے بڑا عیب ہے، کہنا ہمارا فرض ہے آگے آپ جانے آپ کا کام۔

سادساً: آگے تھانوی جی لکھتے ہیں:

............"اور اس مشورہ کے ساتھ ہی یہ سوال بھی تھے کہ (۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلم کے علومِ غیبیہ جزئیہ محمدیہ زید وعمرو وغیرہ کے مماثل ہیں یا نہیں اور (۲) جو شخص اس مماثلت کا قائل ہو اُس کا کیا حکم ہے (۳) اور علومِ غیبیہ جزئیہ محمدیہ کمالاتِ نبوت میں داخل ہیں یا نہیں" ....

یہ وہی اعتراضاتِ قاہرہ ہیں جو برسوں سے تھانوی جی پر سوار ہیں، جن سے تھانوی جی کا کُفر وارتداد آفتاب سے زائد روشن ہے، لہٰذا تھانوی جی انہیں لاجواب دیکھ کر یوں ڈر گئے کہ:

............"چوں کہ یہ مشورہ اور سوال سب مبنی تھا دلالت علی المماثلت پر، اور وہ خود منتفی ہے اس لیے اس خط کے جواب میں مشورہ نیک پر شکر گزاری کے ساتھ اِس دلالت کی تقریر دریافت کی گئی کہ اس کے بعد جواب کا استحقاق ہو سکتا ہے" ....

ہاں تھانوی جی! تھا تو وہ آپ کے اذناب ہی میں سے۔ نہ ہوا کوئی سُنّی مسلمان جو فوراً آپ کے منہ میں پتھر دے دیتا کہ بارہ برس ہو چکے "وقعات السنان" آپ پر نازل ہو چکا ہے، آپ کو رجسٹری شُدہ جا چکا ہے، جس میں آپ کا کُفر آپ کو اچھی طرح کھول کر دکھایا جا چکا ہے، سب کو بھلا کر پھر دلالت کی تقریر پوچھنے بیٹھے ہیں، ایسی کھلی گالی کو بھی پوچھ رہے ہیں کہ اس میں توہین کس طرح ہوئی، یہ بھولاپَن ہے یا اَشد عیاری۔

سابعاً: تھانوی جی نے حیدر آبادی اذناب کو تو یوں خشک ٹال دیا مگر پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے کہ اب حکیم الامتی کی خیر نہیں۔ طائفہ دیوبندیہ وہابیہ کی امامت کی پگڑی جو گنگوہی جی سے ورثہ میں پائی ہے، سرِ بازار اُچھلتی نظر آئے گی۔

اذناب کو بھی "حفظ الایمان" میں کُفر کا احساس ہونے لگا ہے، اور مسلمانوں نے ہر جگہ ان

کے ناک میں دَم کر دیا ہے، ایسا نہ ہو کہ یہ سب پریشان ہو کر دامِ تزویر سے نکل جائیں، اور اپنے حلوے مانڈے میں خلل آئے، مجبوراً ایک خانگی سوال گڑھا، جس کا اقرار خُود کیا جاتا ہے:

............" اس خط کو دیکھ کر چونکہ مشورہ نیک تھا، گو بنا ضعیف تھی، یہاں بعض دینی خیر خواہوں اور اسلامی مصلحت اندیشوں نے سوال کو بدل کر پیش کیا، چوں کہ اس میں جو بِنا بیان کی گئی تھی، واقعی تھی اس لیے جواب میں اس مشورہ کو قبول کر لیا گیا" ....

ثامناً: اب وہ تھانوی خانگی سوال ملاحظہ ہو:

............" حفظ الایمان" کے سوال سوم کے جواب میں ایک شق میں یہ عبارت ہے:

............" آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ اَمر ہے کہ اس غیب سے مُراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علومِ غیبیہ مُراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علمِ غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے، کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دُوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے الخ۔

............" اس عبارت پر بعض حضرات شبہ کرتے ہیں کہ اس میں نعوذ باللہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو مماثل اور مشابہ ٹھہرا دیا علومِ مجانین و بہائم کے۔ اور یہ استخفاف ہے اور استخفاف کُفر ہے، اور اس شبہ کا جو جواب رسالہ" بسط البنان" میں لکھا گیا ہے وہ بالکل کافی ووافی، جامع مانع اور اساسِ شبہہ کا بالکلیہ قالع ہے" ....

جی ہاں تھانوی جی! جو کچھ ریز آپ نے" بسط البنان" میں کی تھی اُس کا قاہر رَد حضرت فاضل ابن الفاضل ابن الفاضل گل گلزارِ سُنّیت، برق قہر الٰہی بر خرمنِ وہابیت و دیوبندیت، شاہزادۂ اصغر حضور پُرنُور، امام اہل سنّت، مُرشدِ برحق سیّدنا اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا مولوی محمد مصطفٰے رضا خاں صاحب قبلہ مدظلّہم العالی نے جبھی رسالہ مبارکہ

" وقعات السنان" ورسالہ مبارکہ" ادخال السنان" میں تحریر فرما دیا تھا اور اس بیچاری دُکھیاری" بسط البنان" کی ننھی سی جان پر دوسو بانوے (۲۹۲) قاہر ضربیں نازل فرمائیں، جن کے صدمے سے اب تک وہ بیچاری اوندھی پڑی ملکِ عدم کے خواب دیکھ رہی ہے، اُن تمام مطالباتِ قاہرہ کا یکسر ہضم کر جانا اور پھر ویسی ہی آنکھیں دِکھا کر" بسط البنان" کا نام لینا کیسی حیاداری ہے۔

تاسعاً: ہر شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل کا جلوہ، سینہ میں دِل اور دِل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کی محبت وتعظیم کا ادنیٰ پرَتو ہے، صاف دیکھ رہا ہے کہ ...." تھانوی نے اس عبارت" حفظ الایمان" میں علمِ غیب کی دو قسمیں کیں، ایک کل علمِ غیب جس سے کوئی فرد بھی خارج نہ رہے، اور دُوسری بعض علمِ غیب، اگر چہ وہ کتنا ہی تھوڑا ہو........کل علمِ غیب کا تو کھلم کھلا اِنکار کر دیا.........اب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کے لیے نہ رہا مگر بعض علمِ غیب........اُسی کو منہ بھر کر کہہ دیا کہ........" اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے"۔

تو کیسا صاف صاف کہہ دیا کہ........جیسا علمِ غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچہ، ہر پاگل بلکہ تمام جانوروں، چار پایوں کے لیے بھی حاصل ہے.........

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اِس ملعون عبارت میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کے علمِ اقدس کو کیسی ناپاک گالی دی گئی ہے.........پھر بھی مسلمانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مُکرنا اور" بسط البنان" پر حوالہ کر کے اِنکار کرنا کیسی بے ایمانی ہے۔

عاشراً: تھانوی خانگی سوال میں ہے

........" معترضین کے شبہ کا منشا دو اُمر کا مجموعہ ہے، ایک، یہ کہ عبارت" ایسا علم" میں" ایسا" کو تشبیہ کے لیے سمجھ گئے اور علم سے مُراد علمِ نبوی سمجھ گئے، حالانکہ یہ منشا ہی غلط ہے"۔

تھانوی جی! اِس کا مفصل، قاہر، دندان شکن رَدّ تو رسالہ مبارکہ "وقعات السنان" میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں، اُس کا سوال ہفد ہم (۱۷) اگر آپ بھول گئے ہیں تو اُسی کو الفاظ بدل کر پیش کرتا ہوں، سنیے!

..........آپ نے اپنی رسلیا "حفظ الایمان" میں..........علم غیب کی دو قسمیں، علمِ کل وعلمِ بعض، کر کے علمِ کل غیب کا بُطلان دلیلِ عقلی ونقلی سے ثابت مانا یا نہیں؟..........

فرمایئے، مانا اور صراحۃً مانا..........تو آپ کے نزدیک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا علمِ غیب صاف صاف قسمِ دُوم کا ہوا یا نہیں؟..........کیسے ہوا اور ضرور ہوا..........اب اسی قسم یعنی بعض علوم ِغیبیہ پر کہتے ہیں کہ

.........."اِس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید وعمرو بلکہ ہر بچہ ہر پاگل بلکہ تمام جانوروں چارپایوں کے لیے بھی حاصل ہے"۔

تو صاف صریح، بے پھیر پھار، بے گنجائشِ اِنکار آپ نے کہا یا نہیں کہ..........مغیبات کا جیسا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لیے ثابت ہے ایسا تو ہر پاگل، ہر چوپائے کے لیے حاصل ہے..........اس میں آپ نے صراحۃً حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو گالی دی یا نہیں؟..........بولیے دی اور ضرور دی..........باوجود اِس واضح تر ایضاح کر دینے کے آپ کو اور آپ کے اذناب کو ٹھیک دوپہر میں آفتاب نہیں سوجھتا، اور یہی گیت گا رہے ہیں کہ.........."یہ منشا ہی غلط ہے"..........کیسی ڈھٹائی ہے۔

حادی عشر: (۱) تھانوی خانگی سوال میں ہے

.........."لفظ ایسا بقرینۂ مقام مطلق بیان کے لیے بھی آتا ہے جیسا بلغائے اہلِ لسان اپنے محاوراتِ فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے، ظاہر ہے کہ یہاں کوئی تشبیہ دینا مقصود نہیں"..........

تھانوی جی! یہ بھی کوئی نئی نہیں، بلکہ وہی پُرانی پیش کی ہے جس کے پرخچے "وقعات السنان"

نے اُڑا دیئے، مگر مشکل یہ ہے کہ آپ اور آپ کے اذناب سب کچھ دیکھ کر آنکھیں میچ لیتے ہیں۔

.........اچھا سنیے.........آپ کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم، واقع میں محیطِ کل ہے یا محیطِ بعض.........اوّل کو تو آپ ہی "حفظ الایمان" میں باطل بتا آئے ہیں۔

اور.........بعض علومِ غیبیہ کی بنا پر بچوں، پاگلوں، جانوروں کو بھڑاتے ہیں.........تو ضرور آپ حضور مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم ایسا ہی مانتے ہیں، جیسا کہہ رہے ہیں کہ........."ایسا تو ہر پاگل جانور کو حاصل ہے".........پھر کدھر بھاگتے ہیں کہ.........لفظِ ایسا تشبیہ کے لیے نہیں بلکہ بیان کے لیے ہے۔

(۲) تھانوی جی بھلا حکیم الامت کہلا کر اُردو ادب کے مسائل سے بھی آپ کیا جاہل ہوں گے، ضرور ہے کہ دانستہ سب کچھ دیکھ بھال کر مسلمانوں پر اندھیری ڈالنا چاہتے ہیں.........ہاں تھانوی جی ہم سے سنیے.........ایسا کا لفظ مطلق بیان کے لئے وہاں آتا ہے جہاں مشبہ بہ مذکور نہ ہو، نہ صراحۃً نہ حکماً.........اور جہاں مشبہ ومشبہ بہ دونوں موجود ہوں، وہاں قطعاً یقیناً ایسا کا لفظ تشبیہ ہی کے لیے آتا ہے.........اس جملہ میں کہ........."اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے".........ضرور یہ مطلق بیان ہی کے لیے ہے.........مگر کیوں؟.........اس لیے کہ مشبہ بہ موجود نہیں.........اور اگر مشبہ بہ بھی بڑھا کر کوئی وہابی یُوں کہہ دے کہ.........اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے جیسے حیوانات وبہائم.........تو ضرور یہاں لفظ ایسا تشبیہ کے لیے ہے، مطلق بیان کے لیے نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح آپ کی عبارت میں کہ........."اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے".........،

مشبہ ومشبہ بہ دونوں موجود ہیں اور یہاں لفظ ایسا یقیناً تشبیہ کے لیے ہے، مطلق بیان کے

لیے ہرگز نہیں ہوسکتا"۔

(۳) بلکہ اگر لفظ ایسا بیان کے لیے لیا جائے تو تھانوی جی کا اخبث کفر اَشد اِرتداد اور زیادہ واضح ہے۔ جس وقت لفظِ ایسا تشبیہ کے لیے نہیں بلکہ بیان کے لیے ہوتا ہے تو اس قدر اور اتنا کے معنیٰ میں آتا ہے، چنانچہ خُود تھانوی جی نے "حفظ الایمان" کی مرہم پٹی کرنے کے لیے جو تحریر در بھنگی جی کے نام سے بنام "توضیح البیان فی حفظ الایمان" تشہیر کروائی اُس میں بھی اِس کا اقرار موجود ہے، فرماتے ہیں:

"عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ" ایسا" بمعنیٰ" اس قدر و اتنا" ہے، پھر تشبیہ کیسی، تو حاصل یہ ہوا کہ جس قدر اور جتنے علم کو علّت، اطلاقِ عالم الغیب کی فرض کی تھی وہ زید وعمرو و بکر میں محقق ہے"۔

دیکھیے کیسا صاف کہہ دیا کہ تھانوی عبارت میں لفظ ایسا کے معنیٰ اس قدر اور اتنا ہے، تو اب تھانوی عبارت کا مطلب خُود انہیں کے اقرار سے یہ ہوا کہ

"اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے اس قدر اور اتنا علم غیب تو زید وعمرو بکر بلکہ ہر بچہ، ہر پاگل بلکہ تمام جانوروں چوپایوں کے لیے بھی حاصل ہے"۔

کیوں تھانوی صاحب! اور کیا کُفر کے سَر پر سینگ ہوتے ہیں، جس قدر آپ کُفر سے بھاگتے ہیں اُسی قدر وہ آپ کے پیچھے لگتا ہے، کوئی پہلو بدلو، کوئی کروٹ لو، کسی گلی میں چھپو، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو گالی دے چکے وہ رنگ لائے بغیر نہیں رہتی، گویا کُفر بھی وہابیت دیوبندیت کا اُٹھتا جوبن ہے کہ بیچاری لاکھ تاویل کی انگیا دبائے، تبدیل وتغییر کے دوپٹے سے اُسے چھپائے مگر وہ کسی طرح نہیں چھپتا۔

(۴) تھانوی کے اذناب میں در بھنگی کی طرح ایک اور صاحب اجودھیا باشی بھی ہیں جن کی حیا وتہذیب حد سے گزر چکی ہے، انہوں نے بھی ایک ناپاک کتاب "الشہاب الثاقب" لکھی ہے، جس کے ہر ہر صفحہ میں بیسیوں گالیاں دے کر تمام اہلِ سنّت کا دِل دُکھایا ہے،

عنقریب خُدا اور رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلم نے چاہا تو اُس کا رَدِ بالغ بھی کر دیا جائے گا، اِس وقت اِتنا ہی کرتا ہوں جس سے سارے دیوبندیہ چیخ پڑیں گے کہ اِسی عبارتِ تھانوی کی پیوند کاری میں اُس نے صفحہ ۱۱۱ سے صفحہ ۱۲۶ تک ۱۶ صفحے اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کیے ہیں۔ اسی میں صفحہ ۱۱۷ پر لکھتا ہے:

............" جناب یہ تو ملاحظہ کیجئے کہ حضرت مولانا (تھانوی) عبارت (حفظ الایمان) میں لفظ" ایسا" فرمار ہے ہیں، لفظ" اتنا" تو نہیں فرمار ہے ہیں، اگر لفظ" اتنا" ہوتا تو اُس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا، یہ محض جہالت نہیں تو اور کیا ہے"............

مسلمانو! ذرا انصاف فرمایئے، دربھنگی جی تو کہتے ہیں کہ:

............" عبارتِ تھانوی میں لفظ" ایسا" اتنا کے معنیٰ میں ہے لہٰذا کُفر نہیں"............

اور اجودھیاباشی جی بولتے ہیں کہ

............" چوں کہ لفظ" ایسا" اتنا کے معنیٰ میں نہیں ہے اِس لیے کفر نہیں"............

تو معلوم ہوا کہ جو معنیٰ دربھنگی نے بیان کیے وہ اجودھیاباشی کے نزدیک کُفر ہیں، اور جو معنیٰ اجودھیاباشی نے بیان کیے وہ دربھنگی کے نزدیک کُفر ہیں۔

غرض تھانوی کے کُفر پر دربھنگی و اجودھیاباشی کا اجماع مؤلف ہو گیا............ وللہ الحمد......

تھانوی جی! دیکھو کہ تمہارے کُفر کو اسلام بنانے میں تم اور تمہارے اذناب جس قدر کوششیں کرتے ہیں سب بے کار ثابت ہوتی ہیں............ توبہ کر کے کلمہ پڑھ کر نئے سرے سے مسلمان بنو، توفیق اللہ عزّ وجل کے ہاتھ میں ہے۔

نظرِ انصاف درکار ہے: آپ تو حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں جو گالی دے چکے اسے اور کُفر کو نہ چھپا سکیں............ پھر مسلمان جو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق و محبّت میں سرشار ہیں، اور اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

وسلم کی شان میں گالی دینے والے کو کافر و مُرتد کہتے ہیں، وہ فتوائے کُفر کیونکر چھپالیں ......
......آپ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزّت وعظمت کا لحاظ نہ کریں............ پھر
مسلمان کیونکر آپ کی حکیم الامتی کا لحاظ کریں ؎

ہزاروں خواہشیں دل میں چھپائے کس طرح کوئی
مری جان تم سے اک جوبن کا پردہ ہو نہیں سکتا
حیا بولی جو کھل کھیلا وہ گدرایا ہوا جوبن
انہیں اب تم چھپاؤ ہم سے پردہ نہیں ہو سکتا

(۱) دو شریر دو شریروں کو وہ قابو میں کریں گے کیوں کر
یعنی ایک کفر خیر سے ایک دوپٹہ تو سنبھلتا ہی نہیں (۲) اور دوپٹہ
دُوسرا توہین لاکھ تم باندھ کے رکھو مگر اٹھتا جوبن سے مراد تاویل
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھل ہی کھیلے گا کہ چھپنا اُسے آتا ہی نہیں ۲۱
کیوں تھانوی جی! اب بھی یہی رَٹ لگائے جانا کہ لفظ "ایسا" تشبیہ کے لیے نہیں، کیسی شوخ چشمی ہے۔

ثانی عشر: تھانوی خانگی سوال میں ہے

........."اسی طرح علم سے مراد علم نبوی نہیں بلکہ مطلق بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں جو اس شق کے شروع ہی میں لفظ اگر کے بعد مذکور ہے" ....

تھانوی جی! یہ بھی وہی آپ کی پُرانی ہے جو آپ "بسط البنان" میں پیش فرما چکے، اور " وقعات السنان" میں اس کا دندان شکن رَد پا چکے۔

سنئے!..........لفظ "ایسا" سے مطلقِ بعضِ علومِ غیبیہ اسی وقت مُراد ہو سکتے ہیں جب مشبہ بہٖ مطلقِ بعضِ علومِ غیبیہ کو قرار دیا جائے.......... جیسا کہ آپ نے "بسط البنان" میں فرما دیا، مگر جواب سے آنکھیں بند کر لیں..........

سنئے تھانوی جی! آپ نے "حفظ الایمان" میں زید وعمرو کے علمِ غیب کو مطلقِ بعضِ علومِ غیبیہ سے تشبیہ دی ہے؟........... اے سبحان اللہ! آج تک کسی سلیم الحواس نے فرد کو مطلق سے تشبیہ دی ہے؟........... جیسے کہیے........... تھانوی جی تو بالکل ایسے ہیں جیسے آدمی...... ...... کیوں تھانوی جی! کوئی عقلمند ایسا کہہ سکتا ہے؟........... بلکہ یقیناً ایک فرد کو دُوسرے فرد سے تشبیہ دی، اور وہ مطلق وجہِ شبہ ہے، دونوں میں مشترک ہے........... تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم ہی کو ہر پاگل، جانور کے علم سے تشبیہ دی........... رَد کو سارے کا سارا ہضم کر جانا، اور وہی مَردود آگے لانا کیسی منہ زوری ہے۔

ثالث عشر: تھانوی خانگی سوال میں ہے

......." مطلب واضح ہو گیا کہ اگر مطلق بعض علوم کا حصول علت ہوا اطلاق عالم الغیب کے صحیح ہونے کی تو جب علت مشترک ہے دُوسرے مخلوقات میں بھی تو لازم آتا ہے کہ دُوسرے مخلوقات کو بھی عالم الغیب کہیں، اور لازم باطل ہے۔ پس ملزوم بھی باطل ہے"۔

تھانوی جی! یہ بھی وہی آپ کی پرانی ہے جس کے پرخچے "وقعات السنان" میں اُڑ چکے، بھول گئے ہوں تو پھر ذکر کیے دیتا ہوں .... آپ کی "حفظ الایمان" میں ہر پاگل، جانور کے علم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا علمِ اقدس مشبہ ومشبہ بہ تھے۔ اور مطلقِ بعضِ علومِ غیبیہ، وجہِ شبہ اور اطلاق عالم الغیب کے صحیح ہونے کے لیے علّت ہونا اس پر متفرع........ کہ آپ نے یہ تشبیہ دے کر اس پر تفریع کی تھی کہ.........."تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے" .... آپ "بسط البنان" میں اور اذناب اس خانگی سوال میں اس تفریع ہی کو وجہِ شبہ کیے دیتے ہیں.......... رَد کو پیٹھ دینا اور وہی مَردُود گانا کیسی بے شرمی ہے۔

رابع عشر: اب بھی تو اذناب وہی کُفر گا رہے ہیں جو آپ نے "بسط البنان" میں گایا، اور "وقعات السنان" کے حاشیہ نے اس پر قہرِ الٰہی نازل فرمایا، اسی عبارت خانگی سوال میں

ہے:

.........."تو جب علّت مشترک ہے دُوسرے مخلوقات (یعنی پاگلوں، جانوروں) میں بھی تو لازم آتا ہے کہ دوسرے مخلوقات کو بھی عالم الغیب کہیں"..........

خانگی سوال کے پردہ میں چھپنے والی اِن نازنین صورتوں، بھولی مورتوں سے پُوچھئے کہ......

......حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کے ربّ کریم جلّ جلالہٗ نے جو علومِ غیبیہ کثیرہ عظیمہ فخیمہ عطا فرمائے جن کے برابر کسی دُوسرے نبی مُرسَل و مَلَک مقرب کو بھی نہ بخشے، اگر اُن کی وجہ سے حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو عالم الغیب کہنا جائز ہو جائے ....تو اِس سے یہ کیونکر لازم آیا کہ..........تمہارے دَھرم میں پاگلوں، جانوروں کو جو ایک آدھ بات غیب کی معلوم ہے اُس کی وجہ سے پاگلوں، جانوروں کو عالم الغیب کہنا بھی صحیح ہو جائے؟..........

..........حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے علومِ کثیرہ کے صحتِ اطلاقِ عالم الغیب کی علّت ہونے سے..........پاگلوں، جانوروں کے بعض علوم کا صحتِ اطلاقِ عالم الغیب کی علّت بن جانا..........کیونکر ثابت ہوا؟..........اگر کہیں اس لیے کہ..........علّت ہونے میں دونوں مشترک ہیں......تو کھلا مصادرہ علی المطلوب ہے۔ اشتراک فی العلّیۃ کی وجہ اشتراک فی العلیۃ؟..........یہی تو تمہارا دعویٰ ہے کہ علّت ہونے میں دونوں مشترک ہیں اب اسی کو دلیل کیسے بنائے لیتے ہو..........لاجرم کہنا پڑے گا اس لیے کہ ....علمِ اقدس حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور ہر پاگل چوپائے کا علم دونوں ایک سے ہیں تو جیسے وہ علّت ہو گیا یہ بھی ہو جائے گا..........اب کھل گیا کہ..........بے ادب خُود علم اقدس کو ان ذلیلوں کا سا علم مانتے اور علّیتِ اطلاق کو اس پر متفرع جانتے ہیں ....کیوں تھانوی جی! ایسے قاہر رَد سے آنکھیں میچ لینا اور اپنی وہی پرانی جس کے پرخچے اُڑ چکے سنّیوں کو دھوکے دینے کے لیے آگے کر دینا کیسی مکاری ہے۔

خامس عشر: تھانوی خانگی سوال میں ہے:

............" یہاں اس میں کلام ہی نہیں کہ حضور کے علومِ غیبیہ جزئیہ کمالاتِ نبوت میں داخل ہیں، اس کا اِنکار کون کرتا ہے، نہ اس عبارت میں انکار ہے، نعوذ باللہ" ....

تھانوی جی! بھلا اس جھوٹ کی کوئی حد ہے، "حفظ الایمان" آپ کی چھپی ہوئی نہیں چھپی ہوئی لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، ہر موافق ومخالف دیکھ رہا ہے کہ اس میں صاف یہ عبارت موجود ہے:

......." پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملۂ کمالاتِ نبویہ شُمار کیوں کیا جاتا ہے، جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبوت سے کب ہوسکتا ہے" ....

زید التزام کرے یا نہ کرے مگر آپ تھانوی نے منھ بھر کہہ دیا کہ:

.........." اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی، مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے" ....

اور اس کے بعد ہی کہا:

.........." جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو کمالاتِ نبوت سے کب ہو سکتا ہے"۔

تو آپ صاف صاف واشگاف علومِ غیبیہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصّلاۃ والتّحیہ کے کمالاتِ نبوت میں سے ہونے کے منکر ہوئے یا نہیں؟ .... بولیے ہوئے اور ضرور ہوئے، پھر توبہ تِلّا ہائے توبہ واویلا مچانا کیسا سپید [سفید] جھوٹ ہے۔

سادس عشر: تھانوی خانگی سوال میں ہے:

......." چنانچہ خود رسالہ "حفظ الایمان" ہی میں اس کی تصریح ہے کہ نبوت کے لیے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہوگئے تھے جس سے "بسط البنان" میں

تعرض کیا گیا ہے، غرض ان تصریحات وتنقیحات کے بعد کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہی، نہ کسی خلاف مقصود یا نعوذ باللہ سوءِ ادب کا اصلاً ایہام رہا"...........

تھانوی جی! یہ بھی آپ کی پُرانی ہے جسے "وقعات السنان" کے قاہرواروں نے دار البوار میں پہنچادیا مگر آپ تو بھولتے بہت ہیں...........

سنئے! اس عبارتِ خانگی کا مطلب یہ ہوا کہ........ جب ہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام علومِ لازمہٗ نبوت کا اقرار کرلیا تو اب توہین نہیں ہوسکتی......... کیوں تھانوی جی!......... کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بُری تشبیہیں دینی اسی وقت کُفر ہیں کہ اُن کے ساتھ ساتھ حضور کی کوئی خُوبی نہ بیان کی جائے؟........... اور اگر ان کے ساتھ ایک آدھ خوبی بیان کردو تو پھر اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو جیسی ذلیل سی چاہو تشبیہیں دو کچھ قباحت نہیں؟...........

ہاں! قباحت تو جب سوجھے کہ دل میں اللہ ورسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت ہو، ایمان ہو، محبت ہو.......... یہ رَدّ "وقعات السنان" میں دیکھ کر پھر وہی مَردود رَٹ لگانا، رَد کے قریب نہ آنا، کیسی عیاری ہے۔

سابع عشر: ہاں تھانوی جی! اسی عبارت پر "وقعات السنان" نے آپ کو تین فوٹو دِکھائے تھے، شاید آپ نے آنکھیں بند کرلی ہوں اس لیے میں پھر اُن تین میں سے دو دِکھاتا ہوں اور تیسرا پھر کبھی اِن شاء اللہ تعالیٰ دِکھاؤں گا...........

ہاں تھانوی جی! ناراض ہونے کی بات نہیں........... جو بات اللہ ورسول جل وجلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں منھ کھول کر بک چکے، اپنوں کو بھی کہو گے یا وہاں غیظ وغضب سے بھڑکتی آگ میں رہو گے...... آپ کے اذناب واتراب نے ایک شیطنت یہ نکالی ہے کہ آپ اور آپ کے بڑے جیسی ناپاک سی ناپاک بات چاہیں اللہ ورسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جناب میں منھ بھر کر بک جائیں، وہ تو سب

شیرِ مادر اور حکیم الامتی کا جوہر............اس پر مسلمان جو اُن دُشنامیوں پر حکم شرع لگائیں یا آفتاب پر اِن کا تھوکا ہوا اِن کے منہ پر پلٹیں تو بے تہذیب ہیں، بازاری گفتگو کرتے ہیں، گالیاں بکتے ہیں، قابلِ خطاب نہیں، لائقِ کلامِ اہلِ حجاب نہیں............اس ڈھٹائی بے حیائی کی کچھ حد ہے۔

تو بات کیا ہے؟ یہ کہ............تمہاری جھوٹی عزّت، ساختہ وقعت ان کی نگاہوں میں اللہ و رسول جلّ جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سچّی عظمت سے بدرجہا زائد ہے، جب تو تم اللہ و رسول جلّ جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو جیسی چاہو گالیاں دو، آنکھ سُکھ، کلیجے ٹھنڈک............اور مسلمان آئینہ میں تمہاری ناپاک صورت دکھائیں تو بے تہذیب ہیں، فحش کلام ہیں۔﴿أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِينَ﴾[1]

"ارے ظالموں پر خُدا کی لعنت"۔

خیر اس کا فیصلہ تو روزِ قیامت ہوگا اور جو اللہ و رسول جلّ جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں تمہاری دی ہوئی گالیوں کے جواب میں تمہیں کچھ کہنا بے تہذیبی بتاتے ہیں ان سب سے بھی سوال ہوگا۔

﴿وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ﴾[2]

"انہیں ٹھہراؤ ان سے سوال ہونا ہے"۔

کہ اللہ و رسول جلّ جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تمہاری نگاہ میں ایسے ہلکے تھے؟ اور ان کے بدگو اتنے بھاری؟

تمہیں یا تمہارے ماں باپ کو کوئی آدھی بات کہے تو تہذیب و انسانیت سب بالائے طاق رکھتے، ایک کی دس کہہ کر بھی پیچھا نہ چھوڑتے، اور اللہ و رسول جلّ جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

[1] [پ۱۲، ع۲، [ھود:18]

[2] [پ۲۳، ع۶، [الصافات:24]

وآلہٖ وسلم کو گالیاں دینے والوں کے ساتھ ایسے مقدس بے نفس بنتے؟

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾[1]

"اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے"۔

خیر یہ تو روزِ قیامت کا قصہ ہے۔ اللہ یحکم بیننا وھو خیر الحاکمین۔ (اللہ ہم میں فیصلہ فرمائے گا اور اس کا فیصلہ سب سے بہتر ہے)

اس وقت آپ سے ایک سادہ عرض ہے، سیدھی طرح انسان بن کر سنیے اور ہو سکے تو جواب دیجئے، ورنہ توفیق ملے تو کلمۂ اسلام پڑھ کر توبہ کیجئے......

ہاں تھانوی جی! آپ نے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تو وہ کچھ کہا کہ......

......جیسا علمِ غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہے ایسا تو ہر پاگل، ہر جانور کو ہے

.........اور اس پر جو خبر آپ کی مسلمانوں نے لی تو "بسط البنان" اور "تغییر العنوان" میں ان حیلوں حوالوں کی سُوجھی، اور صاف ٹھہرا لیا کہ اللہ و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جناب میں ایسا منہ کھول دینے میں کچھ قباحت نہیں.........اب سوال ہے کہ.........اگر سعید وحمید وغیرہما کہیں کہ:.........

جیسا علم خباب گنگوہی صاحب کو تھا ایسا علم تو ہر کتے کو ہوتا ہے، جیسا خباب نانوتوی صاحب کو تھا ایسا علم ہر الو کو ہوتا ہے، جیسا خباب تھانوی صاحب کو ہے ایسا علم تو ہر گدھے کو ہوتا ہے جیسا امام الوہابیہ خباب دہلوی کو تھا ایسا علم تو ہر سوئر کو ہوتا ہے، خباب گنگوھی صاحب کی صورت جیسی تھی ایسی کتے کی بھی ہے، خباب نانوتوی صاحب کی شکل جیسی تھی ایسی شکل اُلو کی بھی ہے، خباب تھانوی کا چہرہ جیسا ہے ایسا گدھے کا بھی ہے، خباب امام الوھابیہ دہلوی صاحب کا منہ جیسا تھا ایسا سوئر کا بھی ہے.........اور وجہِ شبہ یہ بتائے کہ:.........گنگوھی

---

[1] [پ۱۹، ع۱۵، [الشُعَراء: 227]

ونانوتوی وتھانوی ودہلوی صاحبان کو بھی بعض علم ہے اور کتے، اُلّو، گدھے، سوئر کو بھی بعض ہے، اگر چہ خبابانِ مذکورین کا منھ، چہرہ، شکل، صورت بھی مخلوق ہے، حادث ہے، فانی ہے، اور کتے، اُلّو، گدھے، سوئر کے منھ بھی مخلوق وحادث وفانی، اگر چہ انسان کہلانے کے لیے جو نقشہ لازم وضروری ہے خبابانِ مذکورین کو بتمامہا حاصل ہے۔

............تو کیا ایسا کہنا آپ حضرات پسند کریں گے، اِسے ان خبابوں کی توہین نہ کہیں گے؟

............کیا جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے لکھ کر چھاپ دیا، اور اب اُس پر اَڑے ہو، جھوٹے بہانوں سے اُسے بنانے کے پیچھے پڑے ہو...... یُوہیں لکھ کر اپنے مُہر ودستخط سے یہی الفاظ گنگوہی، ونانوتوی، واسماعیل دہلوی اور خود اپنی نسبت چھاپ دو گے؟............ جو جھوٹے عذر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالی دے کر "تغییر العنوان"، و"بسط البنان" میں گڑھے کیا یہاں جاری نہیں؟............ سب بعینہا جاری ہیں .... اگر آپ یا آپ کے اذناب سعید وحمید پر بے تہذیبی ودُشنام دہی کا الزام لگائیں تو سعید وحمید کہہ سکتے ہیں کہ:

" تھانوی جی کے اذناب کے شبہ کا منشاء دو اُمر کا مجموعہ ہے، ایک یہ کہ عبارت " ایسا علم" اور " ایسا رُخ وچہرہ وصورت" میں " ایسا" کو تشبیہ کے لیے سمجھ گئے، اور علم وصورت وشکل وچہرہ ورُخ سے مراد گنگوہی، نانوتوی، تھانوی، دہلوی کا علم ورُخ وصورت وشکل وچہرہ سمجھ گئے حالانکہ یہ منشا ہی غلط ہے۔ لفظ " ایسا" بقرینۂ مقام، مطلق بیان کے لیے بھی آتا ہے، جیسا بلغائے اہلِ لسان اپنے محاوراتِ فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں کوئی تشبیہ دینا مقصود نہیں اسی طرح علم اور رُخ وچہرہ وصورت وشکل سے مُراد گنگوھی، نانوتوی، تھانوی، دہلوی کا علم ورُخ وچہرہ وصورت وشکل نہیں۔

کیوں تھانوی جی! کیا بعینہٖ وہی آپ کے خانگی سوال والی تقریر نہیں؟............ کیسے ہے اور ضرور ہے............ تو کیا وجہ کہ آپ یہ تقریر اپنے بڑوں کے حق میں مقبول نہ رکھیں، اور خُود

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گڑھیں........... بلکہ آپ کو تو سعید وحمید کی تقریر سننے کی بھی حاجت نہ چاہئے، آپ خُود اس تقریر کے بانی وبادی ہیں، وہ کہتے جائیں کہ گنگوہی صاحب سوئر کی طرح ہیں، نانوتوی صاحب اُلو کے مثل تھے، اسماعیل دہلوی صاحب کتے کی مانند تھے، تھانوی جی گدھے کے مشابہ ہیں، اور آپ شاباش دیتے اور آمنّا صدّقنا کہتے جائیں.......... بلکہ حمید وسعید کے کہنے پر کیوں رکھئے خُود ہی وہ لائق وبُلند خطابات اپنے ان بڑوں کی نسبت لکھ کر چھاپئے، اور ہزار پانچ سو نسخے ہمیں بھی بھیجئے کہ آپ کی "حفظ الایمان" کی طرح ملک میں شائع کریں، اور آپ کا عذر مسلمانوں کو سنائیں کہ

بھائیو! خباب تھانوی صاحب کو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہی خاص عداوت نہیں ان کی بولی ہی یہ ہے، وہ اپنے بڑوں کو بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔

کیوں تھانوی جی! ہے صلاح کیسی کہی.......... ہاں ہاں وہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے جن کو منہ بھر کہا، اور چھاپ دیا.......... اپنے بڑوں کی طرف ایسا خیال کرتے کلیجا چار چار ہاتھ اُچھلے گا.......... یہ ہے تمہارا اسلام، یہ ہے تمہارا ایمان، یہ ہے تمہارا دین، یہ ہے تمہارا دھرم، ﴿أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِينَ﴾[1]

"ارے ظالموں پر خدا کی لعنت"۔

مسلمانو! حق واضح ہونے کا اس سے زیادہ اور بھی کوئی ذریعہ ہے.......... کیوں تھانوی جی! کیا یہ جانگزا سوال "وقعات السنان" نے آپ پر نازل نہ فرمایا تھا، جس سے آپ کو بھی دن میں تارے نظر آنے لگے ہوں گے، باوجود اس کے وہی مرغی کی ایک ٹانگ کیسی شدید ہٹ دھرمی ہے۔

---

[1] [پ۱۲، ع۲، [ھود: 18]

ثامن عشر: تھانوی خانگی سوال میں ہے:

"پس اس کی بنا پر واقعی ترمیم عبارت کی مطلق ضرورت نہیں، لیکن اسلامی دُنیا میں چونکہ ہر فہم کے لوگ ہیں یا کم از کم قصداً شبہ ڈالنے والے بھی موجود ہیں جو شبہ ڈالنے میں کچھ مصالح سمجھے ہوئے ہیں، خواہ وہ مصالح دینیہ ہوں جیسا ان کا دعویٰ ہے یا دنیویہ ہوں جیسا واقع ہے اس لیے کم فہموں کی رعایت سے تاکہ اُن کو خود شبہ نہ ہو نہ دُوسرا شبہ ڈال سکے اگر اس عبارت میں ایسے طور سے ترمیم کردی جاوے جس میں مضمون محفوظ رہے، اور عنوان بدل جاوے تو اُمید ہے کہ موجب اجر ہوگا گو یہ ترمیم درجۂ ضرورت میں نہ ہوگی صرف درجۂ استحسان ہی میں ہوگی، آئندہ جو رائے ہو فقط"۔

کیوں تھانوی جی! صراحۃً حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ اقدس کو بچوں، پاگلوں، جانوروں کے علم سے ملایئے، اور اُس سے توبہ درکنار صرف عبارت بدلنے کو بھی مطلق ضروری نہ جانیے ....مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ کے علمائے کرام ومفتیانِ عظام بالاتفاق کُفر کا فتویٰ دیں، اور آپ انہیں یُوں جلی کٹی سنائیں کہ دُنیوی فوائد کے واسطے قصداً شبہ ڈالتے ہیں.... ...... پھر جو عبارت بدلی جائے اس میں بھی اس کا لحاظ رکھا جائے کہ.. معانی کفریہ وہی باقی رہیں صرف الفاظ کا فرق ہو جائے.. ..... .وہ بھی خدا اور سول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خوف سے نہیں بلکہ صرف اس لیے کہ سنّی مسلمانوں کے حملوں سے جان بچے، پیچھا چھوٹے..... ....آپ ہی فرمایئے یہ آپ کے کتنے بڑے ڈبل کفر ہیں. . .. .کفر ہو یا کچھ ہو، مگر تھانوی خانگی سوال کی یہ پچھلی عبارت ہمارے اس قول کی تصدیق کرتی ہے کہ عبارت صرف اس لئے بدلی گئی ہے کہ حلوے مانڈے سلامت رہیں اور حکیم الامتی میں ٹھیس نہ لگے۔

کیوں تھانوی جی! یہ خُود آپ کے خانگی سوال کے ہاتھوں آپ کی کیسی نرالی نقاب کُشائی ہے

تاسع عشر: اس کے بعد تھانوی جی کی جوابی تحریر ہے:

"جزاکم اللہ تعالیٰ بہت اچھی رائے ہے چونکہ اس کے قبل کسی نے واقعی بنا نہیں ظاہر کی اس لیے ترمیم کو دلالت علی خلاف المقصود کے اقرار کے لیے مستلزم سمجھا، اور اقرار بالکفر کفر ہے، اس لیے ترمیم کو ضروری تو کیا جائز بھی نہیں سمجھا، اب سوالِ ھٰذا میں جو بنا بیان کی گئی ہے یہ اَمرِ واقعی ہے، لہٰذا قبولاً للمشورہ اس کو لفظ اگر کے بعد سے عالم الغیب کہا جاوے تک اس طرح بدلتا ہوں، اب "حفظ الایمان" کی اس عبارت کو جو کہ اس سوال کے بالکل شروع ہی میں مذکور ہے اس طرح پڑھا جاوے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے".........

جی ہاں تھانوی جی! اس کے قبل آپ پر عبارت "حفظ الایمان" کے سبب کُفر و اِرتداد کا فتویٰ دینے والے آپ کو توبہ اور ازسرِنو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کی طرف رغبت دلانے والے اس عبارتِ ملعونہ کی ترمیم کی طرف آپ کو متوجہ کرنے والے حلّ وحرم، عرب وعجم کے تمام علمائے اہل سنّت تھے.........اور اس کی بنا کیا ظاہر کی تھی یہی کہ اس عبارتِ ملعونہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سخت ناپاک شدید توہین ہے، اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذرہ برابر توہین وگستاخی کفر ہے.........آپ کے دل میں اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزّت وعظمت کا ادنیٰ جلوہ بھی ہوتا تو مطالبۂ تعظیمِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور گردن جھکا دیتے، سر رکھ دیتے اور فوراً توبہ کر کے اَز سرِنو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجاتے.........

مگر آپ کے نزدیک تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالی دینا کوئی بڑی بات نہیں بلکہ جس گندی عبارت میں گالی دی جائے اس کی ترمیم ضروری در کنار جائز بھی نہیں...... ......لہٰذا اسی کفر پر اَڑے رہے، مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم کو بچّوں، پاگلوں، جانوروں کے علم کے مثل بتا چکے تھے اسی ملعون گالی پر ڈٹے رہے.........اب کہ اذناب نے سوجھایا کہ انہیں سنّیوں کے سامنے ہمیشہ لعنت وِرد وسیاہی وذلّت وخواری نصیب ہوتی

ہے، اور "حفظ الایمان" کے گندے گہرے گھاؤ میں بتی رکھوانے میں سخت دُشواری پیش آتی ہے۔۔۔۔۔۔ اور اس سے حکیم الامت کی شان میں دھکا لگنے کا اندیشہ ہے۔۔۔۔۔ تو جلد مسلمانوں کو پھسلانے کے لئے ترمیم قبول کرلی۔۔۔۔۔۔۔۔

مسلمانو! للہ انصاف تھانوی جی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزّت وعظمت سے کچھ علاقہ نہیں اُن کی توہین کیے جائیں۔ ان کو گالی دیئے جائیں۔ مسلمان اُس پر اللہ ورسول جلّ وجلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزّت وعظمت، خوف وخشیت یاد دلائیں تو خیال میں نہ لائیں۔ ویسی ہی آنکھیں دِکھائیں، غریب سنّیوں پر غرائیں کہ

"مجھے معقول بھی کردو تو وہی کہے جاؤں گا"۔

مگر جب یہ اندیشہ ہوا کہ اپنی جھوٹی عزّت پر آنچ آئے گی۔ حکیم الامتی کی پول کُھل جائے گی، تو فوراً اسے واقعی بنا بتا کر ترمیم عبارت قبول ومنظور کرلیں۔۔۔۔۔۔۔۔ یعنی تھانوی جی کے دل میں خُود ان کی عزّت وعظمت اللہ ورسول کی عزّت وعظمت سے بہت زائد ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالی دینا حلال وشیرِ مادر۔

اس سے تھانوی ایمان میں ٹھیس بھی نہ لگے بلکہ اس گالی پر اَڑا رہنا واجب، اس کی ترمیم ناجائز۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر اپنی عزّت وحکیم الامتی میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہوا اور فوراً ترمیم قبول کرلی، وہ حرام حلال کرلیا، یہ ہے تمہارا دین، یہ ہے تمہارا ایمان، وہابیو دیوبندیو! دیکھو یہ ہے تمہارے پیر تھانوی کا دھرم۔

ہاں تھانوی جی! دیکھو تمہاری سوا چھ سطروں میں کتنے کُفر ہیں۔ خانگی سوال کے اس کہنے پر کہ۔۔۔۔۔۔۔۔ "حفظ الایمان" کی عبارت اس لیے نہ بدلی جائے کہ اس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین وتنقیص ہے، بلکہ صرف اس لیے کہ مسلمانوں کے اعتراضوں سے جان بچے۔۔۔۔۔۔۔۔ یوں کہنا کہ:

"جزاکم اللہ بہت اچھی رائے ہے"۔

اِس کُفر کو پسند کرنا اور اس پر خُدا سے بہتر بدلہ مانگنا ہے... تو یہ آپ کے نئے **دو کُفر** ہوئے۔

پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گالی بکنے کو بڑی بات نہ جاننا بلکہ جس عبارت میں گالی ہو اس کی ترمیم کے لئے تنقیصِ شانِ رسالت کو بنائے واقعی نہ ماننا **تیسرا کفر** ہوا۔

اس گالی سے رُجوع کرنے کو کُفر کہنا کہ ترمیم کو دلالت علی خلاف المقصود کے لیے مستلزم سمجھا اور اقرار بالکفر کفر ہے، یہ **چوتھا کفر** ہوا۔

"ترمیم کو ضروری تو کیا جائز بھی نہیں سمجھا"۔

یعنی جس عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم کو پاگلوں، جانوروں کی طرح کہہ کر کُفر بکا جائے اُس کی ترمیم ضروری نہیں، یعنی کُفر سے رُجوع ضروری نہیں، یہ **پانچواں کفر ہوا**، بلکہ کُفر سے رُجوع جائز بھی نہیں، یہ **چھٹا کُفر** ہوا۔

"اب سوال ھٰذا میں جو بنا بیان کی گئی ہے، وہ واقعی ہے"۔

یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزّت وعظمت کا لحاظ بنائے واقعی نہیں، مگر تھانوی جی کی عزّت وعظمت کا لحاظ ضرور ایک بنائے واقعی ہے، یہ کیسا اشد **ساتواں کفر** ہوا۔

آگے تھانوی جی فرماتے ہیں:

"ایسی عبارت بعینہا "شرح مواقف" میں فلاسفہ کے جواب میں، اور اسی کے مثل "مطالع الانظار" میں ہے"۔

اس کا مطلب یہ کہ تھانوی نے جو گالی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دی اُس کے جائز ہونے کی دو دلیلیں یہ ہیں کہ "شرح مواقف" و "مطالع الانظار" میں ایسا ہی لکھا ہے، اور کُفر کے جائز ہونے پر دلیل لانا بھی کُفر ہے۔ تھانوی نے اپنے زُعم میں اس کُفر پر دو دلیلیں پیش کیں تو یہ **آٹھواں اور نواں کفر** ہوا۔

پھر کہا:

"اب اگر اِس پر بھی کلام ہو تو مَیں پھر بدلنے کو تیار ہوں مگر "شرح مواقف" و "مطالع الانظار" کی عبارت بدلنے کے بعد"۔

اس کا بھی وہی مطلب کہ جو کُفر تھانوی نے بکا، وہی ان دونوں کتابوں میں بھی ہے، تو جیسے ان کتابوں میں کُفر جائز ہے، تھانوی نے جو کہا وہ بھی جائز ہے، یہ **دسواں اور گیارھواں کفر ہوا۔**

عشرین : تھانوی جی! رسالۂ مبارکہ "وقعات السنان" نے عباراتِ "شرحِ مواقف" و "مطالع الانظار" کا کامل کشف اور پُورا ایضاح کیا، نہ فرما دیا تھا؟............ یاد نہ رہا ہو یا باوجود یاد ہونے کے دانستہ اس سے اُڑان گھائی بتاتے ہو تو مَیں پھر کہتا ہوں کہ رسالۂ مبارکہ آپ پر رجسٹری شدہ نازل ہو چکا ہے، اور گیارہ برس سے آپ کے دم پر سوار ہے، جس سے "حفظ الایمان" و "بسط البنان" پر قہرِ الٰہی وغضبِ محمدی کی مار ہے ......ذرا سوال چہلم سے پنجاہ و پنجم تک ۱۶ سوال پھر مُلاحظہ فرما لیجیے۔

یہاں اس خیال سے کہ تھانوی نزاکت حکیم الامتی کی نازنین طبیعت زیادہ برداشت نہ کر سکے مختصر ذِکر کیے دیتا ہوں۔ سنیے!............

فلاسفہ نے نبی کی تعریف یہ کی کہ جس آدمی میں تین باتیں پائی جائیں وہی نبی ہے، اور اُن تین باتوں میں ایک علم غیب بھی ہے، پھر اپنے اس دعوے کی دلیل میں کہہ بھاگے کہ سونے والوں، بیماروں، ریاضت کرنے والوں کو بھی علم غیب ہو جاتا ہے۔

اس پر صاحبانِ "شرحِ مواقف" و "مطالع" نے ان فلاسفۂ کَفَرہ پر اعتراض فرمایا کہ......

......تم جس منہ سے علمِ غیب کو نبی کا خاصہ بتاتے ہو کہ جسے علمِ غیب ہو وہ نبی ہے اُسی منہ سے سونے والوں، بیماروں، ریاضت کرنے والوں کے لیے بھی علمِ غیب مانتے ہو تو تمہارے طور پر علمِ غیب نبی کا خاصہ نہ رہا۔

کیوں تھانوی جی! کچھ آنکھیں کھلیں، صاحبانِ "مطالع"، "و" شرحِ مواقف" نے آپ کی طرح کُفر نہ بکا.........فلاسفۂ حمقا نے جو کُفر بکا اُس کا رَد فرمایا.........اور آپ نے اپنے طَور پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے علمِ اقدس کو بچوں، پاگلوں، جانوروں کے علم کے مثل بتایا.........صاحبانِ "شرحِ مواقف"، "و" مطالع" مسلمان ہیں.........اور آپ تھانوی جی خارج اَز دائرۂ اسلام وایمان.........

کیوں تھانوی جی! ردِ قاہر کو اُڑان گھائی بتانا اور مَردودیات کو آگے لانا کیسی کیا دی ہے۔

حادی وعشرین: تھانوی جی نے اسی "تغییر العنوان" کے ٹائیٹل پیج کے دُوسرے صفحہ پر اپنے اذناب میں سے ایک شخص کے نام سے تمہید چھپوائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

........."حفظ الایمان" کی ایک صاف عبارت پر جس میں ذرّہ برابر بھی کوئی غبار نہیں، خواہ مخواہ سوچ ساچ کر ایک ایسا ہی شبہہ پیدا کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو دُھوکے میں ڈال دیا، مدت سے وہ اعتراض اس جماعت میں جاری ساری ہے۔ چند روز تک اس اعتراض کی طرف توجہ نہیں کی گئی پھر بعض خیر خواہانِ اسلام کے سوال کرنے پر خُود مؤلف رسالہ نے اس اعتراض کا نہایت کافی شافی جواب دے کر ظاہری تلبیس کو بھی اُٹھا دیا، اس تحریر کا نام "بسط البنان" ہے مگر اہلِ عناد کو پھر بھی چین نہ آیا، وہی مرغے کی ایک ٹانگ گاتے رہے؛ چنانچہ بعض بلاد میں وہ فتنہ پھر تازہ ہوا، آخر بعض مخلصین کی درخواست پر مؤلف نے اس بلند نظری وعالی حوصلگی سے کام لیا کہ اس عبارت میں جو الفاظ دُھوکا دینے کی بنا تھے، باوجود اس کے کہ دلائل سے اُن کا دُھوکا کی بنا ہوسکنا باطل ہو چکا تھا مگر پھر بھی ترحماً علی الجاہلین اُن الفاظ ہی کو بدل دیا، اس کا نام "تغییر العنوان" ہے"۔

اب ذرا اس عبارت کے کفریات گنیے........."حفظ الایمان" میں تھانوی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم کو پاگلوں، جانوروں کے مانند ٹھہرایا، اسے صاف عبارت کہا.........یہ کُفر پر عناد اور بارھواں کفر ہوا۔

پھر کہا: "جس میں ذرہ برابر غبار نہیں"... یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایسی گالی دینے میں ذرہ برابر حرج نہیں... **یہ تیرہواں کفر ہوا۔**

پھر کہا:... "خواہ مخواہ سوچ ساچ کر ایک ایسا ہی شبہ پیدا کرکے" یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایسی بے ادبی کرنے میں کوئی کفر نہیں، علمائے اسلام نے زبردستی ان کے سر کفر تھوپ دیا ہے... یہ کفر پر اصرار اور **چودھواں کفر ہوا۔**

پھر کہا:... "سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکے میں ڈال دیا"... یہ کفر پر اصرار اور **پندرھواں کفر ہوا۔**

"بسط البنان" کو کہا... "نہایت کافی شافی جواب دے کر ظاہری تلبیس کو بھی اٹھا دیا"... ہر مسلمان دیکھ رہا ہے کہ "حفظ الایمان" میں آپ نے ضرور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین وتنقیص کی، اور اس کے بنانے کے لیے "بسط البنان" میں طرح طرح کے حیلوں حوالوں سے کام لیا کہ کسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ رفیع میں گستاخی کرنا جائز ہو جائے، پھر اسے... نہایت کافی شافی جواب کہنا... **سولھواں اور سترھواں کفر ہوا۔**

پھر مطالبۂ تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو... ظاہری تلبیس بتانا... **اٹھارھواں کفر ہوا۔**

پھر جن علمائے عرب وعجم، مفتیانِ حل وحرم نے تھانوی پر حکمِ شرعی لگایا، توہین مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کفر وارتداد بتایا انہیں... اہلِ عناد کہنا... **انیسواں کفر ہوا۔**

پھر مطالبۂ تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو... مرغے کی ایک ٹانگ کہنا... **بیسواں کفر ہوا۔**

پھر اسے... فتنہ... کہنا... **یہ اکیسواں کفر ہوا۔**

پھر تھانوی نے جو عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا مطلق لحاظ نہ کیا، اور اپنی جھوٹی

عزّت کا لحاظ کر کے عبارت میں ترمیم کر دی اس حرکت کُفریہ کو.......... بُلند نظری اور عالی حوصلگی کہنا.......... **بائیسواں اور تیئسواں کفر ہوا۔**

پھر کہا:.......... " بعض الفاظ دھوکا دینے کی بنا تھے" .... اس کا بھی وہی مطلب کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایسی ناپاک عبارت بولنا کُفر نہ تھا، علمائے اہلِ سنّت نے دھوکا دینے کے لیے کافر مُرتد کہہ دیا.......... یہ وہی کُفر پر ضد اور **چوبیسواں کفر ہوا۔**

پھر کہا:.......... " دلائل سے ان کا دھوکا کی بنا ہوسکنا باطل ہو چکا تھا" .... یہ بھی وہی کُفر پر اڑنا اور **پچیسواں کفر ہوا۔**

پھر کہا.......... " ترحماً علی الجاہلین ان الفاظ ہی کو بدل دیا" .... جس کا صاف صریح یہی مطلب ہے کہ ان الفاظ میں کوئی کُفر نہ تھا مگر جاہلوں کو دھوکا ہوتا تھا، اور اندیشہ تھا کہ ہمارے گھر سے نکل جائیں اس لیے جاہلوں پر ترس کھا کر ان الفاظ کو بدل دیا.......... یہ بھی وہی کُفر پر عناد اور **چھبیسواں کفر ہوا۔**

افسوس! تھانوی جی نے جُہّال عوام کو بہکانے کے لیے ساتوں کرم کر لیے مگر وہ کُفر نہ اُٹھنا تھا نہ اُٹھا۔

ہاں انصاف طلب ہے پیارے مسلمانو! اللہ و رسول [جلّ جلالہٗ و] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سچّی عزّت وعظمت پر قُربانو! لِلّٰہ انصاف .... ایک دیوبندی مہادیو کی بندگی کرے ایک رسالہ " خبط الشیطان" کے نام سے لکھے، اور اس میں مہادیو وغیرہ کفّار و مشرکین کے معبودانِ باطل کی بندگی وعبادت کا حکم لکھے.......... علمائے اسلام سے استفتاء ہو، دُنیا کے تمام علمائے اہلِ سنّت اس پر بالاتفاق کُفر واِرتداد کا فتویٰ دیں.......... اس پر وہ مدتوں سکتَ یَسکتُ سکوتًا[1] کی گردان بھاتا رہے.......... علمائے اسلام اسے اللہ

---

[1] بالکل چُپ سادھے رہے ۱۲،

ورسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزّت وعظمت وخوف وخشیت یاد دلائیں، مگر وہ دیوبندی کچھ دھیان میں نہ لائے .... جب اسے اپنی عزّت جانے کا اندیشہ غالب ہو اور اذناب بھی چیخ پکار کریں کہ اب آپ کے متبعین بہت پریشان ہیں آپ کی امامت وپیشوائی میں فرق آنے کا اندیشہ ہے تو ایک کتاب "تحصیل الخسران" لکھے، اور اس میں یُوں کہے کہ

" مہادیو کی پُوجا میں ذرّہ بھر غبار نہیں مگر پھر بھی جاہلوں پر ترس کھا کر جس عبارت میں مہادیو کی بندگی کا حکم لکھا ہے اس میں ترمیم کرتا ہوں"۔

دُنیا بھر کے مسلمان بتائیں کیا اس شخص کا یہ کہنا کافی ہوگا، کیا یہ ناپاک عبارت اس پر سے فتوائے کفر اُٹھا دے گی؟ کیا یہ توبہ اس کی مان لی جائے گی، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم......... کیوں تھانوی جی! اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ اس طرح آپ کا عبارت میں ترمیم کرنا کیسا فریب ہے۔

ثانی وعشرین: تھانوی جی نے اگرچہ عبارت میں ترمیم کردی، مگر نفسِ عبارت میں ان کا کفر اب تک موجود ہے...... اور کیوں نہ ہو خُود اپنی کتاب کا نام ہی "تغییر العنوان" رکھا ہے، یعنی صرف لفظ بدلے ہیں معنٰی نہیں بدلے۔ تھانوی خانگی سوال میں ہے:

........." معنون محفوظ رہے اور عنوان بدل جاوے" ....

اذناب کی تمہید میں ہے:

........." اُن الفاظ ہی کو بدل دیا" ....

آخر یہی ہوا، تھانوی جی نے جو عبارت ترمیم شدہ نئی "حفظ الایمان" میں شائع کروائی وہ یُوں ہے:

........." آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مُراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس

میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں، تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔ پھر اگر زید اس کا التزام کر لے کہ ہاں مَیں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالاتِ نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے، جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبوت سے کب ہو سکتا ہے، اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی، غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے، اور اگر تمام علومِ غیب مراد ہیں اِس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہے"۔

ہاں تھانوی جی سنیے.......... کسی نادان بچہ کو، اگرچہ کافر کا ہو، ایک دو مسئلے فقہ کے مثلاً کیفیۃ الوضو یا کیفیۃ الصلاۃ کے بتا دیے جائیں.......... اور ایک عالم متبحر ہے، جس کا علم فقہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے مگر پھر بھی مجتہد المذ ہب نہیں.......... تو کیا وہاں یُوں کہنے کی گنجائش ہو سکتی ہے کہ.......... علم فقہ کو اس عالم کے کمالات سے کیوں شمار کیا جاتا ہے، جس بات میں عاقل بلکہ مومن کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ علمیہ سے کب ہو سکتا ہے.......... بالبداہتہ ظاہر کہ ہرگز ایسا نہیں کہہ سکتے، اور جو کہے پاگل کہلائے، اور پاگل خانہ بھیج دیا جائے کہ بریلی میں پاگلوں کا علاج ہوتا ہے، وہاں جا کر فصد کھلوائے، اپنی بُوکھلاہٹ اور پاگل پن کا علاج کروائے۔

ہاں البتہ جہاں دو عالم ایک پایہ کے یکساں علم رکھنے والے ہوں، اور اُن میں کسی ایک کو بے مثل کہا جائے تو وہاں کہہ سکتے ہیں کہ میاں عالم ہونے میں خاص ان کا کیا کمال ہے، دیکھو دُوسرا بھی اس کے برابر عالم ہے.......... ہر ادنیٰ عقل والا جانتا ہے کہ یُوں کہنا کہ اس میں فلاں کا کیا کمال ہے اِس میں اُس کی کیا خصوصیت ہے اُسی وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ کم از کم دو برابر کا کمال رکھنے والے ہوں یا باہم تفاوت ہو بھی تو بہت قلیل

..........اب تھانوی کی عبارت ملاحظہ ہو

............"علم غیب کو منجملہ کمالاتِ نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے، جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبوت سے کب ہوسکتا ہے"۔
کیسا صاف صریح کہہ دیا کہ علم غیب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا کیا کمال ہے ایسا علم غیب تو مسلمانوں بلکہ انسانوں سے بھی خاص نہیں، یہ تو کافروں بلکہ جانوروں کے لیے بھی حاصل ہے، پھر اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس پر تو علم غیب کا حکم کیا جائے اور کافروں، جانوروں کے لیے علم غیب کا انکار کیا جائے........."تو نبی، غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے"........یعنی نبی اور کفار بلکہ نبی اور جانوروں میں دربارۂ علم غیب کیا فرق ہے........یہ وہی کُفرِ ملعون ہے جس پر علمائے اسلام نے فتوائے کفر دیا........آپ نے حیلے حوالے بھی کیے، مکاریوں عیاریوں سے بھی کام لیا، مگر وہ کفر نہ ہٹا، یعنی کھایا بھی اور کال بھی نہ کٹا، یہ **ستائیسواں اٹھائیسواں کفر ہوا**۔
دس کُفر آپ کے "وقعات السنان" نے آپ کو دِکھائے تھے اور اٹھائیس یہ۔ کل آپ کے **اڑتیس کفر ہوئے**۔
تھانوی جی! آپ نے دیکھا کُفر کی مدد کرنے والا، اور بڑھ کر کُفر دَر کُفر، کُفر بَر کُفر میں پڑتا ہے۔
تھانوی جی! اب آپ بُڈھے ہوچکے ہیں، جو دَم چل رہا ہے اُسے غنیمت سمجھئے "بسط البنان" میں اپنے کُفر کو مان چکے، اپنے آپ کو کافر مان چکے، اور یہ بھی دیکھ لیا کہ اندھیریاں ڈالنے، چک پھیریاں لینے، عبارت بدل کر دھوکے دینے سے کام نہیں چلتا........ہاں ہاں اللہ و رسول جلّ جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سچّی عزّت، سچّی عظمت کا لحاظ کر کے جلد از جلد توبہ کیجیے، کلمۂ اسلام پڑھ کر از سرِ نو مسلمان ہو جایئے، جس طرح "حفظ الایمان"، "بسط البنان"، "تغییر العنوان" کی اشاعت ہوئی اُسی طرح مسلمان ہوجانے، توبہ کرلینے کا اعلان فرمایئے۔ للہ خدا کو مان کر انصافاً قبول فرما لیجیے کہ واقعی "حفظ الایمان" میں آپ

نے کُفر لکھا، اور اب مسلمان ہوتے ہیں۔
مَیں سچ عرض کرتا ہوں کہ اس سے آپ کی عزّت کچھ گھٹ نہ جائے گی، بلکہ ہر عاقل کے نزدیک بڑھ جائے گی۔ تھانوی جی! دیکھئے کُفر سے توبہ کرنا، مسلمان ہوجانا، عیب نہیں۔ ہاں کفر پر اَڑا رہنا عیب ہے.......... توبہ سے اللہ عزّوجل اپنے صدیقوں کی مدح فرماتا ہے
﴿وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾[1]
"اور پچھلی رات استغفار کرتے"۔
تھانوی جی! یہ خیال نہ کیجئے کہ اذناب واتراب میں اپنی ہیٹی ہوگی کہ حکیم الامۃ ہوکر توبہ کی، اَز سرِ نو مسلمان ہوئے۔ اب تک کافر تھے، اب اِسلام لائے......... کہ اوّل تو جو اہل انصاف ہوں گے وہ اُس وقت اورزائد آپ کی انصاف پسندی وحق بینی کے معتقد ہوجائیں گے.......... دُوسرے یہ کہ جناب تھانوی صاحب! یہ اذناب واتراب سب دُنیا کی زندگی ہی تک ہیں، آخر ایک روز مرنا، اور اللہ ورسول جلّ جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو منھ دِکھانا ہے، وہاں یہ اذناب واتراب کچھ کام نہ آئیں گے، بلکہ اگر آپ نے توبہ نہ کی تو آپ کے اذناب واتراب اپنے کفر کی سزا پائیں گے، اور اُتنا ہی عذاب آپ پر بڑھائیں گے .... ہاں تھانوی صاحب! روزِ محشر کا تصور کر کے، قہرِ الٰہی کا دھیان کرتے ہوئے، اللہ ورسول جلّ جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی عزّت وعظمت کا لحاظ کر کے جلد از جلد اپنے کفروں سے توبہ کیجئے، اور یہ خیال نہ فرمائیے کہ ؎

عمر تو ساری کٹی عشق بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

نہیں نہیں تھانوی صاحب! اللہ عزّوجل رحمٰن ورحیم ہے، اور اُس کا پیارا مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] [پ۲۶، ع۱۸، [الذّٰرِیٰت:18]

علیہ وعلیٰ آلہ وسلم رحمۃ للعالمین ہے............آپ سچے دل سے اللہ عزّوجل کی بارگاہ میں اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا واسطہ دے کر خلوصِ قلب سے توبہ فرمایئے، وہ تواب وغفور ہے اِن شاء اللہ تعالیٰ ثم شاء رسولہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ضرور توبہ مقبول ہوگی۔رباعی

باز آ باز آ از انچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ مادرگہ نو میدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

"باز آ باز آ، جس گناہ میں بھی تُو ہے اُس سے باز آ
کافر ہے، آتش پرست ہے، بت پرست ہے، جو بھی ہے باز آ
یہ ہمارا دربار دربارِ نا اُمیدی نہیں
سو بار توبہ توڑ چکا ہے تو بھی باز آ"۔

ادب کے ساتھ عرض کر دینا ہمارا کام
ماننا نہ ماننا آپ کا کام
مانو نہ مانو اس کا تمہیں اختیار ہے
آگے تمہارے اچھا برا ہم نے کر دیا

وباللہ التوفیق وعلیہ التعویل وھو الوکیل

(اور اللہ ہی کی طرف سے ہے توفیق۔اور اُسی پر بھروسا اور وہی ہے کام بنانے والا)

ان تمام اُمور کے سننے کے بعد سوال کا جواب واضح ہوگیا کہ..........اِس ترمیم سے تھانوی کا کفر ہرگز نہ اُٹھا بلکہ اسی ترمیم میں اٹھائیس اور جدید کفر بک دیئے، لہٰذا اِس ترمیم کے بعد تھانوی کو اور جو ان کے اِس کفر ملعون پر مطلع ہونے کے بعد انہیں مسلمان جانے اُس کو کافر

مُرتد جاننا فرض، اور انہیں مسلمان سمجھنا حرام بلکہ کفر ہے۔ تھانوی پر فرض ہے کہ جلد اس کفر ملعون اور اس کے سوا دوسرے کفریات سے صاف سچی توبہ کر کے مسلمان بنیں، نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر اسلام لائیں، اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو ان کے اذناب وتبعین پر فرض ہے کہ انہیں کافر مرتد سمجھیں، ان کا پیچھا چھوڑیں، توبہ کریں مسلمان بنیں۔......اور اگر وہ بھی نہ مانیں تو مسلمانوں پر تھانوی اور اُن کے متبعین کے ساتھ مسلمانوں کے سے تعلقات رکھنا حرام، ان سے سلام حرام، ان سے دوستی ملاقات حرام، ان کے پیچھے نماز حرام ان کے جنازہ پر نماز حرام، ان کی عیادت حرام، ان سے میل جول، بیاہ شادی حرام، وہ مر جائیں تو انہیں مسلمانوں کی طرح غسل وکفن دینا حرام، انہیں مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن کرنا حرام، غرض ان پر مرتدین کے تمام احکام ہیں۔

"حسام الحرمین شریف" میں فرمایا:

"احکامھم احکام المرتدین والعیاذ باللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین".

(ان کا حکم بعینہٖ وہی ہے جو مُرتدوں کا ہے) اللہ رب العالمین کی پناہ۔
درود وسلام ہو جو تمام مخلوق الٰہی میں سب سے بہتر ہیں ہمارے آقا محمد مصطفٰے اور حضور کے آل واصحاب وفرزند وگروہ سب پر۔ اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ ساری خوبیاں اللہ مالک ہر دو جہان کے لیے ہیں)

فقیر ابوالفتح عبید الرضا

محمد حشمت علی خان قادری رضوی لکھنوی

غفرلہ ولوالدیہ ربہ العزیز القوی

۱۲ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۴۶ھ۔

"ننانوے (99) پہلو کُفر کے"

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"چنانچہ خُود احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

"فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں ان میں سے ۹۹ پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے کیا معلوم کہ شائد اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو"۔[1]

الجواب: شاید موصوف کو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا اس لئے ہم موصوف کے حکیم الامت کا قول نقل کر دیتے ہیں، تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

"فرمایا: فقہاء نے جو فرمایا ہے اگر ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی تو تکفیر جائز نہیں۔ اگر اس کا وہ مطلب ہو جو نیچری وغیرہ سمجھتے ہیں تو دنیا میں کوئی کافر ہی نہ ہوگا کیونکہ ہر کافر میں کوئی نہ کوئی تو وجہ اسلام کی پائی جاتی ہے، مثلاً کوئی عقیدہ توحید کا، قیامت کا، یا کوئی عمل یا کچھ اخلاق۔ سخاوت، مروت، رحم وغیرہ تو کیا اس سے اسلام کا حکم کیا جاوے گا۔ سو فقہاء کی یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کسی قول یا فعل میں کفر کے تو ننانوے محل محتمل ہوں اور ایک تاویل اسلام کی محتمل ہو تو اس تاویل پر حکم کریں گے"۔[2]

اُمید ہے کہ موصوف کو فقہاء کا قاعدہ سمجھ آ گیا ہوگا، تھانوی صاحب کی عبارت میں ایک بھی اِسلام کا پہلو موجود نہیں بلکہ اس کی عبارت بالکل صریح ہے، اس لئے تھانوی صاحب کی تکفیر

---

[1] دفاع، ج1 ص623، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] ملفوظات، ج14 ص178-179، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

کی گئی ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ: "پھر آگے خود اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مثلاً زید کہے عمرو کو علم قطعی یقینی یعنی غیب کا ہے۔ اس کلام میں اتنے پہلو ہیں:
(۱) عمر اپنی ذات سے غیب دان ہے یہ صریح کفر و شرک ہے۔۔۔(۲) عمرو آپ تو غیب دان نہیں مگر جن علم غیب رکھتے ہیں ان کو بتائے سے اسے غیب کا علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے یہ بھی کفر ہے۔۔(۳) عمرو نجومی ہے۔(۴) رمال ہے۔(۵) سامندرک جانتا ہے، ہاتھ دیکھتا ہے۔(۶) کوے وغیرہ کی آواز (۷) حشرات الارض کے بدن پر گرنے (۸) کسی پرندے یا وحشی چرندے کے داہنے یا بائیں نکل جانے (۹) آنکھ یا دیگر اعضاء۔۔۔
غرض اس طرح کی کل ۲۰ مثالیں دی جو آپ اصل عکسی حوالے میں ملاحظہ فرمائیں گے پھر ۲۰ معنی لیتے ہوئے لکھتے ہیں (۲۱) عمرو کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے سمعاً یا عیناً یا الہاماً بعض غیوب کا علم قطعی اللہ عزوجل نے دیا یا دیتا ہے یہ خالص اسلام ہے۔۔تو محققین فقہاء اس کو کافر نہ کہیں گے اگرچہ اس بات کے اکیس پہلوؤں میں بیس کفر ہیں مگر ایک اسلام کا بھی ہے احتیاط و تحسین ظن کے سبب اس کا کلام اسی پہلو پر حمل کریں گے جب تک ثابت نہ ہو کہ اس نے کوئی پہلو کفر ہی مراد لیا۔ (تمہید ایمان ص ۴۳-۴۵، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹)
اللہ اکبر قارئین کرام غور فرمائیں کہ بات بات پر کفر کے فتوے دینے والوں کے قلم سے اللہ رب العزت نے کیسی بات لکھوادی خود خان صاحب فرمارہے ہیں کہ ایک شخص کے قول میں بیس کفریات ہیں ایک اسلام ہے ہم اسلام پر فتوی دیں گے۔۔۔اب میں اہل انصاف سے کہتا ہوں کہ آخرت کو سامنے رکھ کر فیصلہ فرمائیں کہ کیا حکیم الامت" کی عبارت میں کوئی پہلو کفر کا ہے؟؟؟؟۔[1]

---

[1] دفاع، ج1 ص 623-624، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

الجواب: سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے بالکل صحیح لکھا ہے، اور ہمارا یہی نظریہ ہے لیکن یہ عبارت تھانوی صاحب کو کوئی فائدہ نہیں دیتی، اس لئے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے جو مثال دی اس میں اسلامی پہلو بھی موجود ہیں جس کو سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے وضاحت سے بیان کیا ہے اِس لئے کُفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا، جبکہ تھانوی جی کی عبارت میں کوئی بھی اسلامی پہلو موجود نہیں، جو بھی تاویلات دیوبندیوں نے کی ہیں وہ کسی نہ کسی دیوبندی کے نزدیک توہین ضرور قرار پاتی ہیں۔

تھانوی کی عبارت تو سراپا کُفر ہے اُس میں کوئی اِسلامی پہلو موجود ہی نہیں۔ پھر تھانوی نے جو تاویلات کرنے کی کوشش کی علمائے اہلِ سنت نے اُن کو دلائل کی روشنی میں باطل کر دیا۔ لہٰذا "تمہید ایمان" کی عبارت سے قطعاً تھانوی کی برأت ثابت نہیں ہوتی۔

پھر جس طرح تھانوی جی کو کُفر سے بچانے کے لئے در بھنگی مولوی ننانوے احتمالات والے کلیہ کو استعمال کر رہے ہیں اس طرح تو قادیانی ملعون بھی دیوبندیوں کے مقابل اس کلیہ کو استعمال کر سکتے ہیں، پھر در بھنگی مولوی اِس کا کیا جواب دیں گے؟

ہمارے نزدیک تو بات صاف ہے کہ اس کلیہ کا مقصد محتمل عبارت کے متعلق ہے جس میں ننانوے احتمالات کُفر کے اور ایک احتمال میں اسلامی پہلو ہو، مگر تھانوی جی اور قادیانی ملعون دونوں کی عبارات کُفر میں صریح ہیں، ان میں کوئی بھی اسلامی پہلو موجود ہی نہیں۔ اور اسلامی پہلو کا مقصد یہ نہیں کہ قائل کی عبارات کو خُود ساختہ مفہوم پہنایا جائے اور کہہ دیا جائے کہ یہ عبارت کا مقصد ہے،

اس کی ایک مثال آپ کے سامنے ایک واقعہ سے پیش کرتا ہوں۔

ایک شخص پر کورٹ (عدالت) میں کیس چل رہا تھا، آخری شنوائی میں جج نے کہا کہ عدالت آپ کو باعزت بری کرتی ہے۔ اس شخص نے کہا، ویسے بھی عدالت میرا کیا اُکھاڑ لیتی۔ جج جو کہ اہلِ زُبان نہ تھا اس نے اس کے وکیل سیّد دیدار علی شاہ [جو بعد میں چیف جسٹس بھی

بنا] سے پوچھا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟

وکیل نے کہا کہ یہ کہہ رہا ہے کہ عدالت (کورٹ) کی بڑی مہربانی۔ اب یہ اُس کے کہے کا مفہوم و مقصد تو نہیں تھا مگر وکیل نے خود ساختہ مفہوم بنالیا تو وکیل کے اس مفہوم و مقصد بیان کرنے سے اُس کا قول تو درست و صحیح نہیں بن جائے گا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"امکان کذب پر جب احمد رضا خان کی طرف سے عقائد کی کتابوں کا کوئی معقول جواب نہ دیا جا سکا تو انہوں نے اپنی جان بچانے کیلئے ایک نرالا اصول نکالا کہ ان کتابوں کا اصل مقصد صرف مدمقابل کو خاموش کرنا ہوتا ہے اس طرح کی فلسفیانہ اور الزامی عبارتوں کا مقصد اپنا عقیدہ ظاہر کرنا نہیں ہوتا عقیدہ وہی ہوتا ہے جو متون کتابوں میں موجود ہو اس لئے بالفرض اگر ان کتابوں میں کوئی ایسی بات ہو جو متون کتابوں کے خلاف ہو تو ہم اس کو تسلیم نہیں کریں گے لہٰذا امکان کذب پر یہ عبارات پیش نہ کی جائیں اس لئے کہ یہ تو ان کا اصل عقیدہ ہی نہیں اصل عبارت ملاحظہ ہو:

☆ جب بد مذہبوں کا شیوع ہوا اور گمراہ متکلمیوں نے عوام مسلمین کو بہکانے کیلئے اپنے عقائد باطلہ پر عقلی و نقلی مغالطے پیش کرنے شروع کئے علمائے اہل سنت والجماعت کو حاجت ہوئی کہ ان کے دلائل باطلہ کا رد کریں اپنے عقائد حقہ پر دلائل قائم کریں یہاں سے کلام متاخرین کی بنا پڑی۔ اب کہ استدلال بحث و مباحثہ کا پھاٹک کھلا خو[تو] اپنے دلائل و جوابات کی جانچ پرکھ کی حاجت ہوئی اذہان مختلف ہوتے ہیں۔ اور بحث و استخراج میں خطا و اصابت آدمی کے ساتھ لگے ہوتے ہیں ایک نے مذہب پر ایک دلیل قائم فرمائی یا مخالف کے کسی اعتراض کا جواب دیا دوسرے نے اس پر بحث کردی کہ اپنے مذہب پر یہ دلیل کمزور ہے مخالف کی طرف سے اس کا رد یہ ہو سکتا ہے اس رد و بحث کا اثر فقط اسی دلیل و جواب تک ہوتا ہے عام ازیں کہ اس دلیل و جواب ہی میں تصور ہو جیسا کہ بحث کرنے

والے کا بیان ہے یا خود اس باحث ہی کی نظر نے خطا کی دلیل و جواب تیغ وصواب ہو۔ بہر حال معاذ اللہ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اپنا اصل مذہب باطل یا مخالف کا ضلال حق ہے۔۔۔۔نہ معاذ اللہ یہ بحث کرنے والا اپنا عقیدہ بدلتا ہے۔۔۔عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون و مسائل میں بیان کردیا بالائی تقریریں اس کے موافق ہیں تو حق ہیں مخالف ہیں تو وہی ان کی بحث بازیاں اور ذہن آزمائیاں اور قلم جولانیاں ہیں۔{سبحٰن السبوح،ص ۱۷۳،نوری کتب خانہ لاہور،۲۰۰۳}"۔[1]

الجواب: موصوف نے جو عبارت نقل کی ہے وہ "سبحان السبوح" کی نہیں، بلکہ "القمع المبین" کی ہے، مگر موصوف نے اسے "سبحان السبوح" کی عبارت قرار دیا ہے۔اور پھر یہ عبارت بھی کسی طرح تھانوی کو مفید نہیں، اس لئے کہ متکلمین رد کرتے ہوئے الزامی جوابات بھی لکھتے ہیں، اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ میدانِ مناظرہ میں تحقیقی جوابات کے ساتھ ساتھ الزامی جوابات بھی بعض اوقات دیئے جاتے ہیں۔الزامی جواب کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ باحث اپنا اصل مذہب ذکر کررہا ہے بلکہ وہ فقط اُسی دلیل و جواب تک محدود ہوتا ہے۔ مگر افسوس! کہ جاہل دیوبندیوں نے الزامی جوابات کو بھی عقیدہ بنا کر پیش کیا تو سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے "القمع المبین" میں شاندار بحث فرمائی، اور دیوبندیوں کے جملہ اشکالات کو نیست و نابود کردیا، مگر موصوف میں بے حیائی اور بے شرمی اس قدر ہے کہ کہتے ہیں کہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے کوئی معقول جواب نہیں ہوا تو انہوں نے ایسا لکھا۔

حالانکہ موصوف نے اپنے اکابرین کے جو دلائل نقل کئے تھے ان کو راقم نے ہی خاک میں ملا دیا ہے، لہٰذا موصوف کا مذکورہ دعویٰ اس کی بے حیائی و بے شرمی کو ظاہر کرتا ہے۔

اگر دیوبندی موصوف سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تصنیف لطیف "القمع المبین

---

[1] دفاع، ج1 ص624-625، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

لآمال المکذبین " پڑھ لیتا تو اسے ہرگز ایسا اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی اس لئے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ نے اپنے اس دعویٰ پر باقاعدہ عقائد کی کتب سے حوالے نقل کئے ہیں جن کو موصوف شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گیا ہے، ہم یہاں "القمع المبین" سے حوالوں والا اقتباس نقل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔ سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ رقمطراز ہیں کہ:

" مواقف میں ہے: "انت تعرف منھب اهل الحق و انما لا نتعرض لا مثاله للاعتماد علی معرفتك بها فی مواضعها". [1]

" تم اہل حق کا مذہب جانتے ہو اور تمہاری اس معرفت کی بنا پر ہی ہم ایسے مقامات میں اس سے تعرض نہیں کرتے۔(ت)

شرح میں ہے:

" فعلیك برعایة قواعد اهل الحق فی جمیع المباحث وان لم نصرح بها". [2]

" تو تجھ پر لازم ہے کہ تمام مباحث میں اہل حق کے قواعد کا پاس کرے اگرچہ ہم وہاں یہ تصریح نہ کریں۔(ت)

شرح مقاصد میں ہے:

" کثیر اما تورد الاراء الباطلة للفلا سفة من غیر تعرض لبیان البطلان الا فیما یحتاج الی زیادة بیان ". [3]

---

[1] المواقف شرح المواقف، القسم الاول المقصد الثانی، منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۴۴

[2] المواقف شرح المواقف، القسم الاول، المقصد الثانی، منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۴۴

[3] شرح المقاصد، المقصد الثالث، الفصل الثالث، القسم الاول، النوع الثالث المسموعات دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶

" عام طور پر فلاسفہ کی باطل آراء کو اُن کا بطلان ذِکر کیے بغیر وارد کر دیا جاتا ہے، ہاں جہاں کسی زائد بیان کی ضرورت ہو تو وہاں اُن کا بطلان واضح کر دیا جاتا ہے۔ (ت)

بعینہ اسی طرح حسن چلپی علی السید میں ہے"۔ [1]

ان حوالوں سے سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ کا دعویٰ خوب ثابت ہو جاتا ہے، دیوبندی موصوف کو سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ کے مذکورہ اقتباس پر اعتراض کرنے کی بجائے اپنی عقل کا ماتم کرنا چاہئے، سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ نے تو حوالے نقل کئے ہیں، مگر افسوس کہ دیوبندی موصوف بوجہ جہالت اُن حوالوں کو سمجھ ہی نہیں سکا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" قارئین کرام اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ آخر حفظ الایمان بھی تو کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں تھی بلکہ اسی بحث و مباحثہ اور مخالفین کے باطل عقائد کے رد میں چند سوالوں کا جواب ہے۔۔۔اور احمد رضا خان صاحب نے خود اس میں تصریح کر دی کہ ان کتابوں کو ان حضرات کے اصل عقائد نہیں شمار کیا جا سکتا۔۔۔ بالفرض اگر حفظ الایمان میں وہی بات کہی گئی ہوتی جو احمد رضا خان نے ان کی طرف منسوب کی تب بھی یہ عقیدہ حکیم الامت۔۔۔کا نہیں تھا۔ بلکہ ان کا اصل عقیدہ وہی ہے جو انہوں نے متون میں بیان کر دیا۔ بریلوی حضرات احمد رضا خان کی اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ آج وہ جن کتابوں پر اعتراض کر رہے ہیں ان سب کا تعلق اسی قسم کی کتابوں ہی سے تو ہے جس کے متعلق آپ کے اعلی حضرت فرماتے ہیں کہ اصل عقیدہ اس میں نہیں ہوتا اس لئے اس قسم کی کتابوں میں کوئی بھی بات اگر ہو تو بطور عقیدہ ان کی طرف منسوب نہ کی جائے گی"۔ [2]

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: فتاوی رضویہ، رسالہ:"القمع المبین لآمال المکذبین "جدید، ج15 ص471، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔

[2] دفاع، ج1 ص625، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

الجواب: موصوف کے اس جواب سے موصوف کی عاجزی و بے بسی عیاں ہے اس لئے کہ متکلمین کی کتابوں میں متکلمین کے عقائد مرقوم ہیں۔ بعض اوقات وہ الزامی جواب دیتے ہیں، جس کا ان کے عقیدے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا لیکن چونکہ کتابوں میں اختصار بہت ہے اس لئے بار بار پڑھنے کے بعد کتاب کا اسلوب سمجھ میں آتا ہے۔

تھانوی کی اس عبارت میں حضورِ اکرم ﷺ کی تنقیصِ شان موجود ہے اور انہیں حضورِ اکرم ﷺ کیلئے علمِ غیب کا حصول اتنا ناگوار گزرا کہ انہوں نے حضورِ اکرم ﷺ کے علم مبارک کو صبی و بہائم و مجانین کے برابر کردیا (نعوذ باللہ) یہی تھانوی کا عقیدہ ہے جو اس کی عبارت سے عیاں ہے، مگر موصوف پر جہالت کے سائے ایسے پڑے ہیں کہ وہ جہالت سے نکلنے کا نام ہی نہیں لے رہے۔

موصوف کا یہ لکھنا کہ: "بالفرض اگر حفظ الایمان میں وہی بات کہی گئی ہوتی جو احمد رضا خان نے ان کی طرف منسوب کی تب بھی یہ عقیدہ حکیم الامت۔۔۔کا نہیں تھا"۔ [1]

اپنے دیوبندیوں کیلئے طفل تسلی اس لئے کہ اس میں حضورِ اکرم ﷺ کی گستاخی وتوہین ہے اگر بالفرض یہ تھانوی جی کا عقیدہ نہ بھی ہو تو بھی اس کی تحریر شانِ نبوی ﷺ میں گستاخی وتوہین شمار ہوگی۔ بہرکیف تھانوی جی کی عبارت میں توہین پائی جارہی ہے اس کے لئے عقیدے کا ہونا ضروری نہیں، جیسا کہ انور شاہ کشمیری دیوبندی نے لکھا ہے:

"وقد ذکر العلماء أن التهور فی عرض الأنبیاء وإن لم یقصد السب کفر". [2]

علماء نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی شان میں گستاخی کفر ہے، خواہ کہنے والا گستاخی کا ارادہ نہ کرے"۔

---

[1] دفاع، ج1 ص625، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] اکفار الملحدین، ص 108، المجلس العلمی - پاکستان

لہٰذا تھانوی کی جانب سے یہ تاویل کرنا کہ اُس کا عقیدہ نہ تھا تو بھی انور شاہ کشمیری کے مطابق توہین و گستاخی ہی قرار پائے گی جو کہ کُفر ہے۔ اس لئے سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫ کا مذکورہ بالا حوالہ نقل کرنا دیوبندی موصوف کو کسی طرح بھی مفید نہیں ہے۔

اُلّو و گدھے کے ناموں میں تاثیر

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے: کسی کو الو گدھا کہہ دو تو وہ رنجیدہ ہو جاتا ہے اور حضرت قبلہ و کعبہ کہہ دو تو خوش ہو جاتا ہے حالانکہ اُلو گدھا بھی مخلوق ہیں اور قبلہ و کعبہ بھی ایسے ہی خالق کے مختلف ناموں میں مختلف تاثیریں ہیں"۔ (رسائل نعیمیہ، ص ۳۷۲)

اس میں اللہ تعالیٰ کے مقدس ناموں کو ایسے کے ساتھ الو و گدھے کے ناموں سے تشبیہ دی گئی کیا یہ گستاخی نہیں؟"۔[1]

الجواب: اس عبارت کو "حفظ الایمان" پر منطبق کرنا موصوف کی جہالت ہے، اس لئے کہ حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی ﷫ نے الفاظوں کی تاثیرات کو سمجھایا ہے کہ اگر کسی کو اُلّو یا گدھا کہہ دو تو سننے والا رنجیدہ ہوتا ہے۔ کیوں ہوتا ہے اس لئے کہ وہ لفظ اسے بُرا لگتا ہے، اُس پر اِس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔ یعنی لفظ نے اپنی تاثیر دِکھائی کہ آدمی رنجیدہ ہو گیا۔ پھر اگر کسی کو قبلہ و کعبہ کہہ دو تو خُوش ہو جاتا ہے یعنی الفاظ نے اپنی تاثیر دِکھائی، قبلہ و کعبہ لکھنے کے بعد آپ نے لکھا کہ: "ایسے ہی خالق کے مختلف ناموں میں مختلف تاثیریں ہیں"۔

یہ تو موصوف کی حماقت و جہالت ہے کہ اس سے مُراد اُلو و گدھا لے رہے ہیں حالانکہ اس سے مُراد قبلہ و کعبہ ہیں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی ﷫ کی عبارت سے ہرگز اسماء باری تعالیٰ کے ناموں کی تاثیرات کی

---

[1] دفاع، ج1 ص626، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

جانوروں کے ناموں کی تاثیرات سے برابری ومساوات لازم نہیں آرہی۔
جبکہ تھانوی صاحب کی عبارت میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علوم غیبیہ کی صبی و بہائم ومجانین کے علم سے برابری ومساوات ثابت ہورہی ہے۔موصوف میں ہمت ہے تو ایسی کوئی عبارت پیش کریں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"انبیاء نے اپنے آپ کو ظالم ضال خطاوار وغیرہ فرمایا ہے، اگر ہم یہ لفظ ان کی شان میں بولیں تو کافر ہوجائیں ایسے ہی حضور سے فرمایا گیا اپنے کو بشر کہو(نور العرفان، ص ۸۰۲)
یہاں بھی مفتی صاحب نے نبی اکرم ﷺ کی بشریت کو ظالم، ضال سے تشبیہ دے کر ان کے برابر کردیا؟"۔[1]

الجواب: اِن اعتراضات سے موصوف کی جہالت اور بے بسی خُوب ظاہر ہورہی ہے، اور ان کے استدلال نے واضح کردیا کہ واقعی وہ تھانوی کے حصے میں آنے والے احمقوں میں سے ایک احمق ہیں۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ کچھ انبیاء کرام علیہم السلام نے بطورِ کسرِ نفسی اپنے لئے مذکُورہ الفاظ اِرشاد فرمائے ہیں، اوران الفاظ کا استعمال اپنے لئے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے تھا اُن کو حق تھا کہ بطورِ کسرِ نفسی وہ اپنے لئے یہ الفاظ استعمال فرمائیں، کسی اور کو یہ حق نہیں پہنچتا۔
کیا انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنے لئے بطور کسر نفسی مذکُورہ الفاظ کا کہنا توہین ہے؟ جب اپنے لئے عاجزی وانکساری کے طور پر مذکُورہ الفاظ کا کہنا توہین نہیں تو دیوبندی موصوف اعتراض کس بات پر کررہے ہیں۔ دیگر انبیاءِ کرام علیہم السلام نے کسر نفسی فرمائی تو ایسے ہی حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مَیں بشر ہوں تمہاری مثل۔اب کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ"

---

[1] دفاع، ج 1 ص 626، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

کہے میں حضورِ اکرم ﷺ کی مثل بشر ہوں۔ اس میں اعتراض کی کون سی بات ہے، مگر نہ جانے کیوں موصوف کے دماغ میں اُلّو بیٹھا ہوا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" جب لاٹھی سانپ کی شکل میں ہوگی تو کھائے گی پئے گی مگر ہوگی لاٹھی، یہ کھانا پینا اس کی اس شکل کا اثر ہوگا ایسے ہی حضور اکرم ﷺ اللہ کے نور ہیں، جب بشری لباس میں آئے تو نوری بشر تھے۔ یہ کھانا پینا نکاح ووفات اسی بشریت کے احکام ہیں۔ (نور العرفان، ص ۸۰۵) کیا یہاں بھی حضور ﷺ کی نورانیت کو"ایسے" کے لفظ سے تشبیہ دے کر سانپ کے برابر کردیا؟"۔[1]

الجواب: عقل کے اندھے نے اس پر غور نہیں کیا کہ لاٹھی کا سانپ بن جانا حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا معجزہ ہے، حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے ایک معجزہ سے دُوسرے معجزہ کو سمجھایا کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ کو بھی مجسم معجزہ کہا گیا ہے، جس کے متعلق دلائل کتبِ اسلامیہ میں علماء ملّتِ اسلامیہ نے بیان فرمائے ہیں۔ بہرکیف اس عبارت کا بھی تھانوی کی عبارت سے کوئی تعلق نہیں اس لئے کہ اس عبارت میں کوئی بھی ایسا لفظ موجود نہیں، جس سے نُورانیتِ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سانپ کے مساوی وبرابر قرار دیا جارہا ہو، اگر موصوف میں ہمت ہے تو ثابت کریں۔

مفتی صاحب تو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ دیوبندی حضورِ اکرم ﷺ کی نُورانیت پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ طعام تناول فرماتے تھے، حالانکہ نُور تو نہیں کھاتا، تو مفتی صاحب نے صفتِ ملکوتی اور حیثیتِ بشری کو سمجھانے کے لئے قرآنِ حکیم کی دلیل پیش کی کہ وہ عصائے موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام تھا لیکن بطورِ معجزہ جب وہ سانپ بنا تو پھر دیگر رسیوں کو

---

[1] دفاع، ج1 ص626، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

نکلنے لگا، اور کھانا پینا اُس کی اِس حیثیت کا اثر ہوگا، پھر آگے آپ نے یہ دلیل دینے کے بعد حضور اکرم ﷺ کی صفتِ ملکوتی وحیثیتِ بشریت کو سمجھایا، اس میں سانپ کے ساتھ مساوات وبرابری کہاں سے ثابت ہو رہی ہے؟

تھانوی صاحب علوم غیبیہ کے خاصہ کی نفی کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے علوم غیبیہ کو صبی وبہائم ومجانین سے برابر ومساوی قرار دے رہے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"مولانا احمد رضا خان سے سوال ہوا: ایک عالم نے اپنے وعظ میں کہا اے مسلمانوں آپ لوگوں کو سمجھانے کیلئے ایک مثال دیتا ہوں اس کے بعد آپ لوگ خیال کریں کہ قوت ایمانی میں کہاں تک ضعف ہو گیا ہے دیکھو کسی حاکم کا چپراسی سمن لے کر آتا ہے تو اس کا کس قدر خوف ہوتا ہے حالانکہ حاکم ایک بندہ مثل وشما سمن آدھے پیسے کا غذ جس پر معمولی مضمون ہوتا ہے، چپراسی ۵، ۶ روپے کا ملازم ہوتا ہے مگر حالت یہ ہوتی ہے کہ اس کے خوف کے مارے لوگ روپوش ہو جاتے ہیں لاچاری سے لینا ہی پڑتا ہے بعدہ وکیل کی تلاش اور روپے کا صرف کرنا کذا وکذا اور اللہ تعالی احکام الحاکمین کہ وہم بھر میں تہہ وبالا کرسکتا ہے اس کا حکم نامہ قرآن پاک ومقدس کہ جس کے ایک ایک حرف پر دس بیس تیس نیکی کا وعدہ ہے وہ رسول اللہ ﷺ لائے ......

الجواب: حاش للہ اس میں نہ تشبیہ ہے نہ تمثیل نہ اصلا معاذ اللہ توہین کی بو۔

(فتاوی رضویہ جدید، ج ۱۵ ص ۱۵۰)

اب دیکھیں مولوی واعظ خود کہہ رہا ہے کہ میں ایک مثال دے رہا ہوں اور پھر نبی کریم ﷺ کیلئے چپراسی کی مثال دیتا ہے مگر چونکہ بندہ اپنا تھا اس لئے احمد رضا خان صاحب قسم کھا کر کہتے ہیں کہ نہیں مثال نہیں نہ اس میں تمثیل نہ تشبیہ۔ حضرت تھانویؒ تو چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ میں نے تمثیل وتشبیہ نہیں دی وہاں تو تشبیہ وتمثیل ہو جائے اور یہاں ایک آدمی

خود کہے کہ میں مثال دے رہا ہوں مگر یہاں نہ تمثیل ہو نہ تشبیہ یہ وجہ فرق کیوں؟"۔ [1]

الجواب: موصوف نے "فتاویٰ رضویہ شریف" کے اِس مقام کو دیکھا ہی نہیں، ورنہ فرق موصوف پر خُود عیاں ہو جاتا، موصوف نے اپنی عادت کے مطابق کہیں سے سرقہ کر کے یہ حوالہ لکھا ہے، اور اصل کو دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی، ورنہ فرق خُود اس فتوے میں موجود ہے، ہم یہاں سوال مع جواب نقل کرتے ہیں جس سے قارئین پر واضح ہو جائے گا کہ موصوف کی نقل کردہ عبارت اور "فتاویٰ رضویہ شریف" کی عبارت میں کتنا فرق ہے اور تھانوی کی غلیظ عبارت اور اس میں کیا فرق ہے، مُلاحظہ فرمائیں:

[**سوال**] ایک عالم سنی حنفی المذہب نے اپنے وعظ میں کہا کہ اللہ عزوجل نے ایک سو چار (۱۰۴) کتاب نازل فرمائی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ سب میں پروردگار نے فرمایا:

﴿وَأَطِيْعُوا اللهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ الخ

(اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ ت)

اے مسلمانو! آپ لوگوں کو سمجھانے کے لئے ایک مثال دیتا ہوں، اُس کے بعد آپ لوگ خیال کریں کہ قوتِ ایمانی میں کہاں تک ضعف ہو گیا ہے، دیکھو کسی حاکم کا چپراسی سمن لے کر آتا ہے تو اُس کا کس قدر خوف ہوتا ہے حالانکہ حاکم ایک بندۂ مثل ما و شما، سمن پیسہ آدھے پیسہ کا کاغذ جس میں معمولی مضمون ہوتا ہے، چپراسی پانچ چھ روپے کا ملازم ہوتا ہے، مگر حالت یہ ہوتی ہے کہ اُس کے خوف کے مارے لوگ رُو پوش ہو جاتے ہیں، لاچاری سے لینا ہی پڑتا ہے، بعدہ وکیل کی تلاش اور روپے کا صرف کرنا وکذا وکذا، اور اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین کہ دَم بھر میں تہہ وبالا کر سکتا ہے اُس کا حکمنامہ یعنی قُرآن پاک ومقدس کہ جس کے ایک ایک حرف پر دس، بیس، تیس نیکی کا وعدہ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے

---

[1] [المائدۃ:92]

کہ جن کی خاطر زمین و آسمان پیدا ہوا، اب بتاؤ کہ اُس احکم الحاکمین اور اِس قرآنِ مجید اور اُس کے رسول کا فرمان ہم سب مسلمان لوگ کہاں تک بجالاتے ہیں، ہمیشہ وعظ سنتے ہیں عمل نہیں کرتے الخ، اِس پر دُوسرے ایک عالم نے کہا کہ حضرت ﷺ کو چپراسی کہنا دین کا، یا اس سے مثال دینا، یا اِس سے تشبیہ، تینوں صورتوں میں کفر ہے، اور کہنے والا سابی ہے اُس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

اب عرض ہے کہ یہ تشبیہ ہے یا تمثیل، اور مثال و تشبیہ کا فرق پُورے طور سے بیان فرمایئے، یہ سوال اگرچہ کوتاہ ہے مگر بڑا اہم اور ضروری ہے جس کے سبب سے ایک بڑا فتنہ وفساد برپا ہو رہا ہے، بینوا توجروا

الجواب: حاش للہ! اِس میں نہ تشبیہ ہے نہ تمثیل، نہ اصلاً معاذ اللہ توہین کی بُو، یہ تو لوگوں کی زجر و توبیخ ہے کہ ایک ذلیل حاکم کا ذلیل فرمان، ذلیل چپراسی لائے اُس پر تو تمہاری یہ حالت ہوتی ہے اور ملک الملوک واحد قہار جل وعلا کا عزیز و عظیم و جلیل و کریم فرمان اعز المسلمین، اکرم الحمد بین ﷺ لے کر تشریف لائے اُس کی پرواہ نہیں کرتے، اس سے اپنی قوتِ ایمانی کے حال کا اندازہ کرسکتے ہو، اِس کی نظیر حضور بشیر و نذیر ﷺ کا اِرشاد ہے کہ "صحیح بخاری" میں ابُو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

"وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ. أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِينًا. أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ، لَشَهِدَ العِشَاءَ". [1]

---

[1] أخرجه البخاري في الصحيح ،بَابُ وُجُوبِ صَلاَةِ الجَمَاعَةِ ،ج 1 ص 131 (644)، وبَابُ إِخْرَاجِ الخُصُومِ وَأَهْلِ الرِّيَبِ مِنَ البُيُوتِ بَعْدَ المَعْرِفَةِ ،ج9ص 82 (7224)، ومالک في الموطأ ،بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ عَلَى صَلَاةِ الْفَذِّ ،ص 129 ،والشافعي في السنن المأثورة (157) ،والنسائي في السنن ،التَّشْدِيدُ فِي التَّخَلُّفِ عَنِ الْجَمَاعَةِ (848)، وفي السنن الكبرى ،ج 1 ص 446 (923) ،وابن حبان في الصحيح ،ج5ص 451-452

"قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر ان میں کسی کو یہ معلوم ہوتا کہ کوئی فربہ ہڈی جس پر گوشت کا خفیف حصہ لپٹا رہ گیا ہو یا بکری کے اچھے دو کھر ملیں گے (جن کے شگاف میں گوشت کا لگاؤ ہوتا ہے) تو ضرور نماز عشاء میں حاضر ہوتا"۔

اور طبرانی نے "معجم اوسط" میں بسندِ صحیح انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَوْ أَنَّ رَجُلًا دَعَا النَّاسَ إِلَى عِرْقٍ أَوْ مِرْمَاتَيْنِ لَأَجَابُوْهُ وَهُمْ يُدْعَوْنَ إِلَى هٰذِهِ الصَّلَاةِ فِي جَمَاعَةٍ فَلَا يَأْتُوْنَهَا"۔[1]

"اگر کوئی شخص لوگوں کو پتلا گوشت لپٹی ہوئی ہڈی یا دو کھروں کی دعوت دے تو ضرور جائیں گے اور اس نماز کی جماعت کو بلائے جاتے ہیں تو نہیں آتے"۔

کیا معاذ اللہ یہ ثواب و رضائے الٰہی کو دو کوڑی کی ہڈی یا دو کھروں سے تشبیہ ہے، حاشا بلکہ ان کے حال کی تقبیح اور ان پر زجر و تنبیہ ہے کہ ایسی حقیر چیز کے لئے تو دوڑتے ہیں اور ایسی عظیم شئے کی پرواہ نہیں کرتے۔

امام بدر الدین محمود عینی "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

"المعنى لو علم أنه لو حضر صَلَاةَ الْعِشَاء لوجد نفعا دنيويا وَإِن كَانَ خسيساً

=(2096)، وأبو عوانة في المستخرج، ج1ص 352 (1260)، والبيهقي في السنن الكبرى، ج3ص78(4930)، وفي معرفة السنن والآثار، ج4ص 102 (5601)، كلهم من طريق أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ... الحديث۔

[1] أخرجه الطبراني في الأوسط، ج3ص 149-150 (2763) من حديث أنس بن مالك رجاله ثقات غير حوثرة بن الأشرس العتكي، ذكره ابن حبان في الثقات [8\215] وقال: من أهل الْبَصْرَة يروي عَن حَمَّاد بن سَلمَة والبصريين حَدثنَا عَنهُ الْحسن بن سُفْيَان وَأَبُو يعلى

حَقِيْرًا لحضرها لقُصُور همته وَلَا يحضرها لما لَهَا من الأجور والمثوبات (أي: العقبى وَنَعِيمهَا)". [1]

مفہوم یہ ہے کہ اگر انہیں یہ علم ہو کہ نماز پر آنے سے دُنیوی نفع ہو، اگرچہ وہ حقیر و خسیس ہو، وہ تب بھی آئیں کیونکہ ان کی منزل دُنیا ہے اور اُس کے لئے نہ حاضر ہوں گے جس میں ان کے لئے عقبیٰ اور اُس کے انعامات ہیں۔ (ت)

اور اگر یوں ہوتا کہ خُدا انا ترسو! اللہ و رسول سے اتنا تو ڈرو جتنا دُنیوی حاکم اور اُس کے ممن اور چیراسی سے ڈرتے ہو جب بھی اسے تمثیل و تشبیہ و توہین سے علاقہ نہیں ہوتا اب اس کی نظیر یہ حدیث ہوتی کہ ابن عدی نے ابُو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اسْتَحِي اللهَ اسْتِحْيَاءَكَ مِنْ رَجُلَيْنِ مِنْ صَالِحِي عَشِيرَتِكَ"۔ [2]

---

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج5ص 161، وج24ص 283، وانظر: إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، ج2ص 25، وج10ص 274، والكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري، ج5ص 37، وج 24ص 252، و شرح الطيبي على مشكاة المصابيح، ج4ص 1127، وتحفة الأبرار شرح مصابيح السنة، ج1ص 331-332۔

[2] أخرجه ابن عدي في الكامل، ج2ص 365، في ترجمة: جعفر بن الزبير الشامي، وج5 ص 142، في ترجمة: صغدي بن سنان بصري۔ قلت: وَرَوَاهُ صغدي بن سِنَان، عَن جَعْفَر بن الزبير۔ قال ابن القيسراني في ذخيرة الحفاظ، ج1ص 391(485): وجعفر مَتْرُوك الحَدِيث۔ قلت: وقد روي الحديث بإسناد جيد، أخرجه ابن بشران في الأمالي، في الجزء الأول، ص 30(15)، وأبي الحسن القزاز البصري في جزء من أحاديث القزاز عن شيوخه ص 365 (1100)، وابن أبي خيثمة التاريخ الكبير في السفر الثاني، ج1 ص 256 (874)، من طريق ابْن لَهِيعَة واللَّيث بْن سَعْد، عَنْ يَزِيد بْنِ أَبِي حَبِيب، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ=

"اللہ تعالیٰ سے ایسی شرم کر جیسی اپنے کنبے کے دو نیک مردوں سے کرتا ہے"۔ [1]

یہاں معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کو کنبے کے دو مَردوں سے تشبیہ نہیں، نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اُتنی ہی حیا چاہئے جتنی دو مردوں سے، بلکہ اس مقدارِ حیا کی طرف ہدایت ہے کہ اللہ سے کرے تو معاصی سے روکنے کو کافی ہو، یُونہی نہ یہاں معاذ اللہ دُنیوی حاکم اور سمن اور چپراسی سے تشبیہ ہے، نہ یہ کہ اللہ ورسول وقرآن سے اتنا ہی ڈرو جتنا ان سے بلکہ اس مقدارِ خوف کی طرف ہدایت ہے کہ اللہ ورسول وقرآن سے ہو تو اتقا واجتناب معاصی کے لئے بس ہو، ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک ساب مُرتد ہے اور اُس کے سب احکام

---

[1] = =سَعِيد،وزاد ابن بشران :"بن يزيد"، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَوْصِنِي. قَالَ: "أُوصِيكَ أَنْ تَسْتَحْيِيَ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ كَمَا تَسْتَحْيِي رَجُلًا مِنْ صَالِحِي قَوْمِكَ"۔ واللفظ لابن بشران، ورجال القزاز كلهم رجال الشيخين غير سعيد بن يزيد بن الأزور الأزدى۔ ورجال ابن بشران كلهم ثقات غير ابن لهيعة وقد توبع الليث بن سعد الفهمي، فهو من رجال الشيخين۔ ورواه محمد بن نصر المروزي في تعظيم قدر الصلاة (826-827)، وأبي عروبة الحراني المنتقى من كتاب الطبقات، ص 59، والخرائطي في مكارم الأخلاق (309)، والسلمي في آداب الصحبة (25) والبيهقي في الشعب (7343)، وقوام السنة في الترغيب والترهيب (1128)، والسهروردي في مشيخته (35)، و المقدسي في الأحاديث المختارة، ج3ص 299 (1099)، وقال المقدسي: سُئِلَ عَنْهُ الدَّارَقُطْنِيّ فَقَالَ حَدَّثَ بِهِ يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ وَاخْتُلِفَ عَنْهُ فَرَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ أَوْ سَعْدِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَخَالَفَهُ عبد الحميد بْنُ جَعْفَرٍ فَرَوَاهُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَمٍّ لَهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ الله أوصني الحَدِيث وَقَول عبد الحميد بْنِ جَعْفَرٍ أَشْبَهُ بِالصَّوَابِ قُلْتُ وَهَذِهِ رِوَايَةُ الصَّحَابِيِّ عَنِ الصَّحَابِيِّ صَحِيحَةٌ فَلا يُؤَثِّرُ ذَلِكَ فِيهِ وَاللهُ أعلم۔

مثل مرتد، مرتد اگر توبہ کرے تقبل ولا یقتل (قبول کریں گے اور قتل نہ کریں گے)
کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے
اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) تشبیہ میں اگر وجہ شبہ امور متعددہ سے منتزع ہو
تمثیل ہے جیسے [آیہ] کریمہ ﴿كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا﴾ [1]
(گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اُٹھائے۔ت) ورنہ نہیں، اور کبھی تشبیہ مرکب کو تمثیل
کہتے ہیں جس کے معنی میں مفرد کی مفرد سے تشبیہ ملحوظ نہیں بلکہ ہیئت مجموعی سے، کریمہ
﴿وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ﴾ [2]
(اور وہی انہیں لئے جارہی ہے ایسی موجوں میں جیسے پہاڑ۔ت) میں تشبیہ ہے۔ اور کریمہ
﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا﴾ [3] الایۃ
(ان کی کہاوت اس کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی، الایۃ۔ت) میں تمثیل ہے۔ واللہ
تعالٰی اعلم۔ [4]

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"سانپ اور بھینس اگرچہ اللہ کی مخلوق ہے اور اس کی روزی کھاتے پیتے ہیں مگر سانپ کے
پاس زہر ہے اور بھینس کے پاس دودھ اس لئے آپ سانپ کو مارتے ہیں اور بھینس کی
خدمت کرتے ہیں ایسے ہی کفار کے پاس کفر کا زہر ہے اور حضرات انبیاء، اولیا، علماء کے
پاس ایمان کا دودھ"۔ (تفسیر نعیمی ج ۳ ص ۳٦٤ سورہ آل عمران آیت: ۳۳)"۔ [5]

---

[1] [الجمعۃ:5]

[2] [ھود:42]

[3] [البقرۃ:17]

[4] فتاوی رضویہ، ج15 ص150۔152، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔

[5] دفاع، ج1 ص628، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

الجواب: اِس عبارت میں تو مساوات و برابری کی نفی ہے، کفار کے پاس کُفر کا زہر ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاءِ عظام رحمہم اللہ اور علماء کے پاس ایمان کا دُودھ ہے۔ یعنی دونوں میں کوئی برابری و مساوات نہیں، مگر موصوف جہالت سے اسے تھانوی کی عبارت کا مؤید سمجھ رہے ہیں۔ اگر موصوف ایسے ہی کج بحثی پر اُتر آئے ہیں تو پھر وہ تمام مقامات جہاں پر تھانوی نے ملفوظات کے اندر ایسا لفظ برائے مساوات و برابری استعمال کیا ہے وہ تمام تھانوی کے کُفر پر خُود ان کے ملفوظات سے کُفر کی دستاویز ہوں گی، پھر ہم سے شکایت چہ معنی دارد۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"پیر کرم شاہ ازہری لکھتا ہے:" جس طرح انکو من جانب اللہ اپنی نبوت پر یقین محکم ہوتا ہے اس بارے میں انہیں قطعاً کوئی تردد نہیں ہے اس طرح ان پر جو وحی اتاری جاتی ہے جو فرشتے ان کی طرف بھیجے جاتے ہیں، جن انوار و تجلیات کا انہیں مشاہدہ کرایا جاتا ہے ان کے بارے میں انہیں ذرا تردد نہیں ہوتا یہ علم و یقین اللہ تعالی کی طرف سے انہیں عطا کیا جاتا ہے اسی طرح کا یقین حسب مراتب انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی مرحمت ہوتا ہے"۔

(ضیاء النبی ج۲ ص۵۱۹)

اس عبارت میں انبیاء کے یقین کو جانوروں کے یقین سے تشبیہ دی جارہی ہے"۔ [1]

الجواب: موصوف اگر مذکورہ عبارت پر غور کر لیتے تو انہیں معلوم ہوجاتا کہ یقین میں برابری و مساوات کی نفی ہے، کیونکہ عبارت میں ہے یقین حسب مراتب انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی مرحمت ہوتا ہے، یعنی یقین میں کوئی برابری و مساوات موجود نہیں، مگر تھانوی صاحب کی عبارت میں تو برابری و مساوات موجود ہے۔

---

[1] دفاع، ج1 ص628، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

دیوبندی اعتراض تشبیہ میں مساوات لازم نہیں

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ اس عبارت میں نبی اکرم ﷺ کے علم کو معاذ اللہ جانوروں سے تشبیہ دے کر ان کے برابر کر دیا ہے اس لئے گستاخی ہے ہم خود بریلوی کتب کے حوالہ جات نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ تمثیل و تشبیہ میں برابری لازم نہیں پس جب یہ قاعدہ ہی درست نہیں تو اعتراض بھی لغو ہوا۔

(۱) ڈاکٹر الطاف حسین اور خلیل رانا لکھتا ہے:

"مشابہت سے مساوات بھی لازم نہیں آتی چہ جائیکہ مشبہ کی برتری کا قول کیا جائے"۔

(افضلیت غوث الاعظم ص۸۶)

(۲) مفتی حنیف قریشی آف پنڈی لکھتا ہے:"تشبیہ اور استعارہ سے مشبہ و مشبہ بہ کی برابری سمجھنا پرلے درجے کی حماقت و جہالت ہے" (مناظرہ گستاخ کون، ص۵۳۹)

(۳) مولوی ابوکلیم صدیق فانی لکھتا ہے:

"مثال کے بیان سے مقصد کسی بات کو عام فہم انداز میں بیان کرنا مقصود ہوتا ہے یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ جس چیز کیلئے مثال دی جارہی ہے مثال اس کا عین ہے اور ہو بہو اس پر صادق آتی ہے۔ محدث حافظ ابن قیم جوزی لکھتے ہیں: انہ لا یلزم تشبیہ الشیء بالشیء مساواتہ لہ (المنار المنیف ص۶۰ طبع بیروت) یعنی [یعنی] کسی شے کو کسی شے سے تشبیہ دی جائے تو یہ لازم نہیں آتا کہ یہ شے اس کے برابر ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: تشبیہ اور استعارہ سے مشبہ اور مشبہ بہ سے برابری سمجھنا پرلے درجے کی حماقت (بے وقوفی) ہے"۔[1]

---

[1] دفاع، ج1 ص629، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

الجواب: تھانوی کی متنازعہ فیہا عبارت میں مساوات وبرابری موجود ہے، موصوف نے جو قواعد ذکر کئے ہیں وہ اپنی جگہ مسلّم لیکن ان قواعد سے تھانوی کی برأت ثابت نہیں ہو رہی۔ دربھنگی دیوبندی صاحب تو تشبیہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر واتنا ہے پھر تشبیہ کیسی، تو حاصل یہ ہوا کہ جس قدر اور جتنے علم کو علت اطلاق عالم الغیب کی فرض کی تھی وہ زید وعمرو وبکر میں متحقق ہے"۔ [1]

دیکھیں دربھنگی صاحب متنازعہ عبارت میں ایسا کو اتنا اور اس قدر کے معنی میں قرار دے رہے ہیں۔ مساوات وبرابری کو کیا سینگ ہوتے ہیں۔ اور پھر تھانوی کی عبارت میں من کل الوجوہ تشبیہ موجود ہے، اور مساوات بھی، اس لئے کہ تھانوی نے تخصیص کی نفی کی ہے، چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ:

"اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو۔۔۔الخ"۔ [2]

اگر تھانوی کے نزدیک من بعض الوجوہ تشبیہ ہوتی تو وہ تخصیص کی نفی کیوں کرتے، اور اس طرح تو خود تھانوی کا اِستدلال ہی باطل قرار پاتا ہے، کیونکہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"پھر غیب کو مُنجملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے"۔ [3]

یعنی انہوں نے من کل الوجوہ مشابہت اور مساوات ثابت کی ہے، اور اسی پر وہ اپنے استدلال کو قائم کررہے ہیں، اور اسی پر ہی یہ اعتراض کررہے ہیں کہ:

"تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے"۔ [4]

---

[1] توضیح البیان، ص 19، مجموعہ رسائل چاندپوری، ج1 ص 139، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

[2] حفظ الایمان، ص 15، دار الکتاب، دیوبند، یوپی۔

[3] حفظ الایمان، ص 16، دار الکتاب، دیوبند، یوپی۔

[4] حفظ الایمان، ص 15، دار الکتاب، دیوبند، یوپی۔

یعنی تھانوی نفی تخصیص کرے پھر زید و عمرو بکر سے مساوات ثابت کر کے اس پر اپنے استدلال کی بنیاد قائم کر رہے ہیں، لہٰذا موصوف کا تشبیہ کے قواعد لکھنا بے سود ہیں کیونکہ عبارت سے ہی مساوات و برابری ثابت ہو رہی ہے۔

منظور نعمانی دیوبندی نے لکھا ہے کہ:

"اس عبارت میں لفظ" ایسا" اتنا" کے معنی میں ہے"۔[1]

اور عبدالشکور لکھنوی دیوبندی کی تاویل کے مطابق" ایسا" اتنا کے معنی میں ہو تو کفر ہوگا، حوالہ سابق میں گذر چکا ہے، گویا کہ تھانوی جی کی عبارت کے پیش نظر دیوبندیوں کا بھی اجماع ہے کہ یہ کُفریہ ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے کہ اس عبارت پر سردار احمد گرداسپوری ثم لائلپوری (فیصل آباد) نے فاتح رضا خانیت مولانا منظور نعمانی صاحب۔۔۔ سے مناظرہ کیا اور انہیں شکست دی اور ایک لاجواب کتاب موت کا پیغام دیوبندیوں کے نام لکھی۔

(ملخصاً دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص:۷۰)

حالانکہ یہ اس کا بدترین جھوٹ ہے حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ نے تین دن بریلی کے اندر رضا خانیوں کے گھر میں منظر اسلام کے شیخ الحدیث سردار احمد گورداسپوری کے ساتھ اس عبارت پر مناظرہ کیا اور بریلویوں کے گھر میں رضا خانیوں کی ایسی دھجیاں اڑائیں کہ تیسرے دن رضا خانیوں نے خود میدان مناظرہ میں اپنی عادت بد کے مطابق شور ڈال کر میدان سے فرار کا راستہ اختیار کیا۔ اس پورے مناظرہ کی شاندار روئیداد" فتح بریلی کا دلکش نظارہ" کے نام سے شائع ہوئی جو آج بھی" فتوحات نعمانیہ" میں شامل

---

[1] فتوحات نعمانیہ، 622، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

ہے، اگر اس مناظرے میں بریلوی شیخ الحدیث کو شکست، ذلت و ہزیمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا تو اسے بریلی چھوڑ کر فیصل آباد پاکستان آنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی تھی؟"[1]

الجواب نمبر(1): یہ مناظرہ 1354ھ یعنی 1935ء کو ہوا۔ منظور نعمانی دیوبندی ان دنوں بریلی شریف سے "الفرقان" رسالہ نکالا کرتے تھے، اس لئے بریلی شریف میں مناظرہ کر کے منظور نعمانی نے کوئی تیر نہیں مارا۔

(2) موصوف نے یہ جھوٹ لکھا ہے کہ:

"رضاخانیوں کے گھر میں منظر اسلام کے شیخ الحدیث۔۔۔الخ۔[2]

حالانکہ جس وقت مناظرہ ہوا حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ منظر اسلام میں شیخ الحدیث نہیں بلکہ مدرس دوم تھے، پھر بعد میں آپ کی صلاحیتوں کی بنا پر آپ کو ناظم تعلیمات اور صدر المدرسین کے عہدہ پر تعینات کیا گیا تھا"۔[3]

یہ مناظرہ بریلی، اکبری جامع مسجد شہر کہنہ بریلی میں ہوا تھا، دیوبندی اس مناظرہ کی بابت یوں لکھتے ہیں گویا یہ مناظرہ جامعہ رضویہ منظر اسلام محلہ سوداگراں بریلی میں ہوا ہو حالانکہ ایسا نہیں، اکبری مسجد اولڈ سٹی بریلی میں ہے۔ ملاحظہ کریں[4]

انجمن ارشاد المسلمین نے جو "حفظ الایمان" رسالہ شائع کیا ہے اُس کی ابتداء میں لکھا ہے کہ مرکز رضاخانیت جامعہ رضویہ بریلی میں رضاخانیوں کو شکستِ فاش کا سامنا"۔[5]

تا کہ لوگ سمجھیں کہ شاید یہ مناظرہ منظر اسلام بریلی شریف میں ہوا حالانکہ ایسا نہیں۔

---

[1] دفاع، ج1ص629۔630، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج1ص630، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[3] ملاحظہ فرمائیں: مناظرہ بریلی، ص13 مکتبہ نُوریہ رضویہ، گلبرگ اے، فیصل آباد۔

[4] مناظرہ بریلی، ص15 مکتبہ نُوریہ رضویہ، گلبرگ اے، فیصل آباد۔

[5] مقدمہ حفظ الایمان، ص22، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد لائلپوری ﷫ مناظرہ کے کچھ عرصہ بعد جامعہ مظہر اسلام بریلی شریف میں شیخ الحدیث رہے، یہ مدرسہ مظہر اسلام ہے نہ منظر اسلام۔

دیوبندی لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے دھوکہ بازی سے کام لیتے ہیں۔اس مناظرہ میں منظور نعمانی کو عبرتناک شکست ہوئی۔

شیعہ کا یہ اُصول ہے کہ جب اُن سے مناظرہ کیا جاتا ہے اور اُن کو اپنی شکست واضح نظر آتی ہے تو وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر سب وشتم شروع کردیتے ہیں، ان کا یہ عمل مسلمانوں کیلئے ناقابل برداشت ہوتا ہے اور مناظرہ میں شیعوں کی شرارت کی وجہ سے بدمزگی پیدا ہوجاتی ہے کیونکہ کوئی شیعہ کسی مسلمان کے سامنے صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرے تو وہ دینی حمیت وغیرت کا بہت بڑا امتحان ہوتا ہے اور مسلمان سب کچھ بھول کر جوابی کارروائی پر آمادہ ہوجاتا ہے، الغرض ایسے ہتھکنڈوں سے شیعہ مناظرہ کو درہم برہم کرتے ہیں تاکہ لوگ سمجھیں کہ مناظرہ جھگڑے پر ختم ہوا۔

غیر مقلدین کی عادت ہے کہ جب بھی ان سے مناظرہ ہو تو فقہاء کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں، چاہے موضوع کچھ بھی ہو، لیکن ان کو آئمہ مجتہدین بالخصوص امام ابوحنیفہ ﷫ کی شان میں گستاخی کرنی ہوتی ہے۔موجودہ دور میں طالب الرحمن شاہ غیر مقلد یہ طریقہ خاص طور پر اپناتا ہے۔

اسی طرح دیوبندیوں کی یہ عادت ہے کہ جب ان سے مناظرہ ہوتا ہے اور انہیں شکست یقینی نظر آئے تو مناظرہ کو درہم برہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بعض اوقات حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں توہین آمیز جملے تک کہہ دیتے ہیں، اسی طرح منظور نعمانی مناظرہ میں مسلسل ذلیل ہوتا رہا تو پھر اس نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں مزید ایک اور گستاخی کرڈالی کہ (معاذ اللہ، نعوذ باللہ) "مَیں بھی بھوکا مَرتا ہوں اور میرے آقا محمد رسول اللہ بھی بھوکے مرا کرتے تھے جو حشر میرا وہ حشر ان کا"۔

منظور نعمانی دیوبندی کی یہ گستاخی مسلمانوں کیلئے ناقابل برداشت تھی جس کی وجہ سے کافی شور وشغب ہوا، اور منظور نعمانی نے اس ہتھکنڈے کے ساتھ وہاں سے ہو گئے میں اپنی عافیت سمجھی، اس ذلت آمیز شکست کو بھی اگر دیوبندی موصوف فتح کہتے ہیں تو حسرت ہے ان کی ایسی فتح پر۔

موصوف نے خُود ساختہ رُوئیداد "فتح بریلی کا دلکش نظارہ" کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کے مقابلے میں اصل روئیداد دیکھنی ہو تو وہ "مناظرہ بریلی" میں ملاحظہ کریں۔ اگر موصوف کے اکابرین گھر بیٹھ کر خُود ساختہ روئیداد مرتب کر لیتے ہیں تو ہم ان کا کیا کر سکتے ہیں۔

موصوف لکھتے ہیں:

"اگر اس مناظرے میں بریلوی شیخ الحدیث کو شکست، ذلت وہزیمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا تو اسے بریلی چھوڑ کر فیصل آباد پاکستان آنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی تھی؟"۔[1]

الجواب: ہندوستان، پاکستان کا بٹوارہ ہوا تو کافی علماء ہندوستان چھوڑ کر پاکستان آ گئے تھے، حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی تقسیم ہند کے موقع پر ہجرت کر کے فیصل آباد پاکستان تشریف لائے۔ چنانچہ آپ کی سوانح حیات میں مرقوم ہے کہ:

"اعلان تقسیم برصغیر سے قبل ہی سکھوں کی طرف سے قتل وغارت کے واقعات اتنے بڑھ چکے تھے کہ پُورا متحدہ پنجاب اور دیگر علاقے ان کی لپیٹ میں تھے کوئی بستی بھی ان کے حملہ سے محفوظ نہ تھی۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اپنے قصبہ کی حفاظت کے لئے اذانیں دلوائیں۔ خود گھوڑی پر سوار ہو کر قصبہ کے گردگشت فرماتے اور قصبہ کو کلام الٰہی سے حصار کر دیا جس کے نتیجے میں آپ کا قصبہ ہر قسم کے فسادات اور حملوں سے محفوظ رہا۔ سکھ اگر حملہ آور ہوتے تو ہنسی والی نہر کے پار آتے ہی اندھے ہو جاتے۔ پل پار نہ کر سکتے۔ سکھوں نے

[1] دفاع، ج1 ص630، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

دیال گڑھ پیغام بھیجا کہ پیر صاحب (شیخ الحدیث) نے قصبہ کو دم کر رکھا ہے، اس لئے ہمارے حملے ناکام ہو جاتے ہیں۔ آپ کی برکت و کرامت سے اہلِ قصبہ ہر قسم کے فسادات سے حفاظت الٰہی میں رہے۔

(روایت: قاری غلام نبی دیال گڑھی مقیم غلام محمد آباد فیصل آباد، ۷ رجب ۱٤۰۵ھ)

قیام پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی فسادات کا خطرہ بھی کھل کر سامنے آ گیا۔ گورداسپور اور امرتسر کے اضلاع بھارت میں شامل ہو جانے سے فسادات کے پیش نظر ہجرت کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ چنانچہ ٦ شوال المکرم ١٣٦٦ھ بمطابق ٢٠ اگست ١٩٤٧ء کو آپ نے اپنے وطن مالُوف کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا اور پاکستان میں نامعلوم منزل کی طرف سفر اختیار فرمایا۔ آپ کے ہمراہ آپ کے اہل خانہ، آپ کے بھائی، خاندان والے اور دیگر اہلِ قصبہ تھے۔ دیال گڑھ سے قلعہ گلاں والی ہوتے ہوئے بٹالہ میں غازی شمشیر خاں کے مزار کے قریب انارکلی تالاب کے کنارے کیمپ میں آپ نے قیام فرمایا۔ اس وقت آپ کے ہمراہ ایک سو دس افراد تھے۔ اگلے روز ٤ شوال المکرم ١٣٦٦ھ، ٢٢ اگست ١٩٤٧ء جمعۃ المبارک کا خطبہ کیمپ میں دیا۔ اس جمعہ کے اجتماع میں علاوہ مہاجرین کے فوجی محافظ دستہ کے سپاہی اور افسر بھی تھے۔ آپ نے کیمپ میں جمع شدہ مہاجرین، سپاہیوں اور بلوچیوں کو اخوتِ اسلامیہ کا درس یاد دلا کر صبر و تحمل، اجتماعی شکل میں آنے والی مشکلات سے نپٹنے کے لئے آمادہ کیا۔ تمام حاضرین آپ کے وعظ سے متاثر ہوئے۔ ہجرت کے اس قیامت نما ماحول میں آپ نے جس صبر و تحمل اور ایثار کا مظاہرہ کیا، وہ تاریخ عالم میں ایک مثال ہے۔ (روایت: قاری غلام نبی دیال گڑھی مقیم غلام محمد آباد فیصل آباد، ۷ رجب ۱٤۰۵ھ)

جمعہ کے بعد قافلوں کو نوزائیدہ اسلامی ملک پاکستان روانہ کرنے کے لئے آپ نے فوجی افسروں سے مل کر پروگرام بنایا۔ طے پایا کہ کل ہفتہ ٥ شوال المکرم ١٣٦٦ھ، ٢٣ اگست ١٩٤٧ء کو علی الصبح قافلے براستہ ڈیرہ بابا نانک، جسڑ، نارووال روانہ ہوں۔ دوسرے روز

آپ نے قافلوں کو نہایت محبت آمیز انداز میں روانہ فرمایا۔ یہ قافلے آپ کے نام سے موسوم ہوئے، کیمپ میں آپ کی ملاقات ایک مدنی سے ہوئی انہوں نے اس پُر خطر سفر کے بخیر و عافیت مکمل کرنے کے لئے دعا فرمائی۔

روانہ ہونے والے قافلوں نے پل ڈیرہ بابا نانک سے دریائے راوی کو پار کیا اور پاکستان کی سرحد میں داخل ہو گئے، ان قافلوں میں آپ کے بھائی، ان کی اولاد اور دیگر اہل قصبہ شامل تھے۔

فوجی حفاظتی دستہ میں حسنِ اتفاق سے آپ کا ایک ہم وطن، آپ کا ہم نام سردار محمد ڈرائیور آپ کا مرید بھی تھا، جب اُسے اس کیمپ میں آپ کی موجودگی کا علم ہوا تو حاضر ہوا اور ایک فوجی ٹرک آپ کے اہل و عیال کو پاکستان پہنچانے کے لئے پیش کیا۔ چنانچہ آپ اپنے اہل وعیال سمیت اس فوجی ٹرک میں سوار ہو کر بحفاظت پاکستان کی سرحد پار کر کے لاہور تشریف لے آئے۔

مولانا عبد القادر احمد آبادی (م ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ ۲۰ فروری ۱۹۶۳ء) جو اس وقت جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی میں آپ کے پاس زیر تعلیم تھے اور رمضان المبارک کی تعطیلات میں دیال گڑھ میں آپ کے پاس مقیم تھے، کو آپ نے اپنے ٹرک میں سوار کر لیا۔ لاہور پہنچ کر آپ نے بھکھی، ضلع گجرات میں مولانا سید محمد جلال الدین کو پیغام بھیجا کہ میں مع اہل وعیال لاہور پہنچ چکا ہوں، حضرت شاہ صاحب نے اپنے چند آدمیوں کو لاہور روانہ کیا تا کہ وہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو بھکھی لے آئیں۔

شاہ صاحب نے علاقہ کے معززین کے ہمراہ آپ کا استقبال کیا، تمام افراد کو نہایت عقیدت ومحبت سے بھکھی ٹھہرایا، رہائش کے لئے مکانات پیش کئے اور خورد و نوش کی جملہ ضروریات مہیا کیں" (قلمی یادداشت مولانا سید جلال الدین بھکھی، مخزونہ، جامعہ نظامیہ رضویہ،

لاہور)"۔[1]

(مزید تفصیل بھی اسی سوانح حیات میں موجود ہے) بہرحال پاکستان آنے کا سبب ہندوستان پاکستان کا بٹوارہ تھا، یہ مناظرہ تو 1935ء میں ہوا تھا، ملاحظہ کریں: مقدمہ" حفظ الایمان ص ۱۲۲ انجمن ارشاد المسلمین۔

آپ کی پاکستان آمد 1947ء میں ہے یعنی آپ مناظرہ کے تقریبا 12 سال بعد پاکستان تشریف لائے، بارہ سال تک آپ ہندوستان میں قیام پذیر رہے، اور اس دوران آپ کی ترقی بھی ہوتی ہے، اگر پاکستان آمد کی وجہ مناظرہ ہوتا تو تقاضائے عقل تو یہ ہے کہ آپ مناظرہ کے فورا بعد پاکستان آجاتے، لیکن آپ تو تقریبا بارہ سال تک ہندوستان میں مسند آرائے درس وتدریس رہے۔

لہٰذا موصوف کا یہ فرسودہ خیال ہے، اور حقیقت میں خلیل انبیٹھوی کے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہے کہ وہ مناظرۂ بہاولپور میں شکست کے بعد وہاں سے بھاگ آیا تھا۔ جبکہ محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کو تو اس مناظرہ میں عظیم فتح نصیب ہوئی۔ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نے آپ کو تہنیتی خط لکھا تھا، جو کہ مناظرہ بریلی کی ابتداء میں بھی موجود ہے۔ مگر موصوف ہندوستان پاکستان کے بٹوارہ کے موقع پر محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کی آمد مناظرہ کا نتیجہ قرار دے رہے ہیں۔ اس طرح تو دیوبندیوں کے کئی مُلّاں بھی پاکستان آئے، دیوبندیوں کا مفتی شفیع بھی کراچی آیا تھا وہ کس سے ڈر کر بھاگا؟ اور اس کی آمد کس کی شکست کا نتیجہ تھی؟ بلکہ قاری طیب بھی پاکستان آیا تھا اور ذلیل وخوار ہوکر بڑی منتیں کرکے ہندوستان لوٹا تھا، اور منظور نعمانی نے مناظروں میں پے در پے شکست کے بعد مودودیوں سے رشتہ استوار کرلیا تھا، اور اس مناظرہ کے بعد منظور نعمانی صاحب باقاعدہ طور

---

[1] تذکرہ محدث اعظم پاکستان، ج1 ص254-255، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور۔

پر مودودیوں سے وابستہ ہو گئے تھے۔ مودودیوں سے وابستگی کی گواہی خود ان کی سوانح حیات یعنی "حیات نعمانی ص ۱۲۱" پر دیکھی جا سکتی ہے، اور پھر اسی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ اُوپر مناظرہ سلانوالی کے سلسلہ میں گزرا ہے کہ ۷۔ ۸ سال کے تجربہ کے بعد مناظروں کے مروجہ طریقہ کار کو غلط محسوس کر کے اس لائن کو ترک کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ یہ بات 1355ھ، 1936ء کی ہے۔

"حیات نعمانی ص ۱۲۳": 1935ء میں مناظرہ بریلی ہوا، منظور نعمانی نے 1936ء میں مناظرہ ترک کرنے کا فیصلہ کریں۔ صاف ظاہر ہے کہ پے در پے شکست و ہزیمت نے منظور نعمانی کو دل شکستہ کر دیا تھا، اور اس نے عملی طور پر مناظرہ ترک کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور پھر مودویوں سے بھی رشتہ ہموار کر لیا۔ منظور نعمانی کی بدلتی ہوئی طبیعت نے انہیں مدرسہ دیوبند پر ڈاکہ مارنے پر بھی مجبور کر دیا تھا۔ شاید مناظروں کے بند ہو جانے کے بعد پیٹ بھرنے نے ہی لوٹ مار پر مجبور کر دیا ہو، چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ:

"مصالحت کے اس معاہدہ کی تکمیل اور دستاویز معاہدہ فریقین کے دستخط ہونے کے تین، چار ہی دن بعد مولانا محمد طیب صاحب کے خاص معتمد اور گویا دست راست مولانا انظر شاہ صاحب کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا جس کے ذریعہ اس مصالحت کو گویا کالعدم قرار دے دیا گیا، پھر معلوم ہوا کہ انہیں دنوں میں (۳۰ مئی کو) خود مولانا محمد طیب صاحب کی طرف سے ایک نیا دعوی سول جج سہارنپور کی عدالت میں ۲۲ افراد کے خلاف دائر کیا گیا ہے جن میں گیارہ مجلس شوری کے ارکان بھی ہیں۔ اُن میں یہ عاجز راقم سطور بھی ہے، نیز محدث عصر حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی اور جناب مولانا سعید احمد اکبر آبادی (سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی (سابق ناظم دینیات جامعہ ملیہ دہلی) عالی جناب الحاج نواب عبید الرحمن خان شروانی (جو ایک وقت مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر بھی رہے ہیں) اور حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جون

پوری (خلیفہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ) اور جناب علاؤالدین صاحب تاجر بمبئی محمی تیب مولانا محمد سعید سملکی مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور مولانا عبد۔۔۔صاحب مالیگانوی بھی ہیں، مولانا مرغوب الرحمن صاحب، مولانا محمد عثمان صاحب، مولانا معراج الحق صاحب بھی ہیں (یہ سب دارالعلوم کی مجلس شوری کے محترم ارکان ہیں) مجلس شوری کے ارکان کے علاوہ جن حضرات کے خلاف یہ دعوی دائر کیا گیا ہے ان میں مولانا اسعد میاں مدنی اور ان کے دونوں بھائی مولانا ارشد مدنی اور مولانا اسجد مدنی بھی ہیں۔

معلوم ہوا کہ دعوی یہ کیا گیا ہے کہ ان لوگوں نے دارالعلوم پر جس کا میں متولی ہوں ناجائز قبضہ کرلیا ہے اور اس کے فلاں فلاں دفاتر میں اتنی اتنی رقمیں تھیں وہ سب لوٹ لی ہیں، ان لوگوں سے وہ رقمیں مجھ کو دلوائی جائیں اور ان کو دارالعلوم سے بے دخل کر کے مجھ کو قبضہ دلایا جائے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا، ہم لوگوں کے خلاف یہ "شریفانہ دعوی" سول جج سہارنپور کی عدالت میں (مذکورہ بالا مصالحت کی کارروائی کی تکمیل اور تحریری معاہدہ کے چار پانچ ہی دن بعد، ۳ مئی کو) مولانا محمد طیب صاحب کی طرف سے دائر ہوا۔[1]

یعنی منظور نعمانی پہلے مناظروں کے ذریعے لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرتا تھا پھر پیسوں کے لئے ڈاکے ڈالنے شروع کر دیئے اور اس کا نشانہ اُس نے اپنی مادر علمی کو بنایا اور مدرسہ کے پیسے لوٹ لیے۔ منظور نعمانی کی مَن چلی طبیعت کی داستان بہت طویل ہے جس کیلئے ایک دفتر درکار ہے، فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔

ہماری ان معروضات سے قارئین نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ مناظرہ بریلی میں منظور نعمانی کو ہی شکست ہوئی تھی، اور پھر جہاں تک" پاپائے رضاخانیت کو جہنم کی بشارت" کتاب کی بات ہے اُس کا جواب بھی موجود ہے۔ موصوف نے جھوٹ لکھا ہے کہ

[1] دارالعلوم دیوبند کا قضیہ عوام کی عدالت میں ص 25-24، از منظور نعمانی، شائع کردہ: دفتر اہتمام دار العلوم دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

کسی کو اس کا جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی" حسام الحرمین اور مخالفین" اور" قہر خداوندی" میں اس کا رد موجود ہے۔

شاہ ابو الخیر دھلوی و ابو الحسن زید فاروقی

تھانوی کی اس عبارت پر اُن لوگوں نے شدید اعتراض کیا جن کو دیوبندی بھی احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

" مقاماتِ خیر" میں مرقوم ہے کہ:

" مولوی شمس الدین کا بیان ختم ہوتے ہی پیر سید گلاب شاہ نے مختصر رسالہ میں سے مولوی اشرف علی صاحب کے رسالہ" حفظ الایمان" کے صفحہ ۷ کا حوالہ دیتے ہوئے یہ عبارت سنائی:" دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ہے۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔

یہ سُن کر آپ نے مولوی صاحب سے فرمایا:" کیا یہی دین کی خدمت ہے، تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے تم نے اس کے خلاف کیوں کیا"۔

مولوی صاحب نے کہا:" میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالہ میں کر دی ہے" آپ نے ان سے کہا:" تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوئے، ہم تمہارے دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں"۔ [1]

شاہ ابُو الحسن زید فاروقی صاحب لکھتے ہیں:"

" وصل نے اپنے بیان میں نہ" کنہیا جنم" کا ذکر کیا ہے، اور نہ" حفظ الایمان" کی رُسوائے

---

[1] مقامات خیر، ص 236۔237 شاہ ابو الخیر اکیڈمی، دہلی

زمانہ عبارت کا"۔ [1]

مزید لکھتے ہیں کہ:

"عاجز صرف" حفظ الایمان" کی تعریب، اور پھر اُس کے ترجمہ کا جائزہ لیتا ہے، "المہند" نے" حفظ الایمان" کی عبارت کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

"اس غیب سے کیا مُراد ہے۔ یعنی غیب کا ہر ہر فرد یا بعض غیب، کوئی کیوں نہ ہو۔ پس اگر بعض غیب مُراد ہے تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص نہ رہی کیونکہ بعض علم غیب کا علم اگرچہ تھوڑا سا ہو، زید و عمرو بلکہ ہر بچہ اور دیوانہ بلکہ جملہ حیوانات اور چوپاؤں کو بھی حاصل ہے"۔

اور اسی عبارت کو عربی جامہ پہنایا ہے۔ رسالہ" حفظ الایمان" میں جو عبارت ہے، یہ عاجز نقل کر چکا ہے۔ دونوں عبارتوں کے الفاظ میں بڑا فرق ہے۔ اور خرابی کی جڑ کلمہ" ایسا" کو معرب و مترجم صاحب نے حذف کر دیا ہے۔ عبارت کو انہی الفاظ سے جو" حفظ الایمان" میں ہیں، نہ لکھنا اور خرابی کی جڑ کو حذف کرنا، ظاہر کر رہا ہے کہ خُود معرب و مترجم کو پورا کھٹکا تھا کہ اگر وہی الفاظ بیان کئے گئے اور انہی کو عربی کا لباس پہنایا گیا تو یقیناً علمائے کرام کی آراء موافقت میں نہیں آئیں گی۔

" عبارت کا بدلنا" ۔ معرب و مترجم صاحب اس کو دیکھیں کہ یہ رسالہ" حفظ الایمان" 1319ھ میں لکھا گیا۔ بے شُمار بندگانِ خُدا کے قلوب مجروح ہوئے، ان کے دلوں پر مرہم رکھنے کے لئے 1329ھ میں" بسط البنان" کا ظہور ہوا۔ جس کی عدم افادیت کا اظہار حضرت سیّدی الوالد قدس سرہ نے ان الفاظ میں فرمایا:" تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوئے، ہم دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں"۔

---

[1] مقامات خیر، ص 237 شاہ ابوالخیر اکیڈمی، دہلی

اللہ کے ایک ولی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے، بھلا کس طرح رائیگاں جاتے، ان کا اثر ہوا اور کامل اثر ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد 1342ھ میں خود مؤلف نے اس گندی عبارت کا خاتمہ کر دیا اور رسالہ "تغییر العنوان" میں صراحت کے ساتھ لکھ دیا۔ "اس طرح بدلتا ہوں" اور" اس طرح پڑھا جائے"۔ مترجم صاحب خیال فرمائیں کہ ایک معمولی رسالہ کے واسطے اتنی دردسری کیوں مول لی جا رہی ہے کہ خود مؤلف اس کی وضاحت کے واسطے پہلے رسالہ "بسط البنان" لکھتے ہیں اور پھر مجبور ہو کر رسالہ "تغییر العنوان" لکھ کر عبارت بدلتے ہیں۔ اور معرب و مترجم صاحب بھی اس گندی عبارت کی اصلاح کر کے عالم اسلام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

بہر حال جس دن مؤلف نے اپنی عبارت کو بدلا، "حفظ الایمان" کو اس گندی عبارت سے چھاپنا شرعاً و اخلاقاً جائز نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس قسم کے رسائل کو پڑھ کر جن لوگوں کی ذہنیت بدل گئی ہے، اُن کو اس گندی عبارت میں جو لُطف آتا ہے وہ اصلاح شدہ عبارت میں نہیں آتا، لہٰذا وہ اسی پہلی گندی عبارت میں اس کو چھاپ رہے ہیں"۔ [1]

---

[1] مقامات خیر، ص 246-245، شاہ ابو الخیر اکیڈمی، دہلی

نوٹ برائے اصلاح

فقیر پُرتقصیر، محترم جناب مولانا ظفر رضوی صاحب کا ممنون و مشکور ہے کہ انہوں نے سابق جلد میں کمپوزنگ وسیٹنگ کے درمیان کاپی پیسٹ کرتے ہوئے ایک آیت مبارکہ میں ہو جانے والی ایک غلطی کی نشاندہی فرمائی۔

"کشف القناع" المعروف تحفظ اہل سنت و جماعت کی جلد نمبر (7) صفحہ نمبر 59 پر قرآنِ مجید فرقان حمید کی سورہ اسراء کی آیت کریمہ

﴿وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا﴾ [الإسراء:55]

"اور تمہارا رب خُوب جانتا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور بیشک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی اور داؤد کو زبور عطا فرمائی"۔

کمپوزنگ یا کاپی پیسٹنگ کرتے ہوئے "وربک اعلم" اور ترجمہ سے "اور" کا الف رہ گیا تھا جس کے لئے فقیر معذرت خواہ ہے کہ فقیر کی پروف ریڈنگ میں کوتاہی کے سبب یہ ہوا، اللہ عزوجل بندۂ ناچیز کو معاف فرمائے، اور قارئین سے بھی معذرت کے ساتھ استدعا ہے کہ اس غلطی کو دُرست فرمالیں۔

بقیہ ان شاء اللہ العزیز "کشف القناع" کی مکمل پروف ریڈنگ کی جارہی ہے تکمیل پر یا آئندہ ایڈیشن میں مزید رہ جانے والی اغلاط کی نشاندہی یا تصحیح کر دی جائے گی۔

محمد ارشد مسعود عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ متعلق بہ عبارت "براھین قاطعہ"

"براہین قاطعہ" رشید احمد گنگوہی کی تصنیف ہے جس کو رشید احمد گنگوہی نے اپنے مُرید و شاگرد خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے مشتہر کروایا جس کے پیچھے گنگوہی جی کے کتنے مذموم مقاصد تھے اُن کی تعداد کے بارے میں بالیقین تو کچھ نہیں کہا جاسکتا البتہ اتنا ضرور ہے کہ گنگوہی جی کے گرد نانوتہ، میرٹھ اور دیگر علاقوں میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مُریدین ومتوسلین کی ایک کثیر تعداد تھی، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرنگی جبر واستبداد کی ظالمانہ حکومت کی وجہ سے ہندوستان سے ہجرت کر کے حجازِ مقدس چلے گئے تھے اور آپ سے عقیدت ومحبت رکھنے والے عام آدمی آپ کے خلفاء کی جانب مراجعت کرتے تھے۔ اُس وقت تک آج کل کی طرح دیوبندیت کھل کر ظاہر نہیں ہوئی تھی بلکہ لباسِ تقیہ میں ملبوس رہتی تھی اور گنگوہی جی کی دال روٹی بھی لباس تقیہ میں چل رہی تھی۔

پس گنگوہی جی کا یہی لباسِ تقیہ "براہین قاطعہ" کے مصنف کے طور پر اپنا نام ظاہر کرنے سے مانع رہا، گنگوہی جی مسئلہ میلاد پر ایک فتوی کی وجہ سے علماء ہند کا شدید رد عمل دیکھ چکے تھے۔ مطبع خاص ہاشمی میرٹھ سے میلاد شریف کی مخالفت وحرمت پر ایک چار ورقی فتوی شائع ہوا جس میں دہلی کے تین اور دیوبندی وگنگوہی وسہارنپوری مُلّاؤں کی تائیدی وتصویبی آراء موجود تھیں۔ اس کے بعد ایک چوبیس ورق فتویٰ مطبع ہاشمی میرٹھ کا گردش کرنے لگا جس میں گنگوہی نے بڑی بے حیائی کے ساتھ میلاد شریف کا انکار کیا اور میلاد شریف کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ مطبع ہاشمی میرٹھ کا شائع شدہ فتویٰ راقم کے پاس موجود ہے۔

گنگوہی جی کی اِس نازیبا حرکت کی وجہ سے مسلمانانِ ہند بالخصوص متوسلین حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ میں شدید غم وغصہ کی ایک لہر دوڑ گئی اور حضرت حاجی صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کے مُریدین ومتوسلین کی فرمائش پر ہی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے "انوارِ ساطعہ" کے نام سے اس مسئلہ یعنی میلاد وفاتحہ وغیرہ پر ایک زبردست تصنیف تحریر فرمائی۔

حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصنیف کو علمائے وقت نے بہت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اُس پر تقاریظ ثبت کیں۔ اس وقت کے جید علمائے ہندوستان کی تقاریظ "انوارِ ساطعہ" پر موجود ہیں۔ نہ صرف جید علمائے وقت بلکہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس "انوارِ ساطعہ" کی تائید وتصویب فرمائی۔ "حکایاتِ خلیل" میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کا تذکرہ موجود ہے جس کا حوالہ ہم سابق میں ذکر کر چکے ہیں۔

گنگوہی جی نے اسی صورتِ حال کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے نام سے "براہین قاطعہ" کو شائع کرنے وکروانے کی جرأت وہمت نہ کی کیونکہ وہ "انوارِ ساطعہ" کی صورت میں اپنے فتوے کا ردّعمل دیکھ چکے تھے اِس لئے انہوں نے اپنے مُرید وشاگرد خلیل احمد انبیٹھوی کو "قربانی کا بکرا" بنالیا اور کتاب اُس کے نام سے شائع کرکے لعنت وپھٹکار اُس کے منہ پر ملے جانے کے لئے دھکیل دی۔ اُس وقت سے لے کر آج تک گنگوہی جی کے ساتھ ساتھ خلیل احمد انبیٹھوی پر بھی مسلمانانِ عالم کی لعنت وپھٹکار پڑنا جاری وساری ہے اور صبحِ قیامت تک یہ طوقِ لعنت بے شماران کی گردنوں سے اُترنے والا نہیں ہے۔

بہرکیف علماءِ وقت نے گنگوہی جی کی سازش کو بھانپ لیا کہ "براہین قاطعہ" کے اصل مصنف گنگوہی جی ہیں اور خلیل احمد انبیٹھوی کو صرف "قربانی کا بکرا" بنایا گیا ہے (راقم سابق جلدوں میں "براہین قاطعہ" کے متعلق ٹھوس حوالوں سے ثابت کر چکا ہے کہ اِس کے مصنف گنگوہی جی ہیں) اس لئے علمائے وقت نے گنگوہی جی کو اپنے ردعمل کا بھرپور نشانہ بنایا۔

خلیل احمد انبٹھوی جب بہاولپور میں مدرس تعینات ہوا تو علمائے پنجاب نے خلیل احمد انبٹھوی سے "براہینِ قاطعہ" کے مندرجات پر بحث ومباحثہ کیا، یہ بحث ومباحثہ "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" کے نام سے شائع شدہ ہے۔ اس مناظرہ ومباحثہ کے حَکم ریاستِ بہاولپور کی مشہور ومعروف شخصیت حضرت خواجہ غلام فرید چشتی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جنہوں نے دیوبندیوں کے خلاف فیصلہ دیا۔ اگر خلیل احمد انبٹھوی ریاست بہاولپور سے دُم دبا کر بھاگا نہ ہوتا تو وہ ریاستِ بہاولپور میں ہی اپنے آخری انجام کو پہنچ چکا ہوتا۔ اس کے بعد سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫ دیوبندیوں کے کفریات کا مقدمہ حرمین شریفین لے کر گئے تو علمائے حرمین شریفین نے بھی اپنے شدید اور بھرپور ردّ عمل کا اظہار کرتے ہوئے اکابرین دیوبند کی بکواسات وہذیانات کو کفر وتوہین قرار دیا۔

دیوبندی مُلّاؤں ومناظرین نے علمائے وقت کے تکفیری فتوؤں سے جان چھڑانے کے لئے مختلف حیلہ سازیوں سے کام لیا۔ "حفظ الایمان" کی عبارات کے دفاع میں دیوبندیوں نے جن حیلہ سازیوں سے کام لیا قارئیں کرام سابقہ صفحات میں اُن کا حشر دیکھ چکے ہیں۔ یہاں ہم چاہتے ہیں کہ "براہین قاطعہ" کی عبارت میں دیوبندی جن حیلہ سازیوں کا ارتکاب کرتے ہیں اُن کا بھی سرسری جائزہ قارئین کرام کے سامنے پیش کردیں

حیلہ سازی نمبر (1)

یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫ نے علمائے حرمین شریفین کے سامنے ادھوری عبارات پیش کیں، حالانکہ یہ ایک طفل تسلی ہے جو صرف اپنی جاہل عوام کو خُوش فہمی میں مگن رکھنے کے لئے آلِ دیوبند کے مُلّاؤں نے حیلہ سازی کے طور پر اختیار کی ہے۔ کیونکہ اِن کے پاس اپنے اکابرین کے کُفریات کو رفع کرنے کے لئے کوئی تسلی بخش جواب موجود نہیں اِس لئے اپنی جاہل عوام کو خُوش رکھنے کے لئے یہ کہہ کر کہ سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫ نے اُدھوری عبارات نقل کیں جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔

مگر دیوبندیت اور بریلویت کے نام سے شروع و مدوّن ہونے والی تاریخ سے واقف شخص پر یہ بات مخفی نہیں ہوگی کہ "حسام الحرمین شریف" (جس کی وجہ سے اس سارے معاملہ کو "بریلویت" سے جوڑا جاتا ہے) کے معرضِ وجود اور شائع ہونے سے پہلے بھی دیوبندی اکابرین کی گستاخانہ عبارات ہندوستان میں محلِ نزاع رہیں۔ مناظرہ بہاولپور میں علمائے پنجاب نے خلیل احمد انبیٹھوی کے سامنے اسی کتاب سے یہی اعتراض پیش کیا، ملاحظہ ہو "تقدیس الوکیل، ص193" اور خلیل احمد انبیٹھوی اس کا کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔ مناظرہ کے حَکم حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے خلیل انبیٹھوی کی شکست کا فیصلہ صادر فرمایا۔ اگر "براہین قاطعہ" کی عبارت میں کوئی کتر وبیونت ہوتی تو علمائے پنجاب کے سامنے "براہین قاطعہ" موجود تھی، انبیٹھوی صاحب اُن کو "براہین قاطعہ" کا متعلقہ مقامات دِکھاتے۔

پھر اگر معاملہ ایسا ہی تھا جیسا دیوبندیوں نے بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ "براہینِ قاطعہ" کی عبارت میں کتر وبیونت کی گئی ہے تو ہندوستان میں موجود علماء کو ہی "براہینِ قاطعہ" دکھا کر دیوبندیوں نے اس معاملہ کو ختم کیوں نہ کر دیا۔ بہرکیف اِس عبارت پر مناظرہ "حسام الحرمین شریف" کے معرض وجود میں آنے سے پہلے ہوا ہے اور اُس علاقہ میں ہوا ہے جہاں پر اُردو کتابوں کو دیکھ کر آسانی سے پڑھا جا سکتا ہے۔ مُلاں خلیل انبیٹھوی ریاست کے علم برداروں کو کتاب دِکھلا کر معاملے کو ختم کر دیتے مگر خلیل انبیٹھوی "براہین قاطعہ" کے کُفر کو دفع نہ کر سکے۔

سرزمینِ بہاولپور پر حق کی فتح

سرزمین بہاولپور کو یہ سعادت حاصل ہے کہ اس ریاست میں دو عظیم الشان مناظرے ہوئے ہیں، ایک مناظرہ علمائے اہل سنّت اور دیوبندیوں کے درمیان ہوا ہے جس کی رُوئیداد "تقدیس الوکیل" کے نام سے شائع ہے۔ اس مناظرہ میں دیوبندیوں کو عبرتناک

شکست ہوئی۔ دُوسرا مناظرہ کورٹ (عدالت) میں ہوا (مقدمہ کی صورت میں) اس مقدمہ میں ریاست بہاولپور کے سیشن جج نے قادیانیوں کو کافر قرار دیا اور کورٹ (عدالت) میں انور شاہ کشمیری دیوبندی نے بطور وکیل دیوبندیہ اعلان کیا کہ ہم حضرات بریلویہ کی تکفیر نہیں کرتے۔ بہرکیف اس سرزمین نے دو گستاخ ٹولوں کے کفر کو بے نقاب کیا۔ مقدمہ بہاولپور کی رُوئیداد بھی شائع شدہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ "براہین قاطعہ" کی عبارت میں کتر و بیونت کا الزام عائد کرنا صرف وضع الوقتی، مکروفریب اور جھوٹ کا سہارا لینے کے علاوہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا جہاں تک عبارت کا تعلق ہے متنازعہ عبارت نقل کی جاتی ہے، وہ عبارت اپنے مفہوم میں بالکل واضح اور مکمل ہے۔

حیلہ سازی نمبر (2)

دیوبندیوں کے مُلّاں منظور نعمانی نے "براہین قاطعہ" کے دفاع میں دُوسری حیلہ سازی کرتے ہوئے یوں لکھا ہے کہ:

"چنانچہ "براہین قاطعہ" کے صفحہ 47 سے خان صاحب نے جو فقرہ نقل کیا ہے اُس کے شروع میں یہ الفاظ موجود ہیں:

"الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے"۔

اس فقرہ میں "علم محیط زمین" کا لفظ موجود ہے جس کے بعد کوئی شبہ ہی نہیں رہتا، مگر خان صاحب کی دیانت ملاحظہ ہو کہ آپ نے "حسام" میں اس فقرے کا آخری خط کشیدہ جز یعنی صرف "خبر" تو نقل کر دی لیکن پہلا جز یعنی "مبتداء" جس میں علم محیط زمین کی تصریح تھی، صاف ہضم کر گئے، اور اس پر آپ کا لقب ہے مجدد مائۃ حاضرہ، موید ملت طاہرہ

وغیرہ وغیرہ"۔[1]

الجواب: سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے جس قدر "براہین قاطعہ" کی عبارت نقل کی ہے وہ اپنے مفہوم میں مکمل ہے، ایسا نہیں کہ سیاق وسباق یا ماقبل ومابعد کی عبارتوں کی وجہ سے اس کا مفہوم مسخ ہو جاتا ہو۔ گنگوہی جی شیطان لعین کی وسعتِ علمی کے قائل ہیں اور اِس سلسلہ میں وہ بزعم خُود اپنے دلائل بھی نقل کر رہے ہیں، چنانچہ حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

حوالہ نمبر (1)

"اور مؤلف خُود اپنے زعم میں تو بہت بڑا اکمل الایمان ہے تو شیطان سے ضرور افضل ہو کر اعلم من الشیطان ہوگا معاذ اللہ، مؤلف کے ایسے جہل پر تعجب بھی ہوتا ہے اور رنج بھی ہوتا ہے"۔[2]

حوالہ نمبر (2)

"اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعتِ علم دی اُس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا"۔[3]

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ گنگوہی جی شیطان لعین کے لئے وسعتِ علم کے قائل ہیں۔ اگر گنگوہی جی کی عبارت میں کتر و بیونت کا الزام صحیح ہوتا تو خلیل احمد انبیٹھوی "المھند" میں بھی ضرور اس کا ذکر کرتا مگر اُس نے خُود "براہین قاطعہ" کی عبارت نہیں لکھی بلکہ اُس کا خلاصہ لکھا ہے، مُلاحظہ فرمائیں:

"**وھذا خلاصۃ ما قلناہ فی البراھین القاطعۃ** "یہ ہمارے قول کا خلاصہ ہے جو

---

[1] فتوحاتِ نعمانیہ، ص 377۔378، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

[2] البراہین القاطعہ، ص 51، مطبع ساڈھور۔

[3] البراہین القاطعہ، ص 51، مطبع ساڈھور۔

براہین قاطعہ میں بیان کیا ہے"۔ [1]

"المہند" کے مذکورہ حوالہ کے پیش نظر خود خلیل احمد انبیٹھوی نے "براہین قاطعہ" کی عبارت کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ انبیٹھوی جی کو "براہین قاطعہ" کی اصل عبارت پیش کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی اس لئے خلاصہ کے نام سے کام چلایا جا رہا ہے، مگر دیوبندیوں کے بھاڑے کے ٹٹو شور مچا رہے ہیں کہ عبارت میں کتر و بیونت ہوئی ہے۔ اگر کتر و بیونت ہوتی تو خلیل احمد انبیٹھوی صاحب اپنے زعم میں مکمل عبارت پیش کرتے اور کتر و بیونت کا شور مچاتے مگر وہ بزعم خود خلاصہ کیوں لکھ رہے ہیں اور اس خلاصہ میں بھی اُس اصل پہلو جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل شیطان لعین کے لئے وسعت علم کی بات تسلیم کی گئی ہے اُس کو ہضم کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود اعتراض سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫ پر کہ انہوں نے مکمل عبارت نقل نہیں کی، شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫ نے جہاں تک عبارت نقل کی ہے وہ اپنے مفہوم میں پُوری ہے اس لئے منظور نعمانی صاحب کا یہ الزام سراسر بد دیانتی اور دھوکہ دہی پر مشتمل ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے "براہین قاطعہ" کی مندرجہ ذیل عبارت نقل کی ہے کہ:

"الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔ [2]

اس عبارت کے متعلق موصوف لکھتے ہیں کہ:

---

[1] المھند علی المفند، یعنی عقائد علماء اہل سنت دیوبند، ص 48۔49، المیزان ناشران وتاجران کتب، لاہور

[2] دفاع، ج 1 ص 635، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

تیسرا جھوٹ: جناب احمد رضا خاں بریلوی نے عبارت مذکورہ بالا کی آخری چار سطروں میں سے نیچے والی تین سطریں نکال کر اس کے شروع میں چند اپنی عبارت ملا کر عبارت یوں بنائی تھی

"ان کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے، اور اس کا برا قول خود اس کے یہ الفاظ میں ص ٤٧ پر ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے [ہے] کہ تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔[1]

الجواب: یہ بھی دیوبندیوں کی جہالت ہے کہ وہ کلام سیدی اعلیٰ حضرت ﷫ کو سمجھ ہی نہ سکے۔ سیدی اعلیٰ حضرت ﷫ نے سب سے پہلے دیوبندیوں کا عقیدہ لکھا جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے کہ:

"اس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی۔۔۔۔۔ کہ اِن کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اور اس کا بُرا قول خُود اس کے بد الفاظ میں ص ٤٧ پر یوں ہے:" شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رَد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔[2]

نوٹ: یاد رہے کہ" حسام الحرمین" میں براہین قاطعہ کے متعلق بریکٹ میں یہ جملہ ہے کہ" (اور خُدا کی قسم وہ قطع نہیں کرتی مگر اُن چیزوں کو جن کے جوڑنے کا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے") راقم الحروف نے جہاں یہ جملہ تھا اُس مقام پر ڈاٹس (۔۔۔) دے کر عبارت کو مکمل کیا ہے اور اس جملہ کو وہاں سے حذف کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عبارت کا تسلسل قارئین

[1] دفاع، ج1 ص 635، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] حسام الحرمین، ص 103، مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت واقع بریلی، بار دوم، باہتمام، مولانا امجد علی اعظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

" خیال رہے کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی نے عبارت مذکورہ بالا کی آخری چار سطروں میں سے نیچے والی دو یا تین سطریں نکال کر اس کے شروع میں کچھ اپنی عبارت ملا کر عبارت یوں بنائی یعنی

" ان کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے، اور اس کا بُرا قول خود اس کے بد الفاظ میں ص ٤٧ پر ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے [ہے] کہ تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔ [1]

الجواب: یہ بھی دیو بندیوں کی جہالت ہے کہ وہ کلام سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ کو سمجھ ہی نہ سکے۔ سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ نے سب سے پہلے دیو بندیوں کا عقیدہ لکھا جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے کہ:

" اس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی۔۔۔۔ کہ اِن کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اور اس کا بُرا قول خُود اس کے بد الفاظ میں ص ٤٧ پر یوں ہے:" شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رَد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔ [2]

نوٹ: یاد رہے کہ" حسام الحرمین" میں براہین قاطعہ کے متعلق بریکٹ میں یہ جملہ ہے کہ" (اور خُدا کی قسم وہ قطع نہیں کرتی مگر اُن چیزوں کو جن کے جوڑنے کا اللہ عز وجل نے حکم فرمایا ہے") راقم الحروف نے جہاں یہ جملہ تھا اُس مقام پر ڈاٹس (۔۔۔) دے کر عبارت کو مکمل کیا ہے اور اس جملہ کو وہاں سے حذف کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عبارت کا تسلسل قارئین

---

[1] دفاع، ج1 ص635، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] حسام الحرمین، ص103، مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت واقع بریلی، بار دوم، باہتمام، مولانا امجد علی اعظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

کرام کی سمجھ میں آسانی سے آجائے گا۔

پس واضح ہوا کہ سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ اکابرین دیوبند کا عقیدہ بیان کر رہے ہیں کہ اُن کا یہ عقیدہ ہے جسے پہلے اپنے الفاظ میں ذکر کیا اور بعد میں اُن کی اصل عبارت "براہین قاطعہ" کے صفحہ 47 سے ذکر کر کے نقل کر دیا جیسا کہ موصوف کی نقل کردہ "براہین قاطعہ" کی عبارت میں بھی موجود ہے۔

مگر افسوس کہ دیوبندی اُس بات کو جو سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ نے بطورِ عقیدۂ اکابرین دیوبند بیان کی ہے اُس کو "براہین قاطعہ" کی عبارت سمجھ رہے ہیں، اس سے زیادہ مخبوط الحواسی اور کیا ہوسکتی ہے؟ یہ "حسام الحرمین شریف" کا ہی اثر ہے کہ دیوبندیوں کا دماغی توازن بھی بگڑ گیا، اور یہ اعتراض صرف دیوبندی موصوف کا ہی نہیں بلکہ دیوبندیوں کے بزعم خُود نام نہاد مناظر اعظم مرتضیٰ حسن دربھنگی کا بھی ہے جس کو موصوف نے اپنی واہ واہ کروانے کے لئے نقل کر دیا۔

پس موصوف اور دربھنگی جی کے اِس اعتراض سے اِن کے دماغی توازن کے جل جانے کا واضح اظہار ہے اور دیوبندی ایسی ہی جاہلانہ دلیلوں سے اپنے اکابرین سے کُفر رفع کرنا چاہتے ہیں۔ جن لوگوں کو عبارت پڑھ کے یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ نے پہلے ان کا عقیدہ اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے اور اُس کے بعد ان کی پُوری عبارت لکھی ہے وہ بھی اپنے زعم میں مناظر بلکہ مناظر اعظم بننے کا خواب دیکھتے ہیں اور آل دیوبندان کے جاہلانہ استدلال کو اپنی واہ واہ سے داد دیتی ہے۔

قارئین کرام! سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ نے جو اُسلوبِ تحریر اختیار کیا یہ اُسلوب بھی کوئی نیا نہیں، ردِّ مذاہب باطلہ کی اکثر کتابوں میں پہلے باطل فرقوں اور گمراہوں کا عقیدہ لکھ کر اُس کے بعد اُن کی اصل عبارت لکھ دی جاتی ہے، ردِ قادیانیت و رافضیت میں لکھی گئی کتابوں میں بھی ایسا اُسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ اُن کے عقیدے لکھ کر اُن کی عبارات نقل کر دی

جاتی ہیں، بلکہ خُود دیوبندی موصوف نے بھی ایک مقام پر لکھا ہے کہ:

"تمہارے مذہب میں تو شیطان بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں برابر ہے ۔۔۔ چنانچہ مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے۔۔۔ الخ"۔ [1]

موصوف ہمیں وہ مقام دِکھا سکتے ہیں جہاں حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا لکھا ہو؟ دیوبندی موصوف نے جو عبارت نقل کی ہے اُس میں بھی مذکورہ الفاظ موجود نہیں ہیں، اب موصوف خُود بتائیں کہ ان کے اپنے اُصول پر یہ عبارت خُود ساختہ ہوئی یا نہیں۔ اگر وہ اپنی اس عبارت کو خُود ساختہ نہیں مانتے تو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام کیوں؟

اگر موصوف اپنی لکھی ہوئی عبارت کو خُود ساختہ مانتے ہیں تو وہ جس بات کا الزام سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر لگا رہے تھے اس کے مُرتکب تو وہ خُود ہوئے۔ دیوبندی موصوف کی بد دیانتی کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے جو عقیدہ حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب کیا ہے اُس کا نقل کردہ عبارت میں موجود ہونا تو کجا بلکہ اشارۃً کنایۃً بھی اُس کا نشان تک موجود نہیں ہے، مگر اِس کے برعکس سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے گنگوہی جی کا جو عقیدہ لکھا ہے وہ اُس کی عبارت سے ثابت ہے، یہی وجہ ہے کہ علمائے حرمین نے اس پر کُفر کا فتویٰ دیا۔

خلیل احمد انبیٹھوی بھی اسی خوف کی وجہ سے "براہین قاطعہ" کی اصل عبارت پیش نہ کرسکا، بہرکیف دیوبندیوں کا یہ اعتراض جہالت پر مبنی ہے اور "براہین قاطعہ" میں موجود کُفر کو چھپانے کی ایک حیلہ سازی ہے۔

---

[1] دفاع، ج1 ص783، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

حیلہ سازی نمبر (3)

دیوبندی موصوف مذکورہ بالا تحریر کے متعلق لکھتے ہیں۔

"معلوم ہونا چاہیے کہ اوپر والی عبارت جس پر ٹیک کی علامت ہے وہ جناب احمد رضا خان نے اپنی طرف سے لکھی ہے، باقی عبارت حضرت سہارنپوری کی تحریر عبارت کا ترجمہ ہے۔ ایسی عبارت کو عرب لے جانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ ہندوستان میں موجود علماء کرام ہی کفر کا فتویٰ آسانی سے لگا سکتے تھے لیکن وہ کتاب وغیرہ دیکھتے، جب کتاب دیکھتے تو اصل حقیقت کھل جاتی"۔[1]

الجواب: جیسا کہ گذشتہ جواب سے ثابت ہوا کہ خط کشیدہ تحریر سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بطور عقیدۂ گنگوہی لکھی ہے اور گنگوہی کا عقیدہ لکھنے کے بعد گنگوہی کی "براہین قاطعہ" کی عبارت نقل کی ہے۔ کیا کسی کا حوالہ لکھنے سے پہلے اس کا عقیدہ (جو اس حوالے سے مستفاد ہے) لکھنا جرم ہے؟ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو پوری وضاحت کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"فانه صرح فی کتابه البراهین القاطعة" وما هی واللہ "الا" القاطعة لما امر اللہ به ان یوصل" بأن شیخهم ابلیس اوسع علما من رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم وهذا نصه الشنیع بلفظه الفظیع ص 47 شیطان وملک الموت کو... الخ".

"اس نے اپنی کتاب "براہین قاطعہ" میں تصریح کی" اور خدا کی قسم وہ قطع نہیں کرتی مگر ان چیزوں کو جن کے جوڑنے کا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے" کہ ان کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اور اس کا برا قول خود اس کے بد الفاظ میں ص ٤٧ پر ہے

[1] قاطع، ج1 ص649، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

یوں ہے: "شیطان وملک الموت کو۔۔۔الخ"۔ [1]

پھر اس کے متصل ہی سیدی اعلیٰ حضرت ﷺ نے "براہین قاطعہ" کی عبارت نقل کی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت ﷺ نے پہلے دیوبندیوں کا عقیدہ لکھا، پھر ان کی اصل عبارت "براہین قاطعہ" سے نقل کی۔ دیوبندی موصوف نے خواہ مخواہ سیدی اعلیٰ حضرت ﷺ پر جھوٹا الزام عائد کیا ہے۔

موصوف کا یہ لکھنا کہ "ایسی عبارت کو عرب لے جانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ ہندوستان میں موجود علمائے کرام ہی کفر کا فتوئی آسانی سے لگا سکتے تھے"۔ (دفاع، ۱/ ٦٤٥)

جی ہاں! علمائے ہندوستان نے بھی "حسام الحرمین شریف" کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے اِس عبارت کو توہین وگستاخی قرار دیا۔ پنجاب بھی تو آخر متحدہ ہندوستان میں شامل تھا، مناظرۂ بہاولپور میں خلیل انبیٹھوی کے ساتھ "براہین قاطعہ" والی عبارت پر بھی بحث ومناظرہ ہوا جس میں خلیل انبیٹھوی کو شکستِ فاش ہوئی، خلیل انبیٹھوی سے مناظرہ کرنے والے متحدہ ہندوستان کے ہی علماء تھے جنہوں نے اِس عبارت پر گرفت کی، اُس وقت تو "حسام الحرمین شریف" نہیں تھی پھر کیوں خلیل انبیٹھوی وہاں سے ذِلت آمیز شکست کھا کر دُم دبا کر بھاگا تھا؟

اس کے علاوہ حضرت علامہ مولانا مفتی نذیر احمد خاں رامپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی تو ہندوستان کے ہی عالم دین تھے جنہوں نے اِس عبارت کو توہین وبے ادبی قرار دیا جیسا کہ وہ خُود تحریر فرماتے ہیں کہ:

حوالہ نمبر (1)

"امابعد واضح ہو کہ گنگوہی اور دیوبندی اور انبیٹوی [انبیٹھوی] نے آنحضرت صلی اللہ علیہ

---

[1] حسام الحرمین، ص 103، مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت واقع بریلی، بار دوم، باہتمام، مولانا امجد علی اعظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

وسلم کی کسر شان میں بایں طور کرنا شروع کی ہے کہ نعوذ باللہ من ذالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شیطان لعین کے علم کو زیادہ بتاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جملہ بنی آدم سے بشریت میں برابر ہیں، فقط وحی میں زائد کہتے ہیں، اور آپ کے ذکر ولادت کو سانگ کنہیا کا اور تعزیہ داری روافض سے بدتر بتاتے ہیں اور اسی قسم کے خرافات اُن کی کتاب "براہین قاطعہ ردانوار ساطعہ" جو تالیف خلیل انبیٹوی [انبیٹھوی] کی ہے اور جس پر تقریظ رشید گنگوہی کی ہے اُس میں یہ تمام مزخرفات موجود ہیں، اُس کے متعدد جواب مطبوع ہو چکے ہیں، علمائے عرب وعجم نے اُس کی تردید کی ہے، علمائے حرمین شریفین کے مفاتی مذاہب اربعہ نے اُس کی مردودیت پر مواہیر ثبت فرمائی ہیں اور مؤلف ومقرظ کو زندیق، شیطان تک بعض علما نے تحریر فرمادیا ہے"۔[1]

حوالہ نمبر (2)

"اور خلیل مؤلف "براہین" ومولوی رشید احمد مقرظ "براہین" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم ماکان ومایکون کا اِنکار اس واسطے کرتے ہیں کہ وہ نعوذ باللہ من ذالک شیطان لعین کے علم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ زُعم کرتے ہیں، اور اس زیادت کی قطعیت کے قائل ہیں چنانچہ "براہین" کے صفحہ ۴۷ میں ہے (شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بِلا دلیل محض قیاسِ فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے، شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے) اس سے وسعتِ علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِنکار اور شیطان لعین کے وسعت علم کا اقرار واضح ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسعتِ علم کو شرک بتانا اور شیطان کے وسعت علم کو شرک نہ

---

[1] السیف المسلول علی منکر علم غیب الرسول، ص 2، در مطبع گلزار حسنی بمبئی۔

بتانا بھی بے انصافی وہٹ دھرمی ہے، بلکہ بد دینی وبے علمی ہے کہ ایک شکل میں یعنی بہ نسبت
رسول اللہ ﷺ تو وسعت علم شرک ہوا اور دوسری شکل میں یعنی بہ نسبت ملک الموت،
شیطان شرک نہ ہوا، ادنیٰ طالب العلم بھی جانتا ہے جس نے "شرح عقائد نسفی" بھی پڑھی
ہے کہ شرک تو جب ہی ہوتا ہے کہ یا تو سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو واجب الوجود اعتقاد
کرے یا مستحق عبادت کا اعتقاد کرے، یہاں وسعت علم آنحضرت ﷺ میں واجب
الوجود یا مستحق عبادت اعتقاد کرنا کہاں ہے؟

جو وسعت علم شرک ہوا اور جب وسعت علم بزعم مؤلف ومقرظ "براہین" شرک
ہے تو ملک الموت وشیطان لعین کے حق میں یہ وسعت مان کر کے اپنے مشرک ہونے کا
اقرار مؤلف ومقرظ کیوں نہیں کرتے۔ یہ تو نعوذ باللہ من ذالک یہ بات ہوئی کہ ملک الموت و
شیطان لعین کو تو شریک ساتھ خدا تعالیٰ کے ٹھہرانا درست ہے اور آنحضرت ﷺ کو
درست نہیں ہے، اور یہ کیا محال ہے کہ جو وجہ وسعت علم ملک الموت وشیطان کی وسعت علم
کے شرک نہ ہونے کی بیان کی جاوے وہی وجہ وسعت علم آنحضرت ﷺ کے شرک نہ
ہونے کی بیان کی جاوے۔ اس کو قبول نہ کرنا سراسر عناد آنحضرت ﷺ سے معلوم ہوتا
ہے۔ الغرض مؤلف ومقرظ "براہین" آنحضرت ﷺ کو عالم جمیع ما کان وما یکون اس
واسطے نہیں مانتے کہ یہ مدعی اس کے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے شیطان لعین کو علم زیادہ
ہے اور اس کے مان لینے سے ان کا دعویٰ زیادت علم شیطان لعین باطل ہو جاتا ہے"۔ [1]

حوالہ نمبر (3)

"مدارج النبوۃ" کی جلد اول صفحہ ۲۰۳ میں ہے۔

پس داد مرا علم اولین وآخرین وتعلیم کرد انواع علم را علمی بود

---

[1] السیف المسلول علی منکر علم غیب الرسول، ص 11-12، در مطبع گلزار حسنی بمبئی۔

که عہد کرف از من کتمان انرا که باہیچکس نگویم و ہیچکس طاقت برداشتن آن ندارد جزمن وعلمی دیگر بود که مخیر گردانید ورا اظہار وکتمان آن وعلمی بود که امر کرد مرابتبلیغ آن بخاص وعام ازامت من

اس سے حضرت رسول [اکرم] صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں تین قسم کے علم کا حاصل ہونا ثابت ہے، اور آپ فرماتے ہیں کہ ایک وہ علم کہ وہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا کہ مجھ سے عہد لیا کہ اس کو پوشیدہ کرنا اور کسی سے نہ کہنا، اس کی طاقت کسی کو سوائے میرے نہیں ہے۔ دُوسرا وہ علم کہ اُس کے پوشیدہ کرنے اور ظاہر کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے دیا۔ اور تیسرا وہ علم کہ عام وخاصِ اُمت کو اُس کے پہچانے کا اُمر فرمایا۔ پس جب آپ کو تین قسم کے علوم عنایت ہوئے تو کسی چیز کا علم آپ کو حاصل ہونا ہم کو معلوم نہ ہو تو کسی عاقل کے نزدیک اُس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اس کا علم آپ کو حاصل نہ تھا۔

پس راندیری صاحب اور اُن کے اصل اُصول کا یہ جزم ویقین کرلینا کہ وقت قیامِ قیامت یا فلاں اُمر کا علم آپ کو نہ تھا بلکہ اصل اُصول راندیری کا یعنی گنگوہی وانبٹیوی [انبیٹھوی] کا یہ کہہ دینا کہ ملک الموت وشیطان لعین کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے نعوذ باللہ من ذالک زیادہ ہے، یہ آپ کے وفورِ علم کا اِنکار کرنا ہے اور تین قسم علوم میں سے ایک کو ماننا اور دونوں کو نہ ماننا ہے جو موجب خرابیٔ ایمان کا ہے"۔ [1]

حوالہ نمبر (4)

"خُدائے تعالیٰ راندیری صاحب کو اور اصل اُصول گنگوہی وانبیٹوی [انبیٹھوی] کو بھی فہم و انصاف عطا فرماوے، شیطان لعین کے علم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو کم ثابت کرنے

---

[1] السیف المسلول علیٰ منکر علم غیب الرسول، ص 30، در مطبع گلزار حسنی بمبئی۔

کے واسطے "براہین اور جواب تفصیلی میں کیا گیا اہلِ فریبیان کی ہیں، راندیری صاحب اُن کے تبع ہیں اس سبب سے کہ گنگوہی و انبیٹوی کی خرخشیات کا بطلان ظاہر نہ ہو اور نیز یہ ثابت نہ ہو جاوے کہ شیطان لعین کو بمقابلہ علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو علم کسی قسم کا نہ تھا چہ جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زائد ثابت ہو نعوذ باللہ من ذالک، راندیری صاحب جمیع ماکان و ما یکون کے علم کا انکار کرتے ہیں

اور جمیع جزئیات سے مراد ہے وہ جمیع جزئیات کہ جن میں سے ایک بھی خارج نہ ہو جو کہ تمام معلومات الٰہیہ ہیں اُن کے انکار کا حیلہ کر کے اُن جمیع جزئیات کا انکار کرنا غرض ہے کہ جن جمیع جزئیات کا علم وحی والہام وغیرہما سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا کہ وہ جمیع جزئیات ماکان و ما یکون ہیں جو معلومات الٰہیہ سے کم ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفور علم کا انکار یہاں تک کرنا غرض ہے کہ گنگوہی و انبیٹوی کے عقیدۂ فاسدہ مخترعہ کے موافق ہو جاوے کہ شیطان لعین کے علم سے بھی کم نعوذ باللہ من ذالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہو جاوے۔

یہ لوگ ہزار روباہ بازیاں کریں لیکن اہل حق اس کو ہرگز تسلیم کرنے والے نہیں ہیں۔ گنگوہی، انبیٹوی، راندیری اگر اس دعویٰ قلتِ علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں سچے ہیں تو کسی آیت یا حدیث یا اجماع اہل سنت میں تصریح اس اُمر کی موجود ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم نعوذ باللہ من ذالک شیطان لعین کے علم سے کم ہے تو پیش کریں۔ جمیع چیزوں ادنیٰ اعلیٰ کے نام اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بتائے

ملائکہ تمام اور اُن میں گنگوہی و انبیٹوی کے شیطان لعین بھی موجود تھے جب آدم علیہم السلام سے اُن چیزوں کے ناموں (کے حوالے) سے سوال کیا تو اُن میں سے ایک بھی وہ نام نہ بتا سکے اور ابلیس لعین نے علم آدم علیہ السلام کو دیکھ کر حسد کر کے سجدہ سے انکار کیا اور راندۂ درگاہ ہوا۔

میاں گنگوہی و انبیٹوی و راندیری یہ ثابت کر دیں کہ اس سے بعد کو ابلیس لعین نے تمام

چیزوں کے نام وخواص وغیرہا جو آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتائے تھے کس سے سیکھے
اور حضرت آدم علیہ السلام کے علم سے آنحضرت ﷺ کو بہت زیادہ علوم دیئے گئے
علمت علم الاولین والآخرین اس پر شاہد عدل ہے۔
اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ "مدراج النبوۃ" کی جلد اول صفحہ ۲۰۵ مطبوع نولکشور میں
فرماتے ہیں:

فرمود فاوحی الی عبده ما اوحی بتمامه علوم و معارف و حقائق و بشارات و اشارات و اخبار و آثار و کرامات و کمالات که در حیطه ایں ابہام داخل است وہمه را شامل از کثرت و عظمت اواست که مبهم آورد و بیان نه کرد اشارت بآنکه جز علم علام الغیوب ورسول محبوب بدان محیط نتواند شد مگر آنچه آنحضرت بیان کرده یا آنچه از مقابله و محاذات روح اقدس وی بربواطن بعضی از کمل اولیاء که بشرف اتباع وے مستعد و مشرف اند والله علم انتهی

اور اُوپر آنحضرت ﷺ پر تمام دُنیا پیش کر دینا اور آنحضرت ﷺ کے نزدیک مثل کف دست ہونا دُنیا کا حدیث سے معلوم ہو چکا ہے۔ میاں گنگوہی وانبیٹوی وراندیری عالم بعلم اولین وآخرین ہونا اور اِس قدر کثرت وعظمت علم کی حاصل ہونا کہ سوائے علام الغیوب و رسول محبوب ﷺ کے کوئی دُوسرا اُس کا احاطہ نہ کر سکے جیسا کہ عبارت" مدارج" سے آنحضرت ﷺ کے حق میں ثابت ہے، اپنے ابلیس کے حق میں ثابت کریں اور ایسی صریح حدیث اپنے شیطان لعین کے حق میں بھی پیش کریں کہ جس سے تمام دُنیا اس طرح اُس پر بھی پیش ہونا ثابت ہو کر آنحضرت ﷺ سے علم کی برابری ثابت ہو جائے کہ

زیادت اس کے علم کی آنحضرت ﷺ کے علم سے ثابت ہو"۔[1]

حوالہ نمبر (5)

"راندیری صاحب آپ کے گنگوہی وانبیٹوی شیطان لعین کو جو علم محیط زمین کا ہونا اعتقاد کرتے ہیں، اور آنحضرت ﷺ کو علم محیط زمین کا ہونے کو شرک ٹھہراتے ہیں تو یہ خرافات وخزعبیلات سے کیا نہیں ہے کہ آپ کے گنگوہی وانبیٹوی جو محیط زمین کے علم کے حصول کو آنحضرت ﷺ کے حق میں شرک ٹھہراتے ہیں، بھلا کوئی اس کا قائل آج تک ہوا ہے اور کسی عالم معتبر کی کتاب میں یہ لکھا ہے، اور علامہ علی قاری وغیرہ کے نزدیک کیا اِس کے شرک ہونے کا ثبوت مسلم ہے، اگر آپ کو یا انبیٹوی وگنگوہی کو دعویٰ ہو تو اِس کا شرک ہونا کسی معتبر کی کتاب میں دِکھادیں ورنہ اس کا خرافات وحماقات وعنادات سے ہونا واضح ہے۔

اِدعاءِ اِسلام وامت محمدیہ ﷺ سے ہونے کا اور آپ کے وفورِ علم کے رفع میں یہ کوشش ہے کوئی مسلمان آپ کے وفورِ علم کو خرافات نہیں کہہ سکتا ہے، اگر چہ جائیکہ مُلّا علی قاری [علیہ الرحمۃ] اِس کو خرافات مانیں، یہ ہرگز نہیں۔

راندیری صاحب نے اپنی اصل کے اتباع سے یہی گمان کیا ہے کہ جو خُود کی فہم واعتقاد میں ہے وہ علمائے ربانیین کا بھی نعوذ باللہ من ذالک اعتقاد ہے۔ مُلّا علی قاری وماتن کے قول شفاء اور شرح شفاء کی نقل اُوپر گزر چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے علم وفضل کی تقریر وبیان سے عقول حیران وپریشان ودہشت ناک ہیں، اس میں علم ماکان ومایکون آنحضرت ﷺ کی طرف اشارہ دینا کیوں جائز نہیں ہے

اس احتمال کے جواز ورفع پر کوئی دلیلِ قاطع وبرہان ساطع قائم کیجئے اُس کے بعد آپ کے وفورِ علم کی قلت بیان کرنے کا نام لیجیے

---

[1] السیف المسلول علی منکر علم غیب الرسول، ص 32-33، در مطبع گلزار حسنی بمبئی۔

یُونہی اپنے جیسا اِعتقاد ماتن وشارح کا نہ قرار دیجیے اور اتہام نافرجام کہ (نہ ماتن علم ما کان و ما یکون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتے ہیں اور نہ شارح) ماتن اور شارح پر نہ لگائیں، ماتن کا قول من علم ما کان و ما یکون جو راقم نے اپنے قول میں نقل کیا ہے اس کو راقم کے قول میں خُود نقل کرتے ہو اور باوجود اس نقل کرنے کے ماتن کے ایسا کہنے سے انکار کرتے ہو، یہ مکابرہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اور شرح میں علامہ علیؒ کا یہ فرمانا من تفاصیل الشریعة وآداب الطریقة واحوال الحقیقة خُود نقل کرتے ہو جس سے جمیع ما یقع فی الکون کا ظہور بحوالہ اُن کی شرح عین العلم اُوپر معلوم ہو چکا ہے اور پھر جمیع احوال مخلوقات کی خبر ایک مجلس میں دینا بھی ان کے قول میں اُوپر گزر چکا ہے۔ شارح علامہ قاریؒ کو حصول علم ما کان و ما یکون کا منکر بتانا اور ان کے نزدیک یہ خرافات ٹھہرانا سراسر ان پر افتراء ہے علامہ علی قاری [علیہ الرحمۃ] قصیدہ بردہ کے اس شعر

فإن من جودك الدنيا وضرته
ومن علومك علم اللوح والقلم

کے تحت میں یہ فرماتے ہیں:

"وكون علومها من علوم صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان علومه تتنوع الى الكليات والجزئيات وحقايق ودقايق وعوارف ومعارف يتعلق بالذات والصفات وعلمها يكون سطر امن سطور علمه ونهرا من بحوره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "۔

اِس عبارت میں ملا علی قاری [علیہ الرحمۃ] کو صاف اقرار ہے کہ لوح وقلم میں جو کچھ مسطور و مکتوب ہے وہ آپ کے سطورِ علوم کی ایک سطر اور آپ کے بحورِ علم کی ایک نہر ہے، اور لوح محفوظ میں تمام جزئیاتِ ما کان و ما یکون جو قیامت تک ہونے والے ہیں اُن تمام کا علم اور اُن سے بہت زائد چیزوں کا علم بھی علامہ علی قاری [علیہ الرحمۃ] کے قول سے ثابت ہو گیا، اور

"مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول کے صفحہ ۵۴ مطبوعہ مصر" میں ہے:

" فَلِأَنَّ لِلْغَيْبِ مَبَادِيٍ وَلَوَاحِقَ، فَمَبَادِئُهُ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ، وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ، وَأَمَّا اللَّوَاحِقُ، فَهُوَ مَا أَظْهَرَ اللهُ عَلَى بَعْضِ أَحِبَّائِهِ لَوْحَةَ عِلْمِهِ، وَخَرَجَ ذَلِكَ عَنِ الْغَيْبِ الْمُطْلَقِ، وَصَارَ غَيْبًا إِضَافِيًا، وَذَلِكَ إِذْ تَنَوَّرَ الرُّوحُ الْقُدْسِيَّةُ،وَازْدَادَ نُورِيَّتُهَا، وَإِشْرَاقُهَا بِالْإِعْرَاضِ عَنْ ظُلْمَةِ عَالَمِ الْحِسِّ، وَتَخْلِيَةُ مِرْآةِ الْقَلْبِ عَنْ صَدَأِ الطَّبِيعَةِ، وَالْمُوَاظَبَةُ عَلَى الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ، وَفَيَضَانُ الْأَنْوَارِ .. يَقْوَى النُّورُ، وَيَنْبَسِطُ فِي فَضَاءِ قَلْبِهِ فَتَنْعَكِسُ فِيهِ النُّقُوشُ الْمُرْتَسِمَةُ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ، وَيَطَّلِعُ عَلَى الْمُغَيَّبَاتِ، وَيَتَصَرَّفُ فِي أَجْسَامِ الْعَالَمِ السُّفْلِيِّ، بَلْ يَتَجَلَّى حِينَئِذٍ الْفَيَّاضُ الْأَقْدَسُ بِمَعْرِفَتِهِ الَّتِي هِيَ أَشْرَفُ الْعَطَايَا فَكَيْفَ بِغَيْرِهَا؟"۔

اِس سے واضح ہے کہ ملا علی قاری [رحمۃ اللہ علیہ] کو مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کی لوح اپنے بعض دوستوں پر ظاہر کر دیتا ہے اور رُوحِ قدسیہ جب متنور وروشن ہوتی ہیں اور نُور اُن کا قوی ہوتا ہے اور دل میں پھیلتا ہے تو اس میں تمام نقوش مرتسمہ لوحِ محفوظ کے منعکس وظاہر ہوجاتے ہیں اور تمام غیوب پر جو اُس میں مستور ہوتے ہیں اُس کی اِطلاع ہوجاتی ہے، بلکہ اُس وقت میں فیاضِ اقدس اپنی معرفت کے ساتھ تجلّی فرماتا ہے قلب پر۔ اس عبارت میں لفظ النقوش والمغیبات جمع محلی باللام ہے جو غیوب ونقوش لوحِ محفوظ میں ہیں ان میں سے بعض معلوم کا ذکر اُوپر نہیں ہوا ہے جو عہد مُراد ہو اور لوحِ محفوظ کی جمیع نقوش وغیوب مراد لینا منع نہیں ہے، پس تمام وجمیع نقوش وغیوب لوحِ محفوظ پر اِطلاع رُوحِ قدسیہ کو حاصل ہونا علامہ علی قاری [رحمۃ اللہ علیہ] نے تسلیم کیا، انکار نہ کیا، بلکہ پہلی عبارت میں لوح وقلم کے علم کی اطلاع کے علاوہ اور کلیّات وجزئیات وحقائق ودقائق وعوارف ومعارف متعلقہ ذات وصفات باری تعالیٰ پر اِطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہونا علامہ علی قاری [رحمۃ اللہ علیہ] نے خود بیان

کیا ہے۔ پس یہی تمام ما کان و ما یکون بالمعنی المذکور کا علم آنحضرت ﷺ کو حاصل ہونا مُراد ہے۔

"مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی جلد اول کے صفحہ ۱۲۹" میں ہے

"رَأَيْتُ فِي الدُّرِّ الْمَنْثُورِ نَقْلًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ الْقَلَمُ، فَقَالَ لَهُ: اُكْتُبْ. فَقَالَ: يَا رَبِّ، وَمَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اُكْتُبِ الْقَدَرَ يَجْرِي مِنْ ذٰلِكَ بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ. ثُمَّ طُوِيَ الْكِتَابُ، وَرُفِعَ الْقَلَمُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَغَيْرُهُ وَالْحَاكِمُ، وَصَحَّحَهُ. وَفِي الدُّرِّ أَيْضًا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يَقُولُ: (»إِنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمُ، ثُمَّ النُّونَ، وَهِيَ الدَّوَاةُ. ثُمَّ قَالَ لَهُ: اُكْتُبْ. قَالَ: وَمَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: مَا كَانَ، وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلٍ، أَوْ أَثَرٍ، أَوْ رِزْقٍ، أَوْ أَجَلٍ، فَكَتَبَ مَا يَكُونُ، وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ خُتِمَ عَلَى فَمِ الْقَلَمِ فَلَمْ يَنْطِقْ، وَلَا يَنْطِقُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ«) أَخْرَجَهُ الْحَكِيمُ التِّرْمِذِيُّ. هذا انتهى

اِن حدیثوں سے واضح ہے کہ ما کان و ما ھو کائن یعنی جو جو ہو چکا ہے اور دن قیامت تک ہونے والا ہے وہ تمام قلم نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے، اس کو مُلّا علی قاری [رحمۃ اللہ علیہ] نے قبول کرلیا، اوّل عبارتوں سے اُن کی یہ ثابت ہے کہ لوحِ محفوظ میں جو کچھ مکتوب ہے اُس کا علم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو عنایت فرمایا ہے اور اِس عبارتِ حدیث سے ثابت ہے کہ جو کچھ قیامت تک ما کان و ما ھو کائن ہے وہ تمام لوحِ محفوظ میں مکتوب ہیں۔

اور" مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی جلد اول صفحہ ۱۲۲" میں تحت حدیث: " كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ، وَالْأَرْضَ" کے ہے:

"وَأَثْبَتَ فِيهِ مَقَادِيرَ الْخَلْقِ مَا كَانَ، وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الْأَبَدِ عَلَى وَفْقِ مَا تَعَلَّقَتْ بِهِ إِرَادَتُهُ أَزَلًا كَإِثْبَاتِ الْكَاتِبِ مَا فِي ذِهْنِهِ بِقَلَمِهِ عَلَى لَوْحِهِ. وَقِيلَ: أَمَرَ اللّٰهُ

اَلْقَلَمَ أَنْ يُثْبِتَ فِي اللَّوْحِ مَا سَيُوجَدُ مِنَ الْخَلَائِقِ ذَاتًا وَصِفَةً وَفِعْلًا وَخَيْرًا وَشَرًّا عَلَى مَا تَعَلَّقَتْ بِهِ إِرَادَتُهُ، وَحِكْمَةُ ذٰلِكَ إِطْلَاعُ الْمَلَائِكَةِ عَلَى مَا سَيَقَعُ لِيَزْدَادُوا بِوُقُوعِهِ إِيمَانًا، وَتَصْدِيقًا، وَيَعْلَمُوا مَنْ يَسْتَحِقُّ الْمَدْحَ وَالذَّمَّ فَيَعْرِفُوا لِكُلٍّ مَرْتَبَتَهُ أَوْ قَدْرَ وَعَيَّنَ مَقَادِيرَهُمْ تَعْيِينًا بَتًّا لَا يَتَأَتّٰى خِلَافُهُ بِالنِّسْبَةِ لِمَا فِي عِلْمِهِ الْقَدِيمِ الْمُعَبَّرِ عَنْهُ بِأُمِّ الْكِتَابِ الخ.

پس اول وآخر دونوں عبارتوں کے مفاد کو ملا کر اس طرح تقریر کی جاوے کہ تمام ما کان وما یکون مکتوب فی اللوح المحفوظ ہے اور تمام مکتوب مافی اللوح المحفوظ کا علم آپ کو ہے۔ تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ تمام ما کان وما یکون کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ پس جمیع ما کان وما یکون کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہونا مُلّا علی قاری [رحمۃ اللہ علیہ] کے قول سے ثابت ہے۔

پس علامہ علی قاری [رحمۃ اللہ علیہ] کے حق میں یہ کہنا راندیری صاحب کا علم ما کان وما یکون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں کرتے مکابرہ بحث ہے"۔ [1]

ان کے علاوہ بھی بے شمار حوالے "السیف المسلول" کے موجود ہیں بلکہ یہ پوری کتاب ہی گنگوہی کے عقیدۂ فاسدہ کی تردید میں ہے۔ مولانا نذیر احمد خان رامپوری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے جید علماء میں سے ایک ہیں، انہوں نے بھی اِس عبارت کا وہی مفہوم سمجھا جو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا۔

پس ثابت ہوا کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جس قدر "حسام الحرمین شریف" میں "براہین قاطعہ" کی عبارت نقل کی ہے اُس میں کوئی تحریف نہیں اور نہ ہی علمائے حرمین شریفین کو کوئی دھوکا دیا گیا، نہ صرف علمائے حرمین شریفین بلکہ علمائے ہندوستان نے بھی اس عبارت کی خُوب تردید کی۔

---

[1] السیف المسلول، ص 53 تا 56، در مطبع گلزار حسنی بمبئی۔

حضرت علامہ مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی خلیل انبیٹھوی سے کوئی دُشمنی نہ تھی بلکہ مولانا علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب پر خلیل انبیٹھوی کی تقریظ موجود ہے۔"" "براہین قاطعہ" کے منظر عام پر آنے کے بعد خلیل انبیٹھوی کے عقائد ونظریات سے واقف ہوئے اور انہوں نے "براہین قاطعہ" کے مندرجات کو توہین وگستاخی قرار دیا۔ یہ معاملہ "حسام الحرمین شریف" کے معرض وجود میں آنے سے قبل کا ہے۔

حضرت مولانا نذیر احمد خان رامپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین اور خلفاء میں سے تھے، انہوں نے بھی "براہین قاطعہ" کا رَد "بوارق لامعہ" کے نام سے لکھا، "براہین قاطعہ" کی زیر بحث عبارت کو "السیف المسلول" میں توہین وبے ادبی قرار دیا۔ "السیف المسلول" پر تاریخ 1318ھ ثبت ہے، یعنی یہ معاملہ بھی "حسام الحرمین شریف" کے منظر عام پر آنے سے قبل کا ہے۔ پس جن علمائے ہند نے "براہین قاطعہ" کو دیکھا پڑھا تو اُنہوں نے اس کی عبارات کو توہین وگستاخی قرار دیا، لہٰذا موصوف کا علمائے ہند کے متعلق یہ لکھنا کہ: "لیکن وہ کتاب ضرور دیکھتے، جب کتاب کو دیکھتے تو اصل حقیقت کھل جاتی" (دفاع، ج۱ص۶۴۹)

محض اپنے دیوبندیوں کے لئے طفل تسلی ہے، ہم نے علمائے ہند سے، وہ بھی سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے قبل، ثابت کر دیا ہے کہ "براہین قاطعہ" کے مندرجات توہین وگستاخی وبے ادبی وکُفر ہیں اور بقول مولانا نذیر احمد خان رامپوری رحمۃ اللہ علیہ 1318ھ سے قبل بھی "براہین قاطعہ" کے متعدد جوابات شائع ہو چکے تھے جیسا کہ ان کے حوالہ نمبر (1) میں موجود ہے۔

حیلہ سازی نمبر (4)

آلِ دیوبند ایک اعتراض یہ بھی کرتے ہیں کہ "حسام الحرمین شریف" میں علم محیط زمین کو ذکر نہیں کیا گیا، چنانچہ دیوبندیوں کے منظور نعمانی صاحب فرماتے ہیں کہ:

"اس فقرے میں "علم محیط زمین" کا لفظ موجود ہے جس کے بعد کوئی شبہ ہی نہیں رہتا۔
مگر خان صاحب کی دیانت ملاحظہ ہو کہ آپ نے "حسام" میں اس فقرے کا آخری خط
کشیدہ جز یعنی صرف "خبر" تو نقل کر دی لیکن پہلا جز یعنی "مبتداء" جس میں علم محیط زمین کی
تصریح تھی صاف ہضم کر گئے اور اس پر آپ کا لقب ہے مجدد مائۃ حاضرہ، موید ملت طاہرہ
وغیرہ وغیرہ"۔[1]

ایسی ہی باتوں کا اعادہ دیوبندی موصوف نے بھی کیا ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں کہ:
"یہ بات ذہن میں رہے کہ جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے عبارت کے ابتدائی
جملے چھوڑ دیئے صرف ان کی خبر نقل کی اور جس چیز کی خبر دی گئی ہے وہ تو سرے سے نقل ہی
نہیں کی خالی خبر سے کیا معلوم کہ پہلے کیا لکھا ہے"۔[2]

موصوف کا یہ اعتراض بھی "فتوحات نعمانیہ" سے ہی سرقہ شدہ ہے۔
دیوبندی موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:
"پوری عبارت کی حقیقت صرف "علم محیط کا" سے ظاہر ہو جاتی ہے"۔[3]

الجواب: یعنی دیوبندیوں کے بقول "براہین قاطعہ" کی عبارت علم محیط زمین کے متعلق
ہے، سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫ نے "علم محیط زمین" کا اہم اور بنیادی نکتہ علمائے حرمین
شریفین سے اوجھل اور مخفی رکھا اور دیوبندیوں کے بقول یہ نقطہ سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫
علمائے حرمین شریفین کے سامنے رکھتے تو (معاذ اللہ) سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫ کو لینے کے
دینے پڑ جاتے، وغیرہ وغیرہ۔

دیوبندیوں کے ایسے اعتراضات اِن کے قلتِ مطالعہ کی دلیل ہیں، ان لوگوں نے پوری

---

[1] فتوحات نعمانیہ، ص 377۔378، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور
[2] دفاع، ج 1 ص 642، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔
[3] دفاع، ج 1 ص 635، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

زندگی مکھی پر مکھی مارتے ہوئے گزار دی، ان کے اکابرین نے جن جہالتوں کا ارتکاب کیا ہے یہ لوگ اُسی لکیر کو آج تک پیٹ رہے ہیں اور اس طرح کی غلو آمیز زندگی گزار رہے ہیں جیسے عقل پر تالے پڑ گئے ہوں۔

ایک مقام پر دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"جناب مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری۔۔۔کوئی معمولی عالم نہیں تھے کہ انہوں نے بیٹھے بٹھائے یونہی لکھ دیا کہ (معاذ اللہ) شیطان لعین کا علم حضور علیہ السلام کے علم شریف سے زیادہ ہے، یہ حرکت تو جناب احمد رضا خاں نے کی ہے"۔ [1]

یعنی موصوف کا مقصد یہ ہے کہ خلیل انبیٹھوی کے پاس ضرور کوئی دلیل ہوگی جس کی وجہ سے اُس نے شیطان لعین کے علم کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف سے زیادہ قرار دیا ہے، وہ بیٹھے بٹھائے یُونہی ایسا نہیں لکھتے، وہ کوئی معمولی عالم نہیں تھے۔ اس سے بڑھ کر اِن لوگوں کا اور کون سا غلو ہوگا کہ انہیں اپنے اکابرین کی بدترین گستاخی وتوہین میں بھی دلائل کی عقیدت نظر آتی ہے۔

لعنت ہے ایسی سوچ اور تف ہے ایسی عقیدت پر، ایک آدمی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کر رہا ہے اور موصوف ہیں کہ کہہ رہے ہیں "خلیل احمد سہارنپوری کوئی معمولی عالم نہیں تھے کہ انہوں نے بیٹھے بٹھائے یونہی لکھ دیا۔

ایسے غالی عقیدت منداور عقل سے بے بہرہ لوگوں کا ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی عقیدت کی بنا پر یہ لوگ آج تک لکھتے رہے کہ "علم محیط زمین" کا اہم نکتہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے علمائے حرمین شریفین سے پوشیدہ رکھا حالانکہ ایسا نہیں، سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے "حسام الحرمین شریف" میں اس کی صراحت کی ہے، چنانچہ آپ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

---

[1] دفاع، ج1 ص643، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

"یؤمن بعلم الارض المحیط لابلیس واذا جاء ذکر محمد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم قال ھذا الشرک"

"ابلیس کے لئے تو زمین کے علم محیط پر ایمان لاتا ہے اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر آیا تو کہتا ہے یہ شرک ہے"۔[1]

اِس سے ثابت ہوا کہ "حسام الحرمین شریف" میں سیدی اعلیٰ حضرت ﷫ نے "علم محیط زمین" کا ذکر کیا اور علمائے حرمین شریفین نے پھر بھی گنگوہی کی عبارت پر فتوے لگائے مگر افسوس کہ دیوبندی جہلاء اصل کتاب کی جانب مراجعت کئے بغیر جھوٹ پر جھوٹ لکھتے رہے اور سیدی اعلیٰ حضرت ﷫ کی جانب جھوٹے الزامات کا اِنتساب کرتے رہے، حالانکہ سیدی اعلیٰ حضرت ﷫ نے دیوبندیوں کی پوری حقیقت علمائے حرمین شریفین کے سامنے رکھ دی مگر اس کے باوجود انہوں نے اکابرینِ دیوبند پر کُفر کے فتوے لگائے۔

حیلہ سازی نمبر(5)

دیوبندیوں کی جانب سے ایک حیلہ سازی یہ بھی کی جاتی ہے کہ حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے شیطان وملک الموت پر قیاس کیا جیسا کہ دیوبندیوں کے خُود ساختہ نام نہاد مناظر منظور نعمانی صاحب فرماتے ہیں کہ:

"مولوی احمد رضا خان صاحب کے ہم مشرب مولوی عبدالسمیع صاحب نے۔۔۔"انوار ساطعہ" میں شیطان وملک الموت کے لئے اِسی وسعتِ علمی کو دلائل سے ثابت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر قیاس کیا اور اسی قیاس کی بنا پر حضورؐ کے لئے علم زمین کی وسعت ثابت کی تھی اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مصنف "براہین قاطعہ" نے اس

[1] حسام الحرمین، ص104۔105، مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت واقع بریلی، باردوم، باہتمام مولانا محمد علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

قیاس کورد کیا"۔[1]

دیوبندی موصوف نے بھی مبہم انداز میں ایسا ہی لکھا ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں کہ:

"انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی صفات کو شیطان کی صفات پر قیاس کرنا بریلوی جماعت کا خاص مذہب ہے"۔[2]

موصوف نے مزید لکھا ہے کہ:

"مولوی عبدالسمیع صاحب مؤلف "انوار ساطعہ" نے صرف "قیاس" گمان اور ظن سے کام چلایا ہے"۔[3]

الجواب: یہ بھی دیوبندیوں کا سفید جھوٹ ہے، حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز شیطان پر قیاس نہیں کیا، انہوں نے نفیٔ شرک کی دلیل دی تھی جس کو دیوبندیوں نے اپنی بے وقوفی و جہالت اور حماقت کی وجہ سے قیاس سمجھ لیا۔

حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"قولہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ جہاں مولود پڑھا جاتا ہے وہاں تشریف لاتے ہیں، یہ شرک ہے، ہر جگہ موجود خدا تعالیٰ ہے۔

اقول: سبحان اللہ قربان جایئے اِس قیاس اور استدلال کے، اگر اللہ تعالیٰ کی نسبت بھی یہی اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ مولُود خوانی میں حاضر ہوتا ہے نہ اور کسی جگہ اُس وقت تو برابری اور مشارکت صفتِ الٰہی میں لازم آتی اور خُدا تعالیٰ کو بہت مواضع اور مواقع میں حاضر مان رکھا ہے علاوہ مجلس مولُود خوانی کے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ تم عظمت اور وسعت عرشِ عظیم کی اور فراخی اور توسع کرسی کی خیال کرو کہ اُن کے آگے سات آسمانوں کی کیا حقیقت ہے، پھر کرۂ

---

[1] فتوحات نعمانیہ، ص372، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

[2] دفاع، ج1 ص641، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[3] دفاع، ج1 ص633، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

ناری اور ہوائی اور مائی کو خیال کرو کہ آسمانوں کے آگے اُن کی وسعت ہے، پھر ان طبقات کے آگے زمین کو دیکھو کہ اس کی وسعت کو کرات سے کیا نسبت ہے، پھر زمین کے چوتھائی حصہ کو دیکھو جو زمین سے باہر نکلا ہوا ہے، پھر اُس باہر نکلے ہوئے میں جنگل اور پہاڑ اور دریا اور نیستان کس قدر ہیں اور آدمیوں سے آباد کس قدر ہیں اور اُس آباد میں کفار کس قدر ہیں اور مسلمان کس قدر، اور مسلمانوں میں مولد شریف کرنیوالے کس قدر ہیں اور نہ کرنے والے کس قدر، پس اِن سب مراتب کے خیال اور فکر کرنے سے فرق معلوم ہو جاوے گا مرد مصنف کو کہ اللہ تعالیٰ کا حاضر و ناظر ہونا تو اس درجہ میں ہے کہ عرش و کرسی، آسمان، لوح و قلم، ساتوں زمین اور جمیع جبال و بحار، ویران و عمرانات وغیرہ اور ہر زمان اور ہر آن میں وہ حاضر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس نے یہ اعتقاد کیا کہ وہ مواقع مولود خوانی میں تشریف لے آتے ہیں تو یہ مواقع بہ نسبت ان تمام اَزمنہ اور مقاماتِ مذکورۂ بالا کے کس شمار اور کس حصہ میں داخل ہیں کہ بس ان مواقع میں تشریف لانے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابری لازم آگئی اور شرک ہو گیا نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔

اب آگے آپ اِرشاد فرماتے ہیں:

قولہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی۔

اقول: عقیدہ اہل سنت والجماعت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت اسی طرح اور اسی حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، دُوسرے میں نہیں ہوتی، اور خصوصیت کے معنی یہ ہیں کہ یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ اور روئے زمین پر کل جگہ موجود ہو جانا تو کچھ خاص مخصوص خُدا کے ساتھ نہیں۔

"تفسیر معالم التنزیل" اور رسالہ "برزخ" جلال الدین سیوطی اور "شرح مواہب" علامہ زرقانی میں ہے کہ ملک الموت قابض ہے جمیع ارواحِ جن وانس و بہائم و جمیع مخلوقات کا اور اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے دُنیا کو اُس کے آگے مثل چھوٹے خوان کے، اور ایک روایت میں آیا

ہے مثل طشت کے ، فیقبض من ھھنا و ھھنا یعنی اِدھر سے لیتا ہے جان کو اور اُدھر سے۔
اب خیال کرو کہ ایک آن میں مشرق سے مغرب تک کس قدر چیونٹی، مچھر، کیڑے مکوڑے اور چرند، پرند، درند اور آدمی مرتے ہیں ہر جگہ ملک الموت موجود ہے۔
اور" مشکوۃ" میں ہے کہ ملک الموت وقت موت میت کے سرہانے ہوتا ہے مومن کے بھی اور کافر کے بھی، یہ حدیث طویل ہے۔
اور قاضی ثناء اللہ نے" تذکرۃ الموتی" میں نقل کیا ہے ایک حدیث کو طبرانی اور ابن مندہ سے اُس میں یہ بھی ہے کہ ملک الموت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نہیں، نیک یا بد آدمیوں کا، جس کی طرف مجھ کو توجہ نہ ہو، رات دن دیکھتا رہتا ہوں اور ہر چھوٹے بڑے کو ایسا پہچانتا ہوں کہ وہ خُود بھی اپنے کو اس قدر نہیں پہچانتے۔
ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے، بھلا ملک الموت علیہ السلام تو ایک فرشتہ مقرب ہے، دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے۔
" درمختار" کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولادِ آدمؑ [علیہ السلام] کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اُس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے۔
علامہ شامی نے اِس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے جس کو اللہ [تعالیٰ] نے بچالیا۔ بعد اس کے لکھا ہے:
واقدرہ علی ذالک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذالک
یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دے دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادِر کر دیا انتہیٰ کلامہ۔
اب عالم اجسام محسوسہ میں اِس کی مثال سنئے ! کوئی آدمی مشرق سے مغرب تک [اگر] آبادی دنیا کی اگر سیر کرے، جہاں جاوے گا چاند کو موجود پاوے گا اور سورج کو بھی پاوے گا، پھر اگر وہ کہے کہ ایک چاند سب جگہ موجود ہے اور ایک سورج سب جگہ موجود، تمہارے

قاعدے سے چاہئے وہ کافر ہو جاوے کہ اُس نے چاند کو ہر جگہ موجود کہا، حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ نہ وہ مشرک ہے نہ کافر، خاصہ مسلمان ہے۔

پس اسی طرح سمجھو کہ جب سورج سب جگہ موجود ہو کر وہ چوتھے آسمان پر ہے، روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو ساتویں آسمان پر علیین میں موجود ہے۔ اگر وہاں سے آپ کی نظر مبارک کل زمین پر یا زمین کے چند مواضع ومقامات پر پڑ جانے اور ترشح انوار فیضان احمدی [صلی اللہ علیہ وسلم] سے کل مجالس مطہرہ کو ہر طرف مثل شعاع شمس محیط ہو جاوے کیا محال اور کیا بعید ہے؟

علامہ زرقانی نے ابوالطیب کا شعر "شرح مواہب لدنیہ" کی فصل زیارت قبر شریف میں نقل کیا ہے

کالشمس فی وسط السماء ونورها

یغشی البلاد مشارقا ومغاربا

کالبدر من حیث التفت رایة

یهدی الی عینك نورا ثاقبا

یعنی جس طرح سورج آسمان کے بیچ میں ہے اور روشنی اُس کی پھیلی ہوئی ہے مشرق سے مغرب تک

اور جس طرح چاند جہاں سے تُو اُس کو دیکھے اُسی جگہ سے تیری آنکھوں میں نُور میں بخشے گا، انتہیٰ کلامہ۔

پس فرق یہ ہے کہ سورج اور چاند کے دیکھنے کی آنکھ اللہ تعالیٰ نے کھول رکھی ہے، اس کے ذریعہ سے بینا آدمی دیکھ کر کہہ دیتا ہے کہ چاند ہر جگہ موجود ہے، اندھا مادرزاد یوں کہے گا کہ چاند کہیں نہیں۔ پس اسی طرح رُوح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا موقوف ہے اللہ تعالیٰ کی عنایت پر، اگر وہ آنکھ باطنی کھول دے اور پردہ اُٹھا دے ہر جگہ انسان جلوۂ احمدی کی

[صلی اللہ علیہ وسلم] دیکھ سکتا ہے۔

امام شعرانیؒ [علیہ الرحمۃ] نے "میزان" میں لکھا ہے کہ :

"قد بلغنا عن ابی الحسن الشاذلی وتلمیذہ ابی العباس مرسی[المرسی] وغیرھما انھم کانوا یقولون لواحتجبت رویة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرفة عین ما اعددنا انفسنا من جملة المسلمین"۔

دیکھئے ابُوالحسن شاذلی وغیرہ اولیاء فرماتے ہیں کہ اگر ایک پل جھپکنے کے برابر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے چھپ جاویں تو ہم اپنے تئیں مسلمان نہ جانیں، انتہیٰ۔

اب دیکھئے یہ اولیاء اللہ ان مفتی صاحبان صافی عقیدت کے نزدیک کس فتوی اور کس حکم میں داخل ہوں گے"۔[1]

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز شیطان وملک الموت پر قیاس نہیں کیا بلکہ اُنہوں نے نفئ شرک میں دلیل پیش کی، کیونکہ عبدالجبار وہابی نے کہا تھا کہ حضرت کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ جہاں مولُود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں تشریف لاتے ہیں، ہر جگہ موجود خدا تعالیٰ ہے"۔

حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے نفی شرک کی دلیل پیش کی جیسا کہ مذکُورہ بالا عبارت میں یہ بات موجود ہے۔ مگر افسوس کہ دیوبندیوں نے ازراہِ جہالت اسے قیاس سمجھ لیا اور عوام کو بدظن کرنے کے لئے لکھ مارا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی صفات کو شیطان کی صفات پر قیاس کر کے ثابت کرنا بریلوی جماعت کا خاص مذہب ہے، مُلاحظہ فرمائیں" دفاع،۱،ص۶٤۱"۔

ایسے بے وقوف اور ضدی لوگوں کا ہم کیا کر سکتے ہیں جو جھوٹ پر جھوٹ بولنے سے بھی نہیں

شرماتے، جن لوگوں کو "قیاس" کا بھی پتہ نہیں کہ "قیاس" کیسے ہوتا ہے وہ اہل سنت وجماعت پر جھوٹے الزام لگانے سے کیا شرمائیں گے۔ خود ان لوگوں کی ذلیلیں یہیں ہوتی ہیں، ملاحظہ فرمائیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شیطان کا علم وسیع ثابت کرنے کے لئے دیوبندیوں کے رُسوائے زمانہ مردود مناظر منظور نعمانی فرماتے ہیں کہ:

"اور کیا یہ واقع نہیں کہ نجاست کھانے والے کیڑے کو نجاست وغلاظت کا ذائقہ معلوم ہوتا ہے اور ہر شریف انسان اس سے ناواقف ہے تو کیا اب نجاست کا ہر کیڑا بھی تمام انسانوں سے اعلم کہا جا سکتا ہے"۔ [1]

اب موصوف ہی بتائیں کہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی کے کمالات کی نفی کے لئے نجاست اور نجاست کے کیڑے کی مثال کس نے پیش کی۔ پس جس طرح موصوف نے لکھا ہے کہ:

"انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی صفات کو شیطان کی صفات پر قیاس کرنا بریلوی جماعت کا خاص مذہب ہے"۔ [2]

ہم بھی لکھ سکتے ہیں کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے کمالات کی نفی کرنے کے لئے نجاست اور نجاست کھانے والے کیڑوں کی مثالیں پیش کرنا دیوبندی جماعت کا خاص مذہب ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ان لوگوں نے تو بول براز تک کی مثالیں پیش کی ہیں، ملاحظہ فرمائیں "فتوحاتِ نعمانیہ، ص٣٥٦"۔ اب موصوف خود اپنے مردود مناظر پر کون سا فتویٰ لگائیں گے؟

حیلہ سازی نمبر (6)

"براہین قاطعہ" کی گستاخانہ عبارت کے دفاع میں دیوبندیوں کی جانب سے ایک حیلہ

---

[1] فتوحات نعمانیہ، ص 361، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

[2] دفاع، ج 1 ص 641، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

سازی یہ بھی کی جاتی ہے کہ:

"حاصل یہ ہوا کہ شیطان وملک الموت کے لئے علم اعطائی [عطائی] ثابت کیا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم ذاتی کی نفی کی"۔ [1]

مزید لکھا ہے کہ:

"شیطان کے لئے علم اعطائی ثابت کیا اور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم اعطائی کی نفی نہیں کی، اس میں تو آپ کا صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایک شخص کیا مجموعہ عالم بھی مل کر مماثل نہیں چہ جائیکہ زائد، ہاں نفی علم ذاتی کی کی ہے جو شرک محض ہے"۔ [2]

ایک اور جگہ لکھا کہ:

"گو ہم نے بفضلہ تعالیٰ پوری طرح ثابت کر دیا کہ "براہین قاطعہ" میں مُراد علم ذاتی کی نفی ہے"۔ [3]

بقول چاند پوری مُلّاں خلیل انبیٹھوی نے بھی ذاتی اور عطائی کی تقسیم کی ہے، مُلاحظہ فرمائیں رسائل چاند پوری، ج۲ ص ۴۰۷"۔

مُلّاں منظور نعمانی دیو بندی صاحب فرماتے ہیں کہ:

"علم کی دو قسمیں ہیں ذاتی اور عطائی، ذاتی وہ ہے جو از خُود ہو، کسی کا دیا ہوا نہ ہو، اور عطائی وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا اور بتلایا ہوا ہو"۔ [4]

یہی منظور نعمانی صاحب کہتے ہیں کہ:

"براہین قاطعہ میں جا بجا ایسی تصریحات موجود ہیں جن سے صاف معلوم ہو جاتا

---

[1] رسائل چاند پوری، ج2 ص386، انجمن دعوت اہل سنت وجماعت۔

[2] رسائل چاند پوری، ج2 ص 387۔388، انجمن دعوت اہل سنت وجماعت۔

[3] رسائل چاند پوری، ج2 ص402، انجمن دعوت اہل سنت وجماعت۔

[4] فتوحات نعمانیہ، ص353، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

ہے کہ شیطان کے لئے صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کے اثبات کو کہا گیا ہے"۔ [1]

دیوبندیوں کے مُلّاؤں نے "براہین قاطعہ" کی عبارت کے دفاع میں حیلہ سازی سے کام لیتے ہوئے علم ذاتی اور علم عطائی کے فرق کو تسلیم کیا ہے، مگر دوسری طرف اِن کے مذہب کے مُلّاں سرفراز گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اور کیا جب موصوف خود عطائی ہو تو اس کی کسی صفت کے ذاتی ہونے کا احتمال ناشی عن دلیل ہوسکتا ہے جب اس کا احتمال ہی نہیں تو ذاتی اور عطائی کا فرق بے کار ہوا کیونکہ علم ذاتی باجماع مسلمین اور باتفاق فریقین ایک ذرہ کا بھی کسی کو نہیں ہوسکتا تو پھر اس کا درمیان میں لانا کیونکر صحیح ہو؟" [2]

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ دیوبندی مُلّاؤں نے "براہین قاطعہ" کی عبارت کی تائید میں جس حیلہ سازی سے کام لیا ہے وہ بقول گکھڑوی بے کار ہے اور صحیح نہیں ہے، پس جب دیوبندیوں کے نزدیک ذاتی اور عطائی کا فرق بے کار اور غیر صحیح ہوا تو پھر شیطان کے لئے وسعت علمی کو ثابت ماننا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شرک قرار دینا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ جبکہ خود مُلّاں منظور نعمانی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ:

"ہم کو خان صاحب کے اس کلیہ سے اتفاقِ کلی ہے کہ مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے جس کا اثبات شرک ہے وہ تمام جہاں میں سے جس کے لئے بھی ثابت کی جائے یقیناً شرک ہوگا"۔ [3]

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ مخلوق میں سے کسی کے لئے بھی کوئی ایسی صفت مانی جائے جو

---

[1] فتوحات نعمانیہ، ص 386، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

[2] ازالۃ الریب، ص 115 مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ

[3] فتوحات نعمانیہ، ص 386-387، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

شرک ہے تو وہ مخلوق میں سب کے لئے ماننا شرک ہی ہوگی، ایسا نہیں کہ بعض مخلوق کے لئے شرک ہو اور بعض مخلوق کے لئے شرک نہ ہو۔ دیوبندی شیطان کو تو پوری دُنیا میں موجود مانتے ہیں جیسا کہ دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"تو ثابت ہوا کہ شیطان پوری زمین پر موجود ہے"۔ [1]

اور شیطان کے لئے علم روئے زمین کی وسعت کو بھی تسلیم کرتے ہیں، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

"براہین قاطعہ میں ایک خاص علم کی وسعت یعنی علم روئے زمین کی وسعت میں کلام تھا"۔ [2] مزید فرماتے ہیں کہ:

"بحث صرف علم روئے زمین کی ہے"۔ [3]

یہی نعمانی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں کہ:

"حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں ملک الموت اور شیطان کے لئے (ان دلائل کی بناء پر جو مولوی عبدالسمیع صاحب مصنف انوار ساطعہ نے پیش کئے ہیں) صرف علم زمین کی وسعت تسلیم کی گئی ہے اور اسی مخصوص وسعت کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر ثابت بالنص کہا گیا ہے"۔ [4]

ایک اور دیوبندی مُلّاں لکھتا ہے کہ:

"حضرت مولانا خلیل احمد صاحب۔۔۔نے فرمایا کہ ملک الموت اور شیطان مردود کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا نص قطعی سے ثابت ہے"۔ [5]

---

[1] دفاع، ج1 ص 647، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] فتوحات نعمانیہ، ص 377، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

[3] فتوحات نعمانیہ، ص 378، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

[4] فتوحات نعمانیہ، ص 378، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

[5] قہر آسمانی بر فرقہ رضاخانی، ص 57 تحفظ نظریات دیوبند اکادمی، پاکستان

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ دیوبندی مُلّاں شیطان اور ملک الموت کو نص قطعی سے حاضر وناظر مانتے ہیں اور شیطان کے لئے رُوئے زمین کا علم بھی تسلیم کرتے ہیں مگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر ماننا شرک قرار دیتے ہیں جبکہ خود ان کا دعویٰ بھی ہے کہ:

"جس چیز کا مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے ثابت کرنا شرک ہو وہ تو تمام جہان میں جس کے لئے ثابت کی جائے یقیناً شرک ہوگا"۔[1]

پس دیوبندی جس عقیدے کو شرک قرار دیتے ہیں گنگوہی اور انبیٹھوی نے (دیوبندیوں کے بقول) شیطان کے لئے تسلیم کیا، لہٰذا یہ دونوں شیطان کے لئے اپنے مزعومہ شرک کو مان کر پکے مشرک ثابت ہوئے۔

یہ دیوبندیوں کی تاویلات ہیں جن کی وجہ سے ان کے اپنے اکابرین ہی مشرک اور جہنمی قرار پاتے ہیں، بہرکیف دیوبندیوں نے "براہین قاطعہ" کی عبارت میں جوذاتی اور عطائی کے فرق والی تاویل کی تھی اس کو دیوبندی مُلّاں سرفراز گکھڑوی نے ہی باطل ومردود قرار دے دیا اور دیوبندیوں کی تاویلات کی وجہ سے گنگوہی وانبیٹھوی جہنمی اور مشرک قرار پائے۔ اِسی لئے کہتے ہیں کہ نادان دوست سے دانا دُشمن بہتر ہے۔ دیوبندیوں نے اپنی نادانی میں اپنے اکابرین کو ہی شرک کی بھینٹ چڑھا دیا، "براہین قاطعہ" کا دفاع تو نہ ہوسکا اُلٹا گنگوہی وانبیٹھوی کو مشرک ثابت کردیا۔

حیلہ سازی نمبر (7)

دیوبندیوں کے نام نہاد مناظر منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں کہ: "شرک صرف اسی علم کا ثابت کرنا ہے جو عطاءِ خداوندی کے علاوہ ذاتی طور پر ثابت کیا جائے"۔[2]

---

[1] فتوحات نعمانیہ، ص 386، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور

[2] فتوحات نعمانیہ، ص 390، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

الجواب: دیوبندیوں نے یہ حیلہ سازی اس لئے کی کہ "براہین قاطعہ" میں شیطان کے لئے علم محیط مانا گیا اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کو شرک قرار دیا گیا، ان کی اس توہین پر جب علمائے اہل سنّت و جماعت نے گرفت کی تو باصولِ دیوبند حیلہ سازی میں یہ کہا گیا کہ شیطان کے لئے عطائی طور پر مانا گیا ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذاتی طور پر ماننا شرک ہے اور پھر اس کی وضاحت میں مذکورہ بالا عبارت لکھی گئی جبکہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ:

"اگر ذاتی اور عطائی کا یہی دُور دراز کار بہانہ شرک سے بچانے کے لئے کافی ہے تو بتایئے کہ عیسائیوں کا کیا قصور ہے؟ وہ بھی تو بالآخر یہی عقیدہ رکھتے ہیں"۔ [1]

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک عطائی اور ذاتی کا فرق دُور دراز کا بہانہ ہے اور ان کے نزدیک شرک سے بچنے کے لئے یہ نا کافی فرق ہے۔

پس منظور نعمانی کے بقول شیطان کے لئے عطائی علم تسلیم کیا گیا ہے تو اس حوالے سے صاحب "براہین قاطعہ" کا مشرک ہونا لازم آتا ہے کیونکہ اس فرق کو دیوبندی شرک سے بچنے کا عذرِ لنگ تصور کرتے ہیں، بہر کیف دیوبندیوں کی یہ تاویل بھی خُود ان کے اُصولوں پر پُوری نہیں اترتی، اور "براہین قاطعہ" کی عبارت بے غبار ثابت نہیں ہوتی۔

سرفراز گکھڑوی کا ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"مگر یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ صرف ذاتی اور عطائی اور بالذات و بالواسطہ کے فرق سے اللہ تعالی کی صفات میں غیر اللہ کو شریک کرنا نہ شرک سے بچا سکتا ہے اور نہ کسی طرح سے مستحسن ہے"۔ [2]

---

[1] ازالۃ الریب، ص 35، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ

[2] ازالۃ الریب، ص 32، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ

"براہینِ قاطعہ" کی عبارت پر حضور مفتی اعظم ہند ﷫ کا تعاقب

حضور مفتی اعظم ہند ﷫ نے "براہین قاطعہ" کی گستاخانہ عبارت پر زبردست تعاقب فرمایا ہے، جس کا جواب آج تک آل دیوبند نہیں دے سکی۔ حضرت مفتی اعظم ہند ﷫ کی زبردست تحریر ملاحظہ فرمائیں:

"مسلمان بہ نگاہِ انصاف دیکھیں، ہر اُردو خواں بھی سمجھ سکتا ہے کہ براہین والے نے جس علم کو شیطان کے لئے نص قطعیہ سے ثابت مانا اُسی کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ماننا شرک کہا، اور شرک بھی وہ جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں۔ اب تھانوی صاحب باطنی اس قطعی کُفر کو یُوں مٹانا چاہتے ہیں کہ:

"جس علم کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرنا شرک خالص کہا ہے وہ علم ذاتی ہے، اور جس علم کو ابلیس کے لئے ثابت مانا وہ علم عطائی۔ صاحب "براہین" اپنی مُرادِ خاص "براہین" میں اِسی مسئلہ میں بیان کرتا ہے۔ یہ بحث اِس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے، جیسے جہلاء کا یہ عقیدہ ہے"۔

اقول: آپ کو کس نے سُوجھائی کہ یہاں ذاتی مقابل عطائی۔ اول تا آخر منشائے بحث واعتقاد فریقین اور خود اس عبارت لایعنی کا فقرہ فقرہ اس کے بطلان وہذیان پر شاہد عدل ہیں۔

اوّلاً: للہ انصاف! بحث کاہے پر چلی ہے، عمر پُوری کے اِس کہنے پر کہ یہ اعتقاد شرک ہے، اللہ سبحانہ نے اپنی صفت دُوسرے کو عنایت نہیں فرمائی، دیکھو صراحۃً علم عطائی میں کلام ہے کہ اس کا علم عطائی حضور کو نہیں، جو مانے شرک ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاصہ ہے، اُس نے کسی کو عطا نہ فرمائی، صاحب "انوارِ ساطعہ" اسی کا رد کر رہے ہیں۔

"براہین" والا اسی کو بنا بنا رہا ہے، پھر کیسی صریح بے ایمانی ہے کہ بے عطائے الٰہی ماننے میں بحث ہے، اُسے شرک کہا ہے۔

ثانیاً: مولانا عبدالسمیع صاحب کے کون سے حرف میں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ علم بے عطائے خدا ہے، جس پر "براہین" والا یہ کہتا ہے:

"تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔

ثالثاً: مؤلف کی تحریر میں بے عطا کا کون سا حرف تھا، جس پر "براہین" والا کہتا ہے:

"جس کا عقیدہ مؤلف کی تحریر کے موافق ہوگا البتہ وہ مشرک ہے"۔

رابعاً: اسی "براہین" طبع دوم کے صفحہ ۲۰۳ سے صفحہ ۲۰۷ تک "انوارِ ساطعہ" کا مطول کلام منقول ہے جس میں اُنہوں نے فرمایا:

"بہت مکانات میں حاضر ہوجانا جس کو یہ لوگ شرک کہتے ہیں اس کی تشریح گزر چکی، جہاں ملک الموت کی تمثیل ہے۔ پھر کہا: اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ اصل عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہے، کوئی ایسا نہیں جو بلا تعلیم حق جان لے، ہاں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو خبریں غیب کی دیتا ہے۔

پھر کہا: شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہر اُمتی کو جانتے ہیں کہ وہ کس درجے کا ہے، فرشتے خبر پہنچاتے رہتے ہیں، اور نُورِ نبوت سے حضرت پہچانتے ہیں سب اُمتیوں کو"۔

پھر کہا:

"محفل شریف میں کثرت سے درود و سلام پڑھا جاتا ہے، جب جلسہ کا درود شریف پہنچاتے ہوں گے پھر کیوں نہیں خبر ہوتی ہوگی اُس جلسہ کی"۔

پھر کہا:

"فکر کرنا چاہئے اُن حدیثوں میں کہ امت کے اعمال پر مطلع کرتے ہیں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، ایک روز جمعہ اجمالاً دُوسرا ہر صبح و شام بہ تفصیل"۔

پھر اس سے مجالس شریفہ پر اطلاع ثابت کی، پھر کہا:
"خبر ہو گئی ان وسائط سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو"۔

پھر کہا:

"آیات واحادیث واقوال مشائخ وعلما سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ انعقاد محافل میلاد کی آں حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو خبر بعض واسطوں سے پہنچ جاتی ہے"۔
دیکھو کیسی صریح تصریحیں ہیں علم عطائی وعلم بالوسائط کی۔ یہاں بھی "براہین" والے نے وہی جواب دیا، اور اپنی اسی تقریر گذشتہ پر حوالہ کیا، صفحہ ۲۱۶۔
"محض قیاسِ ناتمام مؤلف کا اور یہ حجتِ شرعیہ نہیں، صفحہ ۲۰۳۔ پہلے اس کا جواب ہو چکا کہ حق تعالی نے حضرت عزرائیل کو ایسی قوت وعلم دیا ہے، اگر فخر عالم (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کو صدہا گونہ زائد ہو تو کیا عجب ہے، مگر کلامِ فعلیت میں ہے کہ یہ ہوتا ہے یا نہیں"۔
پھر کہا:

"کلامِ فعلیت میں ہے اور قیاس مؤلف کا امکان میں، عقائد کا ثبوت نص قطعی سے ہوتا ہے اور ملک الموت کا جواب مذکور ہو چکا"۔
اس مکالمہ کو علم ذاتی بہ معنی بے عطائے الٰہی پر ڈھالنا کیسی شدید بے ایمانی ہے، "براہین" والا قطعاً جانتا ہے کہ وہ علم عطائی مانتے ہیں"۔

اور اسی کو کہتا ہے:

"کہ شرک نہیں تو کون سا حصہ ایمان کا ہے"۔

اسی کو کہتا ہے کہ:

"جس کا عقیدہ مؤلف کی تحریر کے موافق ہوگا، البتہ وہ مشرک ہے"۔
خامساً: عبارت "براہین" کا یہی ٹکڑا، جو تھانوی باطنی نے نقل کیا، معنی بتا رہا تھا کہ:
"علم ذاتی آپ کو ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا جہلا کا یہ عقیدہ ہے"۔

کون سے جہلا کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور کا علم بے عطائے خُدا ہے۔

سادساً: وہ لفظ دیکھو" شیطان کو جو یہ وسعتِ علم دی"۔ دیکھو! " دی" میں کلام ہے، اور اسی پر بوجہ افضلیت قیاس کو منع کرتا ہے کہ عقائد قیاسی نہیں۔ قیاس سے وہ حکم ثابت ہوتا ہے جو مقیس علیہ میں ہو یا اُس کا مبائن؟۔ شیطان میں علم عطائی تھا، معاذ اللہ اگر حسبِ زُعم مَردُود گنگوہی اس پر قیاس ہوتا تو اس سے بھی عطائی ہی تو ثابت ہوتا، جسے یُوں رد کر رہا ہے کہ" عقائد قیاسی نہیں"۔

سابعاً: " براہین" والا یہاں بزورِ زُبان خود قیاس گڑھ کر فارق یہ بتاتا ہے کہ:

" شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے"۔

دیکھو جس علم کو ابلیس کے لئے ثابت مانا، اسی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفی کیا، اس بنا پر کہ وہاں نص ہے یہاں نص سے ثبوت نہیں، یعنی جس طرح ابلیس کے لئے نص سے ثابت ہے، اگر حضور کے لئے نص سے ثابت ہوتا تو مانا جاتا۔ اب دیکھو ابلیس کے لئے علم عطائی ہے یا بے عطا؟۔ اگر عطائی ہے تو اسی کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سلب کیا، اور اُسی کا حضور کے لئے ماننا شرکِ خالص کہا۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ بحث علم عطائی میں نہیں، علم بے عطا میں ہے، تو حاصل کلام وہ نہ ٹھہرا جو آپ تھانوی صاحب باطنی نے بتایا کہ:

" شیطان کو علم عطائی ہے اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ذاتی نہیں"۔

بلکہ حاصل کلام گنگوہی یہ ٹھہرا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم بے عطا ماننا شرک ہے، اس لئے کہ نص نہیں۔ اور ابلیس کے لئے بے عطائے الٰہی علم حاصل ہے، اس لئے کہ نص سے ثابت ہے۔ آپ کی اس تاویل نے اور بھی اخبث کُفر گنگوہی صاحب کے سر لپیٹا، واقعی قسمت کا لکھا کہاں جائے۔

ثامناً: " براہین" والے کی یہ تقریر کہ ہم نے ابھی سابع میں ذکر کی اور وہ کہ:

" شیطان کی وسعت علم کا حال نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا"۔

اور وہ کہ:

"عقائد نصوص سے ثابت ہوتے ہیں، خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں، لہٰذا مؤلف قطعیات سے ثابت کرے"۔

سب صریح ناظر ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اِس علم کا ماننا نص قطعی وارد ہونے پر موقوف رکھتا ہے، حدیثِ صحیح احاد میں ہو تو کافی نہیں، کیا بے عطائے الٰہی علم ماننے پر یُوں کہا جاتا۔ دیکھو امام الطائفہ کا دھرم کہ:

"ابُوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں"۔ یعنی یہ اور بتوں کو خُدا ماننا یکساں ہے۔ کیا اگر کوئی کہے کہ مہادیو خدا ہے، تو اس پر یہی کہو گے کہ بھائی اس کے ماننے کو نص قطعی درکار ہے۔ ورنہ اگر حدیثِ صحیح میں بھی ہو تو کافی نہیں، کیوں کہ یہ عقیدے کی بات ہے۔

تاسعاً: وہ تقریر دیکھو کہ:

"فخر عالم علیہ السلام کو بھی لاکھ گونہ اس سے زیادہ عطا فرما دے، ممکن ہے۔ مگر ثبوتِ فعلی اس کا کہ عطا کیا ہے، کس نص سے ہے کہ اُس پر عقیدہ کیا جائے"۔

دیکھو صاف عطائی میں کلام کر رہا ہے۔

عاشراً: امکان کا خُود جا بجا قائل ہے، صرف ثبوتِ فعلی کا منکر ہے، کیا آپ کے نزدیک گنگوہی صاحب بے عطائے الٰہی علم ملنا ممکن جانتے تھے، ایسا ہے تو اقرار کر دیجئے دام کھل جائیں گے۔

حادی عشر: حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اِس علم کے ثابت کرنے پر کہتا ہے: "مؤلف کے ایسے جہل پر تعجب ہوتا ہے"۔

ثانی عشر: "قیاس سے اس کا اثبات جہل ہے"۔

ثالث عشر: "تحقیق مؤلف کی جہل ہے"۔

رابع عشر: "سُوءِ فہم مؤلف کا ہے"۔

خامس عشر: "کوتاہ فہمی مؤلف کی ہے"۔

اگر"براہین" والے کی یہ بحث علم بے عطائے الٰہی میں ہوتی، اور مؤلف کو اس کا مثبت سمجھتا تو کیا فقط جہل وکوتاہ فہمی کا حکم لگاتا:

"چیخ نہ پڑتا کہ مؤلف کافر مرتد مشرک ہے کہ بے خُدا کے دیئے علم مانتا ہے"۔

سادس عشر: اس نے تصریح کی کہ:

"مؤلف آپ شاید شرک میں مبتلا نہ ہو"۔

بے عطائے الٰہی علم ماننے پر شرک میں یوں ہی شک وشبہ رکھتا؟ یا اپنے امام الطائفہ اسماعیل دہلوی کی طرح پھنکار اُٹھتا کہ:

"ابُوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے"۔

کیوں تھانوی صاحب! ابُوجہل یا اُس کے برابر مشرک کہنا شاید شرک نہ ہو، کُفر ہے یا نہیں؟

سابع عشر: کہتا ہے کہ:

"افضل ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ملک الموت کے برابر بھی ہو، چہ جائے کہ زیادہ"۔

کون ساعلم عطائی یا بے عطا؟

ملک الموت کا علم کیسا ہے؟

پھر برابری وزیادت کی نفی کرتا ہے:

"کمی تو جائز ہے"۔

کیا کم وبیش دَرکنار ایک بات کا علم بھی بے عطا ممکن ہے؟۔

بالجملہ اصل مبحث ومنشاء بحث واعتقادِ فریقین اور عبارت کا فقرہ فقرہ سب اِس مجبوری کی جھوٹی گڑھت پر لعنت کررہے ہیں۔

کیا یُوں ہی کُفر اُٹھا کرتا ہے؟۔

کیوں جناب تھانوی صاحب ! بحمد اللہ تعالیٰ کیسے دلائل قاہرہ سے ثابت ہوا کہ گنگوہی صاحب نے جس علم کا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ماننا شرک خالص بتایا وہی علم ابلیس لعین کے لئے خود ثابت مانا۔ اور آپ بہ لباسِ باطنی اب اس خط میں دوبارہ ایمان لاچکے ہیں کہ" شرک میں تفریق نہیں ہوسکتی، جو بات مخلوق میں ایک کے لئے ثابت کرنا شرک ہو، جس کے لئے ثابت کی جائے شرک ہی ہوگی، کیوں کہ خُدا کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا"۔

اب تو اپنے اقراروں پر قائم رہ کر بول اُٹھئے کہ بے شک گنگوہی صاحب صریح مشرک تھے، گنگوہی صاحب میں ایمان کا کوئی حصہ نہ تھا۔ گنگوہی صاحب شیطان ملعون کو خُدا کا شریک مانتے تھے۔ دوہرے اقراروں کے بعد پھر عذر کا محل کیا ہے؟

اور آپ نہ مانیں تو اہلِ انصاف تو دیکھتے ہیں، اور کوئی نہ دیکھے تو واحد قہار تو دیکھتا ہے، جس کا شریک ابلیس کو مانا، جس کے حبیب کی یہ شدید توہین کی۔ فللہ الحجۃ البالغۃ۔

ثامن عشر : تھانوی صاحب باطنی ! آپ کہتے ہیں علم عطائی کسی کے لئے ثابت کرنا شرک نہیں کہا گیا، یہ آپ کا اپنا خیال ہو تو ہو، مگر گنگوہی صاحب کے دھرم کے قطعاً خلاف ہے، پھر" توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ" کیا انصاف ہے؟

فتاویٰ گنگوہیہ حصہ اوّل صفحہ ٦٤ میں" تقویۃ الایمان" کی نسبت ہے:

" بندہ کے نزدیک سب مسائل اِس کے صحیح ہیں"۔

وہیں ہے:

" اگر کتاب کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے تو وہ مبتدع فاسق ہے"۔

صفحہ ١٢٢ میں ہے:

" تقویۃ الایمان" نہایت عمدہ کتاب ہے، اِس کے اِستدلال بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں۔ اِس کا رکھنا، پڑھنا، عمل کرنا عین اسلام ہے"۔

اب "تفویۃ بالایمان" کی سنئے:

"اشراک فی العلم میں کہا: اس عقیدہ سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے، خواہ یہ عقیدہ انبیاء سے رکھے، خواہ بھوت سے، پھر خواہ یُوں سمجھے کہ یہ بات اُن کو اپنی ذات سے ہے، خواہ اللہ کے دینے سے، ہر طرح شرک ہے"۔

دیکھئے: شرک میں ذاتی وعطائی کا فرق نہیں کیا، گنگوہی صاحب اِس کے خلاف عقیدہ رکھ کر اپنے منہ مبتدع، فاسق بلکہ عین اِسلام کے مخالف ہیں۔

تاسع عشر: "تفویت الایمان" کی اِس عبارت اور اِس کے کثیر امثال سے ثابت کہ اس کے دھرم میں جس طرح ذاتی وعطائی کا فرق باطل ہے یُوں ہی رسول وشیطان میں، کہ وہ ہر جگہ انبیاء اور بھوت سب کو ملاتا ہے، تو گنگوہی صاحب نے اگر چہ صرف شیطان کے لئے مانا، اگر چہ صرف عطائی مانا، "تفویت الایمانی" دھرم پر ضرور کافر، مشرک ہوئے۔ اور جب وہ "تفویت الایمان" کے سب مسئلے صحیح وعین اسلام مانتے ہیں تو خُود اپنے منہ بھی مشرک ہوئے۔

غرض گنگوہی صاحب نے رسول کے لئے شرک کہا، اور شیطان کے لئے ثابت مانا۔ اب چاہیۓ رسول وشیطان سے فرق کریں یا ذاتی وعطائی سے؟ دونوں فرق اسماعیل کے نزدیک مَردُود، اور گنگوہی صاحب مشرک۔

ع: قضائے نبشتہ بناید سترد

عشرین: مختصراً چلئے: علم محیط زمین غیر خُدا کے لئے ماننا شرک ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو "براہین" مشرک گر کو بتی دِکھایئے۔ اور اگر ہاں، تو صرف ذاتی یا عطائی بھی۔ بر تقدیر اوّل ذاتی کس نے مانا تھا؟ اور یہ "براہین" والا کیسے کہتا ہے کہ:

"جس کا عقیدہ مؤلف کی تحریر کے موافق ہوگا وہ البتہ مشرک ہے"۔

بر تقدیر دوم آپ تھانوی صاحب بہ لباسِ باطنی خُود مقر ہیں کہ "براہین" والا شیطان کے لئے

عطائی مانتا ہے تو وہ آپ کے اقرار سے مشرک ہوا۔ قسمت کا لکھا کون مٹائے۔

حادی وعشرین: بحمدہ تعالیٰ اس عشرین نے کہ دو عشرہ کاملہ ہیں اس کاذب گڑھت کی چاند پوری کوٹ دی۔

اب اس عبارت "براہین" میں اور جہالتیں، ضلالتیں ہیں اُن کے بھی بعض کا بھانڈا پھوڑ دُوں وباللہ التوفیق۔

اوّل: تو وہی ظلم شدید کہ "انوارِ ساطعہ" نے تو عمر پُوری کے اِدعائے اِختصاص پر نقض کیا، گنگوہی صاحب نے بکمال عیاری اُسے اِستدلال ٹھہرالیا۔ "انوارِ ساطعہ" کے صاف لفظ شروع بحث میں یہ تھے:

"زمین پر کل جگہ موجود ہونا تو کچھ خاص مخصوص خدا کے ساتھ نہیں"۔

(براہین قاطعہ صفحہ ۵۰) •

اور اس پر ملک الموت وشیطان وغیرہ کی مثالیں دے کر آخر میں کہا تھا:

"تو یہ صفت خاص خُدا کی کہاں ہوئی"۔ (صفحہ ۵۲)

ثانی وعشرین: مصنف مرحوم کو یہاں وہابیہ کی ہوشِ شرک کا توڑنا ہے۔ دیکھو ان کی عبارت:

"تمہارے قاعدے سے چاہئے وہ مشرک ہو جائے، حالاں کہ تحقیق یہ ہے کہ نہ وہ مشرک ہے نہ کافر"۔ (صفحہ ۵۱)

ایضاً:

"تمہارے اِستدلال کے موافق تو چاہئے کہ یہ سب محدث اور فقہا زیادہ مشرک ٹھہریں"۔ (صفحہ ۵۳)

ایضاً: سبحان اللہ! شرک کے معنی بھی یہ حضرات خوب سمجھے، جس کو یہ شرک کہتے ہیں اُس کی تشریح گزر چکی، جہاں چاند، سورج اور ملک الموت کی تمثیل ہے"۔ (صفحہ ۲۰۳)

"اب دیکھئے اس بیان کو کفر وشرک سے شمہ بھی لگاؤ نہیں"۔ (صفحہ ۲۰۷)

اہلِ حق پر واضح ہو کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ہر محفل میں رُوح مبارک آتی ہے، ہاں یہ دعویٰ ہے کہ اگر کسی کا یہ اعتقاد ہو وہ مشرک نہیں"۔ (صفحہ ۵۳)

اور بلا شبہ ابطالِ شرک کے لئے امکان کان لہ شریک باری قطعاً ناممکن ہے، مگر گنگوہی صاحب نے جا بجا امکان بے کار، اور فعلیت درکار ٹھہرائی۔ ان کی تین عبارتیں اُوپر گزریں یعنی خُدا کا شرک ہو تو سکتا ہے مگر ہے نہیں، جیسے کذابوں کے نزدیک معاذ اللہ اُس کا کذب، اُس کا جہل، تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔

ثالث وعشرین: یہاں گنگوہی صاحب پر کثیر رد "انباء المصطفیٰ شریف" میں فرمائے ہیں، جو بفضلہٖ تعالیٰ ۱۹ برس سے لاجواب ہیں۔ اُن میں سے بعض اِنہیں عباراتِ شریفہ میں سنئے:

قُرآنِ کریم کی تین آیتوں سے علومِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روزِ اوّل سے آخر تک تمام ماکان و مایکون کو محیط ہونا دلیلِ قطعی سے ثابت فرما کر اِرشاد کیا:

" مخالفین ان آیات کے خلاف پر اصلاً ایک دلیل صحیح، صریح، قطعی الافادہ نہیں دِکھا سکتے۔ اور اگر بفرض غلط تسلیم ہی کرلیں تو ایک یہی جواب جامع ونافع ودافع وقامع سب کے لئے شافی وکافی کہ عموم آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبارِ آحاد سے اِستناد محض ہرزہ۔ باقی میں اِس مطلب پر تصریحاتِ ائمہ اُصول سے احتجاج کروں، اُس سے یہی بہتر کہ خُود مجدد یہ زمانہ کے اِنہیں گنگوہی پیشوا کی شہادت دوں۔ ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

" نصوصِ قطعیہ قُرآن عظیم کے خلاف پر احادیثِ آحاد کا سنا جانا بالائے طاق"

یہ بزرگوار صاف تصریح کرتے ہیں کہ یہاں خبر واحد سے اِستدلال ہی جائز نہیں، نہ اصلاً اِس پر التفات ہو سکے۔ اِسی "براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل" میں اِسی مسئلہ علم غیب کی

تقریر مہمل ومختل میں اپنے اور اپنے تمام طائفے کے پاؤں میں تیشہ زنی کو یوں لکھتے ہیں:
عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہوجائیں، بلکہ قطعی ہیں۔ قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں، لہٰذا اس کا اثبات اُس وقت قابل التفات ہو کہ قطعیات سے اس کو ثابت کرے۔

نیز صفحہ ۸۱ پر لکھا: "اعتقادات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے نہ ظنیاتِ صحاح کا"۔

صفحہ ۸۷ پر ہے:

" آحادِ صحاح بھی معتبر نہیں، چنانچہ فن اُصول میں مبرہن ہے"۔

الحمدللہ! مناظرہ تو انہیں دو حرفوں میں ختم ہوگیا۔ ہاں وہاں تمام نجدیہ" دہلوی و گنگوہی و جنگلی وکوہی سب کو دعوتِ عام ہے "اجمعوا شرکاء کم" چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہوکر ایک آیت قطعی الدلالہ یا ایک حدیثِ متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے صاف صریح طور پر ثابت ہو کہ تمامی نزول قُرآن عظیم کے بعد بھی اشیائے مذکورہ ما کان وما یکون سے فلاں امر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مخفی رہا جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا۔

" فان لم تفعلوا ولن تفعلوا، فاعلموا ان اللہ لا یھدی کید الخائنین"۔ [1]

---

[1] **نوٹ**: یاد رہے کہ "الموت الاحمر، ص 34" پر مذکورہ بالا آیات کو بطور آیات نہیں لکھا گیا بلکہ صرف عربی عبارت کے لحاظ سے "فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاعلموا ان اللہ لا یھدی کید الخائنین" ذکر کیا گیا ہے۔ مگر "فتاوی مفتی اعظم" میں جلد 7 صفحہ 52 پر تخریج وتصحیح کرنے والوں سے یا کتابت وکمپوزنگ کی وجہ سے غلطی ہوگئی ہے کہ وہاں اس عبارت کو آیاتِ قُرآنیہ کے طور پر تخریج کیا گیا ہے، اور "فاعلموا" کو بھی شامل کرتے ہوئے تخریج میں سورۂ یوسف کی آیت نمبر 52 کا حوالہ لگا دیا گیا جو کہ دُرست نہیں ہے۔

چاہئے تھا کہ اس عبارت کی بطور آیات اگر تخریج کی جاتی تو یوں لکھا جاتا ﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا﴾ [البقرۃ: 24] فاعلموا ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ﴾ [یوسف: 52]

اگر ایسا نص نہ لاسکو، اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے، تو خوب جان لو کہ اللہ راہ نہیں دیتا دغابازوں کے مکر کو" والحمد للہ رب العالمین"۔

رابع وعشرین: پھر فرمایا:

" طرہ یہ کہ یہی گنگوہی بہادر خود ہی اِسی صفحہ میں دو سطر ہی بعد اپنے مُدعائے باطل کی سند میں لکھتے ہیں:

" خود فخر دو عالم علیہ السلام فرماتے ہیں "واللہ لا أدری ما یفعل بی ولا بکم "۔

اِس پر چار رَد کی طرف اشارہ فرما کر اِرشاد کیا:

" اِن سب سے قطعِ نظر دل چھیننے والی ادا تو یہ ہے کہ شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں " الخ۔

قطع نظر اِس سے کہ مُلاّ جی کو ہنوز روایت اور حکایت میں تمیز نہیں، اِس بے اصل حکایت سے اِستناد اور شیخ محقق قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی طرف اسناد، کیسی جرأت ووقاحت ہے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے " مدارج شریف" میں یوں فرمایا ہے:

"ایں جا اشکال می آرند کہ در بعض روایات آمدہ اقست کہ گفت آں حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: من بندہ ام، نمی دانم آں چہ در پس ایں دیوار ستت۔ جوابش آں ست کہ ایں سخن اصلے ندارد وروایت بداں صحیح نشدہ است"۔

کیوں مُلاّ جی کچھ آنکھیں کھلیں۔ ایسا ہی ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ﴾ پر عمل کرو گے تو خُوب چین سے رہو گے۔ ع

اُس آنکھ سے ڈریئے جو خُدا سے نہ ڈرے

خامس وعشرین: پھر فرمایا:

" امام ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں: "لا أصل له " یہ حکایت محض بے اصل ہے۔

امام ابنِ حجر مکی نے " أفضل القری " میں فرمایا: " لم یعرف له سند " اِس کے لئے سند نہ

پہچانی گئی۔

افسوس اسی منہ سے مقامِ اعتقادیات بتانا، احادیثِ صحاح بھی نامقبول ٹھہرانا، اسی منہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم عظیم گھٹانے کو ایسی بے اصل حکایت سے سند لانا، اور منع درنی کے لئے شیخِ محقق کا نام لکھ جانا، جو صراحۃً فرمارہے ہیں کہ اس حکایت کی جڑ نہ بنیاد۔

اب اس کے سوا کیا کہیے کہ ایسوں کی داد نہ فریاد۔

سادس وعشرین: پھر فرمایا:

"اللہ اللہ! نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مناقبِ عظیمہ تو آپ فضائل سے نکلوا کر اس تنگ آنگن میں داخل کرائیں تاکہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیثیں مردود بنائیں، اور حضور کی تنقیصِ شان میں یہ فراخی دکھائیں کہ بے اصل مقولے، بے سند منقولے، سب سما جائیں۔ ع:

حال ایمان کا معلوم ہے بس جانے دو

سابع وعشرین: مسلمانو مسلمانو! للہ ایک نظر انصاف، گنگوہی صاحب کیا صاف صاف فرمارہے ہیں کہ:

"تمام مسلمان شیطان سے افضل ہیں، تو مؤلف سب عوام میں بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اُس کے برابر تو بزعم خود علم غیب ثابت کرے"۔

دیکھو کیسے کھلے لفظوں میں گنگوہی صاحب شیطان کے علم غیب پر ایمان لارہے ہیں، اور وہ بھی اس دھڑلے سے کہ بھلا عام مسلمانوں میں کوئی اس کے برابر علم غیب ثابت تو کردے۔

"براہین" والے نے بزعم خود مخالف کا یہ زُعم تراشا ہے کہ افضلیت موجب اعلمیت ہے، اس بنا پر کہتا ہے کہ "اپنے اس زعم پر بر بنائے افضلیت شیطان کے برابر تو علم غیب ثابت کر لے" علم غیب کا لفظ مؤلف کے کلام میں نہ تھا، اور جو علم مؤلف نے ثابت کیا اُسے "براہین" والا خود نصوص سے ثابت مانتا اور اسی کو علم غیب کہتا ہے، اور واقعی وہ وہابیہ کے نزدیک علم غیب ہے، بلکہ بہت علوم غیب سے کروڑوں درجے زائد، کہ ان کے یہاں ایک پیڑ کے

پتوں کی گنتی جان لینا علم غیب ہے، ایک جلسہ نکاح پر مطلع ہو جانا علم غیب ہے۔
"براہین صفحہ ۴۹":
"فقط مجلسِ نکاح کے اعتقادِ علمی میں کافر لکھا ہے"۔
تو علم محیط زمین تو لاکھوں کروڑوں علم غیب کا مجموعہ ہوا، گنگوہی صاحب اسے فرماتے ہیں کہ شیطان کو جتنا علم غیب ہے بھلا دوسرے میں ثابت تو کردو۔ کہیے اب کیا خُود آپ پر نہ لگا وہ جبروتی حکم جو آپ نے اپنے فتاویٰ کے حصہ سوم صفحہ ۷ میں کہا:
"اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے"۔
مگر یہ کہیے کہ آپ کے یہاں ابلیس غیر حق تعالیٰ نہیں، آپ کا حق تعالیٰ وہی ہے۔

ثامن وعشرین: واقعی بے چارے مسلمان آپ کے شیطان کی برابری کیا کرسکیں جب کہ آپ کے نزدیک اُن کے اور تمام جہان کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کے برابر نہیں ہو سکتے، اِس کے لئے علم غیب پر خُود اپنے منہ ایمان لاؤ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے جو علم غیب مانے اس پر کُفر وشرک کا منہ آؤ۔ دیکھو یہی حصہ ۳ صفحہ ۴۲:
"جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک وکافر ہے"۔
دُور کیوں جایئے، یہیں نہ دیکھیے کہ شیطان کے لیے علم غیب نصوص قطعیہ سے ثابت مانا، اور وہی علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ماننے پر وہ حکم کیا کہ:
"شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے"۔
واقعی ایمانِ گنگوہی صاحب کے سب حصے تو شیطان کے لئے ہو گئے، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کون سا حصہ رہتا ہے کہ ان کا امام الطائفہ "تقویت الایمان" میں کہہ ہی گیا کہ: "اللہ کے سوا کسی کو نہ مان، اَوروں کو ماننا محض خبط ہے، جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ

اللہ کی طرف سے یہی علم لائے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مانے، خدا نے فرمایا: میرے سوا نہ مانو"۔

ظاہر ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اللہ کے سوا ہیں، لہٰذا انہیں نہ مانو، بخلاف شیطان کہ وہ ان کے یہاں عین خدا ہے، وہی ان کا حق تعالیٰ ہے: ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾[1]

تاسع وعشرین: ہر مسلمان جانتا ہے کہ علم غیب فضیلت ہے، لہٰذا وہ باری عزوجل کی صفات کریمہ سے ہے۔

گنگوہی صاحب نے بھر منہ اسے ابلیس کے لئے ثابت مانا، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سلب کیا، تو یقیناً اس عظیم فضیلت میں ابلیس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف افضل نہ بتایا بلکہ یہ فضیلت اس ملعون کے لئے خاص مانی، اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے خالی ٹھہرایا، اور کیا کافر کے سر پر سینگ ہوتے ہیں؟

صدق اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا﴾[2]

اذناب یوں بکتے ہیں کہ انہوں نے تو ذلیل وناپاک علم شیطان کے لئے خاص کیے تھے نہ کہ فضیلت والے۔ اور گنگوہی صاحب فرما رہے ہیں کہ:

"مردود مجھ پر جھوٹ نہ باندھو، میں گنگوہی تو ایک اعلیٰ درجے کی فضیلت بلکہ خاص خدا عزوجل کی جلیل صفت علم غیب کو ابلیس کے لئے ثابت جانتا اور مسلمانوں کے رسول محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اس فضل عظیم سے خالی مانتا ہوں" ﴿كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ﴾

[1] [الشعراء: 227]

[2] [الاسراء: 72]

نوٹ: "الموت الاحمر ص ۳۸" پر "دامی الصارم" زائد ہے جس کے بعد آیت کریمہ "﴿وَمَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ الآیۃ﴾"

قَلۡبِ مُتَكَبِّرٖ جَبَّارٖ﴾[1]

ثلاثین: جناب تھانوی صاحب ظاہری اوران کے بعد تمام علمائے دیوبند سے استفتا ہے:

"اللہ عزّوجل کو اگر ایک جانتے ہوں تو اُسی ایک واحد قہار کے لئے بتائیں، کیا دیوبندی مذہب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ عقیدہ کہ خُود بہ خُود آپ کو علم تھا بدون اِطلاع حق تعالیٰ کے کُفر یقینی ہے؟۔کیا اگر کوئی شخص ایسے عقیدہ والے کو کافر کہنے سے زُبان روکے اوراس میں صرف اندیشہ کُفر مانے وہ کافر ہے؟

کیا اگر ایسا نہیں، تو جو کہے:

"شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے"۔

وہ مسلمان کی تکفیر کر کے کافر یا گمراہ ہوا یا نہیں۔بینوا توجروا

سوال کی ہر بات کا جواب دیجئے، اور اِس میں اپنی طرف سے تغیر وتصرف نہ کیجئے۔گنگوہی صاحب کے بہت جوابوں کی طرح ناقص ومحرف نہ ہو۔والسلام علی من اتبع الہدی

اس علم محیط کے متعلق گنگوہی اورآپ تھانوی اور اسماعیل دہلوی صاحب کی خُوب خُوب خبر گیری میرے رسالہ" ادخال السنان ردوم بسط البنان" تھانوی صاحب میں ہے، جس میں آپ سے ایک سو ساٹھ قاہر سوال، نہیں نہیں سروہابیہ پرایک سو ساٹھ (160) جبال ہیں چھ سال ہوئے کہ آپ تھانوی صاحب ظاہری کے یہاں رجسٹری شُدہ گیا ہے اورآج تک بحمد اللہ تعالیٰ لاجواب ہے۔اب آپ اپنے طلب تحقیق کے لباس میں اُسے ضرور بغور ملاحظہ کیجئے۔والہادی ھو اللہ لا الہ سواہ

آپ نے اس رسالہ کا کوئی جواب دیا ہو تو فوراً بھیجئے، ورنہ اُس کا نام ونشان ہی بتایئے کہ

---

[1] [غافر:35]

منگائوں"۔[1]

"ادخال السنان الی حلق الحلقی بسط البنان" میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"صرف زمین کے علم محیط کو آپ کے پیر مغان گنگوہی شیطان کے لئے مان کر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ماننا شرک بتاتے ہیں، جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں، یعنی "قاطعہ براہین" میں فرماتے ہیں: شیطان کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوصِ قطعیہ کے بِلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا حصہ ایمان کا ہے، شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

یعنی شیطان تو تمام زمین کا علم محیط رکھتا ہے اُس کی وسعتِ علم پر خُدا نے نصوصِ قطعیہ اُتاری ہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسعتِ علم پر ایک نص بھی نہ اُتارا، بلکہ اُن کی تنگی علم و کم دانش پر نصوص قطعیہ اُتارے، لہٰذا اُن کے لئے زمین کا علم محیط ماننا شرک و کُفر خالص ہے، جس میں ایمان کا لگاؤ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ شیطان تو اُن کے خُدا کا شریک ہے کہ وہ اُن کے خُدا کی خاص صفت علم محیط سے موصوف ہے مگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو تو خُدا نے گھٹایا، وہ دیوار پیچھے تک کی تو جانتے نہیں، شیطان کے برابر علم محیط زمین ہونا بڑی بات ہے، اُن کے لئے جو اسے ثابت کرو گے تو یہ خُدا کی خاص صفت اُس کے غیر کے لئے ثابت کرنا ہوگا اور نِرا شرک ہو جائے گا۔

حاصل یہ کہ ابلیس ان کا خدا ہے جب تو صفتِ خاصہ خُدا سے موصوف ہے۔ مسلمان اِن گنگوہی آنکھوں سے اِتنا پُوچھ دیکھیں کہ اگر زمین کا علم محیط صفتِ خاصہ خُدا

[1] الموت الاحمر علی کل انحس اکفر، ص22 تا 39، وفتاویٰ مفتی اعظم، جلد 7 ص 43 تا 56، شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور

نہیں تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُس کا اثبات کیوں شرک ہو گیا؟

لاجرم وہ آپ کے دھرم میں خاص خُدا کی صفت ہے کہ اُس کے غیر میں ہرگز نہیں ہو سکتی، لیکن آپ کے اقرار سے شیطان میں یقیناً پائی جاتی ہے، تو قطعاً شیطان غیر خُدائے گنگوہی نہیں عین خُدائے گنگوہی ہے، الالعنۃ اللہ علی الظالمین۔

خیر یہ تو "حسام الحرمین" وغیرہ میں مجملاً سن چکے اور اِن شاء اللہ العزیز "الکاوی فی العاوی والغاوی" میں مفصلاً سنو گے۔

یہاں یہ کہنا کہ پیرِ مغاں کے دھرم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فقط چھوٹے سے مٹی کے ڈھیلے کا، جس کا نام زمین ہے، علم محیط ماننا خالص کُفر، پھر عرش تا فرش جملہ موجودات وقت تو اِس سے کروڑوں بلکہ سنکھوں، مہاسنکھوں بڑے ہیں، اُس کا احاطہ ماننا ضرور کُفر، بلکہ مہاسنکھوں کُفر کے برابر ہو گا۔

اگر آپ کے دھرم میں ایسا نہیں تو پہلے تو اِتنا لکھ دو کہ گرو جی جھوٹے ہیں، پھر اپنے دھرم کی کہو اگر وہ جمیع غیوب کو نیہ کی قید فی الواقع اِحترازی تھی تو لکھ دو کہ

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہ کسی نبی یا ولی کے لئے بہ عطائے الٰہی تمام موجوداتِ زمانہ کا علم محیط مانے کہ ایک ایک ذرّے کا حال اُن کو معلوم ہے، شرق سے غرب تک، جنوب سے شمال تک، فرش سے عرش تک بِلا استثنا ایک ایک ذرے کو اُن کا علم محیط ہے ایسا کہنے والا سُنّی صحیح العقیدہ متقی صالح ہے، جس پر معاذ اللہ کُفر و بدعت، معصیت کسی کا الزام نہیں آسکتا، کیا آپ ایسا لکھ سکیں گے؟

حاشا اللہ! اگرچہ ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ تو بھی ہرگز اَن کہی زُبان پر نہ لاؤ گے، اور اگر اپنی بات کی پچ کر کے کلیجے پر سل رکھ کر ہاں بول بھی دو کہ آخر یہ جو کچھ ہے ما کان وما یکون کے ہزاروں سمندر چھوڑ کر صرف مَوجودات ہی کا تو علم محیط ہے، تو وہ دیکھو برادری کی کاؤں کاؤں بستی بستی گاؤں گاؤں جائے گی، اور تمہیں مجبور کر کے پھر اسی گنگوہی دھرم پر

لوٹائے گی، غرض تمہیں اِس کہنے سے مفر نہیں کہ فقط موجوداتِ زمانہ کا علم محیط ماننا بھی قطعاً کُفر ہے۔ اب سوالات کا جواب دو، اور ان ائمہ وعلما واولیا درکنار خُود اللہ واحد قہار پر معاذ اللہ اپنے اور گنگوہی جی والے کُفر کا فتوی دو ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾[1]

تنبیه: حقیقتِ امر یہ ہے کہ عرش تا فرش جملہ موجوداتِ وقت کا علمِ محیط یقیناً جمیع ما کان وما یکون بمعنیٰ مذکور کا علم محیط ہے کہ موجودات وقت میں مکنوناتِ قلم ومکتوباتِ لوح بھی ہیں، اور وہ بلا شبہ جملہ ما کان وما یکون کو محیط، ولہٰذا "انباء المصطفی شریف" میں انہیں آیات کریمہ سے کہ ہم یہاں لکھیں گے حضورِ اقدس عالم ما کان وما یکون کے علم محیط جمیع ما کان وما یکون میں اوّل یوم الیٰ آخر الایام پر وہ دلائلِ قطعیہ قائم فرمائے کہ تمام وہابیت کے گھروں میں اندر باہر صفِ ماتم بچھی ہے، کہرام مچا ہے، پٹاداپڑا ہے، چوٹی کا پسینہ ایڑی تک بہا ہے، دانتوں میں پسینے آرہے ہیں، اور ان کے ایک حرف کو جنبش نہیں دے سکتے۔ والحمد لله رب العالمین، وقیل بعدا للقوم الظالمین"۔[2]

حضرت مولانا نذیر احمد خان رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "السیف المسلول" میں "براہین قاطعہ" کی عبارت کی زبردست تردید کی ہے۔

اُلّو اور اُلّو کا پٹھا

لطیفہ: ایک شخص اُلّو ایک ہزار روپے میں اور اُس کا بچہ دو ہزار میں بیچ رہا تھا کہ گاہک نے کہا کہ اِس چھوٹے اُلّو کی قیمت ڈبل کیوں؟ بیچنے والے نے جواب دیا کہ وہ صرف اُلّو ہے اور یہ اُلّو بھی ہے اور اُلّو کا پٹھا بھی، اِس لئے اِس کی ڈبل قیمت ہوگی۔

---

[1] [الشُّعَرَاء: 227]

[2] ادخال السنان، ص49 تا 52، وفتاوی مفتی اعظم، ج6 ص392۔393، شبیر برادرز، لاہور

کچھ ایسی ہی جہالت ہمارے مخالفین کی ہے کہ گنگوہی جی نے "براہینِ قاطعہ" میں کہا کہ:

"مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں"۔[1]

اور گنگوہی جی کا پٹھا دیوبندی موصوف لکھتا ہے کہ:

"ثابت ہوا کہ نہ پورے گھر کے اندر کا علم ہے"۔[2]

گنگوہی جی نے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دیوار کے پیچھے کے علم کی نفی کی تھی مگر اُن کے اس پٹھے نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر کے اندر کے علم کی ہی نفی کر دی، ایسے دریدہ دھن لوگوں کا ہم کیا کر سکتے ہیں۔ بہرکیف "براہین قاطعہ" جس کی عبارت کفر خالص ہے اِس عبارت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کی توہین کی گئی ہے، دیوبندی اس سلسلے میں جن حیلہ سازیوں سے کام لیتے ہیں ان کا مختصراً جائزہ اِس مقدمے میں لیا گیا ہے، باقی جن حیلہ سازیوں کا اِرتکاب دیوبندی موصوف نے "دفاع" میں کیا ہے اُس کی تفصیلی تردید آئندہ صفحات میں مُلاحظہ فرمائیں:

---

[1] براہین قاطعہ، ص 55، دارالاشاعت، کراچی

[2] دفاع، ج 1 ص 661، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

براھینِ قاطعہ کی گُستاخانہ عبارت

خلیل انبیٹھوی نے حضورِ اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"الحاصل! غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخرِ عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔ [1]

قارئین کرام! گنگوہی جی کی یہ وہ گستاخانہ عبارت ہے جس کی وجہ سے عرب و عجم کے بے شمار علماء نے ان پر ان کے مُرید خلیل انبیٹھوی پر کُفر کا فتوی لگایا، یہ کتاب دراصل رشید گنگوہی کی تصنیف ہے جس کو اُس نے اپنے مُرید خلیل انبیٹھوی کے نام سے شائع کروایا اور اپنے کُفر میں خلیل انبیٹھوی کو بھی برابر کا شریک کیا بلکہ خلیل انبیٹھوی گنگوہی کا آلہ کار تھا۔

موصوف نے اس عبارت کی وکالت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

" مولوی عبدالسمیع رامپوری نے "انوارِ ساطعہ" نامی ایک کتاب بِدعات کے حق میں تحریر فرمائی ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:

تیسری قباحت کا جواب: کہتے ہیں کہ حضرت (محمد ﷺ) کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ جہاں مولود پڑھا جاتا ہے وہاں تشریف لاتے ہیں شرک ہے۔۔۔۔

نیز لکھتے ہیں:

تفسیر معالم التنزیل اور "رسالہ برزخ" جلال الدین سیوطی اور شرح مواہب علامہ زرقانی میں ہے کہ" ملک الموت (فرشتہ) قابض ہے تمام ارواح، جن و انس، حیوانات اور تمام مخلوقات کا، اللہ نے کر دیا ہے دنیا کو اس (فرشتہ) کے آگے چھوٹے خوان کے" اور ایک

---

[1] البراہین القاطعہ، ص 47، طبع محمد ہاشم علی فی المطبع الہاشمی، ۱۳۰۴ھ۔

روایت میں ہے کہ ''مثل طشت (تھال) کے اور ادھر سے لیتا ہے جان اور ادھر سے'' اب خیال کرو کہ ایک آن میں مشرق سے مغرب تک کس قدر چیونٹی، مچھر، مکوڑے اور چرند و پرند اور درند اور آدمی مرتے ہیں، ہر جگہ ملک الموت موجود ہوتا ہے، دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے، درمختار کی مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے۔ علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام جنس آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچا لیا ہے۔

بعد اس کے لکھا ہے ''واقدرہ علی ذلک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذلک یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے۔ انتہی

اب عالم اجسام محسوسہ میں اس کی مثال سمجھئے۔ کوئی آدمی مشرق سے مغرب تک آبادی دنیا کی سیر کرے، جہاں جاوے گا چاند کو موجود پاوے گا اور سورج کو بھی پاوے گا، پھر وہ کہے کہ ایک چاند سب جگہ موجود ہے اور ایک سورج سب جگہ موجود ہے، تمہارے قاعدہ سے چاہئے کہ وہ کافر ہو جاوے کہ اس نے چاند کو ہر جگہ موجود کہا، حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ نہ وہ کافر، خاص مسلمان ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

اب فکر کرنا چاہئے کہ جب چاند سورج ہر جگہ موجود اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے، اور ملک الموت موجود ہے تو یہ صفت خاص خدا کی کہاں ہوئی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریک کرنے سے مشرک و کافر ہو جاوے اور تماشا یہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ، پاک و ناپاک مجالس مذہبی وغیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوی کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات، پاک ناپاک، کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔ الخ (انوار ساطعہ)

تبصرہ:

خیال رہے کہ غیر ضروری الفاظ ترک کر دیئے گئے ہیں، اور کچھ جملوں کا صرف مفہوم یا مطلب لکھ دیا گیا ہے، مولوی عبدالسمیع صاحب مؤلف ''انوار ساطعہ'' نے صرف قیاس، گمان اور ظن سے کام چلایا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ان لوگوں کو صرف شیطان ہی نظر آتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریفہ کے مقابلہ میں اس کو لاتے ہیں۔ پھر اگر کوئی ان کو ان کے قوانین اور انہی کی زبان میں جواب دے تو کافر، آخر کیوں؟ عبارت کے آخری جملوں میں خود یہ اقرار کیا ہے یعنی ''تماشا یہ کہ اصحابِ محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ، پاک و ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات، پاک ناپاک، کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے''۔

مولوی عبدالسمیع لفظ ''اس سے بھی زیادہ تر مقامات'' لکھ کر بھی پکے ٹھکے مسلمان رہے"۔ [1]

الجواب: "انوارِ ساطعہ" کو بدعات کی تائید میں قرار دینا موصوف کا بغض باطنی ہے۔ اس لئے کہ "انوارِ ساطعہ" کتاب کی مقبولیت کیلئے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ نے دُعا فرمائی تھی جس کے باعث اس کتاب کو شرفِ قبولیت حاصل ہوا۔

"انوارِ ساطعہ" حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مُریدوں کی فرمائش پر لکھی گئی

"انوارِ ساطعہ" حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں کی فرمائش پر لکھی گئی جیسا کہ مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ خود تصریح فرماتے ہیں کہ:

"مجھ سے بعض پیر بھائیوں نے تاکیدِ تمام کے ساتھ یہ فرمایش کی کہ ان فتوؤں کی وجہ سے

---

[1] دفاع، ج 1 ص 631 تا 633۔ مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

کچے دل لوگ شک وشبہہ میں پڑے جاتے ہیں اور دشمنانِ دین جگہ جگہ ان فتاوے کو نہ صرف دکھاتے ہیں بلکہ پڑھ پڑھ کر مسلمان بھائیوں کو بے دردی سے چڑھاتے ہیں، اور نفس کی پیروی میں فتنہ وفساد کی آگ ہر طرف بھڑکاتے ہیں۔ ایسے نازک موقع پر آپ کو چاہیے کہ آپ ان کی خبر لیں اور افراط وتفریط سے ہٹ کر اس سلسلہ میں خالص سچی بات رقم فرمادیں"۔[1]

اس حوالے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مُریدین ومعتقدین کی فرمائش پر لکھی گئی تھی اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف اِس کی تصدیق وتائید فرمائی بلکہ اِس کی مقبولیت کی دُعا بھی فرمائی تھی، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"نفس مطلب کتاب موافق مذہب ومشرب فقیر وبزرگان فقیر است خوب"۔[2]

"یعنی کتاب کا نفسِ مطلب فقیر اور فقیر کے بزرگان کے مذہب ومشرب کے خُوب موافق ہے"۔

اور خُود گنگوہی صاحب کے مکاتیب میں مُوجود ہے کہ:

"حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "انوار ساطعہ" کی تصدیق وتوثیق کردی تھی"۔[3]

اگر دیوبندی موصوف کے اِس الزام کو دُرست تسلیم کرلیں کہ یہ کتاب بدعات کی تائید میں ہے تو اِس کا یہ مطلب ہوگا کہ اِن کے نزدیک حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن

---

[1] انوار ساطعہ دَر بیانِ مولود وفاتحہ، ص 43، رضوی کتاب گھر دہلی نمبر ٦۔ ص 35 فیض گنج بخش بک سنٹر، دربار مارکیٹ، لاہور۔

[2] نوادرِ امدادیہ، ص 72، حضرت سید محمد گیسو دراز تحقیقاتی اکیڈمی، گلبرگہ شریف، کرناٹک۔ حکایات خلیل

[3] مکاتیب رشیدیہ، ص 69، مکتوب، 47، ادارۂ اسلامیات، لاہور۔

کے پیر و مشائخ معاذ اللہ بدعتی تھے، کیونکہ اُنہوں نے کتاب کے نفسِ مضمون و اپنے

اپنے بزرگوں کے مذہب و مشرب کے موافق قرار دیا ہے۔

نہ صرف اپنے مذہب و مشرب کے موافق قرار دیا ہے بلکہ مقبولیت کی دُعا سے بھی نوازا

چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

"ان شاء اللّٰہ تعالیٰ مقبول خواہد شد"۔[1]

"یعنی ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کتاب مقبول ہوگی"۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ﷫ کی دُعا بارگاہِ خُداوندی میں مقبول ہوئی اور "انوار ساطعہ" کو شرفِ قبولیت نصیب ہوا۔

اگر دیوبندی موصوف کی بات دُرُست تسلیم کرلی جائے تو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ﷫ پہ یہ الزام عائد ہوگا کہ (معاذ اللہ) بدعات کو پروان چڑھانے والے تھے، اُن کتابوں (جو۔ بقول دیوبندی بدعات کی تائید میں تھیں) کے لئے مقبولیت کی دُعائیں کیا کرتے تھے (معاذ اللہ)

معلوم ہوا کہ یہ دیوبندی موصوف کی فضول بکواس ہے جس کی وجہ سے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ﷫ اور آپ کے مشائخ کا دامن بھی محفوظ نہیں رہتا۔

خُود حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ﷫ بھی حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری ﷫ کے ہم خیال تھے، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

"اس کتاب کا چھپنا تھا کہ ہر حلقہ میں موافق و مخالف نتیجہ برآمد ہوا اور اشتعال کا دروازہ کھل گیا حتیٰ کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ جو خیالات میں مصنف انوار ساطعہ کے مؤید تھے اور انہوں نے نفس مسئلہ کی تائید کرتے ہوئے فرمایا تھا

---

[1] نوادر امدادیہ، ص 72، حضرت سید محمد گیسو دراز تحقیقاتی اکیڈمی، گلبرگہ شریف، کرناٹک۔

"فی الحقیقت نفس مطلب کتاب موافق مذہب و مشرب فقیر
و بزرگان فقیر است۔
فی الحقیقت کتاب کا نفس مطلب میرے اور میرے بزرگوں کے مذہب و مشرب کے
موافق ہے"۔ [1]

دیوبندی موصوف حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کون سا فتویٰ لگائیں گے "حکایات خلیل" کے مصنف تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہم خیال قرار دے رہے ہیں۔

دیوبندی موصوف کو یہ لکھنے سے پہلے کم از کم حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہی لحاظ کر لینا چاہئے تھا جن کے نام پر انہوں نے ابھی تک یہ دھندا چلایا ہوا ہے۔

الغرض موصوف کا "انوارِ ساطعہ" کو بدعات کی تائید میں قرار دینا نہ صرف غلط اور جھوٹ ہے بلکہ بہت بڑی جہالت بھی ہے۔ اس کتاب پر اُس وقت کے جید علماء کی تقاریظ موجود ہیں جنہوں نے اس کتاب کی حمایت کی۔

مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ مُحبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بزبانِ تھانوی دیوبندی

مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ خود دیوبندی اکابرین کے نزدیک بھی بہت بڑے محب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ دیوبندیوں کی کتاب "ملفوظات حکیم الامت" میں ہے کہ:

"ایک صاحب نے میرٹھ میں مولانا سے دریافت کیا کہ مولوی عبدالسمیع صاحب تو مولود شریف کرتے تھے۔ آپ کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا کہ بھائی انہیں حضور صلی اللہ علیہ

---

[1] حکایات خلیل، ص 141۔

وسلم سے زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے اسی لئے کرتے ہیں، مجھے بھی اللہ تعالیٰ محبت نصیب کرے"۔ [1]

معلوم ہوا کہ حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ محبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے اور اُن کی کتاب کی مقبولیت کیلئے حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے دُعا فرمائی تھی۔ اس کتاب کو بدعات کی تائید میں کہنا حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو بدعتی بنانے کے مترادف ہے۔ باقی موصوف جو "انوارِ ساطعہ" کی طویل عبارت نقل کر رہے ہیں اُس کا پس منظر ہم آپ کو بتاتے ہیں۔

"انوارِ ساطعہ" کے طویل حوالہ کا مقصد

آنِ واحد میں امکنہ متعددہ میں موجود ہونے کو دیوبندی شرک قرار دیتے ہیں اور ان کے اکابرین نے بعض لوگوں کا آنِ واحد میں امکنہ متعددہ میں ہونا بیان بھی کیا ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندیوں کی اس جہالت کا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے رَدکیا۔

نفیِ شرک میں آپ نے اپنی ایک دلیل یہ بھی ذکر کی کہ آنِ واحد میں امکنہ متعددہ میں ہونا شیطان کیلئے بھی ثابت ہے۔ اگر یہ شرک ہوتا تو شیطان کی یہ قوت نہ ہوتی کیونکہ شرک ذات وصفاتِ حق تعالیٰ میں غیر کو شریک کرنے کا نام ہے۔ شیطان کو قوت حاصل ہے کہ وہ آنِ واحد میں متعدد جگہوں پر موجود ہوتا ہے، لہٰذا اِسے شرک قرار دینا دُرست نہیں۔ حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت نفی شرک میں تھی، مگر دیوبندی موصوف نے بوجہ جہالت اسے قیاس وگمان وظن سمجھ لیا، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

"مولوی عبدالسمیع صاحب مؤلف ''انوارِ ساطعہ'' نے صرف قیاس، گمان اور ظن سے کام

---

[1] ملفوظات حکیم الامت، ج17 ص177، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

چلایا ہے"۔ [1]

حالانکہ مولانا رامپوری ؒ کی عبارت نفی شرک میں ہے، اور یہ کوئی قیاس، گمان اور ظن نہیں بلکہ نفی شرک کی واضح دلیل ہے کہ آنِ واحد میں امکنہ متعددہ میں غیر حق تعالیٰ کا ہونا شرک نہیں، اگر شرک ہوتا تو یہ قوت شیطان کو بھی نہ ہوتی، مگر افسوس کہ گنگوہی جی اپنی کم عقلی کی وجہ سے اس کو قیاس سمجھ بیٹھے۔

موصوف لکھتے ہیں کہ: "افسوس اس بات کا ہے کہ ان لوگوں کو صرف شیطان ہی نظر آتا ہے اور حضور ﷺ کی ذات شریفہ کے مقابلہ میں اس کو لاتے ہیں۔ پھر اگر کوئی ان کو ان کے قوانین اور انہی کی زبان میں جواب دے تو کافر، آخر کیوں؟"۔ [2]

نفیٔ شرک میں مولانا عبدالسمیع رامپوری ؒ نے ملک الموت کی دلیل پیش کی کہ وہ بھی آن واحد میں امکنہ متعددہ میں موجود ہوتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا مقرب فرشتہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ قوت عطا فرمائی ہے، یہ قوت شرک نہیں، اور یہاں تک کہ شیطان جس کو ملعون قرار دیا گیا ہے وہ بھی امکنہ متعددہ میں موجود ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ یہ شرک نہیں، اور پھر اسی طرح سورج چاند بھی ہر جگہ آدمی کو نظر آتے ہیں، اب ہر جگہ دیکھنے والا ایک چاند کو اپنی جگہ اپنی جگہ موجود کہتا ہے، وہ بھی دیوبندیوں کے نزدیک مشرک ہو۔ اس طرح کافی ووافی دلیلیں نفی شرک میں پیش کیں، مگر افسوس کہ دیوبندیوں نے گستاخی اور دریدہ دہنی کی انتہا کرتے ہوئے (نعوذ باللہ) لکھ دیا کہ:

"الحاصل! غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی

---

[1] دفاع، ج1 ص633، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج1 ص633، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کورد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔ [1]

اگر امکنہ متعددہ میں موجود ہونا شرط شرک ہے تو سب کیلئے شرک ہوگا۔ دیوبندیوں کو یہ شرک فقط خاصان حق تعالیٰ کیلئے نظر آتا ہے، شیطان میں نظر نہیں آتا، اس لئے کہ یہ خود دیو کے بندے ہیں، پس اس لئے دیو (شیطان) میں انہیں کوئی شرک نظر نہیں آتا اور خاصانِ باری تعالیٰ میں شرک نظر آتا ہے، حالانکہ شرک تو صفتِ خاصہ حق تعالیٰ وغیرہ حق تعالیٰ میں ماننے کا نام ہے۔ پس اگر آن واحد میں امکنہ متعددہ میں ہونا شرک ہے تو پھر شیطان کے لئے یہ قوت ماننا بھی شرک ہوگا، مگر افسوس کہ دیوبندیوں کی ٹیڑھی عقل میں یہ بات نہیں آتی۔

دیوبندیوں کے پاس مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا کوئی جواب نہ تھا، اور گنگوہی نے اس کا علمی جواب دینے کے بجائے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شان اقدس میں گستاخی کرڈالی۔

دیوبندی موصوف کی طویل عبارت

موصوف کے پاس "براہین قاطعہ" کی وکالت میں دلائل موجود نہیں ہیں، اس نے طویل عبارات کے ذریعے کوشش کی ہے کہ کسی طرح بات بن جائے مگران کے اکابرین نے ایسی گستاخیاں لکھی ہیں کہ اُن سے ان کی جان نہیں چھوٹ سکتی۔ الغرض بامر مجبوری موصوف کی طویل عبارت نقل کی جاتی ہے۔

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" ملاحظہ فرمائیں مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی عبارت

وہ لکھتے ہیں: " تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور سب مخلوق کو جس قدر

[1] البراہین القاطعہ، ص 47، طبع محمد ہاشم علی فی المطبع الہاشمی، ۱۳۰۱ھ۔

علم حق تعالیٰ نے عنایت کردیا اس سے ایک ذرہ بھی زیادہ ثابت کرنا شرک ہے، سب کتب شرعیہ ہی میں یہی مستفاد (ثابت) ہے۔ قال اللہ تعالی: وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔ (انعام:۵۹) ☆ اور اسی (اللہ) کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا انہیں اس کے سوا کوئی۔

اور یہ مسئلہ مشہور (کتب فقہ) بحر الرائق، عالم گیریہ اور درمختار وغیرہ میں ہے کہ "اگر نکاح کرے بہ شہادت اللہ تعالیٰ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کافر ہو جاتا ہے بسبب اعتقاد علم غیب کے نبی علیہ السلام کی نسبت، پس فقط مجلس نکاح کے اعتقاد علم میں کافر لکھا ہے، یہ کسی نے نہیں لکھا کہ اگر اس کا اعتقاد کما و کیفا و مساوۃ" علم الٰہی تعالیٰ شانہ کا ہے تو کافر ہو گیا ورنہ نہیں"

(یعنی اس لئے کافر نہیں لکھا کہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تعداد و کیفیات کے اعتبار سے برابری ہے۔ بلکہ صرف ایک مجلس نکاح میں حضور علیہ السلام کو گواہ بنانے کی وجہ سے کافر لکھا ہے، کیونکہ اس کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور غیب جانتے ہیں۔ راقم)"۔[1]

الجواب: اولاً: تعجب ہوتا ہے موصوف کی نقل کردہ عبارات اور جن سے موصوف نقل کر رہے ہوتے ہیں کیونکہ موصوف کی نقل کردہ عبارات اور جن سے وہ نقل کر رہے ہوتے ہیں اُن میں نہ صرف ایک دو لفظوں کا فرق کمپوزنگ و کتابت کی اغلاط کے سبب پایا جاتا ہے بلکہ موصوف نے مذکورہ بالا عبارت کو "براہینِ قاطعہ" کے حوالہ سے نقل کیا ہے، مگر جب راقم الحروف نے موصوف کی نقل کردہ عبارت اور "براہین قاطعہ" کی عبارت کو دیکھا تو انتہائی تعجب ہوا کہ اپنے مسلک اور اپنے عظیم اکابرین کی اصل کتب بھی موصوف کے پاس نہ ہونے کے برابر ہیں، موصوف صرف چند رسائل کو سامنے رکھے ہوئے دیوبندیوں کے محقق

---

[1] دفاع، ج1 ص633-634، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

ومناظر اور نہ جانے کیا کیا بننے کے لئے کوشاں ہیں۔
راقم نے سوچا کہ شاید راقم کے پیشِ نظر جو نسخہ "مطبع ہاشمی" کا ہے وہ طبع اول ہے، شاید بعد کے نسخہ میں شائع ہونے والی عبارت کچھ موصوف کی نقل کردہ عبارت سے مطابقت رکھتی ہو تو (17) سترہ سال بعد یعنی رمضان المبارک 1321ھ مولوی محمد یحییٰ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی فرمائش پر ساڈھورہ سے شائع ہونے والے نسخہ کو دیکھا تو وہی فرق اُس میں اور موصوف کی نقل کردہ عبارت میں دیکھنے کو ملا۔
راقم اغلاط وفرقِ عبارت کی نشاندھی کرنے کی بجائے صرف موصوف سے موصوف کے اُصول وقواعد کی روشنی میں ایک سوال کرتا ہے کہ یہ بتائیں کہ مذکورہ بالا عبارت میں موصوف نے جو آیت کریمہ نقل کی ہے آیا وہ "براہینِ قاطعہ" میں لفظ "مفاتح" ہے یا "مفاتیح"؟۔
راقم نے جن دونسخوں کا ذکر کیا ہے ان میں تو لفظ "مفاتح" ہے اور موصوف نے بھی اپنی اسی "دفاع" کی اسی جلد کے صفحہ (۳۸۲) پر "مفاتح" کا لفظ ہی لکھا ہے جو نہ صرف موصوف کے اُصول وقواعد کی روشنی میں موصوف کی تحریفِ قرآن، سوءِ حفظ کی دلیل ہے بلکہ موصوف کے گنگوہی صاحب وانبیٹھوی صاحب کے بھی بااصولِ دیوبندی موصوف کے محرفِ قرآن، سوءِ حفظ کی مانند آفتاب گواہی ہے۔
ثانیاً: گنگوہی صاحب نے کتبِ فقہ کے جس جزئیہ کو اپنی دلیل بنایا وہ فقہاءِ کرام رحمہم اللہ کا مفتیٰ بہ قول نہیں ہے۔ اس کے متعلق دُوسری جلد میں ہم بحث کر چکے ہیں کہ فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ اصح قول یہ ہے کہ تکفیر نہ کی جائے، اسی بحث کو موصوف کے دوبارہ ذکر کرنے کی وجہ سے مجبوراً ہمیں بھی اعادۂ بحث کرنا پڑ رہا ہے، مُلاحظہ فرمائیں:
مشہور ومعروف فقیہ حضرت مخدوم جعفر بوبکائی رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:
"من المضمرات من فتاوی الحجة اذا تزوج امراة بشهادة الله ورسوله لا

یصح النکاح بحکم الله ورسوله وحکی عن ابی القاسم قال هذا کفر محض لانه یعتقد ان النبی ﷺ یعلم الغیب والصحیح انه لا یکفر لان الانبیاء علیهم السلام یعلمون الغیب ویعرض علیهم الاشیاء فلا یکون کفرا انتهی"۔ [1]

"مضمرات میں فتاوی الحجہ سے منقول ہے کہ جب کسی نے اللہ اور اُس کے رسول کو گواہ بنا کر شادی کی تو اُس کا نکاح درست نہیں، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق، اور ابُو القاسم الصفار سے حکایت کی گئی ہے کہ یہ خالص کُفر ہے، اِس لئے کہ اُس نے نبی اکرم ﷺ کے متعلق غیب جاننے کا عقیدہ رکھا ہے، مگر صحیح قول یہ ہے کہ یہ کُفر نہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام علم غیب جانتے ہیں، اور اُن پر اشیاء پیش ہوتی ہیں، پس یہ کُفر نہ ہوگا"۔

چونکہ دیوبندی موصوف نے یہ حوالہ بہ تکرار نقل کیا ہے اِس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کے مکرر حوالہ کے رَد میں حضرت مخدوم جعفر بوبکائی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دُوسرا حوالہ بھی اِسی مسئلہ پر رَقم کردیں۔

حضرت مخدوم جعفر بوبکائی رحمۃ اللہ علیہ دُوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ:

"وقد مر ان الصحیح ان الانبیاء یعلمو ن الغیب لانه یعرض علیهم الاشیاء فلا یکفر فیه وهکذا افاد فی معدن الکنز فی حاشیة السراجیة من الخانیه"۔ [2]

"بے شک یہ گزر چکا کہ مذکُورہ شخص کافر نہیں ہوگا کیونکہ صحیح قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام علم غیب جانتے ہیں اور اُن پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں۔ اِسی طرح کا مسئلہ معدن الکنز، فتاویٰ

---

[1] المتانة، ص 389، سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد۔

[2] المتانة، ص 604، سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد۔

خانیہ پر سراجیہ کے حاشیہ میں بھی مرقوم ہے"۔

پس اِن حوالوں سے ثابت ہوا کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے نقل کردہ حوالہ غیر معتبر روایات پر مبنی ہے اور صحیح روایات کے مطابق وہ شخص کافر نہ ہوگا کیونکہ انبیاء علیہم السلام غیب جانتے ہیں۔ حضرت مخدوم جعفر بوبکائی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ تصنیف "المتانۃ فی مرمۃ الخزانۃ" کے متعلق غلام مصطفی قاسمی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اخرج منہا المسائل الغیر المعتبرۃ والروایات الواھیۃ واضاف من عندہ المسائل المفتی بہا والروایات القویۃ ولھٰذا عد کتاب ھٰذا المتانۃ فی مرمۃ الخزانۃ محققا مستندا الیہ عند کبار اعلام الفقہ کما بیان من تصانیف العلامۃ المخدوم محمد ھاشم التتوی السندی والنعمان الثانی المخدوم عبد الواحد السیوستانی صاحب بیاض الواحدی وغیرھما من محققی علماء السند وفقھائھا فانھم یذکرون المسائل فی تصانیفھم ویحیلونہا علی کتاب المتانۃ"۔[1]

"حضرت مخدوم جعفر بوبکائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں" خزانۃ الروایات" کے غیر معتبر مسائل اور واہی روایات کو نکال دیا ہے، اور مسائل مفتیٰ بہا کو اپنی طرف سے زائد کیا ہے، اور روایاتِ قویہ کو درج کیا ہے، اس لحاظ سے آپ کی یہ کتاب "المتانۃ فی مرمۃ الخزانۃ" محقق اور مستند شمار کی جاتی ہے، کبار فقہاء کے نزدیک جیسا کہ علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھی اور نعمان ثانی مخدوم عبد الواحد سیوستانی صاحب بیاض واحدی (جو کہ سندھ کے محقق علماء وفقہاء میں شمار ہوتے ہیں) کی تصانیف سے ظاہر

---

[1] المتانۃ، ص 45، سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد۔

ہوتا ہے، یہ اپنی کتابوں میں مسائل نقل کرتے ہیں اور حوالہ التتانیہ کا ذکر کرتے ہیں"۔

پس دیوبندی عالم غلام مصطفٰی قاسمی کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ صاحب "التتانیہ" حضرت مخدوم جعفر بوبکائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں محقق اور مستند اقوال درج کیا ہے اور مفتیٰ بہا مسائل اور روایاتِ قویہ کو رقم کیا ہے، اور "خزانۃ الروایات" نے غیر مستند مسائل کو نکال دیا ہے، اِس گواہی کے بعد کسی دُوسری گواہی کی حاجت نہیں رہتی کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی درج کردہ روایت غیر صحیح ہے، اور فقہاء کے مفتیٰ بہا مسائل میں سے نہیں ہے۔

دیوبندی موصوف کی نفس مسئلہ سے غفلت کو دُور کرنے کے لئے اور اپنے قارئین کی مزید تسلی کے لئے ہم چند مزید حوالے حوالہ قرطاس کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (م 1252ھ) اِرشاد فرماتے ہیں:

"قَالَ فِي التَّتَارْخَانِيَّة: وَفِي الْحُجَّةِ ذَكَرَ فِي الْمُلْتَقَطِ أَنَّهُ لَا يَكْفُرُ لِأَنَّ الْأَشْيَاءَ تُعْرَضُ عَلَى رَوْحِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "۔[1]

"یعنی تاتارخانیہ اور الحجہ میں ہے کہ الملتقط میں مذکور ہے کہ مذکورہ شخص کافر نہ ہوگا کیونکہ اشیاء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ مقدسہ پر پیش ہوتی ہیں"۔

علّامہ عالم بن العلاء انصاری اندرپتی رحمۃ اللہ علیہ (م 786ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"تزوج امرأة بشهادة الله ورسوله لا يجوز ، وعن الشيخ الامام أبي القاسم الصفار أنه قال: يكفر من فعل هذا لأنه اعتقد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم عالم الغيب. وفي الحجة : ذكر في الملتقط أنه لا يكفر لأن الأشياء تعرض على روح النبي صلى الله عليه وسلم .وأن الرسل يعرفون بعض الغيب قال الله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه أحدا إلا من ارتضى

[1] ردالمحتار علی الدر المختار، ج3ص 27۔

من رسول". [1]

"یعنی ایک شخص کا اللہ عزّوجل اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر شادی کرنا جائز نہیں، اور شیخ امام ابُو قاسم صفار سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جو شخص ایسا کرے اُس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب اعتقاد کیا ہے۔ اور "کتاب الحجۃ" میں ہے کہ "ملتقط" میں ذکر ہوا ہے کہ تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ اشیاء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مقدسہ پر پیش ہوتی ہیں اور بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعض غیب جانتے ہیں، اللہ عزوجل کا اِرشاد مبارک ہے کہ: ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ﴾ [الجن: 26، 27]

علامہ عبدالرحمن شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ (م 1078ھ) فرماتے ہیں کہ:

"(وَ) شُرِطَ أَيْضًا (حُضُورُ) شَاهِدَيْنِ فَلَوْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً بِشَهَادَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَرَسُولِهِ لَا يَجُوزُ النِّكَاحُ وَعَنْ قَاسِمِ الصَّفَّارِ وَهُوَ كُفْرٌ مَحْضٌ لِأَنَّهُ اعْتَقَدَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَهَذَا كُفْرٌ. وَفِي التَّتَارْخَانِيَّةِ إِنَّهُ لَا يَكْفُرُ لِأَنَّ بَعْضَ الْأَشْيَاءِ يُعْرَضُ عَلَى رُوحِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - فَيَعْرِفُ بِبَعْضِ الْغَيْبِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: {عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا} [الجن: 26] {إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ} [الجن: 27]". [2]

"یعنی نکاح کے لئے دو گواہوں کا ہونا شرط ہے، اگر کسی شخص نے کسی عورت سے اللہ عزّوجل اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی پر نکاح کیا تو جائز نہیں ہے، قاسم الصفار سے روایت ہے کہ یہ کُفر محض ہے کیونکہ وہ اعتقاد کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب

---

[1] الفتاوی التاتارخانیة، الشهادة فی النکاح، ج 2ص 610، مجلس دائرة المعارف العثمانیة، بحیدرآباد الدکن، الهند۔

[2] مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ج1ص320۔

جانتے ہیں اور یہ کفر ہے۔ اور "فتاویٰ تاتارخانیہ" میں ہے [illegible]
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ اقدس پر پیش ہوتی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
جانتے ہیں، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا. إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ﴾ الجن: 26، 27
ان کے علاوہ بھی کئی فقہاء کی عبارات موجود ہیں جن میں مرقوم ہے کہ مذکورہ [illegible] گا۔ ان حوالوں سے مستفاد یہ ہوتا ہے کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ [illegible] کردہ محولہ روایت مرجوح ہے، اور محقق فقہاء نے اس روایت کو رد کردیا ہے، لہٰذا دیوبندی موصوف کا اس حوالہ کو بطور مضبوط دلیل پیش کرنا اس کی قلتِ علمی اور کتبِ فقہ سے غفلت کی دلیل ہے۔ جس روایت کو فقہاء پہلے ہی رد کرچکے اُس کو نقل کرنا چہ معنی دارد۔

علم فقہ سے تھوڑا سا تعلق رکھنے والے افراد بھی بخوبی جانتے ہیں کہ کتبِ فقہ میں غیر مفتیٰ بہا مسائل بھی موجود ہیں، اُن مسائل کو نہ تو دلیل بنایا جاتا ہے اور نہ ہی اُن سے استناد کیا جاتا ہے۔ جس طرح دیوبندی موصوف نے غیر معتمد مسئلہ کی بنیاد پر اہل سنت کو نشانہ طعن بنانے کی کوشش کی ہے اس طرح تو خود وہ بھی محفوظ نہ رہ پائیں گے آخر ان کا بھی حنفی ہونے کا دعویٰ ہے (اگرچہ یہ محض دھوکہ دہی اور نام نہاد دعویٰ ہی دعویٰ ہے)

غیر مقلدین کے مقابلہ میں دیوبندی موصوف کے اکابرین کتبِ فقہ سے مفتیٰ بہا مسائل پر گفتگو کرنے کی شرط عائد کرتے ہیں، جیسا کہ دیوبندی موصوف کے مناظرِ اعظم امین اوکاڑوی نے اپنی کتاب "تجلیاتِ صفدر" میں بار بار یہ شرط عائد کی ہے، آخر کیا وجہ ہے کہ بوقتِ مناظرہ مسائل مفتیٰ بہا کی شرط پر مصر ہوں اور اہل سنت کے خلاف غیر صحیح روایات بھی حجت ہو جائیں؟ دیوبندیوں کی ایسی فنکارانہ چالاکی ومکاری اور تجاہل عارفانہ کو کیا نام دیا جائے اور اس دلیل بے حجت کو کس ظلم اور ستم ظریفی سے موسوم کیا جائے؟

کاش! ہمارے مخالف میں نام نہاد دعویٰ حنفیت کے سبب تھوڑی سی بھی غیرت وحیاء ہوتی،

کاش! ہمارے مد مقابل اہل علم اور صاحبانِ فہم وفراست ہوتے لیکن دیہاتیوں کے دجل سے پردہ اُٹھا کر عوام اہل سنت کے سامنے حق وحقیقت کو واضح کرنا بھی ضروری تھا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے (گنگوہی صاحب کی بات کو نقل کرتے ہوئے) لکھا ہے کہ:

"مؤلف (عبدالسمیع صاحب) کی تحریر سے یہی مفہوم (ظاہر) ہوتا ہے، کیونکہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو عرش سے زمین تک جانتا ہے اور حاضر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقط مجلس مولود میں حاضر ہوتے تو کہاں برابری اور شرک ہوا، پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس قدر علم غیب کو وہ شرک نہیں جانتا، حالانکہ تمام کتابوں میں فقط مجلس نکاح کے حضور (حاضری) کو ہی شرک لکھا ہے۔ (الی قولہ) عقیدہ اہل سنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت صفات حق تعالیٰ کی بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات کا ظل (عکس نمونہ) کسی کو عطا فرماتے ہیں، اس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں۔ (الی قولہ) شیطان کو جس قدر وسعت دی (جیسا کہ بریلوی مذہب کے علامہ کاظمی ملتانی لکھتے ہیں" بخاری جلد ۲ ص ۱۰۶۲ میں صاف مذکور ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے وہ اپنی یہ علمی وعملی قوت بنی آدم کو گمراہ کرنے کیلئے کرتا ہے" التبیان ج ۱ ص ۱۵۵) اور ملک الموت اور چاند وسورج کو جس قدر وضع تک بنایا ہے اس سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت نہیں، اور زیادہ ان سے کوئی کام نہیں نکلتا (الی قولہ)

الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

مختصر تبصرہ:

خیال رہے کہ جناب احمد رضا خان بریلوی نے عبارت مذکورہ کی آخری چار سطروں سے نیچے والی دو یا تین سطریں نکال کر اس کے شروع میں جو اپنی عبارت ملا کر عبارت بنائی۔ یعنی

"ان کے ہاں ابلیس کا علم نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے۔ اور اس کا یہ قول خود اس کے بد الفاظ میں ص ۴۷ پر ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے [ہے] کہ تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔

اگر جناب احمد رضا بریلوی مذکورہ عبارت کی صرف آخری چار سطریں لکھ کر دے جاتا تو اس کو لینے کے دینے پڑ جاتے کیونکہ پوری عبارت کی حقیقت صرف "علم محیط کا" سے ظاہر ہو جاتی ہے، جس کا مطلب ہے پوری زمین کی تمام چھوٹی بڑی مخلوقات کا علم چاہے وہ زمین کے اندر ہے چاہے وہ زمین کے باہر، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے"۔ [1]

الجواب: موصوف کا دھوکہ ہے کہ "آخری چار سطریں لکھ کر لے جاتا تو اس کو لینے کے دینے پڑ جاتے" مناظرۂ بہاولپور میں اسی عبارت پر بھی بحث ہوئی تھی، اور خلیل انبیٹھوی صاحب خود اس میں موجود تھے، یہ چار سطریں پڑھ کر انہوں نے میدان کیوں نہیں مار لیا۔ خود خلیل انبیٹھوی صاحب تو مناظرہ میں بھیگی بلی بنے رہے اور شکست وذلت ورسوائی کا تمغہ لے کے بہاولپور سے دُم دَبا کر بھاگے۔ ایسے بھاگے کہ پھر دُوبارہ جانے کا نام نہیں لیا۔ آج بھی مناظرۂ بہاولپور کا نام سنتے ہی دیوبندیوں کا پیشاب نکل جاتا ہے، اور شلواریں گیلی ہو جاتی ہیں مگر بے حیائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ آخری چار سطریں نہیں لکھی گئی ہیں۔۔ دیوبندیو! چار کیا چالیس سطریں بھی لکھ لو تو بھی تمہارے گستاخ باپ دادا کا کُفر ختم نہیں

---

[1] دفاع، ج 1 ص 634-635، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

ہوگا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تم نے گستاخیاں کیں اور کہتے ہو چار سطریں نہیں لکھی گئیں۔

بہر حال موصوف کو آج بھی چیلنج ہے کہ چار سطریں کیا وہ "براہین قاطعہ" کی چالیس سطریں نقل کریں، عبارت کا وہی مفہوم ہے جو سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اور اس عبارت میں شدید گستاخی موجود ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"نیز جو مختصر عبارت احمد رضا خاں نے لکھی ہے اس کی مختصر حقیقت مثلا۔۔۔۔'' شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی'' اس وسعت سے مراد بخاری شریف کی وہ حدیث ہے جو اوپر علامہ کاظمی صاحب کے حوالہ سے گزری ہے یعنی'' شیطان تمام انسانوں کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے"۔ [1]

الجواب: موصوف نے بات بنانے کی بہت کوشش کی ہے مگر بات ایسی بگڑی ہے کہ بنے کی نہیں۔ منظور نعمانی صاحب اس عبارت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہت سے مواقع زمین کا علم ہونا) نص سے ثابت ہوئی"۔ [2]

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ موصوف نے جس تاویل کے ذریعے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے اُس کو منظور نعمانی دیوبندی نے رد کر دیا ہے۔

دیوبندی موصوف کا اگلا مقدمہ اسی تاویل پر مبنی ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

"فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے'' یعنی جس طرح شیطان ہر آدمی کیساتھ ہے،

---

[1] دفاع، ج 1 ص 635، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] فتوحات نعمانیہ، ص 390، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

اُسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر انسان کے ساتھ ہونا کس ثبوت سے ثابت ہے"۔ [1]

موصوف نے جو تاویل کی منظور نعمانی نے اُسے ٹھکرا دیا، موصوف کا یہ مقدمہ اس تاویل پر مبنی ہے جسکو منظور نعمانی نے ٹھکرا دیا ہے۔ پھر عبارت کے الفاظ ملاحظہ کریں، گنگوہی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے"۔ [2]

یہاں علم کا لفظ موجود ہے، گنگوہی صاحب وسعتِ علمی حضور اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کی نفی کر رہے ہیں، اس سے بڑھ کر اور کونسی گستاخی ہوسکتی ہے۔

دیوبندی موصُوف کا چیلنج اور اُس کا دندان شکن جواب

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"میں پوری بریلوی عوام اور بریلوی علماء کو یہ چیلنج دیتا ہوں کہ وہ حضور علیہ السلام کا صرف اپنی حیات شریفہ میں اور صرف تمام صحابہ کرام کے ساتھ ہر آن ہر گھڑی ہونا ثابت کریں، اگر ثابت نہ کر سکے اور انشاء اللہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکو گے بلکہ آپ کا اپنا باطل ہونا ضرور یقینی ہے"۔ [3]

الجواب: میرے آقا و مولیٰ کی شان تو بہت بڑی ہے اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے کمالات و فضائل کا شمار ممکن نہیں، مگر مَیں دیوبندیوں کی کتاب سے ہی سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے غلاموں کی شان واضح کر دیتا ہوں، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"نیز مرید کو یقین کے ساتھ یہ جاننا چاہئے کہ شیخ کی رُوح کسی خاص جگہ میں مقید و محدود نہیں

---

[1] دفاع، ج 1 ص 635_636 مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] البراہین القاطعہ، ص 47، طبع محمد ہاشم علی فی المطبع الہاشمی، ۱۳۰۴ھ۔

[3] دفاع، ج 1 ص 636 مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہوگا خواہ قریب ہو یا بعید تو گو شیخ کے جسم سے دور رہے لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں"۔ [1]

موصوف اگر اس حوالے کو پڑھ لیتے اور سمجھ لیتے تو ان کو ہرگز یہ چیلنج دینے کی جرأت نہ ہوتی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"مذکورہ ذیل عبارت کو سمجھیں: {بریلوی جماعت ومذہب کے مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں} قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم (السجدۃ:۱۱)

آپ فرمائیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

ف ۳: حضرت عزرائیل علیہ السلام جن کے ذمہ سب کی جان نکالنا ہے یہ تمام کی موت کے وقت اور موت کی جگہ سے خبردار ہیں اس لئے کسی کو وقت سے پہلے اور غلط مقامات پر نہیں مارتے (نور العرفان: ص ٦٦٣)

(۲) حتی اذا جآء احدکم الموت توفتہ رسلنا وھم لایفرطون (الانعام:٦١)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ قصور نہیں کرتے۔

قال انظرنی الی یوم یبعثون قال انک من المنظرین قال فیما اغویتنی لاقعدن لھم صراطک المستقیم ثم لاتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم۔ (اعراف:١٤،١٧پ٨)

بولا (شیطان) مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں (اللہ نے فرمایا) تجھے مہلت ہے، (شیطان) بولا قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور تیرے سیدھے راستہ

---

[1] امداد السلوک، ص 67، دار الکتاب، دیوبند، یوپی۔

پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا، پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور پیچھے اور داہنے اور بائیں سے۔

ف ۳: یعنی باپ کا بدلہ اولاد سے لوں گا اور ان کے دلوں میں وسوسے ڈالوں گا، گناہوں کی رغبت دلاؤں گا، نیکی سے روکوں گا، بعض کو کافر و مشرک بنا دوں گا۔(بخاری جلد ۲ ص۱۰٦۲)

ف: معلوم ہوا کہ وہ ہر جگہ حاضر ہیں اور ہر جگہ ناظر، کہ اس کے بغیر یہ کام انجام نہیں پا سکتا، ساری دنیا ان کے سامنے ایسی ہے جیسے ہمارے سامنے ہتھیلی (الی قولہ) جب ان۔۔۔۔فرشتوں کے علم کا یہ حال ہے۔۔۔تو جو تمام خلق سے زیادہ اعلم ہیں مدینہ والے سلطان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کے علوم کا کیا پوچھنا۔(تفسیر نور العرفان: ص۲۱٤)

(صاف مذکور ہے کہ شیطان تمام بنی (یعنی اولاد) آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے وہ اپنی یہ علمی و عملی قوت بنی آدم کو گمراہ کرنے کیلئے استعمال کرتا ہے۔(ماخوذ: تفسیر التبیان پ ا ص ۱۵۵، مصنف علامہ کاظمی صاحب)

شیطان بیماری ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علاج۔۔۔۔۔جب بیماری کی قوت یہ ہے تو نبی کا علم اس سے زیادہ ہونا چاہئے۔(ماخوذ: تفسیر نور العرفان: ص۲٤۱)

{خلاصہ}

(۱) جب فرشتوں کے علم کا یہ حال ہے، تو جو تمام خلق سے زیادہ اعلم ہیں مدینہ والے سلطان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے علوم کا کیا پوچھنا۔ مفتی احمد یار

(۲) شیطان بیماری ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علاج، جب بیماری کی قوت یہ ہے تو نبی کا علم اس سے زیادہ ہونا چاہئے۔ مفتی احمد یار۔[1]

---

[1] دفاع، ج1 ص636 تا 638، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

الجواب: دیوبندی موصوف نے جو حوالے ذکر کئے ہیں اُن سے " براہین قاطعہ " کی شناعت وقباحت کم نہیں ہوتی۔ یہ باتیں بالکل دُرست ہیں، موصوف نے یہ حوالے لکھنے کے بعد ایک صورتِ مسئولہ تیار کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

مفتی احمد یار خان نے ملک الموت اور شیطان کے لئے علم محیط زمین کا قرآنی آیات سے ثابت مانا ہے یعنی زمین پر جتنے انسان بستے ہیں ملک الموت ان تمام کی موت اور موت کی جگہ سے خبردار ہے اور ہر جگہ حاضر وناظر۔ اور شیطان کیلئے بھی ایسے ہی ثابت مانا ہے، یعنی شیطان تمام اولادِ آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے (جیسا کہ اُوپر مذکور ہے)

لیکن اس کے بعد مفتی احمد یار خان نے بغیر کسی ثبوت کے اور ملک الموت اور شیطان کے حال کو دیکھ کر علم محیط زمین کا حضور علیہ السلام کے لئے بھی ثابت مانا ہے، یعنی ہر جگہ حاضر وناظر اور تمام انسانوں کے احوال کو جاننا ثابت مانا ہے۔ لہٰذا مفتی احمد یار خان نے ان قرآنی آیات کو رد کر کے ایک شرک ثابت کیا ہے، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ آپ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں اور نہ آپ روئے زمین کے تمام انسانوں کے احوال جانتے ہیں اور شرک اس لئے کہ

فتاویٰ عالم گیر وحاشیہ فتاویٰ قاضی خان وغیرہا میں وارد ہے کہ جس نے کہا کہ میں نکاح میں فرشتوں اور رسول اور خدا کو گواہ کرتا ہوں اس نے کفر کیا کیونکہ اس نے اعتقاد کیا کہ فرشتے اور رسول غیب جانتے ہیں۔ الخ (ج ٦ ص ٣٢٦ مکتبہ ماجدیہ عیدگاہ طوغی ١٤٠٣ پاکستان)

بکر نے زید پر کفر کا فتویٰ لگا دیا:

بکر نے زید کی تمام تحریروں کو چھوڑ کر صرف یہ الفاظ لکھے ہیں کہ زید نے شیطان کیلئے علم محیط زمین کا قرآنی آیات سے ثابت مانا ہے اور حضور ﷺ کے لئے ثابت نہیں مانا۔ پس یہی حال بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں کا ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری کی ایک مکمل اور طویل عبارت (جس کا عنوان علم غیب اور

حاضر و ناظر ہے) سے چند الفاظ حسب منشاء نکال کر ان پر فتویٰ شرک عائد کیا"۔ [1]

الجواب: آن واحد میں امکنہ متعددہ میں موجود ہونے کو دیوبندی شرک قرار دیتے ہیں لیکن اہلِ سنت و جماعت اِس کو شرک نہیں سمجھتے، اس لئے کہ شرک کہتے ہیں صفت خاصہ باری تعالیٰ کی غیر میں ثابت کرنا اور اِس کے لئے اہلِ سنت کے پاس بے شمار دلائل موجود ہیں۔

آنِ واحد میں امکنہ متعددہ میں موجود ہونا شرک نہیں۔

یہ قوت تو اللہ تعالیٰ نے بالاتفاق اپنے مقرب فرشتے حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی دے رکھی ہے، بلکہ فرشتے کا مقام تو بہت اعلیٰ ہے شیطان کو بھی یہ قوت حاصل ہے کہ وہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے، لہٰذا آنِ واحد میں امکنہ متعددہ میں حاضر ہونا شرک نہیں۔

اور اس کا ثبوت بقول گنگوہی جی مذکورہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، پس جو شخص آنِ واحد میں امکنہ متعددہ میں حاضر و ناظر ہونے کو شرک کہتا ہے وہ گنگوہی جی کے بقول بھی نصوص قطعیہ کا منکر ہے۔

یہ دلائل نفی شرک کیلئے ہیں، اور اس لئے کہ یہ باتیں مخالفین کے نزدیک بھی مسلمہ ہیں۔ جب شرک کی نفی ثابت ہوگئی، پس اگر کوئی شخص صرف اقوالِ علماء سے بھی اس مسئلہ کو ثابت کرے گا تو بھی قابل قبول ہے، اِس لئے کہ یہ کسی عقیدۂ قطعیہ سے متصادم نہیں۔

مگر دیوبندی ملک الموت اور شیطان کیلئے تو مانتے ہیں، جیسا کہ دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"علم محیط زمین کا: اس کو بولتے ہیں کہ جس کے علم سے زمین کا کوئی ذرہ بھی باہر نہ ہو، یعنی

---

[1] دفاع، ج1 ص638-639 مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

زمین کے ہر ذرہ ذرہ کی کیفیت اور اس کی حقیقت وضرورت سے واقف ہو، خلاصہ یہ ہے۔
جس طرح شیطان کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ کس کس جگہ انسان بستے ہیں اور ان کو کیسے کیسے گمراہ کرنا ہے اور اسی طرح ملک الموت کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت وقدرت دی ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کروڑوں مخلوق کی جان نکال لیتے ہیں، پھر یہ کہ تمام مخلوق ایک جگہ جمع بھی نہیں، بلکہ پوری زمین پر تمام مخلوقات پھیلی ہوئی ہیں"۔ [1]

دیکھیں اس حوالے میں موصوف نے تسلیم کیا ہے کہ ملک الموت ایک ہی وقت میں کروڑوں جگہ پر موجود ہو سکتا ہے، اور شیطان بھی تمام انسانوں کے ساتھ موجود رہتا ہے، لیکن حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے لکھتے ہیں کہ:

"تو اسی طرح شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر محض اپنے خیال فاسد سے یہ کہنا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام بھی زمین کے ہر ٹکڑے اور ہر جگہ پر حاضر وموجود ہیں، اور آپ تمام انسانوں کے حالات اور واقعات اور ان کی ضروریات سے واقف ہیں، اور ایسا عقیدہ رکھنا اور ایسا کہنا قرآن کریم اور حالات اور ان واقعات کو جھٹلانا ہے جن سے یہ ثابت ہے کہ نہ آپ ہر جگہ موجود ہیں اور نہ آپ کو تمام انسانوں کے حالات وواقعات وضروریات کا علم ہے، پھر جس چیز کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہ ہو، محض اپنے گمان وظن سے اسے ثابت کرنا شرک ہے"۔ [2]

ہم کہتے ہیں کہ شرک کیوں ہے؟ شرک کہتے ہیں صفتِ خاصہ حق تعالیٰ کو غیر میں تسلیم کرنا لہذا اگر کوئی صفتِ خاصہ حق تعالیٰ کو غیر میں تسلیم کرتا ہے تو وہ مشرک، پس اگر بقول دیوبندی موصوف شرک ہے تو کیا شریعت نے اجازت دی ہے کہ ملک الموت وشیطان کو (نعوذ باللہ) شریک باری تعالیٰ قرار دیا جائے؟۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ جو قوت اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا

---

[1] دفاع، ج1 ص647۔648 مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج1 ص648 مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

فرمائی ہے اس سے ہرگز اللہ تعالی کے ساتھ برابری وشرک لازم نہیں آتا، کیونکہ اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو بھی شریک کرنا جائز نہیں، لہٰذا یہ قوت شرک نہیں، مگر دیوبندی اپنی جہالت پر ایسے ڈٹے ہوئے ہیں کہ ایک قدم بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں۔

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" پھر جس چیز کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہ ہو، محض اپنے گمان وظن سے اسے ثابت کرنا شرک ہے"۔ [1]

شرک تو کہتے ہیں کہ صفتِ خاصہ حق تعالی کو غیر میں ثابت کرنا، یہ ایک لمحے کروڑوں جگہوں پر موجود ہونا حضرت عزرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے ثابت ہے، لہٰذا یہ شرک نہیں۔

اگر شرک ہوتا تو حضرت عزرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے یہ صفت ماننا بھی شرک ہوتا۔

جب ثابت ہوگیا کہ ایک ہی لمحے کروڑوں جگہوں پر موجود ہونا شرک نہیں، تو اگر کوئی شخص انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام، واولیاء عظام رحمہم اللہ کیلئے بھی ایک ہی لمحے میں متعدد جگہوں پر موجود ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے تو شرک نہ ہوگا۔

مگر دیوبندی ایسے جاہل ہیں کہ جس کو وہ شرک سمجھ رہے ہیں اس صفت کو حضرت عزرائیل علیہ الصلوۃ والسلام میں مان رہے ہیں۔ گویا دیوبندیوں کے نزدیک حضرت عزرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کا شریکِ باری تعالی ہونا جائز (نعوذ باللہ) اور دیگر مقربین حق تعالی کیلئے اسی صفت کو شرک قرار دیتے ہیں۔ ان کی یہ بے وقوفی سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ اگر شرک ہے تو سب کے لئے تسلیم کرنا شرک، اگر شرک نہیں تو کسی کے لئے بھی ماننا شرک نہیں۔

الغرض! موصوف نے جو صورتِ مسئولہ بنائی اس میں یہ شق ہے کہ

" مفتی احمد یار خان نے ان قرآنی آیات کو رد کر کے ایک شرک ثابت کیا ہے"۔ [2]

---

[1] دفاع، ج1 ص648 مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج1 ص639 مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

اسی جہالت پر مبنی ہے، اور پھر اسی صورت مسئولہ میں بغیر گواہ کے نکاح والے مسئلے کو ذکر کیا جس کی تردید سابقہ صفحات میں ہو چکی ہے، اور نتیجہ کے طور پر موصوف نے لکھا ہے کہ:

" بکر نے زید کی تمام تحریروں کو چھوڑ کر صرف یہ الفاظ لکھے ہیں کہ زید نے شیطان کیلئے علم محیط زمین کا قرآنی آیات سے ثابت مانا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت نہیں مانا۔ پس یہی حال بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں کا ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری کی ایک مکمل اور طویل عبارت (جس کا عنوان علم غیب اور حاضر وناظر ہے) سے چند الفاظ حسب منشاء نکال کر ان پر کفر کا من گھڑت فتویٰ حاصل کیا"۔[1]

حالانکہ ایسا نہیں اس لئے کہ موصوف نے صورتِ مسئولہ میں گنگوہی کے بنیادی نکتہ کو تو ذکر ہی نہیں کیا جس میں اس نے شیطان کے علم کو زائد قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

" شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔[2]

گنگوہی جی کی یہ عبارت توہین نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر مشتمل ہے، اس لئے عرب وعجم کے علماء نے اِس عبارت پر کُفر کا فتویٰ لگایا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" آپ اس بات سے بخوبی واقف ہو گئے ہوں گے کہ یہ بحث حضور علیہ السلام اور شیطان کے علم کی نہیں ہے، بلکہ صرف اور صرف حاضر وناظر اور علم غیب کے مسئلہ میں ہے، کیونکہ اکثر بریلوی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام خاص کر اور اولیاء کرام عام طور پر علم غیب اور ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کی طاقت وقدرت رکھتے ہیں۔ اور چونکہ قرآن کریم علم

---

[1] دفاع، ج1 ص 639 مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] البراہین القاطعہ، ص 47، طبع محمد ہاشم علی فی المطبع الہاشمی، ۱۳۰۴ھ۔

غیب اور حاضر وناظر کے عقیدہ اور نظریہ کو یکسر جھٹلاتا ہے"۔[1]

الجواب: دیوبندیوں کے مناظر اعظم منظور نعمانی دیوبندی نے اس عبارت کی تشریح میں لکھا ہے کہ:

"اصل حقیقت یہ ہے کہ" براہین قاطعہ" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم ذاتی کے اثبات کو شرک بتلایا گیا ہے"۔[2]

اور مزید لکھا ہے کہ:

"شیطان کیلئے صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی ثابت کرنے سے لازم آتا ہے"۔[3]

دیوبندی موصوف نے اس عبارت کو علم غیب وحاضر وناظر سے متعلق کہا ہے، اور منظور نعمانی دیوبندی نے اس عبارت میں ذاتی اور عطائی کی تقسیم کو تسلیم کیا ہے، اور ان دونوں عبارتوں کو سامنے رکھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شیطان کو عطائی علم غیب حاصل ہے کیونکہ منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"شیطان کیلئے صرف علم عطائی کو تسلیم کیا گیا ہے"۔

اور موصوف کے بقول یہ عبارت علم غیب وحاضر وناظر کے متعلق ہے، نتیجہ نکلا کہ دیوبندیوں کے نزدیک شیطان کو عطائی علم غیب ہے۔

اب دیوبندی امام گکھڑوی صاحب کا فیصلہ سنیں:

"اور کیا جب موصوف خود عطائی ہو تو اس کی کسی صفت کے ذاتی ہونے کا احتمال ناشی عن دلیل ہو سکتا ہے جب اس کا احتمال ہی نہیں تو ذاتی اور عطائی کا فرق بے کار ہوا کیونکہ علمِ ذاتی

---

[1] دفاع، ج1 ص639 مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] فتوحات نعمانیہ، ص386، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

[3] فتوحات نعمانیہ، ص386، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

باجماعِ مسلمین اور باتفاق فریقین ایک ذرہ کا بھی کسی کو نہیں ہوسکتا تو پھر اس کا درمیان میں کیونکر صحیح ہوا؟"۔ [1]

سرفراز گکھڑوی کے نزدیک ذاتی وعطائی کا فرق بے کار ہے، جبکہ منظور نعمانی نے گنگوہی کے دفاع میں اِس فرق کو تسلیم کیا ہے بلکہ اس فرق کے ذریعے دفاع کرنے کی کوشش کی ہے، نتیجہ یہ نکلا ہے کہ منظور نعمانی دیوبندی نے "براہین قاطعہ" کے دفاع میں بے کار باتیں کی ہیں۔ منظور نعمانی تو دیوبندیوں کا مناظر اعظم ہے، اور دیوبندی موصوف نے کچھ مضامین کو اس کی کتابوں سے سرقہ کر کے لکھا ہے۔ جب مناظر اعظم "براہین قاطعہ" کے دفاع میں بے کار باتیں کر رہا ہے تو دیوبندی موصوف کون سے کھیت کی مولی ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"اور چونکہ قرآن کریم علم غیب اور حاضر وناظر کے عقیدہ اور نظریہ کو یکسر جھٹلاتا ہے اس بنا پر یہ فرقہ غیر ضروری چیزوں کا سہارا لیتا ہے"۔ [2]

الجواب: اگر قرآنِ کریم میں مقربین بارگاہِ حق تعالیٰ سے عطائی علم غیب کی نفی ہوتی تو قرآنِ حکیم کو سمجھنے والے امام المفسرین حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یُوں اِرشاد نہ فرماتے کہ:

"وَكَانَ رَجُلًا يَعْلَمُ عِلْمَ الْغَيْبِ، قَدْ عُلِّمَ ذٰلِكَ"۔ [3]

"یعنی حضرت خضر علیہ السلام ایک مرد تھے اور آپ علم غیب جانتے تھے پس آپ نے اس کو

---

[1] ازالۃ الریب عن عقیدۃ الغیب، ص115، مکتبہ صفدریہ، نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔

[2] دفاع، ج1 ص639 مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[3] تفسير الطبري = جامع البيان عن تأويل آي القرآن، ج15 ص 327، وفي نسخة: ج 18 ص 66، وانظر: تفسير ابن كثير، ج5ص 179، وفي نسخة: ج5ص 161، والدر المنثور ،ج5ص 414وغيرهم۔

جان لیا"۔

اگر قُرآنِ حکیم میں علم غیب وحاضر وناظر کی یکسر نفی ہوتی تو سید المفسرین حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے یہ دعویٰ کیوں کرتے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیوبندیوں کو قُرآن فہمی کی بصیرت حاصل نہیں اِس لئے اس طرح کے دعوے کرتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"اس بنا پر یہ فرقہ غیر ضروری چیزوں کا سہارا لیتا ہے اور خاص کر شیطان کو اپنے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے، شیطان بدترین مخلوق شمار کیا جاتا ہے، اور حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں سے افضل ترین انسان ہیں، اسی وجہ سے ان پڑھ سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے اور سیدھے راستے سے ہٹانے کے لئے ان کو یہ سبق پڑھایا جاتا ہے کہ جب شیطان کو یہ علم اور اتنی قدرت ہے جو گھٹیا مخلوق ہے تو حضرات انبیاء علیہم السلام کو عام طور پر اور حضور علیہ السلام کو خاص طور پر شیطان سے زیادہ علم وقدرت ہونی چاہئے"۔[1]

الجواب: ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے پیارے بندوں کو کچھ کمالات عطا فرمائے ہیں۔ ہم جب اُن کمالات کا ذکر کرتے ہیں تو دیوبندیوں کی جانب سے ہمارے خلاف شرک وکفر کا فتویٰ لگتا ہے۔ حضرت شیخ فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ سے متعدد جگہوں میں موجود ہونے کے واقعہ پر تنقید کرتے ہوئے مُلّاں مانچسٹری لکھتا ہے کہ:

"اس حکایت کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بریلوی مذہب کے لوگ صرف حضور کے ہی حاضر ناظر ہونے کے مدعی نہیں وہ حضرت شیخ فتح محمد کو بھی کئی جگہ حاضر وناظر سمجھتے تھے۔[2]

---

[1] دفاع، ج1 ص639 مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] مطالعہ بریلویت، ج2 ص360، حافظی بک ڈپو، دیوبند، یوپی۔

اولیاء اللہ کے کمالات کی یوں نفی کی جاتی ہے، مگر دُوسری طرف دیوبندیوں کی جانب سے شیطان کیلئے ان باتوں کو تسلیم کرلیا جاتا ہے جن کو وہ شرک قرار دیتے ہیں۔

ہم انہیں کہتے ہیں کہ اگر اولیاء اللہ کے کمالات آپ کے نزدیک شرک ہیں، امکنہ متعددہ میں موجود ہونا شرک ہے، تو پھر شیطان کا انسانوں کے ساتھ ہونا بھی شرک ہو، لیکن دیوبندیوں سے اس بات کا جواب نہیں بن پاتا تو کہتے ہیں کہ تم مقربین کو شیطان سے ملا رہے ہو۔ ہم تو شیطان کو ملعون تصور کرتے ہیں، اور اُس کو بھی ملعون کہتے ہیں جو شیطان کے علم کو زائد کہتا ہے (اشارہ براہین قاطعہ کی عبارت کی جانب ہے)

بہر حال ہماری دلیل یہ ہے کہ امکنہ متعددہ میں ہونا شرک نہیں، اگر یہ شرک ہوتا تو پھر دیوبندی شیطان کیلئے بھی یہ صفت مان رہے ہیں تو دیوبندی اپنے عقائد ونظریات کے پیش نظر بہت بڑے مشرک ہوئے کیونکہ صفتِ خاصہ حق تعالیٰ کا غیر میں ماننا شرک ہے، اور انہوں نے بزعم خُود خاص صفت شیطان کیلئے مان لی، اس لئے وہ مشرک قرار پائے۔

اس اعتراض کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے جس کی بنیاد پر جذباتی باتیں کر کے عوام کو بھڑکانہ چاہتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"ہر جگہ ہوا ہے، اس لئے ہوا اور روشنی کی ہر وقت ہر چیز کو ضرورت ہے، اور حبیب خدا علیہ السلام کی بھی ہر مخلوق الٰہی کو ہر وقت ضرورت ہے تو لازم ہے کہ حضور علیہ السلام کی ہر جگہ جلوہ گری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(جاء الحق ص ۱۶۱، مصنف مفتی احمد یار خاں گجراتی)

سوال: ہوا تو ہر آدمی استعمال کرتا ہے اور اسے محسوس بھی کرتا ہے لیکن حضور علیہ السلام تو نظر نہیں آتے؟"۔[1]

---

[1] دفاع، ج 1 ص 640 مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

الجواب: کائنات میں روحانیت محمدی کی جلوہ گری ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"ان الفضاء ممتلیء بروحه علیه الصلوة والسلام وهی تتموج فیه تموج الریح العاصفة"۔[1]

"کہ تمام فضا بھری ہوئی ہے آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کی روح مقدس سے اور روح مبارک اس میں موجیں مار رہی ہے مانند ہوائے تیز کے"۔

فضا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رُوح مبارک سے بھری ہوئی ہے اور رُوح مبارک اس میں تیز ہوا کی طرح موجیں مار رہی ہے"۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت کیلئے غوث جلی کی آنکھ چاہئے، پیر مہر علی کی محبت چاہئے، امام احمد رضا کی عقیدت چاہئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جس وقت اعلان نبوت فرمایا تھا اس وقت بھی بعض شقی القلب آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے حسن و جمال کو دیکھنے سے محروم رہے اور اپنے جیسا بشر تصور کرتے رہے۔ مولانا رومی علیہ الرحمہ نے اسی جانب اشارہ فرمایا ہے:

کافراں احمد را دیدہ اند بشر
ایں نمی دیدہ اند ازو شق القمر

کافروں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے جیسا ہی بشر سمجھا اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھ پر چاند کے دو ٹکڑے ہونا نہ دیکھا۔ لہٰذا موصوف کی آنکھیں

ایں نمی دیدہ اند ازو شق القمر

کے مصداق کمالاتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے سے اندھی ہیں۔

---

[1] فیوض الحرمین، مع ترجمہ اردو سعادت کونین، ص 28، مطبع احمدی متعلق مدرسہ عزیزی دہلی کلاں، ۱۹۰۰ء، باہتمام سید عبدالغنی جعفری ولی اللہی نواسہ وجانشین حضرت شاہ صاحب

یاد رکھیں کہ اجسام میں جتنی لطافت ہوتی ہے اسی قدر رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں۔ شیشہ دیکھ
لیں اُس میں سے پانی نہیں گزرتا لیکن روشنی گزر جاتی ہے۔ روشنی میں پانی سے زیادہ
لطافت موجود ہے اس لئے درمیان کا حجاب اُس کیلئے مانع نہیں ہوتا، تو معلوم ہوا کہ اجسام
میں جس قدر لطافت ہوگی اسی قدر رکاوٹیں ختم ہوتی جاتی ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی
رُوحانیت مبارکہ لطیف سے لطیف تر ہے اس لئے کائنات میں جلوہ گر ہے۔
مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دلیل مسلکِ صوفیاء پر مبنی ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ
حضور علیہ الصلوۃ والسلام جانِ کائنات ہیں اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے سوا کائنات
بے جان ہے اس لئے کائنات میں رُوحانیتِ مصطفوی کی جلوہ گیری یقینی وضروری ہے۔
علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ "عرائس البقلی" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"فاذا قدم الی العالم صار العالم حیا بوجودہ لانہ روح جمیع الخلائق"۔ [1]

"یعنی جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام عالم کی جانب تشریف لائے تو عالم آپ کے وجود سے
زندہ ہو گیا کیونکہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام رُوحِ کائنات ہیں"۔
انہی علماء وصوفیاء کی بات کو حضرت قبلہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ عبارت میں
تشریح کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" شیطان دنیا کو گمراہ کرنے والا ہے، اور نبی علیہ السلام دنیا کے ہادی۔۔۔۔ رب تعالیٰ نے
شیطان کو گمراہ کرنے کیلئے اتنا وسیع علم دیا کہ دنیا کا کوئی شخص اس کی نگاہ سے غائب نہیں،
جب گمراہ کرنے والے کو اتنا علم دیا گیا، تو ضروری ہے کہ دنیا کے طبیب مطلق صلی اللہ علیہ وسلم

[1] تفسیر روح البیان، ج5 ص528، دار الفکر۔ بیروت، وعرائس البیان

ہدایت دینے کے لئے اس سے کہیں زیادہ علم والے ہوں، کہ آپ ہر شخص کو اس کی بیماری کو اس کی استعداد کو اس کے علاج کو جانیں، ورنہ ہدایت مکمل نہ ہو گی، اور رب تعالیٰ پر اعتراض پڑے گا کہ اس نے گمراہ کرنے والے کو قوی کیا، اور ہادی کو کمزور رکھا، لہٰذا گمراہی تو کامل رہی اور ہدایت ناقص۔ (جاء الحق ص ٨٤، مفتی احمد یار خان گجراتی)

یہ تو سب جانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اکثر رشتہ دار بے ایمان ہو کر مرے ہیں، تو تمہارے قانون کے مطابق شیطانی قدرت بڑھ گئی"۔[1]

الجواب: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

"واعلم ان الناس فی زمن موسی علیه السلام كانوا مشتغلين بالسحر متوغلين فيه. فأنزل الله تعالى على موسى عليه السلام معجزة العصا واليد البيضاء فأعجزهم الله فى الفتن الذى كانوا ماهرين فيه طامحين أنصارهم اليه ،ليكون أظهر للحجة، وأقمع لاعتدادهم بالسحر وأزرأ به. وكان الناس فى زمن نبينا محمد ﷺ مشتغلين بالأشعار والخطب، وكان نباهة شانهم، وعلو أمرهم بالفصاحة. فأنزل الله تعالى معجزة القرآن فأعجزهم، وتحدى منهم ،فكان أظهر لحجيته حيث أعجزهم فيما كانوا ماهرين فيه.

و كذلك أمر المجددين والأوصياء من ورثة الأنبياء. فان صورة التجديد وتأويل الشريعة يكون مختلفا باختلاف الأقوام. فاذا كان الشائع فيهم الخطابة وجب فى جود الله أن يكون تأويل الوصى، وتفسيره للشريعة بلسان الخطابة. واذا كان الشائع فيهم البرهان وجب فى جود الله أن يكون تأويل الشريعة وتفسيرها بلسان البرهان.

---

[1] دفاع، ج1 ص640-641 مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

أما هذا الوصى فانه وجد فى زمان شاع فيهم ثلاثة أشياء :

1 ـ البرهان . وذلك لاختلاط علوم اليونانيين ، واشتغال القوم بالكلام حتى لا يكاد يوجد كلام فى العقائد الا ممزوجا بمناظرات برهانية .

2ـ والوجدان وذلك لاجتماع الناس شرقا وغربا على قبول الصوفية وانقيادهم لهم ، حتى كان أقوالهم وأحوالهم أعلق بقلوبهم من الكتاب والسنة ، وكل شيء وحتى دخل رموزهم واشاراتهم فى الناس . فمن أنكر رموزهم واشاراتهم ، أو كان منهم على جانب فانه لا يقبل ، ولا يعد من الصالحين . وما من واعظ على رؤس المنابر الا وكلامه ممزوج بالاشارات الصوفية ، وما من عالم يعلم الناس الا وهو يعتقد كلامهم ، ويتأمل فيه أو هو من أصحاب الطبيعة ، كالبهائم . وما من نادى من أندية الأمراء وغيرهم الا وعرضة ألسنتهم ، وبذلة أيديهم وفكاهة محافلهم أشعار الصوفية ونكاتهم .

3ـ والسمع وذلك لدخولهم فى الملة الاسلامية ونشأ فى زمان اتبع فيه كل ذى رأى رأيه ، ولن تر فيه أحدا يقف على المتشابهات وما أشكل عليه من العلم ، ولن تر أحدا الا ويخوض فى فهم معانى الأحكام وأسرارها ، ويميل فى ذلك الى المعقول ، وصار لكل رجل مذهب حسب ما فهمه ، وتجادلوا وتناظروا وتباحثوا ، ولم يمكن الاتفاق والاصطلاح أصلا .

واختلفوا فى أنواع الفقه ، منهم الحنفى ومنهم الشافعى ، وكل يتعصب لأصحابه ، وينكر على الآخرين ، وكثرت التخريجات فى كل مذهب وخفى الحق . فكان من جود الله ورحمته ولطفه وحكمته أن جعل تفسير هذا الوصى للشريعة بوجه لوأمعنوا فيه اضمحل الخلاف ، وأعلم الحق كل سر كانوا

يقدمون رجلا ويؤخرون أخرى فى فهمه ، وكان كلامه بحيث ينطبق على البرهان والوجدان والمنقول ، وله معرفة تامة بعلوم القوم ، وهو جذلها المحكك ، وعذقها الموجب ، فلعمرى لو توسد هذا الوصى الدست تكلم مع الفلسفى بفلسفته ، ومع المتكلم بكلامه ، ومع المحدث بحديثه ، ومع المفسر بتفسيره ، ومع الفقيه بفقهه ، ومع النحوى بنحوه ، ومع المتصوف بتصوفه ، ولأعجز كل ذى فن وبهت كل ذى نباهة ولأعلمهم ما جهلوا ونبههم على ما خفى عليهم .

ولعمرى ترى هذا الوصى يعدد المعارف بقوة لحييه ، وتجد فى شقشقة لسانه خبر اللاهوت والجبروت والملاء الأعلى والملاء السافل ، وتجد قلبه قد غط بمسائل التدبير الالهى فى أرضه وقضائه ، فى الدنيا والآخرة ، وأوتى لكل شىء ضوابط وقوانين لا ينتقل ولا يتبدل وكل ما أوتى فهو اليقين والثلج والبرد والهدى والرحمة واللطف من غير أن يمتزج هاجس طبعى معه .

واعلم أنه يجب أن يكون فى كل اجتماع من الناس محبوب ينظر اليه الحق برحمته وينظر الى الناس فى نظرته تلك ، فيرزقون وينصرون وينزل عليهم البركات بجاهه . وهذا الوصى هو المحبوب الذى يرزق المحبوبون ، وينصرون ، ويتقربون الى الحق ، ويتوسلون اليه بجاهه .

وفى ضمن نظرة نظرة الحق اليه برحمته ، وبلطفه المنبجس من صدره ، فلعمرى هو وتد السماوات والأرض لولاه لم يبق الأرض فرشا ، ولا السماء بناء .

ولولاه لم ينزل البركات ، ولولاه لم ينزل الهدى والرشد . فواهاله ، ثم

واهاله، ثم واهاله، والله یرزق من یشاء بغیر حساب"۔ [1]

" اور جاننا چاہئے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ جادو سے شغل رکھتے تھے، اس میں غلو رکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر عصا اور ید بیضا کا معجزہ نازل فرمایا۔ اسی طرح انہیں اسی فن میں عاجز کر دیا جس کے وہ ماہر تھے۔ اس فن پر کامیابی کی اُمید میں نظریں گاڑے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا اس لیے کیا تا کہ اپنی حجت ظاہر کر دے اور جادو کے سلسلہ میں ان کی تیاریوں کا قلع قمع کر دے اور اس کے ذریعہ عذاب وعتاب سے دو چار کر دے اور ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ اشعار اور خطبوں سے شغل رکھتے تھے اور ان کی رفعت شان اور عظیم و بلندی وضاحت سے متعلق تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا معجزہ نازل فرمایا۔ اس طرح ان کو عاجز کر دیا اور انہیں چیلنج دیا۔ اس طرح اپنی حجت کو ظاہر کر دیا کہ انہیں اس میدان میں عاجز کیا جس کے وہ ماہر تھے۔

اسی طرح انبیاء کے وارث مجددین اور اوصیا کا معاملہ ہے۔ البتہ شریعت کی تاویل اور تجدید کی صورت اقوام کے اختلاف کے لحاظ سے مختلف ہوا کرتی تھی چنانچہ جب ان میں خطابت پھیلی ہوئی تھی تو اللہ کے جود وکرم میں یہ واجب قرار پایا کہ وصی کی تاویل اور شریعت کی تاویل اور تفسیر برہان کی زبان میں ہو۔

جہاں تک اس وصی کا تعلق ہے اس کا وجود اس زمانہ میں ہوا جب لوگوں میں تین چیزیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ایک برہان اور یہ اہل یونان کے علوم سے اختلاط اور قوم کے کلام میں اشتغال کی وجہ سے ہوا۔ حتیٰ کہ عقائد کے سلسلہ میں ایسا کوئی کلام نہیں پایا جا سکتا کہ وہ برہانی مناظروں سے لبریز نہ ہو۔

اور وجدان ان لوگوں کو مشرق ومغرب میں ہر جگہ صوفیا کو قبول کرنے اور ان کی اتباع پر جمع

[1] تفہیمات الھیہ، ج 1 ص 110 تا 112، تفہیم 33، اکادیمیة الشاہ ولی اللہ الدھلوی، حیدر آباد، پاکستان

کرنے کے لیے ہے، یہاں تک ان کے اقوال اور احوال، کتاب وسنت اور ہر چیز کے مقابلہ میں ان کے دلوں سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔حتیٰ کہ ان کے رموز واشارات تک لوگوں میں پھیل گئے ہیں۔ چنانچہ جس نے ان کے رموز واشارات سے انکار کیا یا کسی بھی طرح انکار کرنے والوں کے ساتھ ہو گیا تو اس کو قبول نہیں کیا جاتا۔اور نہ ہی اس کو صالحین میں شمار کیا جاتا ہے۔اور ممبروں پر کوئی وعظ ایسا نہیں ملتا جس کے کلام میں صوفیا کے اشارات شامل نہ ہوں۔اور کوئی ایسا عالم نہیں ہے جس کو لوگ جانتے ہوں جو ان کے کلام کا معتقد نہ ہو اور اس میں غور وفکر نہ کرتا ہوں۔یا پھر یہ کہ وہ چوپایہ بہائم جیسی طبیعت رکھنے والا ہوگا۔اور امراء وغیرہ کی کوئی مجلس ایسی نہیں ہے جس میں شریک ہونے والوں کی زبانوں کی پیشکش اور ان کے ہاتھوں کی کوشش اور ان کی محفلوں کی خوش طبعی کا اہم حصہ صوفیا کے اشعار اور ان کے نکات نہ ہوں۔

اور سماع اور یہ ان کے ملت اسلامیہ میں داخل ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ اس زمانہ میں پیدا ہوا جب ہر صاحب رائے نے اپنی رائے کی اتباع کی اور اس میں آپ کسی کو ایسا نہیں پائیں گے جو متشابہات اور علم کے میدان میں پیش آنے والی مشکلات سے واقف ہو۔اور آپ کسی ایسے شخص کو بھی نہیں دیکھیں گے جو احکام کے معانی اور ان کے اسرار کے سمجھنے میں غور وخوض کرتا ہو اور اس سلسلہ میں معقول امور کی طرف میلان رکھتا ہو۔اور ہر شخص کے لیے مذہب اس کے مطابق ہو گیا جو اس نے سمجھ لیا اور ان کا یہ حال ہو گیا کہ لڑو جھگڑو بحث کرو، نہ اتفاق ممکن ہے، نہ کوئی اصلاح ہے۔

انہوں نے فقہ کی اقسام میں بھی اختلاف کیا ان میں کچھ حنفی ہیں اور کچھ شافعی۔اور ہر ایک اپنے اصحاب کے سلسلے میں تعصب رکھتا ہے اور دوسروں پر نکیر کرتا ہے ہر مذہب میں تخریجات کثرت سے ہو گئی ہیں، یہاں تک کہ حق پردے میں چلا گیا ہے۔ یہ اللہ کا جود وکرم، اس کی رحمت ومہربانی اور لطف وحکمت ہے کہ شریعت سے متعلق اس وحی کی تفسیر

ایسی بنادی کہ اگر وہ اس میں غور وفکر سے کام لیں تو اختلاف بہت کم رہ جائے اور حق کا ہر راز معلوم ہو جائے۔ وہ لوگ ایک پاؤں کو اس کے سمجھنے کے نام پر آگے بڑھاتے ہیں اور دوسرے پاؤں کو پیچھے دھکیلتے ہیں جب کہ اس کا کلام ایسا ہوتا ہے کہ جو برہان، وجدان اور منقول سے مطابقت رکھتا ہے اور اس کی قوم کے علوم کی مکمل معرفت حاصل ہے اور وہ ایسا شخص ہے کہ اس کی رائے سے اس طرح شفا حاصل کی جاتی ہے جس طرح اونٹ تنے سے شفا حاصل کرتا ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ وصی چابک دستی کا سہارا لیتا تو فلسفی کے ساتھ اس کے فلسفہ میں بات کرتا، متکلم کے ساتھ اس کے علم کلام میں، محدث کے ساتھ اس کی حدیث میں، مفسر کے ساتھ اس کی تفسیر میں، فقیہ کے ساتھ اس کے فقہ میں اس طرح بات کرتا اور تصوف والے کے ساتھ اس کے تصوف میں کوئی بھی صاحب فن عاجز نہ ہوتا اور ہر خواہش رکھنے والا مبہوت رہ جاتا اور نہ کوئی اس بات کو جانتا کہ وہ کس بات سے بے خبر ہیں اور ان کو اس پر متنبہ کر دیتا جو ان سے پوشیدہ ہے۔

اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ اس وصی کو دیکھیں گے کہ اپنی پوری قوت کے ساتھ معارف کو شمار کرتا ہے اور آپ اس کی زبان کی فصاحت میں لاہوت، جبروت، ملاء اعلیٰ اور ملاء سافل کی خبر پائیں گے اور آپ دیکھیں گے کہ اس کا قلب زمین میں تدبیر الہی کے مسائل اور دنیا وآخرت میں اس کے فیصلوں میں مصروف ومشغول رہتا ہے اور ہر چیز کے لیے ضوابط وقوانین دیئے گئے ہیں جن میں نہ کوئی منتقل ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی تبدیل ہوتا ہے اور جو کچھ دیا گیا وہ یقین وسکون، ٹھنڈک ہدایت، رحمت اور لطف ہے، بغیر اس کے کہ اس کے ساتھ کوئی مادی وسوسہ اور اندیشہ شامل ہو۔

اور یہ بھی جان لو کہ لوگوں کے ہر اجتماع میں ایک ایسے پسندیدہ بندہ کا ہونا ضروری ہے جس کی طرف حق اپنی رحمت سے دیکھتا ہے اور لوگوں کی طرف اس کی نظر میں دیکھتا ہے تو انہیں رزق دیا جاتا ہے اور ان کی مدد کی جاتی ہے اور ان کے اوپر اس کے طفیل میں برکتیں نازل

ہوتی ہیں اور یہ وصی وہ پسندیدہ فرد ہے جس کے ذریعہ دوسرے محبوب بندوں کو رزق ملتا ہے ، اور ان کی مدد کی جاتی ہے، اور وہ حق کا تقرب حاصل کرتے ہیں، اور اس کے طفیل اس کی طرف وسیلہ حاصل کرتے ہیں اور ان کی نظر کے ضمن میں اس کی طرف حق کی نظر اس کی رحمت اور اس کے سینہ سے ملے ہوئے اس کے لطف کے ساتھ ہوتی ہے۔ میری اپنی عمر کی قسم! وہ آسمان اور زمین کی میخ ہے، اگر وہ نہ ہوتا تو زمین فرش کی شکل میں باقی نہ رہتی۔ نہ آسمان بنا رہتا۔ اور اگر وہ نہ ہوتا تو برکتیں نازل نہ ہوتیں۔ اور اگر وہ نہ ہوتا تو رشد و ہدایت نازل نہ ہوتے۔ چنانچہ وہ کتنا اچھا ہے، پھر کتنا اچھا ہے، پھر کتنا اچھا ہے، اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے"۔ [1]

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی عبارت اسی اُصول پر مبنی ہے، باقی رہی موصوف کی بکواس کی بات تو ایسا اعتراض کوئی بد دماغ ہی کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ منصبِ رسالت پیغامِ رسالت کو پہنچانا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام رسالت پہنچا دیا

﴿قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾

ہدایت گمراہی سے جُدا ہو چکی ہے، اب جو کوئی اسلام کے پیغام کو مانتا ہے وہ خُوش قسمت ہے، اور جو نہیں مانتا وہ اسلام سے محروم۔ کسی کے ایمان نہ لانے سے اختیاراتِ مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

موصوف نے اپنے گھر کی کتابوں کا بھی مطالعہ نہیں کیا ورنہ وہ ایسی جاہلانہ باتیں ہرگز نہ کرتے، دیوبندیوں کے نیم حکیم مُلّاں اشرفعلی تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کس کی توجہ اور تصرف ہو سکتا تھا اگر اس سے کام لیا جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نظر میں عالم کا عالم زیر و زبر ہو جاتا اور دنیا میں ایک کافر بھی

---

[1] ترجمہ: مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ، ج 7 ص 107 تا 109، مترجم عقیدت اللہ قاسمی، شمع بک ایجنسی، اردو بازار، کراچی۔

نظر نہ آتا سب کے سب مسلمان اور ایمان والے ہی ہوتے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو کوئی کام بدون اذن کے نہ کرتے تھے جس جگہ جس قوت کے استعمال کا حکم دیا وہاں حضور نے اسی قوت سے کام لیا"۔ [1]

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تصرف کا اظہار فرماتے تو دُنیا میں ایک بھی کافر نظر نہ آتا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اذنِ الٰہی تصرف نہ فرمایا۔ افسوس کہ دیوبندی موصوف تصرف نہ فرمانے کو (نعوذ باللہ) قوت کی کمی سمجھ رہے ہیں اس لئے موصوف نے حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر مذکورہ بالا اعتراض کیا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" شیطان نے آدم علیہ السلام سے جو گفتگو کی وہ قوی (طاقتور) وسوسوں کے ذریعہ کی، اس نے زمین سے ہی وسوسے کی زبان میں وہ کچھ کہہ دیا جو کہنا چاہتا تھا، شیطان کو اللہ تعالیٰ نے اتنے تصرفات (واختیارات) کی طاقت دی ہے، وہ کہیں بھی ہو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈال دیتا ہے، اور حضرت عزرائیل ملک الموت فرشتے کو اتنی طاقت حاصل ہے کہ وہ ایک وقت میں تمام روئے زمین کے کونے کونے میں روح قبض کرسکتا ہے، اور سید الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان سے زیادہ تصرفات (اختیار) کی طاقت دی ہے (ثبوت؟ یہ نہ پوچھو ورنہ کفر کا فتویٰ تیار ہے۔ راقم) تو اس میں دوسرے کسی کا کیا نقصان ہے، آپ اپنے امتی کی حالت زار کو دیکھیں اس کی حاجت کو پورا کریں وہ کہیں بھی ہو، اس میں نہ کوئی شرک ہے اور نہ ہی عقلا محال۔ (ماخوذ تذکرہ الانبیاء ص ۶۸۔۶۹، مصنف قاضی عبدالرزاق چشتی مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار، راولپنڈی)

---

[1] ملفوظات حکیم الامت، ج 8 ص 292، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

(۴) جب چاند وسورج ہر جگہ موجود۔۔۔اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہے تو یہ صفت خاص خدا کی کہاں ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ کو شریک کرنے سے مشرک اور کافر ہو جائے"۔

(انوار ساطعہ مصنف مولوی عبدالسمیع صاحب)

تبصرہ:

حضرات گرامی! یہ ہے وہ گلدستہ انوار جو بریلوی جماعت کا جزو ایمان ہے، انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی صفات کو شیطان کی صفات پر قیاس کر کے ثابت کرنا بریلوی جماعت کا خاص مذہب ہے، پس جس کسی نے بھی اس کے خلاف آواز اٹھائی، اس پر فتویٰ لگ گیا کہ یہ گستاخ رسول ﷺ ہے اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر۔۔۔۔۔سبحان اللہ۔ (الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے) یعنی اپنے کرتوت پر شرمانے کی بجائے تنقید کرنے والے کو آنکھیں دکھانا۔ اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب یہ لوگ جھوٹے پڑتے ہیں تو شور شرابہ یہ کرتے ہیں کہ فلاں گستاخ رسول ہے، فلاں گستاخ رسول ہے"۔[1]

الجواب: ہم جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی کمال تسلیم کرتے ہیں تو دیابنہ وغیرہ کی جانب سے ہم پر شرک کا فتویٰ لگتا ہے حالانکہ شرک تو تب ثابت ہو جب صفتِ خاصہ حق تعالیٰ میں کسی غیر کو شریک کیا یا صفتِ خاصہ حق تعالیٰ دُوسرے میں مانی جائے، مگر افسوس کہ دیوبندی اس قاعدے اور اُصول سے بالکل ہی جاہل ہیں۔۔۔رے بزرگوں نے دیوبندیوں کو یہ بات سمجھانے کے لئے کہ آنِ واحد میں امکنہ متعددہ میں ہونا شرک نہیں ہے مثال کے لئے حضرت عزرائیل علیہ السلام کے متعلق بیان فرمایا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام آنِ واحد میں امکنہ متعددہ میں ارواح قبض کر رہے ہوتے ہیں پس اگر آنِ واحد میں

---

[1] دفاع، ج1 ص 641-642، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

امکنہ متعددہ میں ہونا شرک ہوتا تو یہ کمال حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حاصل نہ ہوتا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ شرک نہیں۔

پس اگر کوئی شخص حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آنِ واحد میں امکنہ متعددہ میں جلوہ گری کا مدعی ہے تو وہ ہرگز ہرگز مشرک نہیں اور نہ ہی اس کا ایسا اعتقاد شرک ہے، لہٰذا اگر وہ اپنے دعوے پر اقوال بزرگانِ دین سے اِستناد کرتا ہے تو بھی کافی ہے اِس لئے کہ اس کا یہ عقیدہ شرک نہیں۔

پس درایں صورت فضائل رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صلحاء اُمت کے اقوال بھی کافی ہیں مگر افسوس کہ دیوبندی اپنی جہالت کی وجہ سے وہ دلائل جو نفی شرک میں ہیں اُن کو قیاس سمجھ لیتے ہیں، جبکہ ہمارے بزرگوں نے یہ دلائل نفی شرک میں پیش کئے ہیں کہ آنِ واحد میں امکنہ متعددہ میں ہونا شرک نہیں ہے۔

اس کے علاوہ یہ اعتراض کرنے سے پہلے موصوف نے اپنے گھر کی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا، ورنہ اسے یہ اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ دیوبندیوں کے حسین احمد ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ یہ جملہ حضرات ذات سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام کو باوجود افضل الخلائق وخاتم النبیین ماننے کے آپ کو جملہ کمالات کے لئے اہل عالم کے واسطے واسطہ مانتے ہیں یعنی جملہ کمالات خلائق علمی ہوں یا عملی، نبوت ہو یا رسالت صدیقیت ہو یا شہادت، سخاوت ہو یا شجاعت، علم ہو یا مروت، فتوت ہو یا وقار وغیرہ وغیرہ۔ سب کے ساتھ اولاً بالذات آپ کی ذات والا صفات جناب باری عز شانہ کی جانب سے متصف کی گئی اور آپ کے ذریعہ سے جملہ کائنات کو فیض پہنچا جیسے کہ آفتاب سے نور قمر میں آیا اور قمر سے نور ہزاروں آئینوں میں بلکہ وجود جو کہ اصل جملہ کمالات کی ہے اس کی نسبت بھی ان

حضرات کا یہی عقیدہ ہے"۔[1]

پس موصوف جس کو قیاس سمجھ رہے ہیں یہ قیاس نہیں بلکہ اس اصل پر مبنی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کل کمالات کے جامع ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارد تو تنہا داری

اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ کمال عطا فرمایا ہے کہ وہ آنِ واحد میں امکنہ متعددہ میں موجود ہوتے ہیں۔ اگر یہ شرک ہوتا تو حضرت عزرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے یہ کمال ماننا بھی شرک ہوتا، یہ دلیل نفی شرک کیلئے ہے، قیاس کیلئے نہیں۔

موصوف کے دماغ میں چونکہ شیطان بیٹھا ہوا ہے اس لئے بار بار قیاس کی بات کرتے ہیں، یہ قیاس نہیں بلکہ اہلِ سنّت کے اس عقیدے پر مبنی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کل کمالات کے جامع ہیں۔ اور بزرگان دین وصلحاءِ اُمت نے اس سلسلہ میں بہت کچھ لکھا۔

دیوبندی موصوف نے دوبارہ "براہین قاطعہ" کی مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہے کہ:

"الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔۔۔۔الخ"۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے عبارت کے ابتدائی جملے چھوڑ دیئے صرف ان کی خبر نقل کی اور جس چیز کی خبر دی گئی ہے وہ تو سرے سے نقل ہی نہیں کی خالی خبر سے کیا معلوم کہ پہلے کیا لکھا ہے۔ مثلا

---

[1] الشہاب الثاقب، ص 54، کتب خانہ اشرفیہ، راشد کمپنی، دیوبند، و میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

شیطان وملک الموت کو "یہ" وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ الخ:

اس عبارت میں لفظ "یہ" اسم اشارہ قریب ہے، یعنی لفظ "یہ" کسی قریبی شے یا قریبی عبارت کی طرف اشارہ کرتا ہے، مثلاً یہ مقدمہ قابل سماعت ہی نہیں"۔ [1]

الجواب: ہم پہلے بھی یہ بات بتا چکے ہیں کہ اس عبارت پر بہاولپور میں خلیل انبیٹھوی سے مناظرہ ہو چکا ہے، جس میں خلیل انبیٹھوی کو زبردست شکست ہوئی اور خلیل انبیٹھوی صاحب وہاں سے دُم دبا کر بھاگے تھے۔ لہذا یہ کہنا کہ عبارت کے ابتدائی حصے چھوڑ دیئے، دُرست نہیں، اس لئے کہ پوری کتاب پڑھ لی جائے تب بھی یہ الفاظ گستاخی و کفر یہ ہیں، ایسا نہیں ہے کہ ماقبل کی عبارت سے مفہوم مسخ ہو گیا ہو، کیونکہ خلیل انبیٹھوی موجود و بہاولپور میں کہہ سکتے تھے کہ" براہین قاطعہ" کی اَدھوری عبارت پڑھی جا رہی ہے۔

مگر یہ بعد کے ڈھکوسلے ہیں کہ عبارات اَدھوری ہیں جو کہ لولی پاپ کے طور پر دیوبندی مناظرین نے اپنے جاہل، گالی باز لونڈوں کو دے دیئے ہیں، ورنہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

موصوف نے "یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی" کی توضیح کرنے کی کوشش کی ہے: اس مقام پر تو موصوف نے وضاحت نہیں کی کہ اس سے کیا مراد ہے لیکن آگے ایک مقام پر لکھا ہے کہ:" شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ الخ:

یعنی شیطان وملک الموت کو جو قدرت اور علم حاصل ہے اس کا ثبوت تو حدیثوں اور واقعات سے ثابت ہے"۔ [2]

اور پھر خود موصوف نے لکھا ہے کہ:

" آپ اس بات سے بخوبی واقف ہو گئے ہوں گے کہ یہ بحث حضور علیہ السلام اور شیطان

---

[1] دفاع، ج 1 ص 642، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج 1 ص 648، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

کے علم کی نہیں ہے، بلکہ صرف اور صرف حاضر و ناظر اور علم غیب ... میں ہے"۔
موصوف کے ان حوالوں کے ملانے کے بعد موصوف کے نزدیک ... ہے کہ:
"شیطان و ملک الموت کو قدرت اور علم حاصل ہے (یعنی حاضر و ناظر اور علم غیب ہے کیونکہ موصوف نے مذکورہ بالا عبارت میں یہی مفہوم لکھا ہے) اس کا ثبوت تو حالات و واقعات سے ثابت ہے۔ مطلب کہ موصوف نے شیطان و ملک الموت کے لئے حاضر و ناظر اور علم غیب تسلیم کرلیا۔ اب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے کیا لکھتا ہے:
"فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک پیدا کرتا ہے۔ اب وہی پیچھے والی عبارت دوبارہ آ گئی کہ"۔ [2]
یعنی موصوف کے نزدیک حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے حاضر و ناظر اور علم غیب ماننا شرک ہے۔
یہاں پر سوال یہ ہے کہ جو شرک ہوگا وہ سب کیلئے یکساں ہوگا، صفتِ خاصہ حق تعالیٰ کی شیطان و ملک الموت کیلئے تسلیم کی جائے تو بھی شرک ہے، مگر دیوبندیوں کی اُلٹی منطق سمجھ سے باہر ہے کہ وہ شیطان کیلئے علم غیب وحاضر و ناظر مانتے ہیں، لیکن حضور علیہ الصلاۃ والسلام کیلئے شرک قرار دیتے ہیں، اور پھر دریدہ دہنی یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ" شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے"۔
موصوف لکھتے ہیں کہ:"لفظ ''یہ'' اسم اشارہ قریب ہے"۔ [3]
مزید لکھتے ہیں کہ:
"حضرت سہارنپوری۔۔۔ نے جو یہ لکھا ہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے

---

[1] دفاع، ج1 ص639، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔
[2] دفاع، ج1 ص648، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔
[3] دفاع، ج1 ص642، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

ثابت ہوئی، جہاں یہ وسعت ثابت ہے وہ کونسی جگہ ہے؟ کیونکہ جناب احمد رضا خاں کی نقل کی ہوئی عبارت میں تو کہیں نہیں، آخر ہے کہاں؟ جب ایک شخص کہہ رہا ہے کہ فلاں چیز نص سے ثابت ہے تو ہمیں پہلے وہ نص تلاش کرنی چاہئے، احمد رضا خاں نے عبارت مکمل کیوں نہیں لکھی؟ بددیانتی کیوں کی؟"۔[1]

اس عبارت کو پڑھیں گے تو آپ کو آپ کے ہی اصول کے مطابق ''یہ'' اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ مل جائے گا۔ گنگوہی صاحب نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے وسعت علم کی نفی کی ہے، اور شیطان کیلئے اثبات کیا ہے، لہٰذا یہ وسعت سے مراد وہ وسعت ہے جس کی اس نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے نفی کی ہے، اور جس کی نفی ہے اس میں ''وسعت علم'' کے الفاظ موجود ہیں، پس ثابت ہو گیا ہے کہ گنگوہی کی عبارت میں یہ وسعت سے مُراد علم کی وسعت ہے۔
جس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ شیطان کے علم کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم مبارک کے مقابلے میں زائد قرار دے رہا ہے۔
لہٰذا سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫ نے "حسام الحرمین" میں جو کچھ لکھا وہ بالکل صحیح ہے، اور اُس پر عرب وعجم کے علماء نے جو فتوے لگائے وہ بھی دُرست ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"اور رسالہ ''اعلام الاذکیاء'' جس کی تصدیق جناب احمد رضا خاں نے فرمائی تھی، ۱۳۲۳ھ مطابق سن ۱۹۰۶ء کا زمانہ حج کا تھا۔۔۔۔۔۔ جناب احمد رضا خاں بریلوی مکہ مکرمہ پہونچے ہی تھے کہ کچھ دنوں بعد جناب شیخ محمد معصوم صاحب نقشبندی رامپوری مرحوم (جو ان دنوں ''والی'' شریف مکہ کے مشیروں میں شمار ہوتے تھے) کے پاس ہندوستان سے ایک محضر نامہ پہنچا۔

[1] دفاع، ج1 ص643، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

سننے میں آیا کہ وہابیہ پہلے سے آئے ہوئے ہیں جن میں۔۔۔۔۔۔ بعض وزراء و ریاست دیگر اہل ثروت بھی ہیں، حضرت نے شریف مکہ تک رسائی پیدا کی اور مسئلہ علم غیب چھیڑا ہے اور اس کے متعلق کچھ سوال اعلم علماء مکہ حضرت شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ و مفتی حنفیہ کی خدمت میں پیش ہوا ہے میں حضرت موصوف کی خدمت میں گیا۔۔۔۔ میں نے بعد سلام و مصافحہ مسئلہ علم غیب کی تقریر شروع کی۔۔۔۔۔۔ جب میں نے تقریر ختم کی تو وہ چپکے سے اٹھتے ہوئے قریب الماری رکھی تھی، وہاں تشریف لے گئے اور ایک کاغذ نکال کر لائے جس پر مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری کے رسالہ "اعلام الاذکیاء" کے اس قول کے متعلق کہ حضور ﷺ کو ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شئ علیم لکھا چند سوالات تھے اور جواب کی چار سطریں ناتمام اٹھالائے مجھے دکھایا اور فرمایا تیرا آنا اللہ کی رحمت تھا ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتویٰ یہاں سے جا چلتا۔۔۔۔ اور آپ سے جواب مقصود ہے"۔

(ملفوظات احمد رضا خاں ص ۱۰۷،۱۵٦ حصہ دوم مطبوعہ کراچی)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

پہلا سوال اس عبارت سے جو فاضل ابو الذکاء سلامت اللہ کے رسالہ "اعلام الاذکیاء" مطبوعہ ہند آخر میں واقع ہوئی بلفظ

وصلی اللہ علی من ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شئ علیم

اور اللہ درود بھیجے ان پر جو اول آخر ظاہر و باطن ہیں اور وہ ہر شے کو جاننے والے ہیں۔ (الحدید)

جواب: یہ رسالہ مصنف نے میرے پاس تقریظ کیلئے بھیجا تھا (علی قولہ)

مجھے یاد نہیں آتا کہ اصل مسودہ میں کیا تھا، مگر اس رسالہ کا جو عربی ترجمہ مؤلف نے

کیا۔۔۔۔۔۔اس میں لفظ یوں ہے۔

وصلی من هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بکل شئ علیم علی مظهر هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بکل شئ علیم۔

درود بھیجے وہ جو اول آخر و ظاہر و باطن اور ہر چیز کا دانا ہے ان پر جو اس آیت کے مظہر ہیں، وہی اول و آخر، ظاہر و باطن اور وہی ہر چیز کا دانا ہے۔

اس میں کسی وہم والے کے وہم کی گنجائش نہیں۔۔۔۔۔۔۔اور کچھ تعصب [تعجب] نہیں کہ مطبع کا تب سے ''مظہر'' کا لفظ من ھو سے بدل گیا ہو۔۔۔۔۔۔اگر ہم فرض کرلیں کہ اصل عبارت اس طرح ہے جیسے چھپی ہے تو میں مجیب (یعنی مولوی سلامت اللہ) کو پہچانتا ہوں کہ وہ عالم سنی صحیح العقیدہ ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔اور ہر مسلمان پر فرض عین ہے کہ اپنے بھائی کا کلام جو تا حد قدرت بہتر سے بہتر معنی و توجیہ پر حمل کرے۔

جواب دوم:

یہ ہے کہ تمہیں کیا ہوا کہ لفظ ''مَن'' بسکون اسم موصول بنا کر پڑھتے ہو اس میں منّ بہ کسر نون آیت کریمہ کی طرف مضاف کر کے کیوں نہیں پڑھتے یعنی اللہ تعالیٰ پر درود بھیجے جو اس آیت کریمہ کی نعمت ہیں اور وہ محمد ﷺ ہیں۔الخ

(ماخوذ: الدولۃ المکیۃ، مصنف احمد رضا خاں ص ۱۹۷، ۱۹۱، عربی، باہتمام دار العلوم امجدیہ کراچی)

خلاصہ:

نمبر ۱: تعجب نہیں کہ مطبع کے کاتب سے ''مظہر'' کا لفظ ''من ھو'' سے بدل گیا ہو۔

نمبر ۲: اور ہر مسلمان پر فرض عین ہے کہ اپنے بھائی کا کلام جو تا حد قدرت بہتر سے بہتر معنی و توجیہ پر حمل کرے۔

نمبر ۳: تمہیں کیا ہوا کہ لفظ ''مَن'' بسکون اسم موصول بنا کر پڑھتے ہو اسے منّ بہ تشدید و کسر نون آیت کریمہ کی طرف مضاف کر کے کیوں نہیں پڑھتے۔

قارئین!

ہمیں اس موقعہ پر یہ غرض نہیں ہے کہ جناب احمد رضا خان بریلوی پر کیا گزری اور انہوں نے جو کچھ لکھا ہے سچ اور صحیح لکھا ہے یا غلط؟ ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ جناب احمد رضا خان بریلوی نے اپنے بچاؤ کیلئے کیا کیا تدبیریں کیں اور کیا کیا اصول تحریر فرمائے"۔ [1]

الجواب: اس عبارت میں ایسی کوئی بات نہیں جس سے" براہین قاطعہ" کی عبارت کی تائید ہوتی ہو، سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے" اعلام الاذکیاء" میں کتابت کی غلطی کی نشاندہی فرمائی تھی، کیا کتابت کی غلطی کی وجہ سے کفر کا فتویٰ لگا دینا چاہئے؟ موصوف نے خود کئی آیات غلط لکھی ہیں جس کا جواب موصوف بھی دیں گے کہ یہ کتابت کی اغلاط ہیں۔کیا موصوف اپنے آپ پر تحریف قرآن کا فتویٰ لگانے کو تیار ہوں گے؟

پھر لطف یہ کہ موصوف نے جو عبارت" ملفوظات شریف" کی نقل کی ہے اُس میں خود کتنی غلطیاں کر گئے ہیں، کیا موصوف انہیں کتابت کی غلطیاں قرار دے کر اپنی جان بخشی کی راہ نکالیں گے یا تسلیم کرلیں گے کہ موصوف نے" حضرت نے شریفِ مکہ تک رسائی۔۔الخ۔

اس عبارت میں لفظ" نے" اپنی طرف سے شامل کر کے بد دیانتی کا ارتکاب اس لئے کیا ہے کہ اپنے خلیل انبیٹھوی پر جس طرح نکات (ڈاٹس) ڈال کر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے یوں ہی انبیٹھوی اور بعض دوسرے وہابیہ کی شریف مکہ تک رسائی کو پس پردہ رکھنا چاہا ہے۔

ملفوظات کی موصوف کی محولہ بالا عبارت میں دوسری اغلاط سے ہم صرف نظر کرتے ہیں۔

اور موصوف نے جو دوسری عبارت" الدولۃ المکیۃ" کی نقل کی ہے اس میں پائی جانی والی اغلاط کو بھی موصوف کمپوزنگ کے کھاتے میں ڈالیں گے یا اپنے سر لے کر ایک انہونی کے مُرتکب بننا پسند کریں گے، موصوف کی عبارت میں لکھا ہوا ہے کہ:

---

[1] دفاع، ج1 ص643 تا 646، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

"یعنی اللہ تعالی پر درود بھیجے جو اس آیت کریمہ کی نعت ہیں اور وہ محمد ﷺ ہیں۔ الخ"۔
کیا حضور اکرم ﷺ پر اللہ درود بھیجے گا یا حضور اکرم ﷺ اللہ پر درود بھیجیں گے؟
جبکہ اصل کتاب میں تو صاف لفظ موجود ہیں کہ:
"یعنی اللہ تعالیٰ ان پر درود بھیجے جو اس آیہ کریمہ کی نعت ہیں اور وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں الخ"۔
موصوف بتائیں کہ یہ جن دو باتوں کا موصوف کی نقل کردہ عبارات میں ارتکاب پایا جاتا ہے یہ موصوف سے کمپوزنگ کی اغلاط میں ہوا ہے یا موصوف نے بددیانتی کی ہے (موصوف خُود بھی دُوسروں پر ایسے ہی اعتراض کرتے ہیں)
اور اس عبارت میں دُوسرا احتمال بھی موجود تھا وہ بھی آپ نے بیان کر دیا۔ لیکن" براہین قاطعہ" کی عبارت نہ تو کتابت کی غلطی ہے اور نہ کوئی دُوسرا احتمال۔
اُردو میں لکھی ہوئی کتاب موجود ہے، مناظرۂ بہاولپور میں خلیل انبیٹھوی صاحب بھی صفائی پیش نہ کر سکے اور ذِلت وکلنک کا ٹیکہ اپنے نام کروالیا۔ الغرض اس حوالے میں ایسی کوئی بات نہ تھی جس سے" براہین قاطعہ" کی تائید ہوتی ہو۔ مگر چونکہ موصوف نے بطور اصول اسے پیش کیا تو اس لئے موصوف کی طویل عبارت ہم نے لکھ دی تا کہ موصوف بغلیں نہ بجائیں کہ میری پُوری عبارت نہیں لکھی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:
"اصول نمبر ۲:
جناب احمد رضا خان بریلوی کا اپنے ہی ہم خیال اور خاص قریبی تعلق کے لوگوں سے اذان جمعہ ثانی پر اختلاف ہوا، انہوں نے حرمین شریفین سے فتویٰ منگوایا جو ان کے خلاف تھا، اب اعلیٰ حضرت صاحب ان کو مشورہ دے رہے ہیں کہ جو سوال بھیجیں ایک دوسرے کی تحقیق سے بھیجیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

جو صاحب عرب شریف سے آتے [illegible]
کی تحقیق سے غرض نہ ہو صرف ہار جیت مقصود ہو [illegible]
اللہ العزیز مولیٰ تعالیٰ اپنے کو راہ دے گا۔۔۔۔۔ اور [illegible]
منظور ہے وہ ہم سے فرمائیں اور اپنے سوالات [illegible]
جہاں حوالے دیئے ہیں وہاں ان کا [illegible]
اضافہ کرنا چاہیں بڑھالیں اگر اس کی رو سے [illegible]
سے سوالات حرمین شریف کو جائیں اس کے بعد دیکھیں کیا جواب آتا ہے۔ اہل ایمان خدا
لگتی کہیں کہ یہ جو ہم نے کہا ہے عین انصاف ہے یا نہیں؟ جب ہم اور آپ ایک ہیں تو
کیوں بچنے بچنے رہیں؟ کیوں دشمن سے ملیں؟ کیوں انہیں ساتھ لے کر چلیں؟ کیوں الگ
الگ ہار جیت کا مشورہ کیجئے؟ الخ۔

(ماخوذ: اذان کا حق نما فیصلہ ص ۸ مصنف حامد رضا خاں مطبع اہل سنت جماعت واقع بریلی
میں طبع ہوا۔)

قارئین! جناب احمد رضا بریلوی نے اپنی ذات کے بچاؤ اور حفاظت کیلئے جو مذکورہ اصول
تحریر فرمائے ہیں ان کو بھی پڑھیں اور انہوں نے اپنے مخالفین اور ان کی تحریرات پر جو ظلم
کیا ہے یعنی اپنے مخالفین کی تحریرات میں سے اپنی مرضی اور ضرورت کے الفاظ اور جملے اور
سطریں نکال کر اور ان کو جوڑ کر ان پر کفر کے جعلی فتوؤں کی جو بھرمار کی ہے ان کو بھی پڑھیں
پھر فیصلہ فرمائیں کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی کیسے آدمی ہیں اور وہ مجدد، اعلیٰ حضرت اور
امام کہلوانے کے حق دار ہیں؟"۔ [1]

الجواب: سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلیہ ایک فروعی مسئلے کی تحقیق میں لکھا، موصوف

---

[1] دفاع، ج1 ص646۔647، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

نے خُود بھی لکھا ہے کہ وہ جمعے کی اذانِ ثانی کا مسئلہ تھا، فروعی مسائل میں اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے، یہاں تک کہ خُود احناف کی مشہور و معروف کتاب "در المختار" میں لکھا ہوا ہے کہ
"مَذْهَبُنَا صَوَابٌ يَحْتَمِلُ الْخَطَأَ وَمَذْهَبُ مُخَالِفِنَا خَطَأٌ يَحْتَمِلُ الصَّوَابَ". [1]
" ہمارا مذہب دُرست ہے لیکن پھر بھی خطا کا احتمال ہے اور ہمارے مخالفین کا مذہب خطا پر ہے لیکن صواب کا احتمال موجود ہے"۔
یہ فروعی مسائل کا اُصول ہے اِس لئے اُن کی تحقیق میں مختلف علماء کا نظریہ مختلف ہوسکتا ہے، کچھ دلائل کچھ حوالے ممکن ہے کہ علماء ذی وقار کے نظر سے نہ گذرے ہوں یا پھر وہ اس سلسلہ میں اپنا نکتہ نظر رکھتے ہوں اِس لئے سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫ نے اُن کو یہ ایک مشورہ دیا کہ اپنی اپنی تحقیقات کو اتفاق سے علماءِ حرمین شریفین کی خدمت میں بھیج دیا جائے، اس میں کونسی ایسی بات ہے جس سے " براہین قاطعہ " کی عبارت کی تائید ہوتی ہو؟۔
" براہین قاطعہ " کی عبارت کا تعلق کسی فروعی مسئلے سے نہیں ہے کہ ان میں تحقیقات علماء مختلف ہوسکتی ہیں یا کوئی جزئیہ کسی عالم سے اوجھل رہ سکتا ہو، اِلا شاءاللہ، یہاں پر توہین واہانت کا مسئلہ تھا، عبارت کو دیکھ کر علماء نے فیصلہ کرنا تھا کہ اس میں توہین ہے یا نہیں، سو وہ علماء نے کردیا۔
سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫ تو حرمین شریفین باقاعدہ کتابیں لے کر گئے ہیں اور وہاں پر اُردو ہندی جاننے والے بے شمار افراد موجود تھے، اور ایسا بھی نہیں کہ سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫ اس عبارت کو سب سے پہلے حرمین شریفین لے گئے ہوں بلکہ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری ﷫ اس وقت حرمین شریفین پہنچے تھے جب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ﷫ بھی حرمین شریفین میں موجود تھے، اُس وقت بھی علمائے حرمین نے حضرت مولانا غلام دستگیر

---

[1] در المختار مع الرد المحتار، ج1 ص48، دار الفکر-بیروت

تصوری ﷺ کی تائید کی تھی، جو دیوبندی، بریلوی اختلاف کے متعلق اہل مطالعہ سے مخفی نہیں ہوگی۔

اور پھر یہ کہنا کہ ادھوری عبارتیں نقل کی گئی ہیں یہ بھی دُرست نہیں اِس لئے کہ "براہین قاطعہ" کی عبارات پر مناظرہ ہو چکا، جس میں خلیل احمد انبیٹھوی خُود موجود تھا اور ساتھ دیگر دیوبندی مُلاّں بھی اس مناظرے میں شریک تھے، مگر کسی ایک دیوبندی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ادھوری عبارت پڑھی جارہی ہے، لہٰذا سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ پر یہ الزام عائد کرنا کہ انہوں نے ادھوری عبارات نقل کیں دُرست نہیں ہے، سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ نے جو عبارات نقل کی ہیں وہ اپنے مفہوم میں پُوری کتاب کے ساتھ پڑھی جائیں تو بھی ان کا مفہوم واضح ہے اور کتاب سے علیٰحدہ صرف اس حصہ پر اکتفا کیا جائے جو سیّدی اعلیٰ حضرت ﷺ نے نقل کیا ہے تو بھی ان کا مفہوم واضح ہے۔

قاسم نانوتوی کی "تحذیر الناس" کی وجہ سے تکفیر کا اعتراف تو دیوبندیوں نے بھی کیا ہے اور ہندوستان بھر میں جگہ جگہ اُن کی تکفیر اور مناظرے ومباحثے ہورہے تھے، موصوف ہی بتائیں وہ کون سی عبارات تھیں جو محل نزاع تھیں اور جن کی وجہ سے قاسم نانوتوی کی کوئی موافقت نہیں کررہا تھا پُورے ہندوستان میں سوائے ایک دو کے۔ اور اسی گنگوہی جی کی "براہین قاطعہ" کی عبارات پر بھی بہاولپور میں مشہور ومعروف مناظرہ ہوا جہاں ادھوری عبارات کا الزام دیوبندیوں کی طرف سے عائد نہیں کیا گیا، جس سے ثابت ہوا کہ ادھوری عبارات کا الزام عائد کرنا دیوبندیوں کی بعد کی پیداوار ہے جو کہ دُرست نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"ایسی عبارت کو عرب لے جانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ ہندوستان میں موجود علمائے کرام ہی کفر کا فتویٰ آسانی سے لگا سکتے تھے، لیکن وہ کتاب کو ضرور دیکھتے، جب کتاب کو دیکھتے تو

اصل حقیقت کھل جاتی"۔[1]

الجواب: مناظرۂ بہاولپور میں علمائے کرام کی موجودگی میں خلیل انبیٹھوی کو شکست ہوئی اور انبیٹھوی کے خلاف فتویٰ صادر ہوا، اگر خلیل انبیٹھوی وہاں سے بھاگ نہ آتا تو اپنے انجام کو پہنچ چکا ہوتا، آخر علمائے کرام بھی خلیل انبیٹھوی کا اور کون سامنہ کالا کرتے اور پھر "حسام الحرمین" کا فتویٰ آیا تو ہندوستان ہی تھا اُس وقت "براہین قاطعہ" کو دیکھ کر علماء نے تمہاری تائید کیوں نہیں کردی؟ ہندوستان کے وہ نامور علماء اہل سنّت کون ہیں جنہوں نے "براہین قاطعہ" پر فتویٰ کفر آنے کے بعد اس کے تائید کی؟ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو اس مقدمے کو حرمین شریفین لے گئے تا کہ کسی کو چوں وچرا کی گنجائش نہ رہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" شیطان وملک الموت کی حقیقت قرآن وحدیث سے سمجھیں

نمبر(۱) شیطان کا حال:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قال انظرنی الی یوم یبعثون۔قال انک من المنظرین۔قال فبما اغویتنی لاقعدن لھم صراطک المستقیم۔ثم لاتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم (الاعراف:۱۴،۱۷)

اس (شیطان) نے کہا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ کو مہلت دی گئی، اس نے کہا بسبب اس کے آپ نے مجھکو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کے میں ان کے لئے آپکی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا، پھران پر حملہ کروں گا انکے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اوران کے داہنی جانب سے بھی اوران کی بائیں جانب سے بھی۔

---

[1] دفاع، ج1 ص649، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

پیر کرم شاہ صاحب الازہری لکھتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا (صرف ترجمہ) یعنی شیطان نے کہا اے رب مجھے تیری عزت کی قسم جب ان کی روحیں ان کے جسم میں رہیں گی میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے بھی اپنی عزت وجلال کی قسم جب تک یہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔ (قرطبی۔ ماخوذ: ضیاء القرآن ج ص ۵٤۲)

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی مرد جب کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں یک جان ہوتا ہے تو وہاں تیسری ہستی شیطان کی ہوتی ہے جو دونوں کے دلوں میں جماع کی خواہش پیدا کر دیتی ہے۔

(مشکوۃ مترجم باب النکاح ج ۲ ص ۹۱ محمد سعید اینڈ کمپنی کراچی)

(۳) بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح جاری و ساری ہے۔ (مسلم ج ۷ ص ٦۳۸ مصنف غلام رسول سعیدی)

(۴) مولوی عبد السمیع صاحب رامپوری اسی مذکوہ بحث میں لکھتے ہیں (فقہ کی مشہور کتاب درمختار کے مسائل نماز میں) لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کیساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کیساتھ رات کو رہتا ہے، علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ آدم کے ساتھ رہتا ہے، مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا ہے، بعد اس کے لکھا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے۔

(۱) ملک الموت کا حال:

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم (السجدۃ:۱۱)

آپ فرما دیجئے تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

قال اللہ تعالی: حتی اذا جاء احدکم الموت توفته رسلنا وهم لا یفرطون (الانعام:٦١)

یہاں تک کہ جب آپہنچتی ہے تم میں سے کسی کو موت تو قبضہ میں لے لیتے ہیں اس کو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔

بریلوی مذہب کے مفتی احمد یا خاں گجراتی لکھتے ہیں:

روح البیان، خازن، اور تفسیر کبیر میں زیر آیت **حتی اذا جاء احدکم الموت** (الانعام:٦١) ہے

یعنی ملک الموت کیلئے زمین طشت (یعنی تھال) کی طرح کردی گئی ہے، جہاں سے چاہیں لے لیں۔۔۔۔۔ ملک الموت پر روح قبض کرنے میں کوئی دشواری نہیں، اگرچہ روحیں زیادہ ہوں اور کئی جگہ میں ہوں۔ (جاء الحق:١٥٩)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(اخرج) ابن ابی حاتم وابو الشیخ عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنه انه سئل عن نفسین اتفق موتها فی طرفة عین واحده فی المشرق وآخر بالمغرب کیف قدر ملک الموت علیها قال ما قدرة ملک الموت علی اهل المشارق والمغارب والظلمات والهواء والبحور الا کرجل بین یدیه مائدة یتناول من أیها شاء۔

ابن ابی حاتم وابو الشیخ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے دو آدمیوں کے متعلق پوچھا گیا جن کی موت ایک لحہ میں واقع ہوئی تھی، لیکن ایک مشرق میں تھا اور ایک مغرب میں، تو ملک الموت ان پر کیسے قادر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ ملک الموت کی قدرت مشرق ومغرب والوں اور تاریکیوں اور ہواؤں اور سمندروں پر ایسی ہے جیسے کسی شخص کے سامنے دستر خوان ہو اور وہ اس میں سے جو چاہے اٹھائے۔

(ماخوذ: الحبائک فی اخبار الملائک الامام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ص ۲، مطبع مصر)

تبصرہ: قارئین!

آپ نے قرآن وحدیث سے یہ بات ذہن نشین کر لی کہ جہاں اور جس جگہ بھی انسان ہوگا، وہاں ملک الموت اور شیطان بھی موجود ہوگا، پھر یہ بات کسی ایک زمانہ کیساتھ خاص نہیں بلکہ آدم علیہ السلام کیساتھ یہ سلسلہ شروع ہوا اور قیامت تک جاری رہے گا۔

نیز کیا آپ نے اپنی عمر کے کسی حصہ یا کسی وقت میں یہ بات کہیں سنی یا کہیں پڑھی کہ فلاں آدمی یا کوئی نبی یا ولی آدم علیہ السلام سے لیکر تا قیامت تک یا اپنے وقت سے لیکر تا قیامت تک زندہ ہے یا زندہ رہے گا؟ یا حضور علیہ السلام کے بارے میں کسی کتاب یا کسی عالم کے ذریعے سے آپ کو یہ معلوم ہو کہ آپ اپنی حیات شریفہ میں کئی جگہ اور کئی مقامات پر موجود ہوتے تھے؟ یا آپ نے یہ فرمایا ہو کہ میں ہر جگہ موجود ہوتا ہوں، یا صحابہ کرام سے یہ فرمایا ہو کہ جو کچھ تم کرتے ہو میں سب کچھ دیکھتا ہوں، یا کسی قرآنی آیت یا کسی حدیث مبارکہ سے ایسی باتیں ثابت ہوں؟"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے جو بھی دلائل ذکر کئے ہیں اُن میں شیطان وملک الموت کے لئے علم محیط زمین کا تسلیم کیا ہے، اور نتیجہ نکالا ہے کہ:

" آپ نے قُرآن وحدیث سے یہ بات ذہن نشین کر لی کہ جہاں اور جس جگہ بھی انسان ہوگا، وہاں ملک الموت اور شیطان بھی موجود ہوگا، پھر یہ بات کسی ایک زمانہ کیساتھ خاص نہیں بلکہ آدم علیہ السلام کیساتھ یہ سلسلہ شروع ہوا اور قیامت تک جاری رہے گا"۔[2]

حوالہ نمبر(2).

" یعنی جس طرح شیطان ہر آدمی کیساتھ ہے، اُسی طرح حضور ﷺ کا ہر انسان کے ساتھ

[1] دفاع، ج 1 ص 649-653، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج 1 ص 649-653، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

ہونا کس ثبوت سے ثابت ہے"۔[1]

حوالہ نمبر(3)

"علم محیط زمین کا: اس کو بولتے ہیں جس کے علم سے زمین کا کوئی ذرہ بھی باہر نہ ہو، یعنی زمین کے ہر ذرہ ذرہ کی کیفیت اور اس کی حقیقت وضرورت سے واقف ہو، خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح شیطان کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ کس کس جگہ انسان بستے ہیں اور ان کو کیسے کیسے گمراہ کرنا ہے اور اسی طرح ملک الموت کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت وقدرت دی ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کروڑوں مخلوق کی جان نکال لیتے ہیں، پھر یہ کہ تمام مخلوق ایک جگہ جمع بھی نہیں، بلکہ پوری زمین پر مخلوقات پھیلی ہوئی ہیں"۔[2]

حوالہ نمبر(4)

"شیطان وملک الموت کو جو قدرت اور علم حاصل ہے اس کا ثبوت تو حالات اور واقعات سے ثابت ہے"۔[3]

ان حوالوں میں موصوف نے شیطان کے لئے علم محیط زمین کا تسلیم کیا ہے اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ:

"یہ بات کسی ایک زمانہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ آدم علیہ السلام کے ساتھ یہ سلسلہ شروع ہوا اور قیامت تک جاری رہے گا"۔[4]

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ علم محیط زمین کا ماننا، ہر انسان کے ساتھ موجود ہونا شرک نہیں ہے۔ کیونکہ اگر شرک ہوتا تو دیوبندی موصوف نے یہ باتیں ملک الموت اور شیطان کیلئے

---

[1] دفاع، ج1 ص636، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج1 ص647_648، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[3] دفاع، ج1 ص648، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[4] دفاع، ج1 ص651، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

تسلیم کی ہیں، پھر تو موصوف خود بہت بڑے مشرک قرار پائیں گے۔ لہٰذا علم غیب و حاضر وناظر کے مسئلہ پر اہل سنت پر شرک کا فتویٰ لگانا دیوبندیوں کی بہت بڑی جہالت ہے۔

اب دُوسری جانب خود دیوبندیوں کا عقیدہ ملاحظہ کریں

دیوبندیوں کے مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی صاحب نے لکھا ہے کہ:

" آپ کے علم [ا] عطائی کی مقدار آپ ہی جانیں یا آپ کا مولی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ تمام مخلوقات کے علم سے زائد ہے تو اس تقدیر پر تو تمام عالم کے علم کا بھی حضور اقدس ﷺ سے مساوی ہونا بھی لازم نہیں آتا چہ جائیکہ زائد ہو اور وہ بھی فقط ابلیس لعین کا"۔ [1]

مرتضیٰ حسن دربھنگی نے یہ بات" براہین قاطعہ " کی عبارت کے دفاع میں لکھی ہے، اور " براہین قاطعہ " کی عبارت میں ذاتی وعطائی کا چکر چلایا (ذاتی وعطائی کے فرق کو دیوبندی بے کار بات یا ذاتی وعطائی کا چکر کہتے ہیں) ملاحظہ کریں [2]

ایک طرف آپ نے دیوبندی موصوف کا اعتراض دیکھ لیا اس کے جواب میں علمائے اُمت وصلحائے ملت کے اقوال سنیں:

حوالہ نمبر (1)

حضرت مُلاّ علی قاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

" کون علومهما من علومه ﷺ تتنوع الی الکلیات والجزئیات وحقائق ودقائق وعوارف ومعارف یتعلق بالذات والصفات وعلمهما یکون سطرا من سطور علمه ونهرا من بحور علمه ثم مع هذا هو من برکاته وجوده ﷺ [3]

" لوح وقلم کا علم علوم نبی ﷺ سے ایک ٹکڑا اس لیے ہے کہ حضور کے علم متعدد انواع ہیں۔

---

[1] رسائل چاند پوری، ج 2 ص 386، انجمن دعوت اہل سنت وجماعت۔

[2] دفاع، ج 1 ص 663، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[3] الزبدۃ العمدۃ فی شرح البردۃ، ص 117، خیر پور، سندھ، پاکستان

کلیات، جزئیات، حقائق، دقائق، عوارف اور معارف کہ ذات وصفاتِ الٰہی سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کا علم تو حضور کے مکتوبِ علم سے ایک سطر، اور اس کے سمندروں سے ایک نہر ہے، پھر بایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت سے تو ہے۔ ﷺ"۔

حوالہ نمبر (2)

"اُمُّ القریٰ شریف" میں ہے:

"وسع العلمین علما وحلما". [1]

"حضور کا علم وحلم تمام جہان کو محیط ہے"۔

حوالہ نمبر (3)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

" لأن الله تعالى أطلعه على العالم، فعلم علوم الأولين والآخرين ما كان وما يكون". [2]

" اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تمام عالم پر اطلاع دی، تو سب اولین وآخرین کا علم حضور ﷺ کو ملا، جو ہو گزرا، اور جو ہونے والا ہے سب جان لیا"۔

حوالہ نمبر (4)

"نسیم الریاض" میں ہے:

"ذکر العراقی فی شرح المهذب أنه ﷺ عرضت عليه الخلائق من لدن آدم عليه الصلوة والسلام الى قيام الساعة فعرفهم كلهم كما علم آدم الأسماء [كلها]". [3]

---

[1] قصيدة الهمزية المسماة أم القرى، شعر: 133، دار منهاج

[2] المنح المكية في شرح الهمزية المسمى أفضل القرى، ص 305، دار منهاج، جدة

[3] نسیم الریاض، الباب الثالث، ج2 ص 208، مرکز اہل سنت برکات رضا، الهند۔

"امام عراقی رحمۃ اللہ علیہ "شرح مہذب" میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوقاتِ الٰہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر عرض | پیش کی گئی | کی گئیں تو حضور نے ان سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے۔

حوالہ نمبر (5)

اسی لیے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ "مدحیہ ہمزیہ" میں عرض کرتے ہیں:

"لك ذات العلوم من عالم الغيب ومنها لآدم الأسماء" [1]

"یعنی عالم غیب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علوم کی ذات ہے، اور آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے نام"۔

حوالہ نمبر (6)

امام ابن حاج مکی "مدخل"، اور امام احمد قسطلانی "مواہب لدنیہ شریف" میں فرماتے ہیں:

"قَالَ عُلَمَاؤُنَا رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ: إِنَّ الزَّائِرَ يُشْعِرُ نَفْسَهُ بِأَنَّهُ وَاقِفٌ بَيْنَ يَدَيْهِ- عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - كَمَا هُوَ فِي حَيَاتِهِ، إِذْ لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهِ وَحَيَاتِهِ أَعْنِي فِي مُشَاهَدَتِهِ لِأُمَّتِهِ وَمَعْرِفَتِهِ بِأَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ، وَذَلِكَ عِنْدَهُ جَلِيٌّ لَا خَفَاءَ فِيهِ". [2]

"یعنی بیشک ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زائر اپنے نفس کو آگاہ کردے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے جیسا کہ حضور کی حیاتِ ظاہر میں، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی اُمت کو دیکھ

[1] القصيدة الهمزية المسماة أم القرى، شعر: 5، دار منهاج

[2] المدخل لابن الحاج، فصل في زيارة سيد الأولين والآخرين 158-159، دار التراث، والمواهب اللدنية، المقصد العاشر، ج4 ص 580، مركز أهل سنت بركات رضا، الهند،

رہے ہیں، اور ان کی حالتوں، نیتوں، ارادوں اور دل کے خطروں کو پہچانتے ہیں، اور یہ سب حضور پر روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں"۔

حوالہ نمبر (7)

نیز "مواہب شریف" میں ہے:

"لا شك أن الله تعالى قد أطلعه على أزيد من ذلك، وألقى عليه علم الأولين والآخرين"۔ [1]

"یعنی کچھ شک نہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اِس سے بھی زائد حضور کو علم دیا اور تمام اگلے پچھلوں کا علم حضور پر القا فرمادیا"۔

حوالہ نمبر (8)

امام قاضی، پھر علامہ قاری، پھر علامہ مناوی "تیسیر شرح جامع الصغیر" امام سیوطی میں لکھتے ہیں:

"النفوس القدسية اذا تجوردت عن العلائق البدنية اتصلت بالملاء الأعلى ولم يبق لها حجاب فترى وتسمع الكل كالمشاهد"۔ [2]

"یعنی پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں ملاءِ اعلیٰ سے مل جاتی ہیں، اور اُن کے لیے کچھ پردہ نہیں رہتا، تو سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے یہاں موجود ہیں"۔

---

[1] المواهب اللدنية، المقصد الثامن، الفصل الثالث، ج3ص 560، مركز أهل سنت،

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ وفضلها، الفصل الثاني، ج3ص 11، نقله عن القاضي، دار الكتب العلمية، بيروت، والتيسير بشرح الجامع الصغير، ج1ص 502، وج2ص 91، مكتبة الامام الشافعي، الرياض، لفظ له، وفيض القدير شرح الجامع الصغير، ج3ص 400، وقال: ذكره القاضي قال في الاتحاف، وج4ص 199، المكتبة التجارية الكبرى، مصر۔

حوالہ نمبر(9)

ملا علی قاری "شرح شفاء شریف" میں فرماتے ہیں:

"ان روح النبی ﷺ حاضرة فی بیوت أھل الاسلام "۔[1]

"یعنی نبی ﷺ کی روح کریم تمام جہان میں ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے"۔

حوالہ نمبر(10)

"مدارج النبوت شریف" میں ہے:

"ہرچہ در دنیا ست از زمانِ آدم تا اوان نفخہ اولی بر وے ﷺ منکشنف ساختند تا ہمہ احوال را از اول تا آخر معلوم کرد ویاران خود را نیز از بعضے ازاں احوال خبر داد"۔[2]

"یعنی جو کچھ دُنیا میں ہے آدم علیہ السلام کے زمانے سے نفخہ اولیٰ تک حضور ﷺ پر منکشف کر دیا ہے یہاں تک کہ تمام احوال آپ کو اول سے آخر تک معلوم ہو گئے، اُن میں سے کچھ اپنے دوستوں کو بھی بتا دیئے"۔

حوالہ نمبر(11)

نیز فرماتے ہیں قدس سرہ:

{ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْم }وے ﷺ دانا ست برہمہ چیز از شیونات ذات الٰہی واحکام صفات حق واسماء ،افعا ل وآثار وبجمیع علوم ظاہر وباطن اول وآخر احاطہ نمودہ ومصداق {

---

[1] شرح الشفا للملا علي القاري على هامش نسيم الرياض،فصل في المواطن التي يستحب فيها الصلاة والسلام على رسول الله ﷺ، ج3ص 464۔

[2] مدارج النبوة ،وصل خصائص آنحضرت ﷺ،ج1ص 144،مرکز اہل سنت برکات رضا،گجرات،الھند۔

فَوقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْم } شدہ۔علیہ من الصلوٰۃ افضلھا ومن التحیات اتمھا واکملھا"۔[1]

"یعنی وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے" اور حضور ﷺ تمام چیزوں کو جانتے ہیں۔اللہ کی شانوں اور اُس کے احکام اور صفات کے احکام اور اسماء وافعال وآثار میں، اور تمام علومِ ظاہر وباطن، اول وآخر کا احاطہ کرلیا اور "فوق کل ذی علم علیم "کا مصداق ہوگئے، ان پر اللہ کی بہترین رحمتیں ہوں اور اتم واکمل تحیات ہوں"۔

حوالہ نمبر(12)

شاہ ولی اللہ صاحب "فیوض الحرمین" میں:

"افاض علی من جنابہ المقدس ﷺ کیفیۃ ترقی العبد من حیّزہ الی حیّز القدس فیتجلّی لہ حینئذ کل شئ کما أخبر عن ھذا المشھد فی قصہ المعراج المنامی"۔[2]

"یعنی مجھ پر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے فائض ہوا کہ بندہ کیونکر اپنی جگہ سے مقامِ مقدس تک ترقی کرتا ہے کہ ہر شئے اُس پر روشن ہوجاتی ہے، جیسا کہ قصہ معراج کے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے اس مقام سے خبر دی"۔

حوالہ نمبر(13)

نیز اسی میں ہے:

"العارف یتجذب الی حیّز الحق فیصیر عند اللہ فیتجلی لہ کل شیء"۔[3]

"یعنی عارف مقامِ حق تک کھنچ کر بارگاہِ قرب میں ہوتا ہے تو ہر چیز اس پر روشن

---

[1] مدارج النبوۃ، مقدمۃ الکتاب، ج1 ص2-3، مرکز أھل سنت برکات رضا

[2] فیوض الحرمین 169 ، ایچ ایم سعید اینڈ سنز کراچی

[3] فیوض الحرمین 175 ، ایچ ایم سعید اینڈ سنز کراچی

ہو جاتی ہے"۔

اسی میں ولی فرد کے خصائص سے لکھا کہ وہ تمام نشاۃ عنصری جسمانی پر مستولی ہوتا ہے۔
پھر لکھا کہ یہ استیلا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں تو ظاہر ہے:

حوالہ نمبر (14)

"وأما فی غیرھم فمناصب وراثۃ الأنبیاء کالمجددیۃ والقطبیۃ وظھور اثارھا وأحکامھا والبلوغ الی حقیقۃ کل علم وحال".[1]

"یعنی رہے غیر انبیاء، ان میں وراثت کے منصب ہیں جیسے مجدد وقطب ہونا، اور ان کے آثار واحکام کا ظاہر ہونا، اور علم وحال کی حقیقت کو پہنچ جانا"۔

حوالہ نمبر (15)

اسی میں تقریر مذکور وتفصیل دقائق فرد کے بعد ہے:

"بعد ذٰلك کلہ جبلت نفسہ نفسًا قدسیۃ لا یشغلھا شان عن شان ولا یأتی علیہ حال من الأحوال الی التجرد الی النقطۃ الکلیہ الا وھو خبیر بھا الأن وانما الأتی تفصیل لا جمال"۔

"یعنی اور اس سب کے بعد بات یہ ہے کہ مرد کا نفس اصل خلقت میں نفس قدسی بنایا جاتا ہے، اسے ایک بات دوسری سے مشغول نہیں کرتی (یعنی یہ نہیں ہوتا کہ ایک دھیان میں اور طرف کا خیال نہ رہے بلکہ ہر جانب اُس کی نگاہ ایک سی رہتی ہے) اور اب سے لے کر اُس وقت تک کہ وہ سب جدا ہو کر مرکز عالم سے جا ملے یعنی وقت وفات تک جو کچھ حال اس پر آنے والا ہے اِس سب کی اس وقت اسے خبر ہے۔ وہ جو آئے گا اجمال کی تفصیل ہی ہوگا"۔

---

[1] فیوض الحرمین 280۔281، ایچ ایم سعید اینڈ سنز کراچی

حوالہ نمبر (16)

امام قاضی عیاض "شفا شریف" میں فرماتے ہیں:

"هذا مع أنه ﷺ كان لا يكتب ولكنه أوتي علم كل شيء حتى قد وردت آثار بمعرفته حروف الخط وحسن تصويرها: كقوله: "لا تمدوا بسم الله الرحمن الرحيم". [1] رواه ابن شعبان من طريق ابن عباس. وقوله في الحديث الآخر الذي يروى عن معاوية رضي الله تعالى عنه أنه كان أنه كان يكتب بين يديه ﷺ فقال له: ألق الدّواة، وحرّف القلم، وأقم الباء، وفرّق السين، ولا تعور الميم وحسّن الله، ومدّ الرحمن، وجوّد الرحيم". [2]

یعنی حالانکہ نبی ﷺ لکھتے نہ تھے مگر حضور کو ہر چیز کا علم عطا ہوا تھا، یہاں تک کہ بیشک حدیثیں آتی ہیں کہ حضور کتابت کے حروف پہچانتے تھے، اور یہ کہ کس طرح لکھے جائیں تو خوبصورت ہوں گے، جیسے ایک حدیث ابن شعبان نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"بسم اللہ کشش سے نہ لکھو" (سین میں دندانے ہوں نری کشش نہ ہو)

دُوسری حدیث (مسند الفردوس) میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوئی کہ یہ حضور کے سامنے لکھ رہے تھے، نبی ﷺ نے ان سے فرمایا کہ دوات میں صوف ڈالو، اور قلم پر ترچھا قط دو، اور بسم اللہ کی ب کھڑی لکھو، اور اس کے دندانے جُدا رکھو، اور میم اندھا نہ کر دو"۔

(اس کے چشمہ کی سفیدی کھلی رہے، اور لفظ اللہ خُوبصورت لکھو، اور لفظ رحمان میں کشش ہو

---

[1] قال السيوطي في مناهل الصفا 168: لم أجده، مؤسسة الكتب الثقافية، دار الجنان

[2] الشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، فصل من معجزاته الباهرة، ج 1 ص 379۔

(رحمٰن یا رحمٰن یا رحمٰن)، اور لفظ رحیم اچھا لکھو۔[1]

حوالہ نمبر(17)

امام شعرانی قدس سرہ کتاب "الجواہر والدرر" نیز کتاب "درۃ الغواص" میں سید علی خواص رضی اللہ عنہ سے ناقل:

"محمد ﷺ فهو الأول والآخر والظاهر والباطن قد ولج حين اسرى به عالم الأسماء الذى أولها مركز الأرض وأخرها السماء الدنيا بجميع أحكامها وتعلقاتها ثم ولج البرزخ الى انتهائه وهو السماء السابعة ثم ولج عالم العرش الى مالا نهاية اليه وانفتح فى برزخيته تصور العوالم الالٰهيته والكونية اه ملتقطاً.[2]

"یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اوّل وآخر وظاہر و باطن ہیں، وہ شب معراج مرکز زمین سے آسمان تک تشریف لے گئے، اور اس عالم کے جملہ احکام اور تعلقات جان لئے، پھر آسمان سے عرش اور عرش سے لا انتہا تک، اور حضور کے برزخ میں تمام عالم علوی وسفلی کی صورتیں منکشف ہوگئیں"۔

حوالہ نمبر(18)

"تفسیر کبیر" میں زیر آیہ کریمہ ﴿وَ كَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ

---

[1] أخرجه الديلمي في الفردوس بمأثور الخطاب، ج5ص394(3385)

قلت: رواه عبد الكريم بن محمد السمعاني في أدب الاملاء والاستملاء 170، دار الكتب العلمية، بيروت۔ وفي سنده: يوسف بن الحسين، وبقية رجاله موثقون۔

[2] الجواهر والدرر على هامش الابريز 211تا213، مصطفى البابى، مصر، بحواله فتاوى رضويه جديد، ج29ص460)

وَالْأَرْضِ﴾[1] فرمایا:

"الِاطِّلَاعَ عَلَى آثَارِ حِكْمَةِ اللهِ تَعَالَى فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ مَخْلُوقَاتِ هَذَا الْعَالَمِ بِحَسَبِ أَجْنَاسِهَا وَأَنْوَاعِهَا وَأَصْنَافِهَا وَأَشْخَاصِهَا وَأَحْوَالِهَا مَعًا لَا يَحْصُلُ إِلَّا لِلْأَكَابِرِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ. وَلِهَذَا الْمَعْنَى كَانَ رَسُولُنَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَقُولُ فِي دُعَائِهِ:[2] "اللَّهُمَّ أَرِنَا الْأَشْيَاءَ كَمَا هِيَ".[3]

"یعنی اس عالم کی تمام جنسوں اور نوعوں اور صنفوں اور شخصوں اور احوالوں ہر ہر مخلوق میں حکمتِ الٰہیہ کے آثار پر انہیں اکابر کو اطلاع ہوتی ہے جو انبیاء ہیں علیہم الصلوۃ والسلام، اسی لیے حضور سید عالم ﷺ نے دُعا فرمائی کہ الٰہی! ہم کو وہ تمام چیزیں جیسی وہ ہیں دکھادے، اھ۔

حوالہ نمبر (19)

یہی مضمون شریف "تفسیر نیشاپوری" میں بایں عبارت ہے:

"الاطلاع على تفاصيل آثار حكمة الله تعالى في كل واحد من مخلوقات هذه العوالم بحسب أجناسها وأنواعها وأصنافها وأشخاصها وعوارضها ولواحقها كما هي، لا تحصل إلا لأكابر الأنبياء ولهذا قال صلى الله عليه

---

[1] [الأنعام:75]

[2] لم أجده في الكتب المشهورة، ولا الأجزاء المنثورة الا قال ابن شاهين في شرح مذاهب أهل السنة 36: ومن أدعية من تقدم: اللهم أرنا الحق حقا وألهمنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلا، وألهمنا اجتنابه۔ لكن قد ذكره بعض المفسرين في تفاسيرهم

[3] مفاتيح الغيب، تفسير كبير، ج13 ص 37، دار احياء التراث العربي، بيروت، وانظر: اللباب في علوم الكتاب لابن عادل الحنبلي، ج8 ص 239، دار الكتب العلمية، بيروت، وروح البيان لاسماعيل حقي، ج3 ص 56، دار الفكر، بيروت

وسلم فی دعائه "أرنی الأشیاء کما ھی".[1]

"یعنی ان عالموں کی مخلوقات میں سے ہر ایک کے تمام آثار حکمتِ الٰہیہ پر ان کی جنسوں، نوعوں، قسموں اور فردوں نیز عوارض ولواحق حقیقیہ پر مطلع ہونا اکابر انبیاء کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے نبی ﷺ نے دُعا میں عرض کیا کہ "مجھے اشیاء کی حقیقتیں دکھا"۔

یاد رہے محولہ بالا مضمون "رسائل علم غیب" سے کچھ تصرف کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"کیا حضور ﷺ ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذلک من انباۤء الغیب نوحیه الیک وما کنت لدیهم اذ یلقون اقلامهم ایهم یکفل مریم۔ وما کنت لدیهم اذ یختصمون۔ (آل عمران: ۴۴)

یہ خبریں غیب کی ہیں جو ہم وحی کرتے ہیں تجھ کو اور تو نہ تھا ان کے پاس جب ڈالنے لگے اپنے قلم کو کہ کون پرورش میں لے مریم کو اور تو نہ تھا ان کے پاس جب وہ جھگڑتے تھے۔

بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

ان آیات میں حضرت زکریا، حضرت یحییٰ علیہما السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے گذشتہ واقعات کی خبر دی گئی ہے، اور یہ غیب کی وہ خبریں ہیں جن پر آپ ازخود مطلع نہ تھے نہ آپ کی قوم کا کوئی اور فرد مطلع تھا۔ نہ آپ نے مکتب (یعنی مدرسہ) میں جا کر کسی سے ان کے متعلق کچھ سنا تھا نہ کسی کتاب میں کچھ پڑھا تھا، اور نہ آپ ان کے زمانہ میں موجود تھے کہ آپ نے ان واقعات کا مشاہدہ کر (یعنی آنکھوں سے دیکھ) لیا ہو۔۔۔۔۔۔تو ثابت

---

[1] غرائب القرآن ورغائب الفرقان، تفسیر النیسابوری، ج3ص105، بیروت

ہو گیا کہ آپ نے ان گذشتہ واقعات کی جو صحیح صحیح خبریں بیان کیں ہیں ان کے علم کا ذریعہ صرف اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی وحی تھی، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے ذریعہ وحی نازل کر کے آپ کو ان واقعات سے باخبر کیا اور آپ پر وحی نازل کرنے کا ثبوت آپ کی نبوت کا ثبوت ہے۔

(ماخوذ تبیان القرآن ج ۲ ص ۱۵۸)

آل عمران کی آیت:۱۱ سے لیکر آیت:۳۲ زمانہ نزول ۲ھ ہے۔آیت:۳۳ سے آیت:۷۱ تک ۳۸ آیت ۹ھ میں نازل ہوئیں۔(تبیان القرآن ج ۲ ص ۳۱ مصنف علامہ سعیدی)

حضرات گرامی!

قرآن کریم اور علامہ غلام رسول سعیدی کی تحریر و تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ نبوت ملنے کے ۲۲ سال بعد تک آپ کو ایسی کوئی قدرت و طاقت نہ تھی جس سے آپ غیب یعنی گزرے ہوئے واقعات کو جان سکیں، کیا آپ یہ ثبوت پیش کر سکتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی ولادت شریفہ سے چھ یا سات صدیاں پہلے جب یہ واقعات پیش آئے تو اس وقت شیطان ان لوگوں کے ساتھ نہیں تھا؟ اور اگر تھا تو شیطان کو تو چھ سات صدیاں پہلے ان واقعات کا علم ہو گیا اور وہ بھی بغیر وحی کے جبکہ حضور علیہ السلام کو ان واقعات کا علم وحی سے ہوا اور وہ بھی چھ سات صدیاں گزرنے کے بعد۔[1]

الجواب: موصوف کی جہالت ہے کہ وہ ان واقعات کو شیطان کی زیادتی علم کی دلیل بنا رہے ہیں (نعوذ باللہ) اور اس نے اس سلسلے میں تفاسیر کو دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی۔

علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ:

---

[1] دفاع، ج1 ص 653-654، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

"وهذا بالنظر للعالم الجسمانی لاقامة الحجة علی الخصم واما بالنظر للعالم الروحانی فهو حاضر رسالة کل رسول وما وقع له من لدن آدم الی ان ظهر بجسمه الشریف ولکن لا یخاطب به اهل العناد". [1]

"خلاصہ یہ ہے کہ ارسالِ رُسل اور اُن کے زمانہ رسالت کے واقعات پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر و موجود نہ ہونا عالم جسمانی کے اعتبار سے ہے یعنی ان واقعات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی حضور نہ تھا اور اگر عالم رُوحانی کے اعتبار سے نظر کی جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اپنے زمانہ تک ہر رسول کی رسالت اور تمام واقعات پر حاضر ہیں۔ یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جسمانیت مطہرہ کے ساتھ ظہور فرمایا لیکن یہ ایسی باتیں ہیں جس کے ساتھ اہل عناد کو خطاب نہیں کیا جاسکتا"۔ [2]

اس حوالے کے بعد موصوف کے حوالے کی اہمیت نہیں رہتی کیونکہ یہ دلیل عالم جسمانی کے اعتبار سے ہے تا کہ خصم پر حجت قائم ہو۔ اور پھر موصوف نے مسئلے کو سمجھے بغیر ہی جہالت سے یہ نتیجہ اخذ کرلیا کہ ۲۲ سال بعد تک آپکو ایسی قدرۃ و طاقت نہ تھی جس سے آپ غیب یعنی گزرے ہوئے واقعات کو جان سکیں۔ حالانکہ یہ تمام معاملات عالم جسمانی کے اعتبار سے ہیں۔ عالم روحانی کے اعتبار سے نہیں۔ لہٰذا ان واقعات سے (نعوذ باللہ) شیطان کی زیادتی علم پر دلیل پیش کرنا موصوف کی اپنی شیطانی و شرارت ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"ولا تقولن لشیٔ انی فاعل ذلک غداً الا ان یشاء اللہ۔ (الکہف:۲۳-۲۴)

اور ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کردوں گا۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

بریلوی جماعت کے مفتی احمد یار خاں گجراتی لکھتے ہیں:

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: الصاوی علی الجلالین، القصص، آیت:46 ج3 ص182، مطبعۃ الازھریۃ بمصر

[2] ملاحظہ فرمائیں: مقالات کاظمی، ج3 ص249، کاظمی پبلی کیشنز، جامعہ اسلامیہ انوار العلوم، ملتان۔

(شانِ نزول) مکہ والوں نے حضور ﷺ سے اصحاب کہف کا حال دریافت کیا تو حضور نے فرمایا پھر بتائیں گے (پھر نہیں کل بتاؤں گا۔ غداً کے معنی کل کے ہیں) اور انشاء اللہ فرمانا یاد نہ رہا تو کئی روز تک وحی نہ آئی، اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے حضور سے اصحاب کہف کے واقعہ کی تفصیل بیان نہ فرمائی تھی"۔ [1]

موصوف نے مزید لکھا کہ:

"مشرکین مکہ نے انہیں کے متعلق حضور علیہ السلام سے سوال کیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں کل بتادوں گا، لیکن پندرہ دن وحی نہ آئی قریش یا مشرکین مکہ نے آپ کے متعلق بری باتیں کہنا شروع کردیں، آپ ان کی باتیں سن سن کر غمگین ہوتے، جیسا کہ اوپر علامہ سعیدی کے حوالہ سے ظاہر ہے تو ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو اپنی حیات شریفہ میں ایسی کوئی قدرت حاصل نہ تھی جس سے آپ غیب کی باتیں جان لیتے، اگر غیب جاننے کی قدرت ہوتی تو اتنی تکالیف کیوں اٹھانی پڑتیں؟"۔ [2]

الجواب: شیطان کی زیادتی علم ثابت کرنے کے لئے اس واقعہ کو پیش کرنا موصوف کی جہالت و بے دینی کی دلیل ہے اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ نزول قرآنِ مجید کی تکمیل کے ساتھ حضور ﷺ کو جزئی وکلی غیب حاصل ہوگیا تھا، یہ واقعہ بھی نزولِ قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے، بعد کا نہیں، لہٰذا اِس کو بطورِ دلیل پیش کرنا موصوف کی جہالت ہے۔ پھر موصوف نے کفارِ مکہ کی خفیہ سازش کا ذکر کیا ہے اور اُس میں لکھا ہے کہ:

"حضور علیہ السلام کو جبرائیل امین نے اس خفیہ میٹنگ کی اطلاع دی"۔ [3]

یعنی موصوف خُود بھی تسلیم کر رہے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے آپ

---

[1] دفاع، ج1 ص654، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج1 ص655، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[3] دفاع، ج1 ص656، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دیا گیا، لہٰذا موصوف کا اِستدلال دُرست نہیں رہا کیونکہ موصوف شیطان کی زیادتی علم کے قائل ہیں، وہ ذرا یہ بات بتائیں کہ ان کے نزدیک زیادتی علم کس طرح ثابت ہو رہی ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وممن حولک من الاعراب منافقون ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم (التوبۃ:۱۰۱)

اور تمہارے آس پاس بسنے والے دیہاتیوں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ مدینہ کے رہنے والے پکے ہو گئے ہیں نفاق میں، تم انہیں نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں انہیں۔

بریلوی جماعت کے ہم خیال پیر کرم شاہ صاحب الازہری اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

یعنی وہ اتنے ماہر منافق ہیں کہ اپنی بدباطنی (یعنی اندر کی خرابی) اور دلی خباثت کو کسی طرح ظاہر نہیں ہونے دیتے، کوئی بڑے سے بڑا زیرک (عقلمند) بھی اس پر مطلع نہیں ہو پاتا، اور تو اور آپ بھی اپنے نفس کی صفائی اور فراست کی تیزی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر انہیں نہیں پہچان سکتے، ہاں اللہ تعالیٰ سے ان کی فریب کاریاں پوشیدہ نہیں۔

(ضیاء القرآن ج۲ ص ۲٤،۲۵)

نتیجہ:

نمبر(۱) "لا تعلمھم " (آپ انہیں نہیں جانتے) القرآن نمبر(۲) اور تو اور، آپ بھی اپنے نفس کی صفائی اور فراست کی تیزی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر انہیں نہیں پہچان سکتے۔ (پیر کرم شاہ)

بریلوی جماعت کے علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی اس موقع پر لکھتے ہیں:

" حضور سے منافقین کا حال جاننے کی نفی باعتبار ماسبق ہے (یعنی اُس وقت تک آپ

منافقین کے حال کونہیں جانتے تھے جب تک کہ آپ کو بتا نہیں دیا گیا۔) اور اس کا علم بعد میں عطا ہوا، (خزائن العرفان: ص٢٤٢)

قارئین!

حضور علیہ السلام بھی مدینہ میں، اور منافقین بھی مدینہ میں، لیکن اُن کے نفاق یعنی ان کی اندرونی خباثت کا علم آپ کو نہیں"۔[1]

الجواب: یہ اعتراض بھی موصوف کی جہالت ہے، مشہور اُصولی عالم علامہ کرخی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"فان قلت کیف نفی عنہ علمہ بحال المنافقین ھنا. وأثبتہ فی قولہ: ﴿وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِي لَحۡنِ ٱلۡقَوۡلِ﴾ فالجواب: أن آیة النفی نزلت قبل آیة الإثبات. فلا تنافی اھ"۔[2]

"یعنی پس اگر تُو اعتراض کرے کہ یہاں پر منافقین کے حال کے علم کی نفی کیونکر کی گئی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِي لَحۡنِ ٱلۡقَوۡلِ﴾ میں تو علم کا اثبات کیا گیا ہے تو جواب یہ ہے کہ آیتِ نفی کا نزول آیتِ اثبات سے قبل کا ہے اِس لئے ان میں کوئی منافات موجود نہیں ہے"۔

یعنی قرآنِ کریم کی آیت ﴿وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِي لَحۡنِ ٱلۡقَوۡلِ﴾ میں منافقین کے حال کا علم ہونا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے ثابت ہے۔

پس موصوف کی یہ دلیل بھی تام نہیں ہوئی۔

---

[1] دفاع، ج1 ص 657۔658، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] الفتوحات الألهیة بتوضیح تفسیر الجلالین للدقائق الحنفیة، التوبة: 101، ج2 ص 313، دار احیاء التراث العربی، بیروت، وانظر: تفسیر حدائق الروح والریحان في روابي علوم القرآن، ج12 ص 24۔

صاحب "روح المعانی" نے تو اولیاء کرام کے لئے بھی علم ثابت کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"أن بعض الأولياء قدست أسرارهم كان يعرف البر والفاجر والمؤمن والكافر ويقول أشم من فلان رائحة الطاعة ومن فلان رائحة المعصية ومن فلان رائحة الإيمان ومن فلان رائحة الكفر".[1]

"یعنی بعض اولیاء کرام قدس سرہم کے اسراروں میں سے یہ بھی تھا کہ وہ نیک وفاجر کو پہچانتے، مؤمن وکافر کی انہیں پہچان حاصل ہوتی تھی اور کہتے تھے کہ مجھے فلاں شخص سے طاعت کی خوشبو آرہی ہے اور فلاں شخص سے معصیت کی بدبو، فلاں سے ایمان کی خوشبو آرہی ہے تو فلاں سے کفر کی بدبو"۔

غرض مذکورہ آیت کریمہ سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام کو منافقین کے احوال کا علم عطا کیا گیا، لہٰذا موصوف کا استدلال دُرست نہیں۔ اور کسی طرح بھی "براہین قاطعہ" والا کفر ان سے رفع نہیں ہوتا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"بریلوی جماعت کے شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

مسلم، امام بیہقی اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے، کہ کفار قریش نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھنی شروع کیں، آپ نے ان نشانیوں کو (سفر معراج کے موقعہ پر۔ قرآن) محفوظ نہیں رکھا تھا، سو آپ ان کے سوالات سے بہت پریشان ہوئے تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا وہ آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور آپ دیکھ دیکھ کر بیان فرماتے رہے"۔۔

---

[1] روح المعانی، ج13 ص 232، دار الکتب العلمیة-بیروت

الجواب: یہ حوالہ تو موصوف کے خلاف ہے اِس لئے کہ اس حوالے میں مشکوۃ شریف کی مندرجہ ذیل روایت کی جانب اشارہ ہے:

"عَن جَابِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ". مُتَّفق عَلَيْهِ". [1]

"یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، فرمایا: جب قریش نے میری تکذیب کی تو اُن کا جواب دینے کے لئے میں حجر میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالی نے بیت المقدس کو میری نگاہوں کے سامنے کر دیا، مَیں بیت المقدس کی نشانیوں کے متعلق ان کو خبر دے رہا تھا اور بیت المقدس کو دیکھ رہا تھا"۔

اس حوالے اور حدیث مبارکہ سے تو علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتا ہے۔ گنگوہی نے تو شیطان کی زیادتی علم کو تسلیم کیا۔

اِن حوالوں سے ہرگز "براہین قاطعہ" کی عبارت کی تائید نہیں ہوتی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"بریلوی جماعت کے امام مولوی احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

حدیث صحیح ہے کہ جبرائیل کل کسی وقت حاضری کا وعدہ کر کے چلے گئے دوسرے دن انتظار رہا، مگر وعدے میں دیر ہوئی، اور جبرائیل حاضر نہ ہوئے، سرکار باہر تشریف لائے، ملاحظہ فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام در دولت پر حاضر ہیں فرمایا کیوں، عرض کیا ۔۔۔۔رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا ہو یا تصویر ہو، (حضور) اندر تشریف لائے سب طرف تلاش کیا کچھ نہ تھا، پلنگ کے نیچے ایک کتے کا پلا (بچہ) نکلا،

---

[1] مشكاة المصابيح، بَابٌ فِي الْمِعْرَاجِ، ج3ص1614(5867)

اسے نکالا حاضر ہوئے"۔[1]

الجواب: موصوف نہ جانے یہ کیوں بھولے پھرتے ہیں کہ وہ بحث "براہین قاطعہ" کی عبارت پر کررہے ہیں جس میں گنگوہی نے شیطان کی زیادتی علم کو مانا ہے اور گستاخی کی ہے علامہ خفاجی اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"(أنَّ جميعَ من سَبَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم) بشتمِه (أو عابه) هو أعمُّ مِن السَّب، فإنَّ من قال: "فلانٌ أعلمُ منه صلى الله عليه وسلم". فقد عابه ونَقَصَه ولم يَسُبَّه..(فهو سابٌّ)..(وَالْحُكْمُ فِيهِ حُكْمُ السَّابِّ) ..(وَلَا نَسْتَثْنِي فَصْلًا)... أي.. صور..(ولا نمتري فيه تصريحا كان أو تلويحا)...[2]

"یعنی جو شخص نبی اکرم ﷺ کو گالی دے یا سب وشتم کرے یا عیب لگائے اور یہ عیب لگانا گالی دینے سے اعم ہے۔ پس جس شخص نے کہا کہ فلاں حضورِ اکرم ﷺ سے اعلم ہے، پس بے شک اُس نے حضورِ اکرم ﷺ کو عیب لگایا اور آپ ﷺ کی توہین کی، اگرچہ گالی نہ دی اور یہ تمام باتیں گالی دینے کے حکم میں ہیں، ان کے اور گالی دینے والے کے حکم میں کوئی فرق نہیں، نہ ہم اس سے کسی صورت کا استثناء کرتے ہیں، نہ اس میں شک وتردد کو راہ دیتے ہیں، اُس نے صاف صاف کہا ہو یا کنایہ سے"۔

ان سب احکام پر تمام علماء وائمہ فتویٰ کا اجماع ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک۔

اہم نکتہ: "براہین قاطعہ" کی عبارت میں شیطان کے لئے زیادتی علم کو تسلیم کیا گیا ہے، ہم کہتے ہیں کہ یہ بات گستاخانہ ہے، اس میں حضورِ اکرم ﷺ کی توہین کی گئی ہے۔ موصوف کے پاس اس عبارت کے دفاع میں ایک بھی دلیل نہیں، موصوف نے جو اِستدلال

---

[1] دفاع، ج 1 ص 660، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] نسیم الریاض فی شرح الشفا، ج 6 ص 146، دار الکتب العلمیۃ۔

کا طریقہ اختیار کیا ہے اُس میں واقعات درج کئے ہیں اور بزعم خُود ان واقعات کو شیطان کی زیادتی علم کی دلیل سمجھا ہے، مگر اِن کے منظور نعمانی دیوبندی صاحب تو لکھتے ہیں کہ:

"بہر حال قرآن اس حقیقت پر شاہد ہے کہ بعض غیر ضروری اور امور رسالت سے غیر متعلق علوم آنحضرت ﷺ کو نہیں عطا فرمائے گئے اور دوسروں کو حتی کہ مشرکوں اور کافروں کو وہ حاصل تھے لیکن اس کی وجہ سے ان دوسروں کو آنحضرت ﷺ سے زیادہ وسیع العلم کہہ دینا انتہائی بلادت اور اعلیٰ درجہ کی حماقت وضلالت ہے"۔[1]

جبکہ گنگوہی صاحب نے شیطان کو وسیع العلم قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔[2]

منظور نعمانی دیوبندی کی عبارت سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ گنگوہی حماقت اور ضلالت کا اِرتکاب کرنے والا ہے، جسے منظور نعمانی دیوبندی صاحب حماقت وضلالت قرار دے رہے ہیں اس عبارت میں وہ ہمارے نزدیک کُفر ہے کیونکہ گنگوہی نے شیطان کے لئے وسعت علمی تسلیم کی ہے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے وسعتِ علمی کی نفی کی ہے۔

پس موصوف "براہین قاطعہ" کی تائید کر کے منظور نعمانی دیوبندی صاحب کے مطابق بلادت، حماقت اور ضلالت کا اِرتکاب کر رہے ہیں۔

دیوبندی موصوف نے جو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

"حدیث صحیح ہے کہ جبرائیل کل کسی وقت حاضری کا وعدہ کر کے چلے گئے دوسرے دن انتظار رہا، مگر وعدے میں دیر ہوئی، اور جبرائیل حاضر نہ ہوئے، سرکار باہر تشریف لائے، ملاحظہ فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام دردولت پر حاضر ہیں فرمایا کیوں، عرض کیا۔۔۔۔رحمت

---

[1] فتوحات نعمانیہ، ص 364، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

[2] البراہین القاطعہ، ص 47، طبع محمد ہاشم علی فی المطبع الہاشمی، ۱۳۰۴ھ۔

کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا ہو یا تصویر ہو، (حضور) اندر تشریف لائے سب طرف تلاش کیا کچھ نہ تھا، پلنگ کے نیچے ایک کتے کا پلا (بچہ) نکلا، اسے نکالا حاضر ہوئے"۔[1]

موصوف بتائیں کہ اس واقعہ سے شیطان کی زیادتی علم کیسے ثابت ہو رہی ہے (نعوذ باللہ) دیوبندیوں کا عقیدہ تو زیادتی علم کا ہے جو "براہین قاطعہ" کی عبارت میں مصرح ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"مفتی احمد یار خاں گجراتی کا فتویٰ تو یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ فلاں کا علم حضور ﷺ سے زیادہ ہے وہ کافر ہے (جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے)"۔[2]

الجواب: یہ صرف مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ نہیں ہے، بلکہ پوری اُمت کے علماء کا اجماع بھی اِسی پر ہی ہے، اس کے متعلق سابق میں حوالہ ذکر ہو چکا ہے، اور خُود دیوبندیوں کے ٹانڈوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

"ہمارے نزدیک جو شخص حضور علیہ السلام سے کسی وقت میں وصف اعلمیت کی نفی کرے وہ مستوجب تکفیر و تفسیق ہے"۔[3]

دیوبندی موصوف کو حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ پر ناراض و نالاں ہونے کی ضرورت نہیں خُود اکابرین دیوبند میں سے حسین احمد ٹانڈوی کا بھی یہی نظریہ ہے جو اس نے اپنے دفاع کے سلسلہ میں لکھا تھا لیکن گنگوہی صاحب نے وصف اعلمیت کی نفی کی ہے اس لئے حسین احمد ٹانڈوی کے فتوے سے بھی گنگوہی مستحق تکفیر قرار پاتا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

---

[1] دفاع، ج1 ص660، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص661، مکتبہ ختم نبوۃ پشاور۔

[3] الشہاب الثاقب، ص93، میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی۔

" مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری جن کے سبب یہ سارا قصہ چل رہا ہے لکھتے ہیں:
تماشا یہ ہے کہ اصحاب محفل میلاد۔۔۔تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجلس مذہبی وغیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک وناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے

(انوار ساطعہ ص ۱۸۱)

خلاصہ یہ کہ؛

ہمارا دعویٰ صرف اتنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاں جہاں میلاد منائی جارہی ہے (جیسا کہ کراچی میں آج کل مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں اکٹھے جلوس نکالتے ہیں) صرف انہی مقامات پر حاضر ہوتے ہیں اور باقی جگہوں کا دعویٰ نہیں کرتے، لیکن اس کے مقابلہ میں ملک الموت اور شیطان زیادہ تر مقامات یعنی یوں سمجھو کہ پوری زمین پر حاضر ہوتے ہیں۔

حضرات گرامی!

آپ ٹھنڈے دل سے فیصلہ فرمائیں۔۔۔مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اس لئے کافر ٹھہرے کہ وہ ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بتلاتے ہیں۔۔۔۔جبکہ مولوی عبدالسمیع صاحب صاف صاف فرمارہے ہیں کہ ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات میں پایا جاتا ہے"۔[1]

الجواب : اس عبارت سے اگر "براہین قاطعہ" کی تائید ہورہی ہی یا موصوف کے مطابق اسی عبارت سے سارا قصہ چل رہا ہے تو پھر جب گنگوہی وانبیٹھوی کی تکفیر ہوئی اور علمائے اہلِ سنّت نے اِن کفریات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اُس وقت دیوبندیوں نے اس عبارت کو کیوں نہیں پیش کردیا۔

---

[1] دفاع، ج1 ص 662_663، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

مناظرۂ بہاولپور میں خلیل انبیٹھوی صاحب اس عبارت کو پیش کر دیتے انہوں نے خود اس عبارت کو پیش کیوں نہیں کیا، آخر کیا وجہ تھی ؟

الغرض اس عبارت کا مقصد یہاں بیان کر دیتا ہوں، حضورِ اکرم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ: "مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ، وَلاَ يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي". [1]

"یعنی جس نے حالتِ خواب میں میری زیارت کی وہ بیداری میں بھی میری زیارت کرے گا اور شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا"۔

تاریخ وسیرت کی کتابیں مطالعہ کی جائیں تو تاریخ کے اوراق میں توسینکڑوں خوش نصیب ایسے آپ کو ملیں گے جنہوں نے بارہا نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ حضورِ اکرم ﷺ کی تشریف آوری نعمت عظمیٰ و دولت بے بہا ہے، وہ اماکن مقدسہ انتہائی بابرکت اور مرکز انوار ہوتے ہیں، جہاں پر حضورِ اکرم ﷺ کی جلوہ گری ہوتی، اس عبارت کا تعلق بھی اسی جلوہ گری یعنی جسد مقدس سے تشریف آوری پر مبنی ہے یعنی ہم خاص خاص اماکن پر ہی اس جسمانی تشریف آوری کا دعویٰ کرتے ہیں اور وہ بھی جب کاملین وقت کو اس کا مکاشفہ ہوتا ہے، مگر افسوس کہ دیوبندی حاضر و ناظر کے اس مفہوم کو ماننے کے لئے بھی تیار نہیں (اور انہوں نے "تفویۃ الایمان" میں لکھ دیا کہ:

"میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں"۔ [2])

اس پر مولانا عبدالسمیع رامپوری علیہ الرحمہ نے دیوبندیوں پر مواخذہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک کفر و غیر کفر میں پایا جاتا ہے"۔ (پھر دیوبندی اس عقیدے پر کفر کا فتویٰ کیوں نہیں لگاتے)

---

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، بَابُ مَنْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي المَنَامِ، ج9ص 33 (6993) وغيره، عن أبي هريرة رضي الله عنه۔

[2] تقویۃ الایمان، ص88، مکتبہ نعیمیہ، مئو ناتھ بھنجن، یوپی، انڈیا

حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری علیہ الرحمہ کی عبارت بالکل واضح ہے اور اس میں کوئی بھی ایسی بات موجود نہیں، جس میں توہین کا شائبہ موجود ہو، باقی "براہین قاطعہ" کی عبارت قطعی طور پر کفرِ خالص ہے، یہی وجہ ہے کہ مناظرۂ بہاولپور میں خلیل انبیٹھوی نے اِس عبارت کو پیش نہیں کیا اور نہ ہی "المہند" میں بطورِ دلیل اس عبارت کو لکھا گیا۔

مرتضیٰ حسن دربھنگی اور منظور نعمانی دیوبندی نے اپنے جاہل مُریدوں کو یہ عبارت پکڑا دی تھی لیکن پھر بھی وہ گنگوہی کے ماتھے سے کُفر کے داغ کو نہ مٹا سکے کیونکہ "انوارِ ساطعہ" کی عبارت بالکل بے غبار ہے اور اِس سے کسی طرح بھی "براہین قاطعہ" کی تائید نہیں ہوتی۔

موصوف کی اپنی شہادت

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" آپ ٹھنڈے دل سے فیصلہ فرمائیں ۔۔۔ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اس لئے کافر ٹھہرے کہ وہ ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بتلاتے ہیں"۔

الجواب : جی ہاں! بالکل کیا ایسا عقیدہ کفر نہیں؟ جبکہ خُود دیوبندیوں نے "براہین قاطعہ" کی عبارت کے مندرجات کو بے ادبی قرار دیا ہے

شیطان کی وسعت علم نصوص سے ثابت جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کوئی نص نہیں کہنا سخت بے ادبی ہے

چنانچہ رفیع عثمانی دیوبندی صاحب سے سوال ہوتا ہے کہ:

" اگر کوئی شخص یہ کہے کہ شیطان کی وسعت علم نصوص سے ثابت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی نص قطعی نہیں، کیا ایسے شخص کا عقیدہ صحیح ہے؟۔

جواب: یہ بات واقعہ کے بھی خلاف ہے اور سخت بے ادبی ہے، اُس شخص پر لازم ہے کہ توبہ

واستغفار کرے"۔ [1]

اب "براہین قاطعہ" کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کورد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔ [2]

اب تو موصوف کو مان لینا چاہئے کہ "براہین قاطعہ" کی عبارت توہین اور گستاخی والی ہے بلکہ دیوبندی مفتی رفیع عثمانی صاحب کے بقول سخت بے ادبی ہے۔ مگر موصوف نے اسی توہین اور بے ادبی و گستاخی والی عبارت کی تائید اور دفاع میں پُورا زور بے جا صرف کرنے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ بے ادبوں اور گستاخی کے شر سے محفوظ رکھے، آمین۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"ایسے لوگوں کے بارے میں فقہائے کرام کا فتویٰ:

(۱)تزوج شهود وقال رسول خدای در فرشتگان را گواه کردم یکفر لانه اعتقدان الرسول والملک یعلمون الغیب ۔ وعن هذا قال علماء نا من قال ارواح المشایخ حاضرة یکفر ۔ (ماخوذ: حاشیہ فتاوی عالم گیری ج ٦ ص ٣٢٦ مکتبہ ماجدیہ عبید گاہ طوغی روڈ کوئٹہ

جس نے کہا میں نے نکاح میں فرشتوں اور رسول خدا کو گواہ کرتا ہوں اس نے کفر کیا، کیونکہ اس نے اعتقاد رکھا کہ فرشتے اور رسول غیب کا علم رکھتے ہیں۔ ہمارے علماء نے فرمایا کہ جس نے کہا کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہوتی ہیں وہ کافر ہوجائے گا۔

(۲)وفي الخانية والخلاصة لو تزوج بشهادة ورسوله لا ینعقد النكاح ویكفر الاعقاده ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعلم الغیب ۔ (ماخوذ: بحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۳

---

[1] فتاوی دار العلوم کراچی، ج 1 ص 232، ادارۃ المعارف، کراچی۔

[2] البراہین القاطعہ، ص 47، طبع محمد ہاشم علی فی المطبع الہاشمی، ١٣٠٤ھ۔

ص ۸۸ مصنف الشیخ ابوحنیفہ ثانی زین العابدین بن نجم الدین المصری متوفی ۹۷۰ھ)
یعنی بحوالہ قاضی خاں اور خلاصۃ الفتاویٰ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بنا کر نکاح کرے تو نکاح منعقد نہ ہوگا اور ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی اس اعتقاد کی وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے ہیں۔[1]

الجواب : ہم " کشف القناع " کی دُوسری جلد اور اسی سے اس جلد کے سابق میں وضاحت کر چکے ہیں کہ فقہاء نے تکفیر کا اِنکار کیا ہے مزید ملاحظہ فرمائیں:

حوالہ نمبر (1)

" خزانۃ الروایات" میں ہے کہ

"والصحیح انه لا یکون کفرا فی معدن الکنز بر پیغامبران اشیاء عرض کردہ می شود بس بکشف غیب بدانند".[2]

" اور صحیح یہ ہے کہ کفر نہ ہوگا، معدن الکنز میں ہے کہ پیغمبروں علیہم الصلاۃ والسلام پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں پس وہ کشف سے غیب جانتے ہیں"۔

حوالہ نمبر (2)

علامہ شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ:

قال فی التاترخانیة وفی الحجة ذکر فی الملتقط أنه لا یکفر لأن الأشیاء تعرض علی روح النبی وأن الرسل یعرفون بعض الغیب قال تعالی { عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه أحدا إلا من ارتضی من رسول } اھ، قلت بل ذکروا فی کتب العقائد أن جملة کرامات الأولیاء الاطلاع علی بعض

---

[1] دفاع، ج1 ص662، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] خزانۃ الروایات، ورق 230، مخطوط

المغیبات"۔ [۱]

" تارتار خانیہ اور حجہ میں ملتقط سے ذکر ہوا کہ یہ شخص کافر نہ ہوگا کیونکہ اشیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک پر پیش کی جاتی ہیں اور بے شک رسول بعض غیب جانتے تھے ارشاد ربانی ہے کہ ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا (26) إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ﴾ میں کہتا ہوں کہ کتب عقائد میں مذکور ہے کہ بعض مغیبات پر اطلاع منجملہ کرامات اولیاء ہے"۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے بطور نتیجہ لکھا ہے کہ:

" آپ نے پڑھ لیا کہ حضرات فقہاء احناف کے نزدیک یہ مسئلہ اتنا واضح اور بے غبار ہے کہ وہ بغیر کسی خوف اور (عطائی وغیر عطائی چکر کے) ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کو ہر جگہ حاضر و ناظر اور آپ) کے لئے صرف ایک نکاح کی جگہ میں علم غیب ثابت کرتا ہے"۔ [۲]

الجواب: دیوبندی موصوف کی اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ صرف ایک جگہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب تسلیم کرنا بھی دیوبندیوں کے نزدیک کُفر ہے، ویسے دیوبندی کہتے ہیں کہ بریلویوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو اللہ تعالیٰ کے مساوی و برابر کر دیا ہے، یہ شرک ہے، مگر اب معلوم ہوا کہ صرف ایک جگہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ماننا بھی دیوبندیوں کے نزدیک کُفر ہے، جبکہ دیوبندیوں کے امام سرفراز گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"**وثالثاً:** حضرات مفسرین کرامؒ نے اس جگہ کلی غیب نہیں بلکہ بعض غیب مُراد لی ہے، چنانچہ قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں کہ:

---

[۱] حاشیۃ ابن عابدین شامی، ج3 ص27، دار الفکر للطباعۃ والنشر

[۲] دفاع، ج1 ص663، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

"فَلا يُظْهِرُ عَلى غَيْبِهِ أَحَداً أي على غيبه المخصوص به علمه. إِلَّا مَنِ ارْتَضى لعلم بعضه حتى يكون له معجزة. (بیضاوی ج٦ ص٣٧٩)

" اللہ تعالیٰ اپنے غیب مخصوص پر جو اس کے علم کے ساتھ خاص ہے کسی کو مطلع نہیں کرتا، ہاں مگر اپنے بعض رسولوں کو اپنے بعض علم غیب پر مطلع کر دیتا ہے تا کہ یہ اس کے لئے معجزہ ہو جائے"۔

اور علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں کہ:

"إِلاَّ مَنِ ارتضى مِن رَّسُولٍ إلا رسولاً قد ارتضاه لعلم بعض الغيب ليكون إخباره عن الغيب معجزة له فإنه يطلعه على غيبه ماشاء"۔ (مدارک، ج٦ ص٣٧٩)

یعنی الا من ارتضی من رسول سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ رسول کو بعض علم غیب پر مطلع کر دیتا ہے تا کہ اس کا غیب کی خبر دینا معجزہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے غیب پر جتنا چاہتا ہے آگاہ کر دیتا ہے۔

اور علامہ ابو طاہر محمدؒ بن یعقوبؒ لکھتے ہیں کہ:

"إِلاَّ مَنِ ارتضى مِن رَّسُولٍ إلا من اختار من الرسل فانه يطلعه على بعض الغيب"۔
(تنویر المقیاس ج٦ ص٣٧٩)

"الا من ارتضی من رسول سے مراد یہ ہے کہ اپنے رسولوں میں سے جس کو اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اس کو بعض غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔

علامہ خازنؒ لکھتے ہیں کہ:

"إِلَّا مَنِ ارْتَضى مِنْ رَسُولٍ يعني إلا من يصطفيه لرسالته ونبوته فيظهره على ما يشاء من الغيب حتى يستدل على نبوته بما يخبر به من المغيبات فيكون ذلك معجزة له وآية دالة على نبوته"۔

(خازن ج٦ ص٣٧٩)

یعنی الا من ارتضی من رسول سے وہ رسول مراد ہے جس کو اللہ تعالی نے رسالت اور نبوت کے لیے انتخاب کرلیا ہو سو اس کو غیب میں سے جس حصہ پر چاہے مطلع کردیتا ہے تاکہ جب وہ غیب کی خبریں بیان کرے تو یہ اس کی نبوت کی دلیل اور بطورِ معجزہ کے واضح حجت ہو"۔

[**نوٹ**: اوپر نقل کردہ چاروں حوالوں کا "ج٦ ص٣٧٩" میں ہونا ہمارے پیش نظر نسخہ "ازالۃ الریب" میں لکھا ہے جو ہم نے نقل کردیئے ہیں، از ناقل]

اور اس کے قریب قریب الفاظ معالم التنزیل ج٤ ص١٩١ میں ہیں۔

اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ:

"إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَقْتَضِي اطِّلَاعَ الرَّسُولِ عَلَى بَعْضِ الْغَيْبِ"۔

(فتح الغیب، ج٨ ص٣٩٥)

مگر جس رسول کو اللہ پسند کرے کیونکہ یہ آیت چاہتی ہے کہ رسول بعض غیب پر مطلع ہو۔

اور علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ:

"إلا رسولاً قد ارتضاه لعلم بعض الغيب ليكون إخباره عن الغيب معجزة له"۔

(ارشاد الساری، ج١٠ ص٢٩٥)

"مگر جس رسول کو اللہ پسند کرے کیونکہ یہ آیت چاہتی ہے کہ رسول بعض غیب پر مطلع ہو"۔

اور علامہ ابو السعودؒ لکھتے ہیں کہ:

"أي رسولاً ارتضاهُ لإظهارِه على بعضِ غيوبه المتعلقة برسالته"۔

(ابو السعود ج٨ ص٣٤٣)

یعنی وہ رسول جس کو اللہ تعالی نے بعض غیوب پر مطلع کرنے کے لئے منتخب کرلیا ہو جو اس کی رسالت سے متعلق ہیں۔

اور علامہ آلوسی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:

" أي لكن الرسول المرتضى يظهره جل وعلا على بعض الغيوب المتعلقة برسالته"۔

(روح المعانی ج۲۹ ص۶۹)

یعنی مگر وہ رسول جو چن لیا گیا ہو اللہ تعالی اس پر بعض ایسے غیوب ظاہر کر دیتا ہے جو اُس کی رسالت سے متعلق ہوتے ہیں۔

اور شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

" پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود ہیچ کس را بوجہے کہ رفع تلبیس واشتباہ خطا بکلی دراں حاصل شود واحتمال خطا واشتباہ اصلاً نماند مگر کسی راپسندمی کند وآں کس رسول ے باشد خواہ از جنس ملک باشد مثل حضرت جبرائیل علیہ السلام وخواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد وموسی وعیسی علیہم السلام کہ اورا اظہار بر بعضے از غیوب خاصہ خودمی فرماید"۔

(تفسیر عزیزی پارہ۲۹ ص۲۰۵)

اور خانصاحب وغیرہ کی خود پسند تفسیر روح البیان میں بھی اس کی تصریح موجود ہے کہ:

ای الا رسولا ارتضاہ واختارہ لاظہارہ علی بعض غیوبہ المتعلقۃ برسالتہ اھ۔

(   )

یعنی مگر وہ رسول جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند کر لیا اور چن لیا ہو تا کہ اس کو بعض ایسے غیوب پر مطلع کر دے جو اس کی رسالت سے متعلق ہیں۔

اور اُن کی معتبر تفسیر صاوی میں ہے کہ:

الا رسولا ارتضاہ لاظہارہ علی بعض غیوبہ اھ۔ (ہامش جلالین ص۲۷۷)

یعنی وہ رسول جس کو اللہ تعالی نے اپنے بعض غیوب پر مطلع کرنے کے لیے چن لیا ہو۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضرات مفسرین کرامؒ آیت کے اس حصہ سے بعض علم

غیب ہی مراد لیتے ہیں"۔ [1]

دُوسری جانب موصوف خود لکھتے ہیں کہ:

"زید وعمرو وغیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلق بعض غیب کا علم ہے نہ کہ معاذ اللہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف"۔ [2]

ایک جگہ لکھا ہے کہ:

"کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو سب کو ہے جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آرہی ہے"۔ [3]

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ:

"مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے"۔ [4]

سرفراز گکھڑوی نے یہ تسلیم کیا کہ مفسرین بعض علم غیب کے قائل ہیں، تھانوی کی عبارت میں موصوف نے بعض غیب کا علم تسلیم کیا اور یہ بھی تسلیم کیا کہ مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے، مگر دُوسری جانب بحوالہ موصوف نے دعویٰ کیا کہ حضور علیہ الصلوۃ السلام کے لئے، صرف ایک نکاح کی جگہ میں علم غیب ثابت کرتا ہے اس کی فقہاء تکفیر کرتے ہیں، موصوف کے اس اُصول سے تمام مفسرین سرفراز گکھڑوی، تھانوی اور خُود موصوف کافر قرار پاتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"فقہاء کرام کی انہی عبارتوں کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے یہ لکھا ہے کہ: نمبر: (۱) شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔

---

[1] ازالۃ الریب عن عقیدۃ علم الغیب، ص 491 تا 496، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ۔

[2] دفاع، ج 1 ص 615، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[3] دفاع، ج 1 ص 613، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[4] دفاع، ج 1 ص 616، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

نمبر: (۲) فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔[1]

الجواب : فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی عبارات کب سے نص قطعی ہو گئیں یعنی موصوف کے نظریہ کے مطابق خلیل انبیٹھوی اور گنگوہی (کیونکہ "براہین قاطعہ" گنگوہی کی تصنیف ہے) اتنے جاہل اور احمق تھے کہ انہیں نص قطعی کے بارے میں علم نہ تھا کہ نص قطعی کیا ہوتی ہے، اور انہوں نے عبارات فقہاء کو نص قطعی سمجھ لیا۔ موصوف نے جو تاویل کی ہے اس کے مطابق ان دونوں کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔

فقہاءِ کرام کی عبارات ہم نے پیش کر دی ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی تصریح موجود ہے اور عدم تکفیر کا قول بھی موجود ہے اور خود سرفراز گکھڑوی وتھانوی اور موصوف کی عبارات بھی پیش کر دی گئی ہیں جن میں بعض علم غیب تسلیم کیا گیا ہے، مگر موصوف اِس کو کفر سمجھتے ہیں، لہٰذا موصوف کے فتوے سے تمام مفسرین کافر قرار پاتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"بوارق اللامیہ اور تقدیس الوکیل کے متعلق رضاخانی گپ: رضاخانی مولوی لکھتا ہے:

"مناظر اسلام مولانا غلام دستگیر قصوری نے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی سے اس کی کفریہ عبارات پر مناظرہ کر کے اس کو عبرتناک شکست دی تھی ...... براہین قاطعہ کا مستقل رد مولانا نذیر اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے بوارق اللامعہ کے نام سے تحریر فرمایا تھا جو اس وقت شائع ہوا تھا فقیر کے پاس موجود ہے"۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۱)

یہاں پر بھی جدی پشتی جھوٹ کا اظہار کیا گیا ہے غلام دستگیر قصوری کو اس مناظرے میں عبرتناک شکست ہوئی تھی تفصیل کے لئے تو آپ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری۔۔۔

---

[1] دفاع، ج 1 ص 664، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

کی سوانح "تذکرۃ الخلیل" ملاحظہ فرمائیں جس میں مختصراً اس مناظرے کی روئیداد مذکور ہے سردست اتنا عرض کریں گے کہ جس آدمی کو یہ شخص مناظر اسلام کہہ رہا ہے اس کی جہالت کا اقرار خود رضا خانی اکابر نے بھی کیا ہے تو جیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ جب قصوری صاحب کا مناظرہ ایک غیر مقلد سے ہونے لگا تو مدد کیلئے پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم کو بلایا جب پیر صاحب ان کے پاس پہنچے تو پھر کیا ہوا خود پیر صاحب کی زبانی پڑھیں:

"الغرض حسب وعدہ میں وہاں پہنچا تو اچانک مولوی غلام دستگیر صاحب تشریف لائے اس سے پہلے مولوی صاحب کا میرے ساتھ کوئی تعلق وتعارف نہ تھا میں نے خلوت میں بطور علمی تحقیق کے مولوی صاحب سے ایک بات دریافت کی کہ مولوی صاحب اگر مباحثہ میں مخالف یہ اعتراض کرے تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا مولوی صاحب خاموش ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کا سرمایہ علمی نہ ہونے کے برابر ہے"۔

(ملفوظات مہریہ، ص۲۹)

لو جی جب خود تسلیم ہے کہ مباحثہ میں فریق مخالف کے سوالات کا کوئی معقول جواب اس کے پاس نہیں اور علمی سرمایہ نہ ہونے کے برابر ہے تو اس آدمی نے خاک زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری۔۔۔کو شکست دی ہوگی؟ پھر اس مناظرے میں اس آدمی کی حالت اور مناظرے کی حالت خود پیر صاحب نے یوں بیان کی:

میں نے درایۃً محسوس کیا کہ معاملہ ہاتھ سے جاتا معلوم ہوتا ہے اس لئے میں نے ڈپٹی صاحب کو مخاطب کر کے کہا"۔ (ملفوظات، ص۲۹)

یاد رہے کہ اس مباحثہ میں فریق مخالف ایک نابینا غیر مقلد عالم تھے اور مباحثہ بھی کسی پیچیدہ علمی نکتہ ومسئلہ پر نہ تھا بلکہ حدیث میں "قریۃ" کا لفظ دکھانے پر تھا مگر خود پڑھ لیں کہ بریلویوں کا یہ مناظر اسلام کس طرح ایک نابینا عالم کے سامنے چاروں شانے چت پڑا ہوا ہے اور پیر صاحب جن کو ثالث بنایا گیا تھا ان کو بیچ میں کودنا پڑا۔ آگے ملاحظہ ہو:

" جب مجلس برخاست ہوئی اور ہم وہاں سے نکلے تو مولوی غلام دستگیر صاحب نہایت شکر یہ ادا کرنے لگے اور اثنائے راہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے کہ اللہ تعالی نے آپ کو میرے لئے تائید غیبی بنا کر بھیج دیا ورنہ کام مشکل تھا"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف ذرا اپنے گھر کا حوالہ پڑھ لیں، ابن سعود نے ۱۹۲۶ء مؤتمر عالم اسلامی طلب کی تھی جس میں دیوبندیوں کے شبیر احمد عثمانی، وکفایت اللہ دہلوی اور دیگر کچھ لوگ شریک ہوئے تھے۔

انور شاہ کشمیری دیوبندی سے پوچھا گیا کہ یہ ناکام کیوں ہوئی تو انور شاہ کشمیری دیوبندی نے کہا کہ:

" ملک میں ذوق کی کمی تھی اور علماء میں علم کی"۔ [2]

کون سے علماء میں علم کی کمی تھی اِس کی بابت اُس کے ملفوظات میں لکھا ہوا ہے کہ:

" اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء میں علم کی کمی تھی بلکہ یُوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ نہ صرف نجدی علماء میں بلکہ ہمارے علماء میں بھی کمی تھی"۔ [3]

پھر مزید لکھتے ہیں کہ:

" حضرت مولانا شبیر احمد صاحبؒ اور آپ کے اہل علم رفقاء سے ایک چوک یہ بھی ہوگئی کہ جب مولد نبوی کا مسئلہ پیش ہوا تو طبرانی و بزار وغیرہ کے حوالے سے حدیث اسراء پیش کی جس میں حضور علیہ السلام کا بیت اللحم میں براق سے اتر کر دو رکعت پڑھنا مروی ہے یعنی یہاں صرف اس لئے اترے اور نماز پڑھی تھی کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی جائے ولادت ہے جس کے بارے میں پہلے ہی سے علامہ ابن القیم نے زاد المعاد 2/47 میں

---

[1] دفاع، ج1 ص656_666، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] ملفوظات محدث کشمیری، ص155، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[3] ملفوظات محدث کشمیری، ص158، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

پیش بندی کر رکھی تھی کہ بیت اللحم میں اترنے اور نماز پڑھنے کی حدیث سرے سے ثابت ہی نہیں ہے۔

اس وقت ہمارے علماء کو صرف طبرانی و بزار وغیرہ کے حوالہ پر اقتصار نہیں کرنا تھا بلکہ ڈنکے کی چوٹ پر کہتے کہ بیت اللحم میں اترنے اور نماز پڑھنے کی حدیث صحیح و قوی تو نسائی شریف میں بھی موجود ہے جس کا درجہ صحت و قوت میں رجال میں زیادہ شدت کی وجہ سے بعض جگہ بخاری شریف سے بھی اوپر مانا گیا ہے اور اس حدیث کے بھی سارے رجال امام نسائی کے ثقہ و ثبت ہیں پھر اس کو علامہ ابن القیم "ولم یصح ذالک عنه البتة" کیسے کہہ سکتے ہیں؟ مسجدی علماء تو خوش ہو گئے ہوں گے کہ موتمر میں آنے والے دنیائے اسلام کے سارے علماء ہی حدیث نسائی سے ناواقف ہیں اور ابن القیم کی بات خوب بن گئی۔

واضح ہو کہ بیت اللحم میں اتر کر نماز پڑھنے کی حدیث نسائی کے علاوہ بزار، ابن ابی حاتم، طبرانی و بیہقی میں بھی تصحیح کے ساتھ ہے اور خصائص کبری سیوطی ۱۵۴/۱ اور زرقانی شرح مواہب ۶/۳۹ میں بھی درج ہے حضرت تھانویؒ کی نشر الطیب، ص؛ ۳۴، اور سیرة المصطفیٰ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ اور سیرۃ کبری رفیق دلاوری ص ۶٤۱ میں بھی موجود ہے"۔[1]

اس حوالے میں انور شاہ کشمیری دیوبندی نے شبیر عثمانی اور کفایت اللہ دہلوی کی کمی علم کا رونا رویا ہے حالانکہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے "مسلم شریف" کی شرح لکھی ہے جس کے سبب دیوبندی اسے محدث کبیر سمجھتے ہیں اور اسی طرح کفایت اللہ دہلوی کی تعریف میں بھی رطب اللسان نظر آتے ہیں، مگر انور شاہ کشمیری دیوبندی نے ان کی کم علمی کا رونا رویا ہے، یہاں تک کہ مجد کے کم علموں کے سامنے بھی ان کی کم علمی ظاہر ہو گئی، اور نسائی کی حدیث سے بھی

---

[1] ملفوظات محدث کشمیری، ص 157، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

یہ لوگ غافل تھے۔

پس کیا موصوف اپنے ان مولویوں کی کم علمی کا اعتراف کریں گے؟ تو جو جواب موصوف اس حوالہ کا دیں وہ ہماری طرف سے اسی اعتراض کے جواب میں رَقم کرلیں۔ باقی بہاولپور میں خلیل احمد انبیٹھوی کا شکست کھانا اور وہاں سے بھاگ آنا روز روشن کی طرح عیاں ہے، خلیل احمد انبیٹھوی کی شکست کی داستان اُس زمانے میں ریاست سے نکلنے والے" صادق الاخبار" میں بھی شائع ہوئی تھی،" تقدیس الوکیل" میں پوری روئیداد مرقوم ہے۔

دیوبندی موصوف کا" تذکرۃ الخلیل" کی طرف مراجعت کا کہنا تو واضح ہو کہ عبارتِ مذکورہ کے متعلق" تذکرۃ الخلیل" میں بھی کوئی تیر نہیں مارے جاسکے، نہ ہی کوئی خاص بات لکھی ہوئی ہے، اس سے بھی خلیل احمد انبیٹھوی کی عاجزی و بے بسی ہی ظاہر ہوتی ہے۔

الغرض" تقدیس الوکیل" میں اس عبارت کا توہین ہونا بدلائل ثابت کیا گیا ہے اور علمائے عرب و عجم نے بھی اس کو توہین ہی سمجھا ہے۔

"البوارق اللامعہ"

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

" جہاں تک مولوی نذیر احمد رامپوری صاحب مرحوم کی بات تو ان کی" بوارق اللامہ" الحمدللہ اس راقم کے پاس بھی موجود ہے اور اس کتاب میں موصوف دار العلوم دیوبند اور اس کے بانی حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

" مجھ کو خوف اس کا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم نے جو دیوبند کے مدرسہ کی تعمیر فرمائی اہل اسلام کو علم دین کی راہ بتائی"۔ (بوارق اللامیہ، ص ۲۴ مطبوعہ ممبئی)

کیوں جناب آپ تو دار العلوم دیوبند کو معاذ اللہ اسلام دشمن مدرسہ اور حجۃ الاسلام کو گستاخ کہتے ہیں یہ تو انہیں مرحوم اور اہل اسلام کو علم دین کی راہ بتلانے والا کہہ رہے ہیں اب رد آپ کا کیا یا ہمارا؟ ان کا یہ نظریہ تسلیم کیوں نہیں؟ الحمدللہ کاشف صاحب ہم آپ کی طرح دد

تین اردو کی کتابیں پڑھ کر گھر کے مناظر نہیں بنے بیٹھے ہیں جس بنیاد پر کھڑے ہیں پتھر سے زیادہ مضبوط ہے ہمارے سامنے سوچ سمجھ کر بات کیا کریں"۔[1]

الجواب: موصوف کی حالت تو یہ ہے کہ کتاب کا نام بھی پتا نہیں، موصوف نے تین مرتبہ کتاب کا نام لکھا اور تینوں جگہ غلط لکھا ہے جیسا کہ موصوف نے لکھا کہ:

(1)"بوارق اللامیہ"۔[2]

(2)"بوارق اللامہ"۔[3]

(3)"بوارق اللامیہ"۔[4]

جبکہ مولانا نذیر احمد خان رامپوری ﷬ کی تصنیف کا نام "البوارق اللامعه علی من اراد اطفاء الانوار الساطعه۔۔۔" ہے، اس کے باوجود موصوف دعویٰ کرتے ہیں کہ:

"الحمد للہ کاشف صاحب ہم آپ کی طرح دو تین اردو کی کتابیں پڑھ کر گھر کے مناظر نہیں بنے بیٹھے ہیں، جس بنیاد پر کھڑے ہیں پتھر سے زیادہ مضبوط ہے، ہمارے سامنے سوچ سمجھ کر بات کیا کریں"۔[5]

گویا موصوف کو کتاب کا صحیح نام تک علم نہیں مگر موصوف کی ڈینگیں ہیں کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتیں، موصوف تعلّی سے کام نہ لیتے تو ہم صرفِ نظر کرتے مگر موصوف کو تعلّی کا آئینہ دکھانے کے لئے یہ نقد کی ہے۔

---

[1] دفاع، ج1ص666۔667، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[2] دفاع، ج1ص664، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[3] دفاع، ج1ص666، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[4] دفاع، ج1ص667، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[5] دفاع، ج1ص667، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

حضرت مولانا نذیر احمد خان رامپوری رحمہ اللہ بھی "تحذیر الناس" کے مندرجات کو کفریہ قرار دیتے ہیں، ان کے حوالے ملاحظہ فرمائیں، آپ لکھتے ہیں کہ:

"دیکھو مولوی قاسم نے اثر عبداللہ بن عباس فی کل ارض نبی کنبیکم الخ کو حجت اس امر کی قرار دی ہے کہ چھ محمد دوسرے طبقات زمین میں سوائے آنحضرت [صلی اللہ علیہ وسلم] کے تھے، اور وہ بھی نبی تھے اور یہ اعتقاد چھ محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] ہر طبقہ زمین جانیکا اس سے ثابت کیا اور اس اثر میں تاویل کرنے والے کو فرقہ بدعیہ میں شمار کیا اور خود آیت قرآنی "خاتم النبیین" میں تمام امت کے خلاف تاویل کے باوجودیکہ قاعدہ یہ ہے کہ تعارض کے وقت مابین حدیث حادو آیت قرآنی کے حدیث میں تاویل کرنا چاہیے تو اس وقت گنگوہی یا دوسرے کسی وہابیہ نے یہ نہ کہا کہ ایسے اثر سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا ہے اور باب عقائد میں یہ مقبول نہیں ہے خصوصاً وقت مناقضت کے اُس عقیدہ سے جو موافق قرآن و اجماع کے ہے اس وقت یہ گنگوہی ان تمام امور کو فراموش کرلیا اور مولوی قاسم چونکہ اس کے مقتداؤں میں سے تھے ان کو ایسا جواب نہ دیا"۔ [1]

اور حضرت مولانا نذیر احمد خان رامپوری رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"تیرھویں صدی کے بعض لوگوں نے "خاتم النبیین" کے ایسے معنی گھڑے تھے کہ اُس پر یہ امر متفرع کیا تھا کہ لاکھوں انبیاء اس طبقہ زمین یا اور طبقہ زمین پر پیدا ہوویں تو منافی خاتمیت نہ ہوگا اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو متصف بوصف نبوت بالذات اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بالعرض بواسطہ فی العروض لکھا تھا جس سے لازم آتا ہے کہ دوسرے انبیاء کی طرف نسبت مجازاً ہے نہ حقیقۃً اور سلب نبوت دوسرے انبیاء علیہم السلام

---

[1] البوارق اللامعہ، ص358۔

الحمد للہ! فقیر حضرت مولانا نذیر احمد خان رامپوری کی کتب و رسائل پر کام کر رہا ہے اگر اللہ تعالی کو منظور ہوا تو کچھ عرصہ بعد تخریج و حواشی کے ساتھ وہ قارئین کے سامنے ہوں گی۔

سے درست ہے باعتبار حقیقت کے اس لئے کہ جو چیز مجازاً منسوب ہوتی ہے اس کا سلب باعتبار حقیقت درست ہوتا ہے چنانچہ زید کو مجازاً اسد و شیر کہہ دینا درست ہے اور باعتبار حقیقت کے سلب بھی اسد و شیر کا زید سے جائز ہے بایں طور کہ کہیں زید اسد و شیر نہیں۔ پس ایسے ہی جب مجازاً نسبت نبوت کی جب دُوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرف ہوئی اور باعتبار مجاز کے یہ کہنا درست ہوا کہ مثلاً موسیٰ (علیہ السلام) نبی ہیں باعتبار حقیقت کے سلب نبوت کرنا اور یہ کہنا بھی درست ہو جائیگا کہ موسیٰ علیہ السلام نبی نہیں ہیں اس قول کے کفر ہونے میں کیا کلام ہے ایسے حالات ان لوگوں سے ظاہر ہوتے ہیں خدا تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے حالات سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔[1]

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مولانا نذیر احمد رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح قاسم نانوتوی کے عقیدہ فاسدہ کا رد فرمایا ہے اور اس عقیدہ کو کفر قرار دیا ہے، پھر بھی اگر دیوخانی صاحب بضد ہوں کہ مولانا نذیر احمد رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نانوتوی کے مداح ہیں تو پھر ان کی مرضی۔

پس ثابت ہوا کہ موصوف نے حضرت مولانا نذیر احمد خان رامپوری کی کتاب "البوارق اللامعہ" کا مطالعہ ہی نہیں کیا، بس کسی سارق سے سرقہ کر کے حوالہ لکھ مارا، اگر مطالعہ کیا ہوتا تو انہیں یہ سب لکھنے کی جرأت نہ ہوتی۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ موصوف نے محض چند حوالہ جاتی کتب و رسائل کو سامنے رکھا ہے اور ان کے سہارے اپنے گھر میں بیٹھے دیوبندیوں میں مناظر بن بیٹھے ہیں۔

---

[1] (بوارق لامعہ، ص65) ملاحظہ فرمائیں: دافع ازالۃ الوسواس، ص430-431

قارئین کرام! آئندہ صفحات میں آپ رسالہ" استحباب القیام" اور" دحض الفضول" کو ملاحظہ کریں گے ان دونوں رسالوں میں گنگوہی کی مندرجہ ذیل عبارت کا شد و مد سے رد کیا گیا ہے اور گنگوہی کو احمق، ردی، ضال و مضل اور سوء خاتمہ والا قرار دیا گیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ دونوں رسالے" المہند" کے بعد کی تصنیف ہیں، گنگوہی کی توہین آمیز عبارت ملاحظہ کریں

" یا یہ وجہ ہے کہ روحِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائی اس کی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوعِ ولادت شریف کے ہونا چاہئے، اب ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے، پس یہ ہر روز اعادۂ ولادت تو مثل ہنود کے ہے سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے ہے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں، معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور یہ خود حرکت قبیح قابل لوم و حرام و فسق ہے بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے وہ تاریخ معین پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی قید نہیں جب چاہیں یہ خرافات فرض بناتے ہیں اور اس اَمر کی شرع میں کہیں نظیر نہیں ہے کہ کوئی اَمر فرض ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جاوے، بلکہ یہ شرع میں حرام ہے اس کا کلام پُورا ہوا۔

(فتاویٰ میلاد شریف وعرس و میلاد، ص ۱۳ مطبوعہ اصح المطابع لکھنؤ ماہ اکتوبر ۱۹۱۷ء۔ فتاویٰ میلاد شریف مع دیگر فتاوی ص ۱۳-۱۴، مطبع ہاشمی میرٹھ)

گنگوھی کے مطبوعہ فتوی کے عکس ملاحظہ فرمائیں

Ahmad Ali Saharanpuri

فتاوی میلاد شریف وغیرہ

Fatawa milad sharif

از مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری و حضرت مولانا رشید احمد

صاحب محدث گنگوہی مدفیوضہم

بتصحیح ونظر ثانی بندہ سید محمد جعفر علی نگینوی مقیم لکھنو محلہ تلو چبورہ

ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۱۴ء عیسوی

باہتمام محمد قادر بخش مالک و مہتمم مطبع

اصح المطابع واقع لکھنؤ طبع شد

محلہ تھوی ٹولہ

دیتا یا اگر قیام بھی مانے تو واجب سنت مستحب تو کسی طرح نہیں ہوسکتا کیونکہ واجب کیلئے نص قطعی الثبوت قطعی الدلالت یا ظنی الثبوت قطعی الدلالت ثابت ہوئے اور یہاں قیام کے باب میں کوئی نص ظنی نہیں تو نہ سنت ثابت اور سنت اُس حکم کو کہتے ہیں کہ حضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی یا خلفاء راشدین کی اس پر ثابت ہوئے اور قیام کے باب میں جب کچھ ثبوت ہی نہیں اور فعل اسکا ایک بار بھی ثابت نہیں تو سنت کیا مستحب مندوب بھی نہیں ہوسکتا۔ نہایت الامر اگر کوئی غرق بدعت ہی کہے تو جواز اباحت تک نوبت آویگی مگر مباح کو سنت یا واجب جاننے سے پھر بدعت منکر ہو جاویگا جیسا کہ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ اور روایت عالمگیریہ سے واضح ہوگیا۔ بہرحال اس قیام کو واجب کہنا حرام ہے اور کہنے والا فاسق مرتکب کبیرہ کا ہے کیونکہ جس فعل کو شارع منع فرمائے وہ اسکو واجب کہتا ہے تو محض مخالفت شریعت غرا کی ہوئی۔ قال اللہ تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جہنم وساءت مصیرا۔ ترجمہ جو شخص مخالفت کرے رسول کی بعد ظاہر ہونے ہدایت کے اور تابع ہو غیر راہ مسلمانوں کے ہم حوالہ کرینگے اُسکے جسکو اسنے لیا اور داخل کرینگے ہم اُسکو جہنم میں اور بُرے ٹھکانے پہنچا۔ الحاصل قیام وقت ذکر ولادت کی یا یہ وجہ ہے کہ یہ لوگ کسی روایت ضعیفہ کو سند جواز کرتے ہیں یا کسی قول و فعل کسی بزرگ سے متمسک ہوتے ہیں سو معلوم ہوچکا کہ موضوعات اور اقوال و افعال بزرگان سے مذہب جواز ثابت نہیں ہوتا جب تک کوئی دلیل شرعی نہ ملے۔ تو اسکو بدعت ہی کہینگے استحباب وغیرہ کا ثبوت نہیں ہے جو بلکہ ہم خود ثابت کرچکے ہیں تو تاہم در صورت واجب ہو کر جاننے کے بدعت ہو جاویگا۔ یا یہ وجہ ہے روح پاک علیہ السلام کی جو عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائی اُسکی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ کے ہونا چاہیے اب ہر روز کونسی ولادت مکرر ہوتی ہے پس یہ ہر روز اعادہ ولادت تو مثل ہنود کے ہے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے ہے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں، معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور یہ خود حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہے بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے وہ تاریخ معین پر کرتے ہیں انکے یہاں کوئی قید نہیں جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں اور ایسے امر کی شرع میں کہیں نظیر نہیں کہ کوئی امر

ما آتیکم الرسول فخذوہ وما نہیکم عنہ فانتہوا

از مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ و مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی

فتویٰ میلاد شریف

(یعنی مولود)

مع

دیگر فتاویٰ

حسب فرمائش استاد شمس الدین صاحب مجمی

مطبع ہاشمی میرٹھ میں باہتمام محمد ہاشم علی کے چھپا

کتبہ محمد محسن عفی عنہ

محض حماقت ہے کیونکہ اس وجہ مین قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ کے ہونا چاہیئے اب ہر روز
کونسی ولادت مکرر ہوتی ہے پس یہہ ہر روز اعادہ ولادت تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنھیا کی ولادت
کا ہر سال کرتے ہین یا مثل روافض کے نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہین معاذ اللہ سانگ آپکی
ولادت کا ٹھیرا اور یہہ خود حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہے - بلکہ یہہ لوگ اوس قوم سے بڑھکر ہوگئے
وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہین ان کے یہان کوئی قید نہین جب چاہین یہہ خرافات فرضی بناتے ہین
اور اس امر کی شرع مین کہین نظیر نہین کہ کوئی امر فرضی ٹھیرا کر حقیقت کا معاملہ اوس کے ساتھہ کیا جاوے
بلکہ یہہ شرع مین حرام ہے لہذا اس وجہ سے یہہ قیام حرام ہوا اور موجب تشابہ کفار و فساق کا ٹھیرا ایسا
یہہ وجہ ہے کہ ان مبتدعین کے زعم فاسد مین روح پر فتوح علیہ الصلوٰۃ کی اس مجلس پر شر و محل معاصی
اور غیر مشروعات اور مجمع فساق و فجار و معتبر بدعات و شرور مین تشریف لاتی ہے معاذ اللہ تو اگر یہہ عقیدہ
ہے کہ آپ عالم غیب ہین تو یہ عقیدہ خود شرک ہے - قرآن مین ہے - وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا
الا ہو الخ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء الخ - یعنی اللہ ہی کے پاس ہین
کنجیین غیب کی سوا اوسکے اونکو کوئی نہین جانتا الخ اور اگر مین جانتا غیب کو تو بہت کچھہ ذخیرہ خیر کا
کر لیتا اور برائی مجکو نہ چھوتی - الخ - پس باین عقیدہ قیام کرنا خود شرک ہوگیا اور جو عالم غیب نہین کہتے
مگر دوسری دلیل سے حجت تشریف آوری کی ہے تو خوب سمجھلو کہ باب عقاید مین نص قطعی واجب ہے احاد
و ظنیات کا اس عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہین ہوسکتا چہ جاے کہ ضعاف و موضوعات سے تو باب تشریف
آوری مین کونسی روایت قطعی ہے جس پر یہہ عقیدہ کیا جاوے تو بس یہہ عقیدہ محض اتباع ہوا و کید شیطان
ہے ایسی صورت مین یہہ قیام باین زعم گناہ کبیرہ ہوویگا - الحاصل یہہ قیام صورت اولے مین بدعت
و منکر اور دوسری صورت مین حرام و فسق تیسری صورت مین کفر و شرک چوتھی صورت مین اتباع ہوا و کید
ہوتا ہے پس کسی وجہ سے شرع مین جایز نہین پھر اوسکو واجب کہنا صریح مخالفت شارع کی کرکے کافر و
فاسق بنتا ہے - نجانا اللہ تعالیٰ فقط واللہ تعالیٰ اعلم - اور اس تقریر سے اہل فہم کو یہہ بھی واضح
ہوگیا کہ خود یہہ مجلس میلاد ہمارے زمانہ کی بدعت و منکر ہے اور شرعاً کوئی صورت جواز اسکی کی نہین ہوسکتی

"المھند" کے بعد بھی عرب علماء نے اکابرینِ دیوبند کو ضال ومُضل اور مُلحد قرار دیا

قارئین کرام! اکابرینِ دیوبند کی گستاخانہ عبارات کو نہ صرف برصغیر پاک وہند کے علمائے اہل سنّت نے کفر قرار دیا، بلکہ عرب علماء نے بھی ان کے کُفر ہونے پر مہر تصدیق ثبت کی، جس کا ثبوت "حسام الحرمین" وغیرہ کی صورت میں موجود ہے۔

"حسام الحرمین" کے بارے میں دیوبندیوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ عرب علماء کے سامنے اُدھوری عبارات پیش کی گئیں تھیں اور "المھند" کے بعد عرب علماء نے اپنے فتوے واپس لے لئے تھے۔ اُدھوری عبارات والے اعتراض کا دندان شکن جواب تو ہم سابقہ صفحات میں قلمبند کر چکے ہیں اور جہاں تک بات ہے "المھند" کی تو یہ بھی جھوٹ کا ایک پلندہ ہے۔ دیوبندیوں نے ملمع سازی کے ذریعے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اپنے کُفریات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی، مگر ان کی بگڑی پھر بھی نہ بنی۔ بہرکیف دیوبندیوں کے اس اعتراض کو آخری انجام تک پہنچانے کے لئے ہم یہاں عرب علماء کے دو رسالوں کا ذکر کرتے ہیں جو گنگوہی کی سانگ کنھیا والی عبارت کے رد میں لکھے گئے ہیں۔

گنگوہی کا ایک فتوی میرٹھ سے شائع ہوا جس میں گنگوہی نے محفل میلاد میں قیام کو ناجائز قرار دیا اور قیام بوقت ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سانگ کنھیا کی ولادت قرار دیا (نعوذ باللہ) گنگوہی کی مکمل غلیظ عبارت آئندہ صفحات میں آئے گی (ان شاء اللہ)

گنگوہی کی اس بے ہودہ بکواس اور ہذیان کا علماء نے سخت نوٹس لیا۔ دیوبندیوں نے اپنی گستاخی پر پردہ ڈالنے کے لئے "المھند" کے بائیسویں سوال کے جواب میں اسے مبتدعین دجالوں کا بہتان قرار دیا ہے (حالانکہ دجال تو وہ خود تھے کہ اپنی ہی تحریر کا انکار کر کے عوام الناس کو دھوکہ دے رہے تھے) آئندہ صفحات میں اصل عبارت موجود ہے، عوام خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر حقیقت معلوم کر سکتے ہیں۔

ہمارے پیش نظر عرب علماء کے دو رسالے گنگوہی کی اسی عبارت کے رد میں ہیں جن میں گنگوہی کو ضال، مضل اور ملحد قرار دیا گیا ہے۔

دیوبندی کہتے ہیں کہ "المھند " کے بعد عرب علماء نے اپنے فتوے واپس لے لئے تھے مگر ہم نے جو دو رسالوں کا ذکر کیا ہے یہ "المھند " کے بعد کی تصنیف ہیں۔ خلیل انبیٹھوی نے "المھند " بقول قاضی مظہر ۱۳۲۵ھ میں تحریر کی، ملاحظہ فرمائیں [1]

اور گنگوہی کے رد میں لکھا گیا رسالہ "استحباب القیام عند ذکر ولادتہ" محرم الحرام 1330ھ میں تحریر ہوا۔ یعنی "المھند " کے پانچ سال بعد

اور لطف کی بات یہ ہے کہ اسی شیخ محمود عطار رحمۃ اللہ علیہ کو خلیل انبیٹھوی نے "المھند " میں بایں القاب یاد کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

صاحب المناقب العلیة والمفاخر البهیة ذی الراء الصائب والفهم الثاقب جامع التحقیق والتدقیق معلم الحق والتصدیق حضرة الشیخ محمود رشید العطار لا زوال فی نعم الملك الغفار التلمیذ الرشید للشیخ بدر الدین المحدث الشامی دامت برکاته"۔ [2]

اسی شیخ عطار نے، جس کو خلیل انبیٹھوی نے بایں القاب یاد کیا اور اُس سے تقریظ بھی لی، گنگوہی کی عبارت کا شدید رد کیا اور گنگوہی کو جاہل، احمق و گمراہ قرار دیا۔

یہ رسالہ تو "المھند " کے بعد کی تصنیف ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ بزعم خُود دیوبندیوں نے علمائے عرب کے سامنے جو ملمع سازی اور فنکاری کرنے کی کوشش کی اس کو علمائے عرب نے رد کر دیا۔ "المھند " کے بعد بھی علمائے عرب نے گنگوہی کو ضال مضل اور بے دین قرار دیا یہ

---

[1] المھند ، ابتدائیہ: اکابر دار العلوم کا اجمالی تعارف، ص 15، مطبوعہ المیزان ناشران وتاجران کتب، لاہور

[2] المھند علی المفند، ص 115، مطبوعہ المیزان ناشران وتاجران کتب، لاہور

سعی کی وجہ سے اپنی تقریظ کو بحیلہ تقویت کلمات لے لیے اور پھر واپس نہ کیا"۔[1]

یعنی دیوبندیوں کی"المہند" کی تقریظات وتصدیقات واپس شُدہ ہیں نہ کہ "حسام الحرمین" کی۔

نوٹ: المہند کی تقریظات پر حوالہ کی روشنی میں کلام کیا گیا ہے ورنہ ہمارا تو قوی گمان ہے کہ خلیل انبیٹھوی نے اپنے گھر بیٹھ کر کتر و بیونت کر کے ساری رام کہانی بنائی ہے جس پر شیخ عطار کا رسالہ گواہ ہے۔

الجزائری نے گنگوہی کو احمق، ردّی اور اس کے کلام کو قبیح قرار دیا اور اس پر عدم توجہ کی صورت میں اندیشہ سُوءِ خاتمہ کا اظہار کیا۔ بہرکیف ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ "المہند" کے بعد بھی علمائے عرب نے دیوبندی نظریات کا شدید رد لکھا۔ بقول دیوبندی زعماء علمائے عرب نے خُود استفتاء کیا تھا جس کے جواب میں خلیل انبیٹھوی نے "المہند" لکھی، اگر ایسا ہے تو "المہند" کے بعد بھی جب (دیوبندیوں کے بقول اکابرین دیوبند کی عبارتوں کا مقصد ان تک پہنچ گیا) تو انہوں نے گنگوہی کی سانگ کنھیا والی عبارت کو قبیح وتنقیص شان نبوی کیوں قرار دیا، لامحالہ ماننا پڑے گا کہ دیوبندیوں نے "حسام الحرمین" کی گرفت سے بچنے کے لئے "المہند" کے نام سے سانگ کنھیا کی طرح جھوٹا ڈھونگ رچایا اور علماء عرب کے نام سے برصغیر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جیسا کہ شیخ عطار کا رسالہ اور "دحض الفضول" کا مضمون "المہند" کا پردہ چاک کر دیتا ہے۔

---

[1] المہند علی المفند یعنی عقائد علماء اہل سنّت دیوبند، ص 97، المیزان ناشران وتاجران کتب، لاہور

استحباب القیام عند ذکر ولادته صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف خلقه أجمعين وبعد فقد اطلعت على سؤال ورد من المدينة المنورة بإمضاء السيد أحمد على الهندی الرامضوری وهذا نصه:

بسم الله الرحمن الرحيم

ما قول علماء المسلمين أيد الله بهم الدين وقواهم على إزاحة شبه الملحدين فی قول رجل [1] سئل عن القيام عند ذكر الولادة الشريفة النبوية.

فأجاب (وهذا نص كلامه) وأما توجيه القيام بقدوم روحه الشريفة ﷺ من عالم الأرواح إلى عالم الشهادة فيقومون تعظيماً له فهذا أيضاً من حماقاتهم لأن هذا الوجه يقتضى القيام عند تحقق نفس الولادة الشريفة ومتى تكرر الولادة فی هذه الأيام فهذه الإعادة للولادة الشريفة مماثلة بفعل مجوس الهند حيث يأتون بعين حكاية ولادة معبودهم كنهيا أو مماثلة للروافض الذين ينقلون شهادة أهل البيت رضی الله عنهم كل سنة (أی فعله وعمله) فمعاذ الله فصار هذا حكاية للولادة المنيفة الحقيقية وهذه

---

[1] ترکی سے شائع شدہ میں یہاں پر قوسین میں لکھا ہوا ہے [ای رشید احمد الگنگوهی کما ذکر فتواه تلمیذه خلیل احمد الهندی الانبیتهوی فی کتابه "البراہین القاطعة صفحة ۱۳۹ ثم لخصها وترجمها بالعربية وذکر في اجوبته ص:۱۶ س۱۴] جبکہ حاشیہ میں لکھا ہے کہ: رشید احمد الگنگوهی الوهابی الهندی توفی سنة ۱۳۲۳ھ [۱۹۰۵م]

الحركة بلا شك وشبهة حرية باللوم والحرمة والفسق بل فعلهم هذا يزيد على فعل أولئك فإنهم يفعلونه فى كل عام مرة واحدة وهؤلاء يفعلون هذه المزخرفات الفرضية متى شاؤا وليس لهذا نظير فى الشرع بأن يفرض أمر ويعامل معه معاملة الحقيقة بل هو محرم شرعاً انتهى كلامه.

فهل هذا الجواب صحيح أم لا أفيدونا مأجورين.

وأقول جواباً عن ذلك مستعيناً بالله.

إنَّ هذا الجواب غير صحيح من وجوه وبسط الكلام فى هذا المقام يحتاج لبيان حكم القيام لأهل الشرف إكراماً وتعظيماً لهم ومنه يعلم استحباب القيام عند ذكر مولده الشريف صلى الله عليه وسلم بالأولى إذ الفرض أنه إنما يفعل إكراماً وتعظيماً ومحبةً لأشرف الرسل صلى الله عليه وسلم فنقول القيام للعلماء تعظيماً للعلم مسنون دليله ما رواه أبو داود في"سننه" عن أبي سعيد الخدري بإسناد صحيح أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " قوموا إلى سيدكم ".[1]

يعني سعد بن معاذ القادم عليكم لما له من الشرف المقتضى للتعظيم.قال الإمام النووي يستحب القيام للقادم من أهل الفضل وقد جاءت به أحاديث ولم يصح فى النهي عنه شيء صريح أهـ

وقال شراح "الجامع الصغير" يؤخذ من الحديث أي المتقدم سن القيام لنحو العلماء تعظيماً للعلم لا عجباً ورياء أما القيام للأمراء فيطلب للمداراة.

---

[1] أخرجه البخاري في الصحيح ،بَاب إِذَا نَزَلَ الْعَدُوُّ عَلَى حُكْمِ رَجُلٍ، ج 4ص 67 (3043)وسيأتي تخريجه في ترجمة الرسالة

وقد ثبت أنه صلى الله عليه وسلم قام لبعض الصحابة كعكرمة وعدي رضي الله عنهما وأقر حسان بن ثابت عندما قام له.

وحمل الحديث على أن الأمر بالقيام لسعد كان للتعظيم أولى من حمله على القيام لأجل تنزيله عن الدابة لمرض به أهـ لأنه لو كان كذلك لأمر البعض لا الكل ولا ينافي استحباب القيام مارواه الإمام أحمد وغيره عن معاوية بإسناد صحيح أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

"مَنْ أَحَبَّ أَنْ يتمثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فلْيتَبَوّأ مقْعدَهُ منَ النّارِ". [1]

لقول شراح الحديث كالإمام الطبري غيره هذا الخبر إنما نهى من يقام له إذا أحبه تكبراً لا من يقام له إكراماً ورجحه الإمام النووي قائلاً الأصح والأولى بل الذي لا حاجة إلى ما سواه أن معناه زجر المكلف أن يحب القيام له فهو المنهي عنه فلو لم يخطر بباله فقاموا له فلا لوم عليه أهـ.

وأما ما روي أن الصحابة كانوا إذا دخل عليهم رسول الله صلى الله عليه

---

[1] أخرجه الترمذي في السنن، بَاب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ قِيَامِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ، (2755)، وأبو داود في السنن ،بَاب فِي قِيَامِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ (5229)، وابن الجعد في مسنده ، 222 (1482)، وابن أبي شيبة في المصنف ،ج5ص 234 (25582)، وأحمد في مسنده (16830 و16845 و16918)، وعبد بن حميد في مسنده (413)، والبخاري في الادب المفرد (977)، والطيالسي في مسنده ،ج 2ص 310- 311 (1053)، والدولابي في الكنى والأسماء، ج 1ص 293 (508)، وابن قانع في معجم الصحابة، ج 3ص 72 واللفظ له ،والخرائطي في مساوئ الأخلاق 376 (784 الى 787)، والطبراني في الكبير، ج19ص 351 (819 الى 822)، كلهم من حديث معاوية رضي الله عنه. وقال الترمذي: وَفِي البَاب عَنْ أَبِي أُمَامَةَ: "هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ".

وسلم لا يقومون له لما يرون من كراهته له فهو من تواضعه وشفقته صلى الله عليه وسلم بأمته زاده الله شرفاً إذ هو سيد المتواضعين حتى أنه كان يعفو عمن انتقصه كما هو معلوم من سيرته لا إنّ القيام منهى عنه وإلاّ لما أمر به وفعله لغيره وكذا ما ورد عنه عليه السلام :

"لَا تَقُومُوا كَمَا تَقُومُ الْأَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ".[1]

فهو محمول على محبة القيام تعاظماً وتكبراً بدليل كما تقوم الأعاجم فإذا ثبت أن القيام مطلوب للتعظيم والإكرام لأهل الشرف فكيف يمنع منه عند ذكر مولده صلى الله عليه وسلم تعظيماً له بل إنه أولى وأحق من القيام لأحد أمته وقد نص غير واحد من الفقهاء الأئمة الأربعة ومن المحدثين وأهل السير على استحبابه فالذى ينبغي أن يُعول عليه ولا يلتفت لغيره استحبابه وتأكده لعموم المسلمين ولا يغتر بقول ابن حجر الهيتمي في فتاواه[2] من أن الناس إنما يفعلونه تعظيماً فالعوام معذورون بخلاف الخواص أهـ

فهذا هفوة منه بل الخواص أحق بتعظيمه صلى الله عليه وسلم وقد فعله

---

[1] أخرجه أبو داود في السنن ،بَاب فِي قِيَامِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ (5230)،وابن أبي شيبة في المصنف ،ج5ص233(25581)،وأحمد في مسنده(22181-22182)،والمعافي في الزهد (83)،والخرائطي في مساوي الأخلاق، 377(788)،وتمام في الفوائد ،ج 1ص 128 (296)،والخطيب في الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ،ج 1ص 399 (938)،والبيهقي في المدخل الى السنن الكبرى،ص402(719)وفي الشعب،ج 11 ص 275-276(8538)،من حديث أبي أمامة رضي الله عنه،وله طرق والسياق.

[2] انظر: الفتاوى الحديثية،ص 58،دار الفكر

العالم الشهير تقى الدين السبكى وغيره ممن لا يحصى واستمر عليه العمل إلى يومنا هذا ويستمر إن شاء الله إلى يوم القيامة ولا ينكره ويحرمه إلا متبدع غالٍ فإن تخيل له أنه بدعة مذمومة فنقول نعم هو بدعة ولكنها حسنة وليست كل بدعة مذمومة بل البدعة تعتريها الأحكام الخمسة كما هو معلوم فكم من بدعة هى فرض أو واجب كتدوين العلوم الدينية ورد الشبه على الفرق الضلالية الذين هذا المانع منهم.

فليت شعرى ماذا يقول هذا المانع فى قيام بعضنا لبعض وفى القيام عند ذكر مولده الشريف هل فيه تعظيم أم لا فإن منع التعظيم فهو مكابر معاند للحس والمشاهدة فلا يليق أن يخاطب وإن سلم أنه يفيد التعظيم وعد تعظيمه صلى الله عليه وسلم حماقة فيكون تنقيصاً وإهانة لجنابه الشريف صلى الله عليه وسلم ومن أهانه يحكم بكفره وردته وهدر دمه لأن الفقهاء قاطبة ذكروا فى باب الردة أن منها الاستهزاء بالعلم أو العلماء وإهانتهم فإذا كان إهانة أحد علماء أمته عليه السلام موجباً للكفر والردة فكيف بأفضل المخلوقات عليه أفضل الصلوات والتسليمات.

قال ملا خسرو فى "شرح الدرر[1]" نقلاً عن "فتاوى البزازية[2]" أن من انتقصه عليه السلام أو شتمه ولو فى حال سكره يقتل حداً وهو مذهب أبي بكر الصديق رضى الله عنه والإمام الأعظم أبي حنيفة والثورى وأهل الكوفة والمشهور من مذهب مالك وأصحابه.

---

[1] انظر: درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج1ص300

[2] انظر: فتاوى الهندية وبهامشه الجزء الثالث من الفتاوى البزازية، ج6ص322، الطبعة الثانية بالمطبعة الكبرى الاميرية ببولاق مصر، 1310ھ

وقال الخطابی لا أعلم أحداً من المسلمین اختلف فی وجوب قتله .[1]

وقال ابن سحنون المالکی أجمع العلماء علی أن شاتمه صلی الله علیه وسلم کافر وحکمه القتل إلی آخر ما قال.[2]

قال فی"الدر المختار[3]": ویجب إلحاق الاستهزاء والاستخفاف به (أی الشتم) ونقل الإمام الشعرانی فی کتابه " کشف الغمة عن هذه الأمة" فی کتاب الردة ، عن ابن عباس رضی الله عنه قال :کان أعمی له امرأة تشتم النبی صلی الله علیه وسلم وتقع فیه فینهاها فلا تنتهی ویزجرها فلا تنزجر فلما کانت ذات لیلة جعلت تقع فی النبی علیه الصلاة والسلام فأخذ المعول فوضعه فی بطنها واتکأ علیه فقتلها فلما أصبح ذکر ذلك للنبی صلی الله علیه وسلم فجمع الناس فقال أنشد الله رجلاً فعل ما فعل ألا قام فقام الأعمی یتخطی الناس حتی قعد بین یدیه صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله أنا صاحبها کانت تشتمك وتقع فیك فأنهاها فلا تنتهی ولی منها ابنان مثل اللؤلؤتین وکانت بی رفیقة فلما کان البارحة جعلت تقع فیك فأخذت المعول فوضعته فی بطنها واتکأت علیها حتی قتلتها فقال علیه

---

[1] انظر: معالم السنن، وهو شرح سنن أبي داود، ج3ص 296، والتوضیح لشرح الجامع الصحیح ، ج 31ص 541، و أعلام الحدیث، ج 4ص 2311، ودرر الحکام شرح غرر الأحکام، ج1ص 300،

[2] انظر:التوضیح لشرح الجامع الصحیح لابن الملقن، ج 1 3ص 1 4 5، والنوادر والزیادات، 14ص 526، ودرر الحکام شرح غرر الأحکام، ج1ص 300، ورد المحتار علی الدر المختار، ج4ص 232

[3] انظر: ورد المحتار علی الدر المختار، ج4ص 232

السلام (ألا اشهدوا أن دمها هدر)[1]

[1] وهو حديث أخرجه أبو داود في السنن باب الْحُكْمِ فِيمَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ (4361) بلفظ: أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ ﷺ وَتَقَعُ فِيهِ، فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي، وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ ﷺ وَتَشْتُمُهُ، فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا، فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ، فَلَطَخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ: "أَنْشُدُ اللَّهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ"، فَقَامَ الْأَعْمَى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا صَاحِبُهَا، كَانَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعُ فِيكَ، فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي، وَأَزْجُرُهَا، فَلَا تَنْزَجِرُ، وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ، وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً، فَلَمَّا كَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعُ فِيكَ، فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ".

وأخرجه النسائي في السنن، الْحُكْمُ فِيمَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ (4070)، وفي السنن الكبرى ج3ص445(3519)، وابن أبي عاصم في الديات، ص71-72، والدارقطني في السنن ج4ص116-117(3194-3195)، وج5ص386-387(4503-4505)، والطبراني في الكبير، ج11ص351(11984)، والحاكم في المستدرك، ج4ص394 (8044)، والبيهقي في السنن الكبرى، ج7ص96(13375)، والمقدسي في المختارة ج12ص157-158(177-178)

صححه الحاكم ووافقه الذهبي۔ وقال الحافظ في بلوغ المرام، ص369: رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرُوَاتُهُ ثِقَاتٌ. وقال الأرنؤوط: إسناده قوي من أجل عثمان الشحام، فهو صدوق لا بأس به وباقي رجاله ثقات۔ وصحح الألباني صحيح سنن أبي داود (3665) وقال في صحيح سنن النسائي(3794) صحيح الإسناد

ومعلوم أن عدم القيام لأحد كبراء الناس يشعر بإهانته وعدم المبالاة به ولذا يورث الحقد والضغائن كما هو العرف الآن والعرف أحد مدارات الشرع الشريف تبنى عليه الأحكام.

قال العلامة ابن عابدين فى رسالته آداب المفتى[1]:

وَالْعُرْفُ فِى الشَّرْعِ لَهُ اعْتِبَارٌ
لِذَا عَلَيْهِ الْحُكْمُ قَدْ يُدَارُ

فكم من مسألة لا نص فيها وقد تعارف الناس عليها وحكم الفقهاء بها وتداولوها فى كتبهم فكيف يقول المانع أن فاعل القيام بلا شك حرى باللوم والحرمة والفسق وهو شبيه بفعل المجوس الخ.

فهذا افتراء وتهور عظيم لا يصدر مثله من مسلم فضلاً عن عالم فالمسلم الموحد إذا قام عند ذكر مولده الشريف لا يريد إلاَّ التعظيم والاحترام لمنصب الرسالة الذى بذل الأرواح دونه قليل فرحاً بإيجاد هذا الرسول الذى هو رحمة للعالمين لما فيه من عظم منة الله على خلقه أجمعين كما سن السجود لله تعالى شكراً عند تجدد نعمة وأى نعمة أعظم من نعمة ظهور أشرف الرسل حتى أن عمه أبا لهب لما بشر بولادته صلى الله عليه وسلم أعتق جاريته[2] فرحاً به عليه الصلاة والسلام فجازاه الله بسبب ذلك بأن خفف عنه العذاب فى كل ليلة اثنين مع أنه كافر معاند

---

[1] انظر: شرح عقود رسم المفتى، ويليه اجلى الاعلام، والفضل المرهبى، ص 263

[2] انظر: صحيح البخارى، باب {وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ} [النساء: 23]، ج 7 ص 9-10 (5101)، والبعث والنشور للبيهقي (16) والسنن الكبرى للبيهقى، ج 7 ص 262 (13923)، والشعب للبيهقي، ج 1 ص 445، وشرح السنة للبغوي، ج 9 ص 76،

فكيف حال المسلم المحب والمقصود التعظيم بكل ما يفيده ومنه القيام كما هو العرف العام وربما يشعر كلام المانع بأن هذا القيام إذا طلب بطلب للساعة التى برز فيها عليه الصلاة والسلام من بطن أمه إذ هو أعظم نعمة كما تقدم وأما تكرار ذلك كلما قرىء المولد فلا فيشبه فعل المجوس الخ.

فنقول له هذا تحكم بحت لأنه متى كان القصد بالقيام التعظيم فلا يمنع من تكرره وله نظائر فى الشرع كثيرة لا كما قال المانع لا نظير له فمنت نظيره وجوب الصلاة عليه صلى الله عليه وسلم كما ذكر حتى قال كثير من الأئمة لو ذكر فى المجلس الواحد [1] ألف مرة يصلى عليه ألف مرة لوجود سببه وهو ذكر اسمه الشريف كما ذكر علماء الأصول من أن الأمر يتكرر بتكرر سببه وكذا تعظيم الأيام الفاضلة والليالى بصومها وإحيائها يتكرر كلما تكررت كذلك هنا لما وجد السبب وهو قراءة سيرته عليه الصلاة والسلام الشريفة والاطلاع على أحواله المنيفة التى هى مناط كل كمال وعلى المؤمن أن يجعلها نصب عينيه فى كل حال فحين مايصل القارئ إلى ذكر بروزه صلى الله عليه وسلم من بطن أمه يتذكر هذه النعمة العظمى فيقوم تعظيماً له وشكراً لله تعالى عليها فهل هذا يلام عليه المرء ويقال بأنه شبيه بفعل المجوس الكفرة الذين يحكون ولادة معبودهم وفعل الرافضة الذين يمثلون ما فعل بأهل البيت كل سنة فإن ما يفعله المجوس منكر من أصله يجعلون معبوداً حادثاً متولداً فهو كفر صراح

[1] انظر: المبسوط للسرخسي، ج2ص 5، و بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج1ص 181، وغيرهما

فكلما كرروا ذلك فقد زادوا ضلالاً على ضلال و كذا تمثيل ما فعل بأهل البيت مشتمل على عدة مفاسد محرمات لا تخفى فكيف يشبه هذا المانع حال المسلمين الموحدين الجالسين فى محل معظم فيه رائحة طيبة يتلون كتاب الله وينشرون قصة اشرف خلقه بكل آداب مطلوبة ويصلون عليه كلما ذكر ويقومون لذكر ولادته تعظيماً له وفرحاً بوجوده بحال هؤلاء حتى حمله الغلو لجعله أزيد من فعل المجوس والروافض .

سبحانك اللهم هذا بهتان عظيم ونظير هذا القيام تعظيماً له عليه الصلاة والسلام الأمر بغض الصوت بحضرته عليه السلام فى حياته وعند قراءة حديثه وسيرته بعد وفاته و كذا مناداته باسم يشعر بتعظيمه كيا رسول الله قال تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ﴾[1] وقال أيضاً:

﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾[2]

فهل هذا النهى من الله تعالى وتحريم رفع الصوت على صوته الشريف وتحريم ندائه باسمه إلاَّ لمزيد تعظيمه عليه السلام ونظيره أيضاً ماورد فى الصحيحين أنه صلى الله عليه وسلم لما قدم المدينة وجد اليهود يصومون يوم عاشوراء فسألهم عن حكمة ذلك فقالوا هذا يوم أغرق الله فيه فرعون ونجى موسى فصامه فنحن نصومه فقال صلى الله عليه وسلم أنا أحق بموسى

---

[1] [الحجرات:2-3]

[2] [النور:63]

منکم فصامه وأمر بصیامه[1] أی شکر الله تعالی فهذا صریح فی أن تجدید إظهار الشکر علی النعمة السابقة فی الوقت الموافق لوقت حدوثها مطلوب بل هو مطلوب فی کل وقت تذکر فیه ومن نظیره أیضاً کما یظهر لی عمل الأضحیة فی أیام النحر المأمور به أمر إیجاب أو ندب لمن قدر علیه إظهاراً للشکر بنجاة الذبیح علیه وعلی نبینا أفضل الصلاة والتسلیم فی مثل هذا الیوم من ذبح أبیه له بإنزال الفداء وهو کبش من الجنة فاختبر الله خلیله بتکلیفه ذبح مهجة قلبه ثم فداه بعد ماسعی فی رضاه بذبح عظیم بقصد التکریم إیثاراً لبقائه عن إمضاء قضائه إذ جعله أباً للعرب عموماً ولحبیبه الأعظم خصوصاً وإذا کان الحق أمر الخلق باتخاذ هذا الیوم الذی نجی فیه والد نبیه وحبیبه عیداً أکبر وأمرهم فیه بالنحر مشاکلة للفداء الذی وقع منه تعالی لقصد إظهار الشکر وفی کل عام یتکرر فاتخاذ یوم ظهور جسم حبیبه الأعظم رحمة لعموم عامة العالم عیداً أکبر أحق وأجدر فانظر بعین الانصاف إلی مجموع هذه النظائر المنصوص علیها

---

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، بَابُ إِتْيَانِ اليَهُودِ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ قَدِمَ المَدِينَةَ، ج5ص 70 (3943)، بلفظ: "لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ المَدِينَةَ وَجَدَ اليَهُودَ يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ، فَسُئِلُوا عَنْ ذَلِكَ، فَقَالُوا: هَذَا اليَوْمُ الَّذِي أَظْفَرَ اللَّهُ فِيهِ مُوسَى، وَبَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى فِرْعَوْنَ، وَنَحْنُ نَصُومُهُ تَعْظِيمًا لَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: نَحْنُ أَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ، ثُمَّ أَمَرَ بِصَوْمِهِ"۔ وأخرجه أيضاً في بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، ج3ص 44(2004)، وبَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى} [طه:9] {وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا} [النساء:164]، ج4ص 153(3397)، وج6ص72(4680)، وص96(4737)، ومسلم في الصحيح، بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ (1130)، و(1133)، و(1134) والآخرون۔

المقصود منها تعظيمه عليه الصلاة والسلام أليس هذا القيام مثلها فى التعظيم فيكون مأموراً به ليس بدعة منكرة على أنا نجعله فرداً من أفراد التعظيم الذى كلفنا به عموماً فحينئذٍ يدخل تحت الأمر فيكون من باب دلالة النص لا من باب القياس كما حرره علماء الأصول فى مثل قوله تعالى: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ﴾[1]

فالمنصوص عليه حرمة الأكل وأهل اللغة فهموا من النص حرمة مطلق التناول من مال اليتيم فيشمل النص الشرب من مائه ولبس ثوب من ثيابه وسكنى داره وهكذا ومثله قوله تعالى: ﴿فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ﴾[2]

المراد مطلق الأذى فكل فرد يدل على الأذى يدخل فى النص فيدخل الضرب والشتم بالأولى وهكذا هنا لما كان القيام خصوصاً فى زمننا هذا من جملة التعظيم للنبى صلى الله عليه وسلم دخل فى النص الدال على تعظيمه وهو كثير فى القرآن والسنة فمنه قوله تعالى: ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا. لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ﴾[3]

وقال تعالى: ﴿لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ﴾[4]

فقد فرض الله تعالى تعظيمه وجعله مثل الإيمان به وكم فى القرآن العظيم من آية دالة على تعظيمه عليه الصلاة والسلام ومن أراد بسط الكلام على وجوب تعظيمه وفرضيته على كل مكلف مبرهناً عليه بالأدلة القاطعة

---

[1] [الأنعام:152]،و[الإسراء:34]

[2] [الإسراء:23]

[3] [الفتح:9-8]

[4] [آل عمران:81]

فليرجع لكتب السير كالشفا لقاضي عياض[1] والمواهب اللدنية للإمام القسطلاني[2] وزاد المعاد لابن القيم[3] وغيرها فيجد فيها ما يشفي الغليل فحينئذٍ لا يكون هذا القيام بدعة بل منصوصاً عليه بدلالة النص فمن يدعي إنكاره وتحريمه فهو مبتدع ضال وعند قصد الإهانة والتنقيص لمنصبه الشريف يكون كفراً وردة كما سلف وقد أفتى العلامة مفتي الثقلين الإمام أبو السعود بكفر من يتركه حين يقوم الناس إهانة واستنكاراً كما نقله العلامة السمهودي.

هذا وربما كان في ترك القيام إثارة فتنة عند عموم الناس ونسبة من لا يقوم عند قيام الناس تعظيماً له صلى الله عليه وسلم إلى مذهب الوهابية الذين تجاوزا الحد في الغلو بتكفير أهل التوحيد حيث يقولون بالتوسل بالأنبياء والأولياء وزيارتهم والتبرك بهم وطلب الحاجات من الله تعالى بواسطتهم فلا سبيل لتكفير المسلمين الموحدين الناطقين بالتوحيد كل يوم مرات متعددة بل كل ساعة ولحظة إذا سألوا الله تعالى حاجة وطلبوا منه تعالى بجاه أحبابه عنده قضاءها بل من يكفرهم إلى الكفر أقرب حتى لو سمعنا المؤمن الموحد يقول يا رسول الله أقضي لي حاجتي أو يا عبد القادر أطلب منك كذا لا تكفره بل تنهاه عن اعتقاد ظاهره ونحمل كلامه على المجاز في الإسناد وهو المجاز العقلي كما بينه

---

[1] انظر : الشفا بتعريف حقوق المصطفى، الْبَابُ الثَّالِثُ فِي تَعْظِيمِ أَمْرِهِ وَوُجُوبِ تَوْقِيرِهِ وبزه وفيه سبعة فصول

[2] انظر : المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج2ص 357 إلى 378، و 640-639

[3] زاد المعاد في هدي خير العباد، ج1 ص 36

علماء المعانى وهو كثير فى القرآن كقوله تعالى:

﴿يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَعَلِّي﴾

فإن البناء فعل العملة وهامان سبب آمر حتى أننا لو قلنا للعامى كيف تطلب من العبد قضاء حاجتك فيقول أنا مرادى أن الله يقضى حاجتى بسبب ذلك العبد وجاهه عنده تعالى فمتى وجدنا قرينة دالة على أن المتكلم موحد نحمل كلامه الذى ظاهره إسناده الأفعال لغيره تعالى على المجاز كما حملوا قول الشاعر:

أشاب الصغير وأفنى الكبير
كر الغداة ومر العشى

على المجاز بدليل قوله بعد:

فملتنا إننا مسلمون
على دين صديقنا والنبى

فإنه دلّ على أنه موحد و كذا العامى الذى ينطلق بالتوحيد دائماً يلزمنا أن نحمل كلامه الذى لا يراد ظاهره على المجاز.

هذا ولنرجع لما نحن فيه من استحباب القيام عند ذكر مولده الشريف صلى الله عليه وسلم مطلوب ومؤكد ظاهراً وباطناً وقد كنت مرة فى مجلس وكان فيه أحد المعاصرين وكان ممن لا يرى القيام عند ذكر الولادة الشريفة فقلت أليس فيه تعظيمه صلى الله عليه وسلم فقال إنَّ التعظيم بالقلب وباتباع سنته عليه الصلاة والسلام لا بهذا القيام الذى هو بدعة فقلت لا بأس به بل هو عنوان على التعظيم بالقلب دال عليه ومعاملة الشرع الشريف ظاهرية حتى حكم على من أقر بلسانه أن لا إله إلا الله

بالإسلام مع عدم اطلاعنا على قلبه ومن أين يعلم ما فى القلب إذا لم يدل الظاهر عليه وقد صار مما ألفناه فى نفوسنا من القيام لبعضنا بعضاً وتحريك الجوارح من اليد واللسان من أسباب التعظيم والإكرام أدوقد قالوا فى تعريف الحمد العرفى بأنه فعل يشعر بتعظيم المنعم سواء كان ذلك الفعل باللسان أو بالأركان أو بالقلب كما قال بعضهم:

أفادتكم النعماء منى ثلاثة
يدى ولسانى والضمير المحجبا

وقد عرفت أنه ليس ببدعة بل هو مثل القيام لذاته الشريفة تعظيماً له صلى الله عليه وسلم ولله در سيدنا حسان حيث قام حين مرّ عليه سيد الأكوان وقال:

قيامى للعزيز علىّ فرض
وترك الفرض ماهو مستقيم
عجبت لمن له عقل وفهم
يرى هذا الجمال ولا يقوم

ويروى قيامى للنبى بدل للعزيز.

نشدتك الله أيها المنكر للقيام لو أقبلت على مجلس وقام لك أكثر من فيه وتخلف البعض أما يقع فى نفسك وفى نفس غيرك أن الذى ما قام لك حقرك بخلاف من قام لك واحترمك فما أسمجك وأجهلك فوالله أنى لأخاف على منكر القيام ومحرمه ومشبه فاعله بالمجوس والرافضة قائلاً بل هو أزيد وهو فعل الحمقى الخ ما قال الكفرَ والردةَ.

فتلخص أنه يندب القيام ويتأكد ويستحب عند ذكر ولادته الشريفة

تعظيماً له صلى الله عليه وسلم وإكراماً وفرحاً بإيجاده الذى هو أجل نعمة على العالم وقد استحسن ذلك المسلمون ورأوه حسناً وقد ورد مرفوعاً إليه صلى الله عليه وسلم:

"مَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ". [1]

وورد أيضاً:

"يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ... و"مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ". [2]

إلى غير ذلك من الأحاديث الدالة على اتباع سبيل المسلمين الناجين فلا عبرة بإنكار هذا المنكر وتحريمه القيام وتفسيقه فاعله فما هو إلاَّ نزعة شيطانية استولت على قلبه أعاذ الله المسلمين منه ومن أمثاله الذين يحطون من منصبه عليه الصلاة والسلام ويفسقون ويكفرون أهل الإسلام فوجود مثلهم أعظم بلية على المسلمين لأنهم يدعون الإرشاد ويبثون بين العباد أعظم الفساد من جهة الاعتقاد نسأله تعالى أما أن يوفقهم سبيل الرشاد أو يمحوهم من سائر البلاد ويكثر من كل متبع للسنة والجماعة يحث الناس على وجوب تعظيمه صلى الله عليه وسلم حياً وميتاً وتعظيم أصحابه وأئمة الدين الذين خدموا شريعته ودونوها وعمل الناس بها إلى يوم القيامة.

---

[1] أخرجه الطبراني في الأوسط، ج 4ص 58(3602)وسيأتي تخريجه في ترجمة الرسالة، ان شاء الله العزيز

[2] أخرجه الحاكم في المستدرك، ج 1ص199(391)، وسيأتي تخريجه في ترجمة الرسالة، ان شاء الله العزيز

استحباب القیام عند ذکر ولادته صلی اللہ علیہ والہ وسلم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی اشرف خلقہ أجمعین، وبعد!

مَیں ایک سوال پر مطلع ہوا جو سیّدی احمد علی ہندی رامپوری کے دستخط سے مدینہ منورہ سے آیا، متن یہ ہے کہ: "بسم اللہ الرحمن الرحیم

علمائے مسلمین (رب تعالیٰ اُن کے ذریعے دین کی تائید فرمائے اور ان کو ملحدین کے شبہ دُور کرنے کی قوت عطا فرمائے) اُس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت شریف کے ذکر کے موقعہ پر قیام کے بارے میں سوال ہوا تو اس نے یُوں جواب دیا: یہ اس کا اصل کلام ہے

" یا یہ وجہ ہے کہ رُوحِ پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جو عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائی اس کی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریف کے ہونا چاہئے، اب ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے، پس یہ ہر روز اعادۂ ولادت تو مثل ہنود کے ہے سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے ہے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں، معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور یہ خُود حرکت قبیح قابل لوم وحرام وفسق ہے بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے وہ تاریخ معین پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی قید نہیں جب چاہیں یہ خرافات فرض بناتے ہیں اور اس اُمر کی شرع میں کہیں نظیر نہیں ہے کہ کوئی اُمر فرض ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جاوے، بلکہ یہ شرع میں حرام ہے اس کا کلام پُورا ہوا۔

پس آپ (فتاوی میلاد شریف وعرس ومیلاد، ص ۱۳ مطبوعہ اصح المطابع لکھنؤ ماہ اکتوبر ۱۹۱۴ء۔ فتاوی میلاد شریف مع دیگر فتاوی ص ۱۳-۱۴، مطبع ہاشمی میرٹھ، یہ گنگوہی کے فتوے کی عبارت ہے جس کے متعلق سوال پُوچھا گیا، جس پر ترکی سے چھپنے والا یہی رسالہ شاہد

ہے جس میں صراحتاً رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی اور "براہین قاطعہ" کا ذکر بھی موجود ہے) بتائیں کہ یہ جواب صحیح ہے یا نہیں؟

مَیں رب تعالیٰ کی مدد سے اِس کے جواب میں کہتا ہوں کہ یہ جواب کچھ وجوہات کی وجہ سے صحیح نہیں ہے۔

اِس مقام پر کلام کی تفصیل اہلِ شرف کی تعظیم وتکریم کے لئے قیام کے حکم کی محتاج ہے، اور یہاں سے ہی آپ ﷺ کے مولد شریف میں قیام کا استحباب بطریق اولیٰ معلوم ہوگا، کیونکہ وہ قیام اشرف الرسل ﷺ کے اکرام وتعظیم اور آپ ﷺ کی محبت ہی کی بنا پر کرتا ہے۔

پس ہم کہتے ہیں کہ علماء کے لئے قیام ان کے علم کی تعظیم کی خاطر مسنون ہے، اِس کی دلیل وہ خبر ہے جس کو امام ابُو داود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "سنن" [1] میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابُو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

"قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ"۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنی سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ" یعنی سعد بن معاذ کے لئے جو تمہارے پاس آرہے ہیں کہ اُس کو وہ شرف حاصل ہے جو مقتضی تعظیم ہے۔

---

[1] سنن ابی داود، بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِيَامِ (5215)

مَیں کہتا ہوں کہ حدیث مبارکہ کا یہ ٹکڑا "قومُوا إلى سَيِّدِكُمْ" صحیح بخاری، بَابُ إِذَا نَزَلَ العَدُوُّ عَلَى حُكْمِ رَجُلٍ، ج4ص67 (3043)، وبَابُ مَرْجِعِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الأَحْزَابِ، وَمَخْرَجِهِ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ وَمُحَاصَرَتِهِ إِيَّاهُمْ، ج5ص112 (4121)، وبَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ"، ج8ص59 (6262)، اور صحیح مسلم، بَابُ جَوَازِ قِتَالِ مَنْ نَقَضَ الْعَهْدَ، وَجَوَازِ إِنْزَالِ أَهْلِ الْحِصْنِ عَلَى حُكْمِ حَاكِمٍ عَدْلٍ أَهْلٍ لِلْحُكْمِ (1768)، وغیرہما میں سیّدنا ابُو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے موجود ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ[1] ارشاد فرماتے ہیں کہ: "الْقِيَامُ لِلْقَادِمِ مِنْ أَهْلِ الْفَضْلِ مُسْتَحَبٌّ وَقَدْ جَاءَ فِيهِ أَحَادِيثُ وَلَمْ يَصِحَّ فِي النَّهْيِ عَنْهُ شَيْءٌ صَرِيحٌ"

"اہلِ فضل میں سے آنے والے کے لئے قیام مستحب ہے، اس کے متعلق احادیث مروی ہیں، اور منع میں کوئی بھی صریح روایت موجود نہیں ہے"۔

اور "جامع الصغیر" کے شارحین نے کہا کہ "حدیث متقدم سے یہ مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ علم کی تعظیم کی خاطر علماء کے لئے کھڑا ہونا سنت ہے اس میں عجب در یا نہ ہو، بہر حال اُمراء کے لئے قیام تو وہ طلبِ مدارات کی خاطر کیا جاتا ہے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض صحابہ جیسے حضرت عکرمہ وعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے کھڑے ہوئے اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے عمل کو برقرار رکھا جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھڑے ہوئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے قیام کے حکم کو تعظیم پر حمل کرنا اس پر حمل کرنے سے اولیٰ ہے کہ بوجہ مرض اُن کو سواری سے اُتارنے کے لئے قیام کا حکم دیا گیا تھا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کچھ لوگوں کو حکم دیا جاتا نہ کہ سب کو۔

اور وہ روایت جس کو امام احمد وغیرہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سندِ صحیح کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ:

"مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"[2]

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، ج12 ص 93، ونقله عنه الطيبي في شرحه على مشكاة المصابيح]، ج10 ص 3066، وعلى القاري في مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج7 ص 2972، والشيخ عبد الحق الدهلوي في لمعات التنقيح، ج8 ص 56.

[2] صاحب فتویٰ نے جو الفاظ ذکر کئے ہیں وہ "المقاصد الحسنة للسخاوي، ص 618" کے ہیں جنہیں صاحب "المقاصد" نے احمد اور طیالسی کی مسانید کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ "مسند احمد" میں موجود الفاظ "مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَمْثُلَ لَهُ عِبَادُ اللهِ قِيَامًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" ==

" جو شخص چاہتا ہے کہ لوگ اُس کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہوں، پس وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرے" [1]

(یہ روایت) استحبابِ قیام کے منافی نہیں اِس لئے کہ شارحین حدیث، جیسے امام طبری رحمہ اللہ [2] وغیرہ نے فرمایا کہ اِس میں اُس کے لئے نہی (منع) ہے جو اَز راہِ تکبر اِس کو پسند کرے، اُس کے لئے نہیں جس کے لئے اکراماً قیام کیا جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ [3] نے اس کو اَصح اور اولیٰ قرار دیکر ترجیح دی ہے، بلکہ اِس کے ماسوا کوئی حاجت نہیں ہے، کیونکہ اس کا معنی ہے کہ مکلف کو اس بات سے جھڑکنا کہ وہ اپنے لئے قیام کو پسند کرے، پس وہ منہی عنہ ہے، تو اگر اُس کے دل میں اِس کا خیال نہ ہو اور لوگ کھڑے ہوں تو اُس پر کوئی ملامت نہیں ہے، اور وہ جو مروی ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

---

[1] == "مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَمْثُلَ لَهُ الْعِبَادُ قِيَامًا. فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْتًا فِي النَّارِ".

"مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا. فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"

أخرجه أحمد في مسنده (16830)، و(16845)، و(16918) مختلف طرق وسیاق کے ساتھ اس روایت کو ائمہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے، جیسا پیچھے عربی رسالہ میں حوالے ذکر ہوئے

وقال الترمذي: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وقد صححه الألباني والأرنؤوط

[2] تهذيب الآثار، ج2ص 569-570، وقال: أَنَّ هَذَا الْخَبَرَ إِنَّمَا يُنْبِئُ عَنْ نَهْيِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم الَّذِي يُقَامُ لَهُ بِالسُّرُورِ بِمَا يَفْعَلُ مِنْ ذَلِكَ، لَا عَنْ نَهْيِهِ الْقَائِمَ عَنِ الْقِيَامِ. وانظر: التوضيح لشرح الجامع الصحيح لابن الملقن، ج29ص 101، وعمدة القاري شرح صحيح البخاري للعيني، ج22ص 251-252، وفتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر، ج11ص 50، وشرح صحيح البخاري لابن بطال، ج9ص 43، وغيرهم

[3] انظر: الترخيص في الإكرام بالقيام للنووي، ص 67، وفتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر، ج11ص 50، ومرقاة الصعود إلى سنن أبي داود، ج3ص 1325، و

اجمعین تشریف لاتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے لئے کھڑے نہ ہوتے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے لئے ناپسند فرماتے تھے، تو یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع تھی اور اپنی اُمت پر شفقت تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تواضع کرنے والوں کے سردار ہیں، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے متعلق نازیبا اقوال وافعال کرنے والوں کو بھی معاف فرمادیا کرتے تھے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ سے یہ بات بھی عیاں ہے اس لئے نہیں کہ قیام منہی عنہ ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دُوسروں کے لئے اس کا اُمر نہ فرماتے اور خُود بھی نہ کرتے۔

اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وہ روایت وارد ہے کہ "اس طرح کھڑے نہ ہو جس طرح عجمی ایک دُوسرے کی تعظیم کرتے ہیں۔ پس یہ روایت بھی اُس قیام کی محبت پر محمول ہے جو بڑائی اور تکبر کی خاطر ہو۔ اس پر "کما تقوم الاعاجم" کے الفاظ دلیل ہیں۔

پس جب ثابت ہوا کہ قیام سے اہلِ شرف کی تعظیم واکرام مطلوب ہے تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد شریف کے ذکر کے دوران قیام کو کیوں منع کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے ہے، بلکہ یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں پر قیام سے بھی اولیٰ و اُحق ہے۔

فقہاء، ائمہ اربعہ ومحدثین اور اہلِ سیر میں سے بے شُمار علماء اِس کے اِستحباب کے قائل ہیں، پس مناسب ہے کہ اس پر اعتماد کیا جائے اور دُوسری رائے کی جانب اِلتفات نہ کیا جائے، اِس کا اِستحباب اور تاکد عام مسلمانوں کے لئے ہے۔

ابنِ حجر ہیتمی کے فتویٰ والے اس قول سے دھوکہ میں نہ پڑنا چاہئے کہ بے شک لوگ یہ کام تعظیماً کرتے ہیں۔ پس عوام معذور ہیں بخلاف خواص کے۔

پس یہ بے تکی بات ہے، بلکہ خواص تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تعظیم کے زیادہ حقدار ہیں، اور بے شک عالم شہیر تقی الدین سبکی وغیرہ اور دیگر علماء، جن کو شُمار نہیں کیا، اُنہوں نے بھی یہ کہا

ہے، اور یہ عمل آج تک مستمر چلا آرہا ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک چلتا رہے گا۔
قیام کا انکار اور اس کو حرام قرار نہ دے گا مگر بدعتی غالی (یعنی بدعتی غالی قیام کے منکر ہیں، راقم) اُس کا گمان یہ ہے کہ یہ بدعت مذمومہ ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ بدعت پر احکامِ خمسہ جاری ہوتے ہیں۔ کچھ بدعتیں ایسی ہیں جو فرض یا واجب ہیں جیسے علومِ دینیہ کی تدوین اور ان گمراہ فرقوں کے شبہوں کا رد کرنا جن میں سے مانع بھی ایک ہے (یعنی اس عبارت میں گنگوہی کو صاحب فتویٰ نے گمراہ قرار دیا ہے) کاش وہ مانع (یعنی گنگوہی) جان لیتا کہ وہ ہمارے بعض کا بعض لوگوں کے لیے قیام اور ذکرِ ولادت شریفہ کے قیام کے بارے میں وہ کیا کہہ رہا ہے، کیا اس قیام میں تعظیم ہے یا نہیں؟ پس اگر وہ تعظیم کا انکار کرتا ہے تو وہ مکابر اور حس ومشاہدہ کا معاند ہے، تو وہ اس لائق نہیں کہ اس سے خطاب کیا جائے۔

اگر وہ تسلیم کرتا ہے کہ یہ قیام تعظیم کا فائدہ دیتا ہے تو پس آپ ﷺ کی تعظیم کو حماقت قرار دینا آپ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں تنقیص واہانت ہے، اور جو آپ ﷺ کی تنقیص واہانت کرے اُس پر کُفر وردۃ کا حکم لگایا جائے گا اور اُس کا خُون رائیگاں ہے کیونکہ فقہاء نے اِتفاقی طور پر "باب ردۃ" میں علم اور علماء کے ساتھ اِستہزاء اور ان کی اہانت کو باب ردہ میں ذکر کیا ہے۔ جب آپ ﷺ کی اُمت میں سے کسی عالم کی اہانت موجب کُفر وردۃ ہے تو پھر آپ ﷺ کی اہانت کرنے والے کا حکم کیا ہوگا؟

مُلّا خسرو "شرح دُرر" میں "فتاویٰ بزازیہ" سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو آپ ﷺ کی تنقیص کرے یا گالی دے، اگرچہ وہ نشے کی حالت میں ہو، اُسے بطورِ حد قتل کیا جائے گا، اور یہ حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، امامِ اعظم ابُوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ، اہلِ کوفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اصحاب کا مشہور مذہب ہے۔

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"وجوبِ قتل میں کسی مسلمان کے اختلاف کو مَیں نہیں جانتا"۔

ابنِ سحنون مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"علماء کا اجماع ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کو گالی دینے والا کافر ہے اور حکم اُس کا قتل ہے (آخر تک جو اُنہوں نے کہا)۔

"دُرِّ مختار" میں ہے کہ: "اِستہزاء اور اِستخفاف کو شتم سے ملحق کرنا الزام ہے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "کشف الغمة عن هذه الأمة" میں "کتاب الردة" میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ:

"ایک نابینا شخص کی بیوی حضورِ اکرم ﷺ کو سب و شتم کیا کرتی تھی اور آپ ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ کہتی تھی، وہ نابینا شخص اُس کو منع کرتا لیکن پھر بھی وہ باز نہ آتی، اُس کو روکتا لیکن پھر بھی وہ اپنی بکواس سے نہ رُکتی، ایک رات اُس نے حضورِ اکرم ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ کہے تو اُس نابینا شخص نے ایک کدال اُٹھا کر اُس عورت کے پیٹ میں گھونپ دیا اور اس پر زور لگا کر بیٹھ گیا یہاں تک کہ وہ عورت مر گئی۔

جب صبح ہوئی تو یہ معاملہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا، لوگ جمع ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا: مَیں اس آدمی کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس نے ایسا کیا ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ نابینا شخص کھڑا ہوا، لوگوں کو روندتا ہوا آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کی کہ مَیں نے اس کو قتل کیا ہے۔

آپ ﷺ کو یہ عورت گالیاں دیتی اور نازیبا الفاظ کہتی تھی، مَیں اِس کو منع کرتا مگر وہ باز نہ آتی، میرے اِس میں سے موتیوں جیسے دو بچے ہیں اور وہ میری ہم سفر تھی، رات گذشتہ میں بھی اس نے آپ ﷺ کی شان میں بکواس شروع کی تو مَیں نے اپنی کدال اُٹھا کر اس کے پیٹ میں گھونپ دی اور اس پر ٹیک لگا دی یہاں تک کہ وہ مر گئی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "گواہ رہو اس عورت کا خُون رائیگاں ہے"۔ [1]

معلوم ہونا چاہئے کہ دُنیا دار بڑے لوگوں کے لئے عدم قیام اُن کی اہانت وعدم مبالات کا مشعر ہے، اس کی وجہ سے کینہ وکدورت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ عُرف ہے، اور عُرف بھی شرع شریف کے مدارات میں سے ہے جس پر احکام مبتنی ہوتے ہیں۔

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے "آداب المفتی" میں فرماتے ہیں کہ:

شرع میں عُرف کا اعتبار ہے
اس لئے اس پر حکم گھومتے ہیں

پس کتنے ہی ایسے مسائل ہیں جن میں نص نہیں اور لوگوں میں وہ متعارف ہیں اور فقہاء نے اُن پر حکم لگایا ہے اور اپنی کتب میں اُن کا ذکر کیا ہے، پس مانع (گنگوہی از راقم) کس طرح کہتا ہے کہ:

"فاعلِ قیام ملامت وحُرمت اور فسق کے لائق ہے، اس کا فعل ہندوؤں کے مشابہ ہے۔ الخ"۔

پس یہ اِفتراء اور بڑی دیدہ دلیری ہے، اس جیسی بات کسی مسلمان سے بھی صادر نہیں ہوسکتی چہ جائے کہ کسی مسلمان عالم سے۔ پس مسلمان موحد جب ذکرِ میلاد میں قیام کرتا ہے تو وہ منصبِ رسالت کی تعظیم والتزام کے علاوہ کوئی ارادہ نہیں کرتا، کیونکہ آپ ﷺ کے سوا دُوسرے اُمر پر اَرواح کا خُوش ہونا بہت قلیل خُوشی ہے آپ ﷺ کی جلوہ گری کی خُوشی کے مقابلے میں کیونکہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، اور اِس لئے بھی کہ آپ ﷺ تمام مخلوق پر رب تعالیٰ کا بہت بڑا اِحسان ہیں، تجددِ نعمت پر جیسا کہ رب تعالیٰ کے لئے سجود کرنا مسنون ہے۔

---

[1] قد مر تخریجه قبل قلیل

اشرف الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی نعمت سے بڑھ کر کون سی نعمت ہو سکتی ہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابُو لہب کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی بشارت دی گئی تو اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کی خُوشی میں اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا تو اس کے سبب رب تعالیٰ نے اُس کو یہ بدلا دیا کہ ہر سوموار کی رات اُس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے باوجود یہ کہ وہ کافر معاند تھا، پس مسلم محب کا کیا مقام ہوگا؟

اور مقصود تعظیم ہے جو ہر اُس چیز کے ساتھ جو اس کا فائدہ دیتی ہو، اور اُس میں سے قیام بھی ہے جیسا کہ عُرفِ عام ہے، بسا اوقات اس مانع (گنگوہی از راقم) کا کلام ظاہر کرتا ہے کہ یہ قیام اس وقت مطلوب تھا جس گھڑی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطنِ والدہ سے اِس دُنیا میں جلوہ گر ہوئے کیونکہ یہ نعمتِ عظمیٰ ہے جیسا کہ گذرا۔

بہر حال اس کا تکرار جب مولُود پڑھا جائے تو دُرست نہیں، پس یہ ہندؤوں کے فعل کے مشابہ ہے الخ۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ نِری سینہ زوری ہے کیونکہ جب ثابت ہوا کہ قیام سے مقصود تعظیم ہے تو اس کے تکرار کا کوئی مانع نہیں، اور اس کے نظائر شرع شریف میں بہت زیادہ ہیں، ایسا نہیں جیسا کہ مانع (گنگوہی از راقم) نے کہا کہ اِس کی نظیر نہیں ملتی۔ اِس کی ایک نظیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دُرود کا وجوب ہے، جیسا کہ ذکر ہوا، یہاں تک کہ کئی ائمہ نے کہا ہے کہ اگر مجلس واحد میں ہزار مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہزار مرتبہ درود پڑھا جائے وجودِ سبب کے باعث۔ اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم شریف کا ذکر ہے جیسا کہ علمائے اُصول نے ذکر کیا ہے کہ اَمر تکررِ سبب کے باعث متکرر ہوتا ہے، اسی طرح فضیلت والے ایام اور راتوں کے روزوں اور شب بیداری سے تعظیم کا تکرار ہوتا ہے جب بھی وہ متکرر ہوں گے۔

اسی طرح یہاں بھی سبب پایا گیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ کی قرأت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خُوبصورت اَحوال پر اِطلاع ہے جو کہ ہر کمال کی علت ہیں، اور مؤمن پر لازم

ہے کہ ان کو ہر حال میں اپنا نصب العین بنائے۔

پس جب قاری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطنِ والدہ سے ظہور کا ذکر کرتا ہے تو وہ اس نعمتِ عظمٰی کو یاد کرتا ہے، اس کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کے لئے کھڑا ہوجاتا ہے، تو کیا اِس پر کسی شخص کو ملامت کیا جاسکتا ہے، اور کہا جاسکتا ہے کہ یہ ہندو کافروں کے مشابہ فعل ہے جو سانگ کنھیا کا کرتے ہیں، یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں۔

پس وہ جو ہندو کرتے ہیں وہ اپنے اصل کے اعتبار سے منکر ہے، وہ اپنے حادِث متولد کو معبود ٹھہراتے ہیں، یہ تو کُفر صریح ہے، پس جب اُنہوں نے اِس کا تکرار کیا تو اُنہوں نے گمراہی پر گمراہی بڑھائی، اور اسی طرح نقلِ شہادتِ اہلِ بیت یہ بھی بے شُمار محرمات پر مبنی ہے جو کہ مخفی نہیں، پس کس طرح یہ مانع (گنگوہی از راقم)" موحدین مسلمین جو بہترین جگہ پر بیٹھتے ہیں، جہاں پاکیزہ خوشبوئیں ہوتی ہیں، کتاب اللہ کی تلاوت کی جاتی ہے، آدابِ مطلوب کے ساتھ اشرف الخلق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ بیان کی جاتی ہے، جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک ہوتا ہے درود پڑھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذِکر ولادت پر تعظیماً کھڑے ہوجاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ مسعود کی خُوشی کرتے ہیں" کو اُن کے حال کے ساتھ تشبیہ دے سکتا ہے۔

مانع (گنگوہی از راقم) کو غلو نے اِس بات پر اُبھارا کہ اس نے قیامِ میلاد کو مجوسیوں اور روافض کے فعل سے بڑھ کر کہا۔

میرے اللہ عزّوجل تیرے لئے پاکی ہے، یہ تو بہتانِ عظیم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے جو قیام کیا جاتا ہے اُس کی نظیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارکہ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث وسیرتِ طیبہ پڑھتے وقت آواز کو آہستہ رکھنے کا حکم ہے، اور اسی طرح تعظیمی الفاظ

کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا ہے جیسے یا رسول اللہ!

ارشادِ ربانی ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (2) إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ [الحجرات: 3-2]

اور اسی طرح

﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ [النور: 63]

پس رب تعالیٰ کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارکہ پر آواز بلند کرنے کی حُرمت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی سے پکارنے کی ممانعت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم مزید کے لئے ہے۔

اِس کی نظیر وہ روایت بھی ہے جو "صحیحین [1]" میں مَروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہودیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشُوراء کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کی حکمت کے بارے میں اُن سے پُوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ اِس دن اللہ عزّ وجل نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو نجات عطا فرمائی تو حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے روزہ رکھا، پس ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، ج3ص 44(2004)، وج 4 ص 153 (3397)، وبَابُ إِتْيَانِ الْيَهُودِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ، ج 5 ص 70 (3943)، وج6ص 72(4680)، و(4737)، ومسلم في الصحيح، بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ (1130) من حديث ابن عباس رضي الله عنهما.

میں تم سے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا زیادہ حق دار ہوں، پس آپ ﷺ نے روزہ رکھا، اور اس دن کے روزے کا حکم بھی فرمایا۔ یعنی اللہ عزّ وجل کا شکر ادا کرنے کے لئے۔

پس یہ صریح ہے کہ نعمتِ سابقہ پر تجدیدِ شکر اُس نعمت کے وُرُود کے وقت کے موافق وقت پر مطلوب ہے، بلکہ جب بھی اُس نعمت کا ذکر ہو تو اُس پر شکر مطلوب ہے۔

اِس کی نظیر ایام نحر میں قُربانی کے عمل سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جو اُمر ایجاب وندب کے ساتھ مامور ہے جو اِس پر قادِر ہو۔ ذبیح اللہ علیہ وعلیٰ نبینا افضل الصلاۃ والسلام کی نجات کے شکر کے اظہار میں ان دنوں میں کہ رب تعالیٰ نے جنت سے مینڈھا اُتارا حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کے فدیہ میں، رب تعالیٰ نے اپنے خلیل کو اُس کے دل کے ٹکڑے کے ذبح کے ساتھ آزمایا، جب انہوں نے ذبحِ عظیم کے ساتھ رب تعالیٰ کی رِضا مندی میں سعی کی تو رب تعالیٰ نے مینڈھے کو اُس کا فدیہ بنا دیا، حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کی تکریم کی خاطر، اس لئے کہ رب تعالیٰ کی حکمت میں حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کی بقا تھی کیونکہ رب تعالیٰ نے اُنہیں عربوں کا باپ بنایا عموماً اور اپنے حبیبِ اعظم ﷺ کا خصوصاً، جب معاملہ ایسا ہے تو خلق کو اُمر دیا گیا کہ اُس دن کو جس میں اُس نے اپنے نبی وحبیب ﷺ کے جدّ امجد کو نجات عطا فرمائی عیدِ اکبر بنائیں، اظہارِ شکر کے قصد کی خاطر، اور ان کو رب تعالیٰ نے قربانی کا حکم دیا اُس فدیہ سے مشاکلت کی بنا پر جو رب تعالیٰ کی جانب سے آیا، اور اُس قربانی کا ہر سال میں تکرر ہوتا ہے، پس جس دن رب تعالیٰ کے حبیبِ اعظم ﷺ اور تمام عالم کے لئے رحمتِ عامہ کے جسم مبارک کا ظہور ہوا اُس دن کو عید قرار دینا زیادہ لائق ومناسب ہے۔

پس اِس نظائرِ منصوص علیہا کے مجموعہ کو انصاف کی نظر سے دیکھو، اِس سے مقصود حضورِ اکرم ﷺ کی تعظیم ہے، کیا یہ قیامِ تعظیم میں ان کی مثل نہیں؟

پس یہ مامور ہوگا بدعتِ منکرہ نہیں۔

ہم پر لازم ہے کہ ہم اسے افرادِ تعظیم کا ایک فرد قرار دیں، جس کا ہمیں عموماً مکلف کیا گیا ہے؛ پس اس وقت یہ اَمر کے تحت داخل ہوگا، اِس لئے دلالۃ النص کے باب سے ہوگا نہ کہ قیاس کے باب سے، جیسا کہ علمائے اُصول نے ایک مثال میں رب تعالیٰ کے ارشاد:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ﴾[1]

کے تحت لکھا ہے کہ "اِس میں مالِ یتیم کے کھانے کی حُرمت منصوص ہے، اور اہلِ لُغت نے مالِ یتیم میں سے مطلق تناول مُراد لیا ہے۔

پس نص مالِ یتیم میں سے پانی پینے کو بھی شامل ہے اور اُس کے کپڑوں میں سے کپڑے استعمال کرنا اور اُس کا گھر استعمال کرنا، اسی طرح اس کی مثال رب تعالیٰ کا یہ اِرشادِ گرامی بھی ہے: ﴿فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ﴾[2]

مُراد مطلق تکلیف ہے، پس ہر فردِ تکلیف واذیت اِس نص میں داخل ہوگا۔ اس میں مارنا، گالی دینا بطریق اولیٰ داخل ہوں گے۔

پس اسی طرح جب قیام ہمارے زمانے میں خصوصاً من جملہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اِس نص کے تحت داخل ہوگا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم پر دال ہے، اور ایسی نصوص قُرآن وحدیث میں بے شُمار ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا. لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ﴾[3]

اور اسی طرح اللہ عزّوجل کا فرمانِ عالی شان ہے کہ:

---

[1] [الأنعام:152]، و[الإسراء:34]

مکتبہ شاملہ میں موجود رسالہ میں "ولا تأکلوا مال الیتیم" ہے جو کہ کتابت و کمپوزنگ کی غلطی ہے

[2] [الاسراء:23]

[3] [الفتح:8-9]

﴿لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ﴾ [1]

(بھی اسی میں شامل ہے) پس ثابت ہوا کہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تعظیم کو فرض کیا ہے اور اسے ایمان کی مثل لازم قرار دیا ہے، اور قرآن حکیم میں کتنی ہی آیات آپ ﷺ کی تعظیم پر دلالت کرنے والی موجود ہیں، اور جو شخص آپ علیہ السلام کی وجوبِ تعظیم اور ہر مکلف پر فرضیت، اَدِلَّہ قاطعہ کے براہین کے ساتھ تفصیل کا طالب ہو تو وہ کتبِ سیر جیسے "شفا" قاضی عیاض، "مواہب اللدنیہ للامام قسطلانی"، اور ابنِ قیم کی "زاد المعاد" وغیرہم کا مطالعہ کرے، پس اُن کے اندر وہ پائے گا جو بیمار کو شفاء دے گا۔

پس یہاں سے ثابت ہوا کہ یہ قیام بدعت نہیں بلکہ دلالۃ النص کے ساتھ منصوص علیہ ہے، تو جو اِس کے اِنکار اور تحریم کا مُدعی ہے وہ گمراہ و بدعتی ہے، اگر آپ ﷺ کی اہانت و تنقیص کے اِرادہ سے کہا تو کُفر و ردّہ ہوگا، جیسا کہ گذرا، اسی طرح مفتی الثقلین امام ابُو سعود رحمہ اللہ نے اُس کے کُفر کا فتویٰ دیا ہے جو لوگوں کے قیام کے وقت اہانت اور انکار کے طور پر اس قیام کو ترک کرتا ہے، جیسا کہ اس کو علامہ سمنودی رحمہ اللہ [2] نے نقل کیا ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوئی تو بعض اوقات ترک قیام کی وجہ سے لوگوں کے درمیان فتنہ پھیل جاتا ہے اور جو شخص حضورِ اکرم ﷺ کی تعظیم کی خاطر قیام نہیں کرتا تو اُس کو مذہب وہابیہ کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ وہابیہ نے اہلِ توحید کی تکفیر کے ساتھ غلو میں حدود کو کراس کیا، جیسے وہ انبیاء و اولیاء کے ساتھ توسل کرنے، اِن کے مزارات کی زیارت کرنے اور اِن کے ساتھ تبرک اور رب تعالیٰ سے اِن کے واسطے سے طلب حاجات کرنے والوں کے متعلق

---

[1] [آلِ عِمرٰن: 81]

[2] سعادة الدارين في الرد على الفرقتين الوهابية ومقلدة الظاهرية، ج 2ص 94، طبع بمطبعة جريدة الاسلام بمصر، بلفظ: "أفتى المولى أبو السعود العمادي الحنفي يكفر من يتركه حين يقوم الناس لاشعاره بضد ذلك"، نقل عن مواكب ربيع للحلواني

کہتے ہیں۔ مسلمین مؤحدین ہر گھڑی و ہر لحظہ، ہر روز متعدد مرتبہ ناطقینِ توحید ہیں، ان کی تکفیر کی کوئی راہ نہیں (یعنی جو سُنّی مسلمان ہیں اور انبیاءِ کرام اور اولیاء اللہ کے ساتھ توسل کرتے ہیں اور اُن کے واسطے سے رب تعالیٰ سے حاجتیں طلب کرتے ہیں اُن کی تکفیر کر کے وہابیہ ظلم کرتے ہیں ایسے توحید پرست مسلمانوں کی تکفیر کی کوئی وجہ نہیں ہے، از راقم) جب کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حاجتوں کا سوال کرتے اور اُس کے پیاروں کے وسیلے سے رب تعالیٰ سے مُرادیں طلب کرتے ہیں، پس جو شخص اِن کی تکفیر کرتا ہے وہ خُود کُفر کے زیادہ قریب ہے۔

حتیٰ کہ مؤمن مؤحد سے "یارسول اللہ اقضی لی حاجتی"، "یا" یاعبدالقادر اطلب منک کذا" کہتے ہوئے سن کر بھی اِس کی وجہ سے اُس کی تکفیر نہیں کرنی چاہیئے، بلکہ اس کے اِعتقادِ ظاہری سے تم اس کو منع کرو، ہم تو اس کے کلام کو "المجاز فی الاسناد" پر محمول کرتے ہیں اور یہ مجاز عقلی ہے، جیسا کہ اس کو علمائے معانی نے بیان کیا ہے، اور یہ قُرآن مجید میں بھی بہت زیادہ ہے، جیسے اِرشادِ خُداوندی ہے کہ:

﴿یٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا﴾ [1]

پس بے شک بنانا مزدوروں کا فعل ہے اور ہامان سبب ہے، آمر ہے یہاں تک کہ جب ہم عامی سے بھی کہتے ہیں کہ تم بندوں سے اپنی حاجتوں کے پُورا ہونے کا سوال کرتے ہو تو وہ کہتا ہے کہ میری مُراد یہ ہے کہ رب تعالیٰ اس بندے کے وسیلے سے میری مُرادیں پُوری فرمائے گا۔ جب ہم دلالت کرنے والا قرینہ پاتے ہیں کہ بے شک متکلم مؤحد ہے، اس کے اس کلام کو جس کا ظاہر غیر اللہ کی جانب اسنادِ فعل پر مبنی ہے تو مجاز پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ اس شاعر کے قول کو مجاز پر محمول کیا گیا ہے:

---

[1] [غافر:36]

أَشَابَ الصَّغِيرَ وَأَفْنَى الْكَبِيرَ
كَرُّ الْغَدَاةِ وَمَرُّ الْعَشِيّ

بچے کو جوان کر دیا اور بُوڑھے کو فنا کر دیا، صبح وشام کی گردش نے[1]

اِس پر دلیل اِس کے بعد اُس کا یہ قول ہے کہ:

فملتنا إننا مسلمون
على دين صديقنا والنبي

ہماری ملّت یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں، اپنے صدیق نبی کے دین پر[2]

پس یہ شعر دلالت کر رہا ہے کہ یہ شخص مؤحد ہے، پس اِسی طرح جو عامی ہمیشہ توحید کے کلمات پر چلتا ہے ہم پر لازم ہے اُس کے اِس کلام کو جس کا اُس نے ظاہر کا اِرادہ نہیں کیا مجاز پر محمول کریں۔ یہ بات جب یہاں تک ہوئی تو اب ہم لوٹتے ہیں اُسی بحث کی جانب جس میں ہم مصروف تھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذِکر مولد شریف کے موقع پر اِستحباب قیام کی طرف! یہ قیام ظاہراً باطناً مؤکد ومطلوب ہے۔

ایک مرتبہ مَیں ایک مجلس میں تھا کہ معاصرین میں سے ایک شخص جو ذِکرِ ولادت شریف کے

---

[1] هذا البيت للصلتان العبدي وهو قثم بن خبية، من بني محارب ابن عمرو، من عبد القيس: شاعر حكيم. من وصيته المشهورة التي أوصى بها ولده التي يقول فيها:۔۔۔الخ۔

فالفعلان: أشاب وأفنى أسندا إلى غير ما هو له: وهو كرّ الغداة ومرّ العشي، وهما سبب، والذي أشاب وأفنى في الحقيقة هو الله تعالى.

رواه ابن أبي الدنيا في كلام الليالي والأيام (43)، وفي الزهد (445)، وأيضاً البيهقي في الزهد الكبير (625) عن الصلتان العبدي، بلفظ:

أَشَابَ الصَّغِيرَ وَأَفْنَى الْكَبِيرَ... مَرُّ النَّهَارِ وَكَرُّ الْعَشِيّ

[2] انظر: يتيمة الدهر في محاسن أهل العصر، ج1 ص29، والذخيرة، ج8 ص570

موقعہ پر قیام کا قائل نہ تھا مَیں نے اُس سے کہا: کیا اس میں تعظیم کا پہلو نہیں؟ تو اُس نے کہا: بے شک تعظیم دل اور اتباع سنّتِ خیر الانام کے ساتھ ہے، اِس قیام کے ساتھ نہیں کیونکہ یہ قیام بدعت ہے۔

مَیں نے کہا: اس قیام میں کوئی حرج نہیں، یہ قیام تو تعظیم قلبی کا ترجمان ہے، اور شرع شریف کا معاملہ ظاہر پر ہے، یہاں تک کہ جو شخص زُبان سے لا الہ الا اللہ کے ساتھ اقرار کرتا ہے تو اُس پر اِسلام کا حکم لگاتے ہیں باوجود یہ کہ ہمیں اُس کے دل پر اطلاع نہیں ہوتی، اور کہاں سے اُس کے دل کے معاملات کو جانا جاسکتا ہے اگر ظاہر اِس پر دلالت نہ کرے۔

یہ بات تو طے شُدہ ہے کہ ہم اپنے دلوں میں بعض کا بعض کے لئے قیام اور زُبان وہاتھ کے اعمالِ جوارح کو اسبابِ تعظیم واکرام میں شُمار کرتے ہیں، جیسا کہ "حمد عرفی" کی تعریف میں علماء نے کہا ہے کہ ایسا فعل جو تعظیمِ منعم کا مشعر ہو، چاہے وہ فعل زُبان سے ہو، ارکان سے، یا دل سے، جیسا کہ ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ:

أفادتكم النعماء منى ثلاثة
يدى ولسانى والضمير المحجبا

بے شک تم نے جان لیا کہ یہ قیام بِدعت نہیں بلکہ یہ اُس قیام کے مثل ہے جو آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کی تعظیم کے لئے کیا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ [1] کو سیراب فرمائے جب اُن کے قریب سے سید الاکوان ﷺ گذرے تو وہ کھڑے ہو گئے اور اُنہوں نے یہ شعر کہا کہ:

"میرا قیام میرے محبوب کے لئے مجھ پر فرض ہے، اور فرض کو چھوڑنا جو کہ مستقیم نہیں"۔

مجھے حیرت ہوتی ہے ان لوگوں پر جن کو عقل وفہم ہے

---

[1] ملاحظہ ہو: إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين، ج3ص305۔

وہ اس جمال کو دیکھ کر بھی کھڑے نہیں ہوتے

ایک روایت میں "للعزیز" کے بجائے "قیامی للنبی" کے الفاظ موجود ہیں

اے منکرِ قیام! مَیں تمہیں اللہ عزّوجل کی قسم دیتا ہوں کہ تم کسی مجلس میں آؤ اور تمہارے لئے اکثر لوگ کھڑے ہو جائیں اور کچھ نہ کھڑے ہوں تو کیا تمہارے اور تمہارے علاوہ دُوسرے لوگوں کے دل میں یہ خیال نہیں آئے گا کہ وہ لوگ جو کھڑے نہ ہوئے انہوں نے تمہیں حقیر سمجھا، بخلاف اُن لوگوں کے جو تمہارے لئے کھڑے ہوئے اُنہوں نے تمہارا احترام کیا۔ پس تم کتنے جاہل و بدترین انسان ہو۔

اللہ عزّوجل کی قسم میں اس منکرِ قیام اور اس کو حرام و روافض و ہندوؤں سے تشبیہ دینے والے، بلکہ یہ کہنے والے کہ یہ لوگ ان سے بھی بڑھ کر ہیں، اور یہ فعل احمقوں کا ہے، الخ، پر جو اس نے کہا اس پر کُفر و ردّۃ کا خوف کرتا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ قیام مستحب و مؤکد ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے ذِکر کے موقعہ پر مستحب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و اکرام کی خاطر اور اللہ عزّوجل کی نعمتِ عظمیٰ کے ظہور کی خُوشی میں اِس کو مسلمانوں نے مستحسن سمجھا ہے اور اِس کو حسن شُمار کیا ہے۔

مرفوع حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ:

"مَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ". [1]

---

[1] أخرجه الطبراني في الأوسط، ج4ص58(3602)من حديث ابن مسعود رضی اللہ عنہ وأخرجه الطيالسي في مسنده، ج1ص199(243)، وأحمد في فضائل الصحابة، ج1ص 367(541)، وفي مسنده، ج6ص84(3600)، و البزار في مسنده، ج5ص212-213(1816)، و ابن الأعرابي في المعجم، ج2ص443(861)، والطبراني في الكبير، ج9ص112(8583)، والآجري في الشريعة، ج4ص 1677 (1146)، والكلاباذي في بحر الفوائد المشهور بمعاني الأخبار، ص150، والحاكم في

" یعنی جس کو مسلمان اچھا شمار کریں وہ عنداللہ بھی اچھا ہے"۔[1]

اور اسی طرح حدیث مبارکہ میں ہے کہ:

"ید اللہ مع الجماعة۔۔ ومن شذ شذ فی النار"۔[2]

اس کے علاوہ کئی احادیث مبارکہ بھی موجود ہیں جو اتباع سبیل المسلمین الناجین پر دلالت کرنے والی ہیں، اس منکر (گنگوہی) کے انکار اور اس نے جو اسے حرام قرار دیا اور قائلین کی تفسیق کی ہے اُس کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ یہ ایک شیطانی حملہ ہے جس نے اس کے دل پر غلبہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس (منکر گنگوہی) کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے اور اِس جیسے

---

[1] = المستدرک، ج3ص83(4465)، والبیهقي في الاعتقاد، ص322، وفي المدخل إلى السنن الكبرى(49)، والبغوي في شرح السنة، ج1ص214-215(105)

وقال أحمد شاكر : إسناده صحيح , وهو موقوف على ابن مسعود. وهو في مجمع الزوائد 1: 177 - 178: وقال: "رواه أحمد والبزار والطبراني في الكبير ,ورجاله موثقون".

وقال الأرنؤوط : إسناده حسن من أجل عاصم وهو ابن أبي النجود, وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي بكر وهو ابن عياش، فمن رجال البخاري، وأخرج له مسلم في "المقدمة".

وأخرجه البزار (130) (زوائد)، والطبراني في "الكبير" (8582) من طريق أبي بكر بن عياش، بهذا الإسناد. قال البزار: رواه بعضهم عن عاصم، عن أبي وائل، عن عبدالله.

وأورده الهيثمي في "المجمع" 1/177-178، ونسبه إلى أحمد والبزار والطبراني، وقال: رجاله موثقون.

[2] أخرجه الدولابي في الكنى والأسماء، ج2ص821(1431) بلفظ: وَيَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ، وَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ۔

دوسرے لوگوں کے شر سے بھی جو آپ ﷺ کے منصب شریف کو گھٹانے کے در پے ہیں، اہل اسلام کی تکفیر و تفسیق کرتے ہیں، ان جیسے لوگوں کا وجود مسلمانوں پر بہت بڑی مصیبت ہے کیونکہ یہ لوگ مدعی ارشاد ہیں جبکہ لوگوں کے درمیان اعتقاد کے اعتبار سے بہت بڑا فساد پھیلاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ یا ان کو تکمیل ارشاد کی توفیق عطا فرمائے یا ان تمام شہروں سے ان کو نیست و نابود کر دے، اور اہل سنت و جماعت کو ان متبعین کی کثرت عطا فرمائے جو لوگوں کو آپ ﷺ کی زندگی مبارکہ و بعد از وصال بھی وجوب تعظیم کی تعلیم دیتے ہیں، آپ ﷺ کے اصحاب اور ان ائمہ دین کی تعظیم کی بھی جنہوں نے شریعت مصطفویہ علی صاحبہا التحیۃ والصلاۃ کی خدمت اور اُس کی تدوین کی، لوگوں کو قیامت تک جس پر عمل کروایا۔

پر اِس دُنیا اور آخرت میں رُسوا کنندہ عذاب کا خطرہ ہے، مگر یہ کہ رب تعالیٰ توبہ واستغفار کی توفیق سے اس کو بچالے (مگر افسوس کہ گنگوہی نے توبہ واستغفار نہیں کی، راقم) رب تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو بارگاہِ رسالت مآب علیہ من الصلوات افضلھا ومن التسلیمات اکملھا ومن البرکات اتمھا ومن التحیات ادومھا وعلی آلہ وصحبہ وتابعیہ وحزبہ اجمعین الی یوم الدین میں ایسی خرافات بکنے کے شر سے پناہ میں رکھے۔ اس تشبیہات جیسی چیزیں افضل المخلوقات کی تعظیم کے حق میں سُوء ادب واستہزاء ہیں، اِن بکواسات پر راضی رہنے والے اور اِن کو اچھا سمجھنے والے کے لئے رب تعالیٰ کا یہ فرمان کافی ہے جس میں اپنے حبیب ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے رب تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ:﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾[الانبیاء:41]

ہم رب تعالیٰ سے توفیق وہدایت کا سوال کرتے ہیں، سیدھے راستے کی، رب معید مبدیٔ کی رحمت کے اُمیدوار ہدایت اللہ بن محمود بن محمد سعید شامی بکری نسباً حنفی مذھباً، قادری مشرباً نے مدینہ منورہ میں حضورِ اکرم ﷺ کے مزارِ اقدس کی زیارت کے لئے چھٹی مرتبہ آنے والے سال میں اس کو لکھا، رب تعالیٰ اپنے فضل سے ساتویں مرتبہ جوارِ خیر الانام ﷺ میں حسن خاتمہ عطا فرمائے۔

تاریخ 9 ربیع الاول 1330ھ کو اس تحریر کو قلمبند کیا ہے وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی سائر اخوانہ من الانبیاء والمرسلین وآل کل منھم واصحابہ والتابعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین وابنہ الکریم المغیث وعلینا معھم رحمۃ اللہ آمین۔

صورت مہر ہدایت اللہ

حسبی اللہ محمد رسول اللہ، ربی اللہ لا الہ الا ھو

مدینہ منورہ کے مفتی مالکیہ کی شیخ محمود عطار دمشقی کے رسالہ پر تقریظ

سب تعریفیں اس رب تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے تمام مسلمانوں پر سیّد المرسلین ﷺ کی تعظیم کو واجب کیا، اور صلاۃ وسلام ہوں اشرف المخلوقات اور آپکی آل اور تمام اصحاب پر اور بعد میں آنے والے جنہوں نے آپ ﷺ کی محبت میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، چاہے آپ ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں ہو یا آپ ﷺ کے وصال کے بعد کا معاملہ ہو، بے شک عمل مولد شریف اور آپ ﷺ کی ولادت کے ذکر کے موقع پر قیام جناب رسول کریم مومنوں پر رؤوف ورحیم کی بارگاہ میں تعظیم پر دلالت کرتا ہے، بے شک مسلمانوں نے اِس کو مستحسن سمجھا ہے اور برس ہا برس سے اِس پر عمل جاری ہے اور سند حسن کے ساتھ "ماراٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن "(جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ رب تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے) مروی ہے۔ جو مولانا محمود آفندی نے تحریر فرمایا وہ اخیار وابرار اہل سنّت کا طریقہ ہے اور عمل کے لائق ہے، اس کا انکار محروم ومخذول کرے گا، اور جو ہندی (گنگوہی) احمق نے لکھا ہے وہ کلام قبیح اور صریح بہتان ہے اُس سے زیادہ بُرا کلام نہیں ہوسکتا، رب تعالیٰ نے اس کے قائل پر (یعنی گنگوہی پر) گمراہی کی مہر لگا دی ہے۔ کتب شریعت سے اس کے رد پر دلائل قائم ہیں اگر یہ(گنگوہی) تائب نہ ہوا تو اس پر سُوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

کتبہ الفقیر الی مولاہ الغنی السید احمد الجزائری الحسینی المدنی

خادم فتوی المالکیۃ بحرمۃ خیر البریۃ حامدا ومصلیا عبدہ

مہر

السید احمد الجزائری

دحض الفضول في الرد على من حظر القيام عند ولادة الرسول صلى الله عليه وآله وسلم

بقلم العالم العلامة الأستاذ الشيخ محمد أفندي القاسمي الحلاق

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله و كفى والصلاة والسلام على سيدنا محمد المصطفى وعلى آله وصحبه أولى الصدق والوفا وبعد فيقول أضعف الخلق على الإطلاق محمد ابن العلامة المرحوم الشيخ قاسم الحلاق الدمشقى الشهير بالقاسمى وقد ورد على كتاب من المدينة المنورة على مشرفها أفضل الصلاة والسلام بإمضاء كل من صاحبى الغيرة والحمية على الدين وعلى أخوانهما المسلمين العالمين الفاضلين والأديبين الكاملين السيد أحمد على القادرى الرامفورى والشيخ محمد كريم الله الهندى عاملهما الله بلطفه الخفى آمين وملخصه أنهما اطلعا على رسالتى الموسومة بتحقيق الكلام فى وجوب القيام عند قراءة مولد المصطفى ووضع أمه له عليه الصلاة والسلام المدرجة فى مجلة الحقائق الغراء فى الجزء الحادى عشر من السنة الثانية فتلقياها بالقبول والاستحسان أنعم الله علينا وعليهما بكل إحسان بيد أنها كما قالا عارية عن حكم المشبهين للقيام بفعل مجوس الهند عبدة الأصنام فاستحسن منى هذان الفاضلان أن أحرر رسالة تكون ذيلاً للرسالة الأولى تتضمن رد الجواب الآتى وبيان حكم المانعين لهذا القيام ظناً منهما أنى أهل لذلك وممن سلك هاتيك المسالك وما دريا أنهما استسمنا ذا ورم ونفخا فى غير ضرم ولكن لظنهما الحسن بهذا العاجز كما

هو شأنهما امتثلت الأمر واقتحمت صعوبة هذا الخطر وقصدت ذلك مع الاعتراف بأنى لست هنالك وسميتها دحض الفضول فى الرد على من حظر القيام عند ولادة الرسول سائلاً منها تعالى الإعانة والتوفيق والهداية لأقوم طريق آمين (صورة السؤال) الذى ورد من الفاضلين المذكورين.

ما قول علماء المسلمين أيد الله بهم الدين وقواهم على إزاحة شبه الملحدين فى قول رجل سئل عن القيام عند ذكر الولادة الشريفة النبوية.

(فأجاب) وهذا نص كلامه_ وأما توجيه القيام بقدوم روحه الشريفة صلى الله عليه وسلم من عالم الأرواح إلى عالم الشهادة فيقومون تعظيماً له فهذا أيضاً من حماقاتهم لأن هذا الوجه يقتضى القيام عند تحقق نفس الولادة الشريفة ومتى تتكرر الولادة فى هذه الأيام فهذه الإعادة للولادة الشريفة مماثلة بفعل مجوس الهند حيث أنهم يأتون بعين حكاية معبودهم (كنهيا) أو مماثلة للروافض الذين ينقلون شهادة أهل البيت رضى الله عنهم كل سنة (أى فعله وعمله) فمعاذ الله صار هذا حكاية للولادة المنيفة الحقيقية وهذه الحركة بلا شك وشبهة حرية باللوم والحرمة والفسق بل فعلهم هذا يزيد على فعل أولئك فإنهم يفعلونه فى كل عام مرة واحدة وهؤلاء يفعلون هذه المزخرفات الفرضية متى شاؤا وليس لهذا نظير فى الشرع بأن يفرض أمر ويعامل معاملة الحقيقة بل هو محرم شرعاً أهـ فهل هذا الجواب صحيح أم لا أفيدونا مأجورين أهـ.

وقد جاء بحاشية صحيفة السؤال ما نصه: أنه إذا جاء يوم ولادة معبودهم المذكور يأتون بامرأة حامل متم ثم هى تحاكى امرأة عند الوضع فتأن أنيناً

وتلتوى حيناً فحيناً ثم يستخرجون من تحتها صورة ولد ويرقصون ويلعبون ويصفقون ويزمرون إلى غير ذلك من ملاعبهم الخبيثة اهـ.

هذا ملخص عبارة الكتاب المتقدم.

قلت وهذا الجواب كما ترى إنما ورد بحسب أوضاع المبتدعة من الاختلاق على المسلمين لإلقاء الشبه على ضعفاء العقول فلينتبه له لأن جميع ما تخرص به من أول كلامه إلى آخره مزيف بكذبه الحس والعيان ولم ينزل الله به من سلطان وكان اللائق عدم الجواب عنه لبداهة بطلانه إلا أننا نخشى من ظنه وظن أمثاله أن المسلمين عاجزون عن رد كلماته ودحض شبهاته ولئلا ينخدع بها الجهلاء ونحوهم وهو مع ما فيه من المغالطات والمشاغبات تطويل من غير طائل بل هو ﴿كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً﴾[1] ولنتكلم بحسب العجز على هذا الجواب بكلام يسلمه ذوو العقول والألباب.

فنقول: أما كون القيام للتعظيم وكون التعظيم واجباً فقد بسطنا الكلام على ذلك فى رسالتنا المتقدمة فليراجعها من أراد (وأما قول هذا المفترى وإما توجيه القيام الخ) فكلام مختلق منه أو من بعض الجهلاء الذين لا يعقلون الحجج والبراهين ولا يميزون بين الغث والسمين حمله على ذلك سوء ظنه بالمسلمين وحسده لرسول رب العالمين والدليل على اختلاقه هذا من وجهين:

(الأول) أنه ليس لما ادعاه من قدوم روحه أصل من كتاب ولا سنة ولا

---

[1] [النور: 39]

إجماع ولا من حجة عقل ولم يؤثر عن أحد من السلف الصالح ولا التابعين لهم بإحسان ولا عن أحد من الأئمة المجتهدين ولا غيرهم ولم ير له أثر فی الصحاح ولا غيرها وما كان هكذا فهو فی غاية السقوط والبعد عن الحق قال تعالى: ﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾[1]

وإذا لم يكن ذلك بسلطان بين من الله وهو ما أنزله على رسوله صلى الله عليه وسلم كان صاحبه متبعاً لهواه بغير هدى من الله قال تعالى: ﴿وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ﴾[2]

قال بعض الأفاضل ما بعضه ولما كان النبی ﷺ قد أخبر أن هذه الأمة تتبع سنن من قبلها حذو القذة بالقذة حتى لو دخلوا جحر ضب لدخلوه[3] وجب

---

[1] [البقرة:111]

[2] [الانعام:119]

[3] انظر: الكنى والأسماء للدولابي، ج2 ص 731 (1272)، و[illegible] وكشف الأستار عن زوائد البزار للهيثمي (3285)، والمستدرك على الصحيحين للحاكم، ج4 ص 502 (8404)، من حديث ابن عباس رضي الله عنه [illegible] قال البزار: لا نعلمه يروى بهذا اللفظ إلا بهذا الإسناد، و[illegible] ورجاله ثقات [مجمع 261/7]. وقال الحاكم: صحيح، و[illegible] ومسند أحمد (9819) وقال الأرنؤوط: حديث صحيح، وهذا [illegible] محمد بن عمرو -وهو ابن علقمة الليثي- فقد روى له [illegible] المتابعات، وهو حسن الحديث. وأخرجه ابن أبي شيبة [illegible] (3994)، وابن أبي عاصم في "السنة" (72) عن يزيد بن هارون [illegible] برقم (10827). وانظر ما سلف برقم (8308).

أن يكون فيهم من يغير معاني الكتاب والسنة فيما أخبر الله ورسوله ويتبع هواه بغير علم ويبتدع في الدين ما ليس منه كما وقع للأمم السالفة إذ هذا من بعض أسباب تغيير الملل الماضية بعد موت أنبيائهم عليهم الصلاة والسلام لكن هذا الدين محفوظ بحفظ الله وقدرته وعنايته من انتحال كل مبطل وتأويل كل جاهل ولا يزال فيه طائفة قائمة ظاهرة على الحق فلم ينله ما نال غيره من الأديان من تحريف كتبها وتغيير شرائعها مطلقاً إذا تبين هذا علمت أن كل الدعاوى التي ادعاها حماقات ومكابرات بلا برهان بل البرهان الواضح على بطلانه الدافع لما خرص به قوله صلى الله عليه وسلم: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إلا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي فأرد عليه السلام". [1] رواه أبو داود عن أبي هريرة رضي الله عنه قال المناوي وإسناده صحيح أهـ.

فأفصح صلى الله عليه وسلم أن روحه الشريفة ترد إلى جسده الشريف عند سلام من يسلم عليه ليرد عليه السلام صلى الله عليه وسلم ومن لوازم هذا الرد رجوع الحس والحركة الإرادية كما هو معلوم فهذا دليل جلي على أنه صلى الله عليه وسلم حي في قبره الشريف وأن روحه الشريفة لا تفارق جسمه الشريف أبد الآبدين حيث لا يخلو الكون من مسلم عليه عليه الصلاة والسلام كلما ذكر فكلامه هذا صلى الله عليه وسلم هو القاضي على كل كلام فليتأمل قلت والأنبياء عليهم الصلاة والسلام كذلك أي أحياء في قبورهم كما هو ثابت أيضاً.

---

[1] أخرجه أبو داود في السنن، بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ (2041)، بلفظ: "مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ". وسيأتي تخريجه وتصحيحه ان شاء الله.

(الوجه الثانى) أن السائل لم يسأل إلا عن القيام عند ذكر الوضع فقط كما رأيت ولم يتعرض لذكر القدوم بتاتاً كما غالط به هذا المجيب الأفاك فتبين بذلك افتراؤه و كذبه على المسلمين قال صلى الله عليه وسلم فيما أخرجه أبو داود والترمذى وصححه واللفظ له عن ابن مسعود رضى الله عنه فى شق حديث له ما لفظه: "وَإِيَّاكُمْ وَالكَذِبَ فَإِنَّ الكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الفُجُورِ، وَإِنَّ الفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَمَا يَزَالُ العَبْدُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا".[1]

والبخارى[2] رأيت الليلة رجلين أتيانب فقالا لى رأيت يشق شدقيه

---

[1] أخرجه أبو داود في السنن ،بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي الْكَذِبِ(4989) ،والترمذي في السنن، بَابُ مَا جَاءَ فِي الصِّدْقِ وَالكَذِبِ(1971)، وابن أبي شيبة في المصنف ،ج5ص 235(25599)

وقال الترمذي :وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، وَعُمَرَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشِّخِّيرِ، وَابْنِ عُمَرَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

وقال الأرنؤوط :إسناده صحيح. وكيع: هو ابن الجراح، والأعمش: هو سليمان بن مهران، وأبو وائل: هو شقيق بن سلمة.

وأخرجه مسلم(2607)(105)عن محمَّد بن عبد الله بن نمير، عن وكيع، بهذا الإسناد.

وأخرجه مسلم(2607)(105)من طرق عن أبي معاوية، عن الأعمش، به.

وأخرجه البخاري(6094)، ومسلم(2607)(103)من طريق منصور، عن أبي وائل، به. وعند بعضهم اللفظ بنحوه وفيه اختصار.

[2] أخرجه البخاري في الصحيح بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ} [التوبة: 119] وَمَا يُنْهَى عَنِ الكَذِبِ ،ج8ص25(6096)، بلفظ: "رَأَيْتُ =

فكذاب يكذب الكذبة تحمل عنه حتى تبلغ الآفاق فيصنع به إلى يوم القيمة. والشيخان [1]: "آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ".

وزاد مسلم [2] فى رواية: "وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ"

قال بعضهم:

لى حيلة فيمن ينم
و ليس فى الكذاب حيلة
من كان يخلق ما يقول
فحيلتى فيه قليلة

فليتأمل. (قوله وهذا الوجه يقتضى الخ)

قلت: هذا نظير ما قبله من الاختلاق حيث أبدا لم تعلل القيام المذكور

=الليلة رجلين أتياني، قالا: الذي رأيته يشق شدقه فكذاب، يكذب بالكذبة تحمل عنه حتى تبلغ الآفاق، فيصنع به إلى يوم القيامة". وقدمه بطوله في "باب ما قيل في أولاد المشركين"، ج2ص100-102(1386) من حديث سمرة بن جندب رضي الله عنه.

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، باب علامة المنافق، ج1 ص16 (34)، وباب من أمر بإنجاز الوعد، ج3ص180 (2682)، وج4ص5 (2749)، وج8ص25 (6095)، ومسلم في الصحيح، باب بيان خصال المنافق (107)، و(109)، من حديث أبي هريرة رضي الله عنه، لكن فقرة "وإذا عاهد غدر" رواه كلاهما من حديث عبد الله بن عمرو رضي الله عنه، هو عند البخاري (34)، و(2459)، و(3178)، ومسلم (106)

[2] أخرجه مسلم في الصحيح، باب بيان خصال المنافق (109)، و(110)، من حديث أبي هريرة رضي الله عنه.

بقدوم روحه كما مر تزييفه ولا بنفس الولادة كما غالط به ههنا بل عللناه بأنه قد صار فى هذه الأزمان من شعار التعظيم الذى يعد تر كه تهاوناً بل استخفافاً به ورغبة عنه حتى صار التعظيم المذ كور بهذه القيود واجباً فيكون القيام واجباً حينئذ لذلك كما أوضحناه سابقاً فى الرسالة المتقدم ذ كرها فاحفظه.

(قوله فهذه الإعادة للولادة الخ) قلت : من وقف على هذه الكلمات المنتحلة أيضاً وجدها كلها حماقات ومكابرات بلا برهان كما مر بل هى خارجة عن دين الإسلام محرمة فيه يجب على كل مسلم قادر على إنكارها وإزالة شبهها بالقلم والبيان واليد واللسان ليكون من جملة المرادين بقوله ﷺ : "يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهُ يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ، وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ، وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ"أو كما قال.[1]

وذلك من أعظم ما أوجبه الله تعالى من الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر

---

[1] أخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار، 10ص17(3884)، من حديث أبي الدرداء وأخرجه الطبراني في مسند الشاميين، ج1ص344(599)، من حديث أبي هريرة. وأخرجه تمام في فوائده، ج1ص350(899)، من حديث ابن عمر رضي الله عنهم. وأخرجه الآجري في الشريعة، ج1ص269، وابن الوضاع في البدع والنهى عنها(1)، وابن بطة في الابانة، ج1ص198(33)، من حديث ابراهيم بن عبد الرحمن العذري وانظر: بُغْيَة الْمُلْتَمِس فِي سُبَاعِيَّاتِ حَدِيثِ الإِمَامِ مَالِكِ بْنِ أَنَس ، 34، وإثارة الفوائد المجموعة في الإشارة إلى الفرائد المسموعة كلاهما للعلائي، 72، وبيان الوهم والإيهام في كتاب الأحكام لابن القطان، ج2ص347، وج3ص37، وإسلام زيد بن حارثة وغيره من أحاديث الشيوخ لأبي القاسم تمام الرازي(5)

بحجة واضحة تدحض دعوى مثل هذا الأحمق الأخرق الذى لم ينسج ناسج على مثاله ولم يسلك سالك على منهاجه وهو كأمثاله ممن أعمى الله قلبه حتى رأى الظلمة نوراً والنور ظلمة قال الله تعالى: ﴿وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ﴾[1] الآية.
وقد شبه هذا الأحمق فعل الإسلام عند اجتماعهم لتلاوة قصة مولد نبيهم ﷺ من الأعمال الصالحة بفعل المجوس يوم اجتماعهم لمثل ولادة آلهم من المكفرات كما سلف ولنذكر هنا على سبيل الاختصار كلاً من المولدين وما يفعل فيهما ليتبين للقارىء الفرق بين الفعلين ويظهر البون البعيد بين الاجتماعين أما فعل المجوس فكما تقدم من إتيانهم بامرأة حامل حيلة فتضع صورة ولد فيؤخذ من تحتها ويرقص له الخ.
هذا هو فعلهم لمثل ولادة إلههم بزعمهم وأنت تعلم أن هذا الفعل مشتمل على محظورات ومحرمات بل على مكفرات لا تخفى منها إثباتهم لإله باطل ومنها إتيانهم بامرأة حامل كذباً وبهتاناً تحاكى امرأة عند وضعها من أنين وغيره كما مر ومنها استخراج ولد من تحتها مماثل لإلههم ومعبودهم بزعمهم ومنها رقصهم ولعبهم الخ هذه هى أعمالهم كل سنة عند اجتماعهم للولادة المذكورة وأما ما يفعله المسلمون فى مولد سيد الخلق ﷺ فمبسوط فى رسالتنا المار ذكرها فلتراجع ولننقل منها شيئاً نزد المناسبة المقابلة فنقول قال فى مواكب ربيع فى مولد الشفيع[2] أثناء

[1] [المائدة:41]

[2] مواكب الربيع فى مولد الشفيع ﷺ تاليف: للعلامة الشيخ شهاب الدين احمد بن احمد بن اسماعيل الحلوانى الخليجى الشافعى۔

كلام له ما لفظه جرت العادة بالعناية بأمر المولد ليلته أو يومه بحيث يقع الاجتماع وإظهار الفرح وإطعام الطعام والإحسان للفقراء وقراءة القرآن والذكر وإنشاد القصائد النبوية والصلاة عليه صلى الله عليه وسلم وقراءة قصة المولد الشريف وما اشتمل عليه من كراماته ومعجزاته إلى أن قال وأول من أحدثه الملك المظفر صاحب أربل فأقره عليه أفاضل العلماء وعامة الصلحاء الخ.

فتبين من قوله فأقره الخ أن هذا الفعل مع كونه فعلاً مستحسناً وطاعة عظيمة صار مجمعاً عليه إلى الآن بل إلى ما شاء الله فليتأمل.

وقوله ليلة المولد أو يومه هو على المشهور اليوم الثانى عشر من شهر ربيع الأول ولم تزل قراءته متولية متتابعة إلى آخر الشهر المذكور وبعده إلى آخر السنة إنما يقرأ عند حادث سرور أو نحوه من كل نعمة أنعم الله بها على هذه الأمة ويتكرر ذلك كما هو معلوم ولم تزل هذه أعمالهم كلما اجتمعوا لقراءة المولد الشريف ولا يزالون كذلك إلى أن يرث الله الأرض ومن عليها هذا وفى أثناء قراءة القصة المذكورة يصلون على النبى صلى الله عليه وسلم مراراً مع أناشيد متعددة مشتملة على مدحه وحسن سيرته الخ.

ثم عند ذكر الوضع والولادة له صلى الله عليه وسلم ويقوم الحضور جميعاً على أقدامهم بغاية الأدب والاحترام تعظيماً لمقامه الشريف ومحبة له صلى الله عليه وسلم مكررين الصلاة الإبراهيمية ثم يختم هذا المجلس بحمده تعالى والثناء عليه بما هو أهله وبالصلاة والسلام عليه صلى الله عليه وسلم وبالدعاء للحاضرين ولجميع المسلمين هذا هو عمل المسلمين

وقت اجتماعهم فى كل مجلس اجتمعوا فيه لتلاوة قصة المنيفة إذا تبين هذا علمت أن مثل هذا المجلس يعد ويحسب من جملة مجالس الذكر التى ندب الله ورسوله إليها وذلك لأن لفظ الذكر لفظ عام يتناول أفراد كثيرة من كل ما يطلق عليه لغة وشرعاً أنه طاعة وعمل صالح كقراءة القرآن والدعاء والصلاة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم وغير ذلك من الأعمال المحبوبة للشارع كما هو معلوم ففى القاموس وشرحه ما لفظه الذكر والطاعة والشكر والدعاء والتسبيح وقراءة القرآن وتمجيد الله وتسبيحه وتهليله والثناء عليه بجميع محامده أهـ.

وفى الصحيح عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :" إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الأَرْضِ فَإِذَا مروا بِقَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَنَادَوْا: هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ ".[1] وذكر الحديث وفيه: وجدناهم يسبحونك ويحمدونك.

وفى السنن[2] عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال:

---

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، بَابُ فَضْلِ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، ج8ص86-87(6408)، بلفظ:" إِنَّ لِلَّهِ مَلاَئِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَنَادَوْا: هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ ـــ يَقُولُونَ: يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيَحْمَدُونَكَ وَيُمَجِّدُونَكَ". من حديث أبي هريرة رضي الله عنه.

[2] أخرجه أحمد في مسنده (9764)، بلفظ:" مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي مَجْلِسٍ فَتَفَرَّقُوا، وَلَمْ يَذْكُرُوا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَيُصَلُّوا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، إِلَّا كَانَ مَجْلِسُهُمْ تِرَةً عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". وقال الأرنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن.

وانظر: تخريجه والكلام عليه مفصلاً في فضل الصلاة على النبي ﷺ للقاضي اسماعيل تحت الرقم (54) بتخريجي.

"ما اجتمع قوم فى مجلس فلم يذكروا الله فيه ولم يصلوا فيه على إلا كان عليهم ترة يوم القيامة".

والترة النقص والحسرة فإذا كان مجلس من المجالس اشتمل على نوع واحد من أنواع الذكر يسمى مجلس ذكر فبأن يسمى ما اجتمع فيه أنواع متعددة منه مجلس ذكر أولى وأحرى بل لو لم يكن فيه من الأعمال المتقدمة إلا الصلاة عليه عليه الصلاة والسلام التى أوجبها كلما ذكر اسمه الشريف جمع من العلماء والتى هى من الآدميين تضرع ودعاء كما هى من الله رحمته المقرونة بالتعظيم ومن الملائكة استغفار لكفى حيث أنها من حيث ذاتها ذكر بل هى أهم الأذكار فليتأمل.

وبالجملة فالمجلس الذى اجتمع فيه المسلمون لقراءة مولد سيد الخلق صلى الله عليه وسلم من أفضل القربات والعبادات لاشتماله على أنواع من الطاعات كما مر فما تمثيل هذا الجاهل الملحد فعل الإسلام بفعل المجوس إلا كتمثيل العلم بالجهل والحى بالميت والنور بالظلمة.

(قوله أو مماثلة للروافض الخ) هذا نظير ما قبله من الكذب والافتراء إذ لا يخفى على من اطلع على أحوال بعض الروافض لا سيما الغلاة من جهلائهم وشاهد أعمالهم يوم عاشوراء وما يفعلونه من تمثيل غلمان وغيرهم من البنات محاكاة لحالة بعض أهل البيت رضى الله عنهم بحالة تقشعر منها الجلود وتنفطر لها القلوب_أن فيها محرمات لا سيما التمثيل الذى هو محرم لكونه كذباً كما لا يخفى وقد بسطنا الكلام على ذلك فى رسالتنا المدرجة فى مجلة (الحقائق) الغراء فى الجزء الثالث من السنة الثانية فارجع إليها إن شئت ويزاد على ذلك ما يفعلونه بأنفسهم من الإيذاء المحظور

شرعاً وعقلاً كضرب الصدور ولطم الخدود والصياح وجرح الرؤوس والأبدان بآلات جارحة كما هو معلوم وأنت تعلم أن هذا من جنس النياحة المحرمة المجمع على تحريمها.فتمثيل هذا الأخرق فعل المسلمين فى قصة المولد النبوى بفعل غلاة الروافض كما مر بهتان عظيم على المسلمين.

(قوله وهذه الحركة حرية باللوم الخ) دعواه هذه فرية بلا مرية بل هى من باب زناه لحده وتقول عليه فرده شبههم بالمجوس ليرميهم بالحماقة والفسق وغير ذلك افتراء وبهتاناً عليه ما يستحق من الله تعالى.

(قوله متى شاؤوا) قد علمت أن قراءة قصة المولد الشريف صارت من مجالس الذكر كما تقدم آنفاً وهى كما مر الحديث ليس لها وقت معين ولا جعل لها الشارع وقتاً مخصوصاً ولا عملاً مخصوصاً بل هى مطلقة وظاهر الإطلاق يشعر بعموم الأوقات والمحلات والحالات كما هو ظاهر فكلما تكرر الذكر ازداد الثواب والأجر وبما تقدم علمت أن فعل المولد الشريف نفسه صار شرعياً مثاباً على فعله مستحسناً عند جميع المسلمين وأن القيام عند الوضع الشريف من حيث ذاته شرعى أيضاً لاندراجه فى عموم الحديث الصحيح [1] وهو قوله صلى الله عليه وسلم:

---

[1] أخرجه مسلم في الصحيح ،باب مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً وَمَنْ دَعَا إِلَى هُدًى أَوْ ضَلَالَةٍ، (1017)، بلفظ :"مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً.....الحديث ،من حديث جرير بن عبد الله رضي الله عنه.

وأخرجه الطيالسي في مسنده ،ج2ص55-56(705)،والحميدي في مسنده ،ج2ص 50-51(824)،وابن الجعد(516)،وابن أبي شيبة في المصنف ،ج2ص350==

"مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً"... الخ.

فالمسلمون سنوه واستحسنوه تعظيماً له صلى الله عليه وسلم لا سيما وقد شهد الشارع بأنه ما راوه حسناً فهو عند الله حسن[1] فهو حينئذ فرد من أفراد السنة الحسنة كما لا يخفى على من هو على طرف من علم الأصول فكيف يقول هذا الأحمق لا نظير له فى الشرع فلينتبه لهذه المغالطة.

(قوله بأن يفرض الخ) قدمنا لك مراراً تزييف مثل هذا الكلام وبطلانه فلذا نضرب صفحاً عن التطويل فى رده وبيان عاطله وباطله غير أننا لا نتركه هملاً عن بيان ما فيه من التمويه_ظن هذا المبطل أنه إذا أتى بهذه الحماقة تروج على المسلمين ولم يدر بأنه صار عندهم من الضالين المكذبين وأنه من الذين جادلوا بالباطل ليدحضوا به الحق.

ولا يخفى أن من حلل حراماً مجمعاً عليه أو حرم حلالاً كذلك أو كفر مسلماً بمكفر كذلك أو سمى طاعة من الطاعات مزخرفات فرضية أو شبه فعلاً من عبادة أو طاعة بفعل مكفر من المكفرات بقصد تضليل فاعله أو أنكر فعلاً مشعراً بتعظيم نبى من الأنبياء لا سيما سيد الشفعاء عليه وعليهم الصلاة والسلام بما يؤدى إلى تحقيره أو تنقيصه أو الاستخفاف أو

==(9802)، والدارمي في السنن، ج1ص443(529)، و(531)، وأحمد في مسنده (19156-19157)، و(19174)، و(19183)، و(19200)، و(19202)، وابن خزيمة في الصحيح، ج4ص112(2477)، وابن ماجه في السنن، بَاب مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً(203)، والنسائي في السنن، بَاب التَّحْرِيضِ عَلَى الصَّدَقَةِ(2554)، وابن حبان في الصحيح، ج8ص101(3308) والآخرون، من حديث جرير بن عبد الله رضي الله عنه

[1] قد تقدم تخريجه

الاستهزاء به وازدرائه أو كان السياق يدل على أحد هذه المذكورات أو نحو ذلك من كل ما يغمص مقامه أو مقامهم عليه وعليهم الصلاة والسلام فإن كان جاهلاً فيعرف ويستتاب فإن تاب ولا فإن قامت عليه الحجة فعلى أولياء الأمور أيد الله بهم الدين أن يعاملوه بما يقضي عليه الشرع قضاء يردعه وأمثاله عن مثل ذلك لأنه ضال مضل والله تعالى أعلم.

دحض الفضول فی الرد علی من حظر القیام عند ولادة الرسول ﷺ

(عالم علامہ استاذ شیخ محمد آفندی القاسمی الحلاق کے قلم سے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد المصطفی وعلی آلہ وصحبہ اولی الصدق والوفا وبعد!

پس اللہ تعالیٰ کی علی الاطلاق ضعیف مخلوق محمد بن علامہ مرحوم شیخ قاسم الحلاق الدمشقی (جو کہ القاسمی سے مشہور ہیں) کہتا ہے کہ مدینہ منورہ علیٰ شرفہا افضل الصلاۃ والسلام سے دینِ متین اور اپنے مسلمان بھائیوں پر غیرت وحمیت رکھنے والے عالم فاضل اور ادیبِ کامل یعنی سید احمد علی قادری رامپوری اور شیخ محمد کریم اللہ ہندی (اللہ عزّوجل اُن کے ساتھ اپنے لطفِ خفی کا معاملہ فرمائے آمین) کے دستخط سے ایک خط آیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ دونوں بزرگ میرے رسالے "تحقیق الکلام فی وجوب القیام عند قراءۃ مولد المصطفی ووضع امہ لہ علیہ الصلاۃ والسلام" پر مطلع ہوئے (یہ رسالہ "مجلۃ الحقائق" سال دوم جزء گیارھویں میں شائع شدہ ہے)

اِس رسالے کو اِن دونوں بزرگوں نے قبول واستحسان کی نظر سے دیکھا رب تعالیٰ ہم پر اور اِن دونوں بزرگوں پر ہر احسان کے ساتھ اِنعام فرمائے، سوا اس کے کہ انہوں نے کہا کہ آپ کا رسالہ ہندوستان کے بتوں کے پجاری ہندؤوں کے فعل سے قیام کو مشابہت دینے والے کے حکم سے خالی ہے۔

ان دونوں فاضلوں نے میرے لئے مستحسن سمجھا کہ میں ایک ایسا رسالہ لکھوں جو کہ پہلے رسالہ کا ذیل ہو اور اُس میں آنے والے جواب کا رد اور ان مانعین کے حکم کا بیان ہو۔

ان دونوں بزرگوں نے یہ گمان کیا کہ میں اس کا اہل ہوں اور جو اس مسلک پر چلتے ہیں وہ بھی، مگر انہوں نے نہ جانا کہ انہوں نے آماسیدہ کو فربہ سمجھا اور ایسی جگہ پھونک ماری جو جلنے والی نہیں، لیکن چونکہ ان دونوں نے اس عاجز کے متعلق نیک گمان کیا ہے، جیسا کہ ان دونوں کی شان ہے، میں نے حکم قبول کیا اور اس معاملے کی مشکلات کو روند ڈالا اور اس کا ارادہ کیا اس اعتراف کے ساتھ کہ میں ایسا نہیں۔

اس رسالہ کا نام میں نے "دحض الفضول فی الرد علی من حظر القیام عند ولادة الرسول ﷺ" لکھا ہے، سیدھے راستے کی اللہ تعالیٰ سے اعانت وتوفیق وہدایت طلب کرتے ہوئے، آمین۔

مذکورہ فاضلوں کی طرف سے جو سوال آیا اس کی صورت یہ ہے

علمائے مسلمین (رب تعالیٰ ان کے ذریعے دین کی تائید فرمائے اور ملحدین کے شبہات زائل کرنے کی رب تعالیٰ ان کو قوت عطا فرمائے) اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص ولادت شریف نبویہ کے ذکر کے موقعہ پر قیام کے متعلق سوال کے جواب میں لکھتا ہے کہ (اور یہ اُس کی اصل عبارت ہے)

" یا یہ وجہ ہے کہ رُوح پاک علیہ السلام کی، جو عالم اَرواح سے عالم شہادت میں تشریف لائی، اُس کی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے کیونکہ اِس وجہ سے قیام کرنا وقتِ وقوعِ ولادت شریف کے ہونا چاہئے، اب ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے، پس یہ ہر روز اعادۂ ولادت تو مثل ہنود کے ہے م سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں، یا مثل روافض کے ہے کہ نقل شہادتِ اہل بیت ہر سال بناتے ہیں۔

معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور یہ خُود حرکتِ قبیحہ قابلِ لوم وحرام وفسق ہے م بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے، وہ تاریخ معین پر کرتے ہیں اِن کے یہاں کوئی قید نہیں جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں، اور اس اَمر کی شرع میں کہیں نظیر نہیں کہ کوئی اَمر

فرضی ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اُس کے ساتھ کیا جاوے بلکہ یہ شرع میں حرام ہے"۔
(فتاوی میلاد شریف از گنگوہی، ص ۱۳-۱٤، مطبوعہ اصح المطابع واقع لکھنؤ از راقم)
پس کیا یہ جواب صحیح ہے یا نہیں؟ جواب دے کر ماجور ہوں۔
صحیفہ سوال کے حاشیہ پر یہ عبارت بھی موجود ہے کہ جب ہندوؤں کے (جھوٹے) معبود (کنھیا) کا جنم دن آتا ہے تو وہ ایک قریب الوضع حاملہ عورت لاتے ہیں، پھر وہ عورت وضع ولادت والی حرکتیں کرتی ہے، آہ آہ کرتی ہے اور گاہے بگاہے پہلو بدلتی ہے، پس اُس کے نیچے سے ایک صورت بچے کی نکالتے ہیں، اس کے بعد ہندو ناچتے ہیں، کھیلتے ہیں، تالیاں بجاتے ہیں، اس کے علاوہ بے شمار خبیث حرکات سرانجام دیتے ہیں۔
یہ سابقہ خط کی عبارت کا خلاصہ ہے (یعنی سائل نے ہندوستان میں ہندوؤں کی جانب سے سانگ کنھیا کی تشریح کی کہ ہندو کس طرح سانگ کنھیا کا مناتے ہیں، از راقم)
مَیں کہتا ہوں کہ یہ جواب جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو مبتدعہ کی گھڑنت کی طرز پر ہے جو وہ بہتان مسلمانوں پر لگاتے ہیں تاکہ ضعیف عقول پر شبہ ڈالا جاسکے، پس خبردار رہنا چاہئے اِس لئے کہ اس مانع (گنگوہی) کے کلام کے شروع سے لے کر آخر تک تمام ڈھکوسلے جھوٹ اور کذب سے مملُو ہیں، رب تعالیٰ نے اس پر کوئی صحت نہیں اُتاری۔
بداہتِ بطلان کے باعث (گنگوہی کا) یہ قول عدم جواب کے لائق تھا مگر چونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اور اس جیسے دُوسرے لوگ یہ گمان کریں گے کہ مسلمان ان کے کلمات کو رد کرنے سے اور ان کے شبہات کو ملیامیٹ کرنے سے عاجز ہیں اور اس لئے بھی کہ وہ جہلاء کو اس کلام سے فریب میں مبتلا نہ کریں اور ان جیسے دُوسرے لوگوں کو بھی باوجودیکہ اس عبارت میں مغالطے، شرانگیزیاں اور بے فائدہ طوالت ہے بلکہ یہ
﴿كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً﴾[النُّورِ: 39] کی طرح ہے۔
ہم باوجود عجز کے اس جواب پر ایسا کلام کریں گے کہ اُس کو عقلمند و دانا لوگ قبول کریں گے۔

بہر حال قیام کا تعظیم کے لئے ہونا اور تعظیم کا واجب ہونا پس اس پر ہم نے اپنے سابقہ رسالے میں تفصیل سے کلام کیا ہے، جو (دیکھنا) چاہے اُس کی طرف مراجعت کرے۔ اور اِس مفتری کا کلام کہ یا قیام کی یہ وجہ کہ۔۔الخ۔

پس یہ اس کا اپنا گھڑا ہوا کلام ہے یا اُن جہلاء کا کلام ہے جو حجج اور براہین سے واقف نہیں ہیں اور غث وسمین میں فرق نہیں کر سکتے، (گنگوہی کا یہ کلام اس سے) مسلمانوں کے ساتھ سُوئے ظن اور رسول ربُّ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حسد کی وجہ سے صادر ہوا ہے۔

اس کلام کے گھڑے ہونے پر دو دلیلیں ہیں، اول: یہ کہ اس نے رُوحِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے متعلق جو عقیدہ لکھا ہے اُس پر کتاب وسنت واجماعِ اُمت اور عقل سے بھی کوئی دلیل پیش نہیں کی اور نہ ہی ایسی بات سلف صالحین اور تابعین اور نہ ہی ائمہ مجتہدین سے مروی ہے اور نہ اُن کے علاوہ دُوسرے عالموں سے، اور نہ ہی صحاح اور اس کے علاوہ دیگر کتابوں میں اس کا کوئی نشان ہے، جب معاملہ ایسا ہے تو (گنگوہی کی بات) حق سے دُور اور انتہائی ساقط الاعتبار ہے۔

اِرشادِ ربانی ہے کہ ﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ [البقرة: 111]

اور جب رب تعالیٰ کی طرف سے سلطانِ بیّن یعنی جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اُس میں سے گنگوہی کوئی دلیل پیش نہ کر سکا تو وہ رب تعالیٰ کی ہدایت کے سوا متبع ھَوا ثابت ہوا۔

اِرشادِ خُداوندی ہے کہ: ﴿وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ﴾ [الانعام: 119]

بعض افاضل نے جو کچھ کہا ہے اُس میں سے کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس اُمت کے متعلق خبر دی ہے کہ یہ اُمت اگلی اُمتوں کے طریقوں کی پیروی کرے گی جیسے ایک جُوتا دُوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی شخص "ضب" کے سوراخ میں داخل ہوا ہوگا تو یہ بھی داخل ہوں گے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اس اُمت کے کچھ افراد کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے مفاہیم میں تحریف کریں گے جس کے بارے میں حضورِ اکرم ﷺ نے خبر دی ہے اور بغیر علم کے اتباعِ ھوا کریں گے اور دین میں بے دینی کی چیزیں پیدا کریں گے، جیسا کہ یہ معاملہ امت سابقہ کے ساتھ تھا۔

انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے وصال کے بعد اُمم سابقہ کا ملل ماضیہ میں تغیر کرنے کے اسباب میں سے کچھ وجوہات یہ بھی ہیں، لیکن چونکہ یہ دین اللہ تعالیٰ کی حفاظت وعنایت کے ساتھ ہر مبطل کی زیادتی اور جاہل کی تاویل سے محفوظ ہے اور ہمیشہ ایک گروہ اُمت محمدیہ سے حق پر ظاہر رہے گا پس اس وجہ سے جس طرح دُوسرے اَدیان کی کتب میں تحریف اور شریعت میں تغیر وتبدل ہو گیا تھا ہمارا دین اس سے محفوظ رہے گا۔

پس یہ بات جب تم نے جان لی تو اس میں (گنگوہی) نے جو بھی دعوے کئے ہیں وہ اُس کی حماقتیں اور بِلا برھان مکابرات ہیں بلکہ اس کے دفعیہ پر واضح برہان موجود ہیں، حضورِ اکرم ﷺ کا اِرشادِ گرامی ہے کہ:

"ما من مسلم يسلم على الا رد الله على روحى فارد عليه السلام " [1]

---

[1] أخرجه أحمد في مسنده 2\527(10815)، وإسحاق بن راهويه في مسنده 1\452.453(526)، وأبو داود في السنن، كتاب المناسك، باب زيارة القبور 1\286 (2041)، وأبو محمد عباس الترقفي (المتوفى 267ھ) في حديثه (55)، والطبراني في الأوسط 3\262(3092)، و9\130.131(9329)، وأبو نعيم في تاريخ أصبهان 2\353، والبيهقي في الدعوات الكبير 1\261(178)، وفي السنن الكبرى 5\245، وفي نسخة: 5\402(10270)، وفي الصغير 2\210، وفي الشعب 2\217، وابن النجار في تاريخ المدينة 222، وابن عساكر في معجم الشيوخ 2\896، وابن الجوزي في مثير الغرام 488، والقاضي عياض في الشفا 2\79، والسبكي في طبقات الشافعية الكبرى

= = 407\3، من طريق حَيْوَةَ بن شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي صَخْرٍ حُمَيْدِ بن زِيَادٍ، عَنْ يَزِيدَ بن عَبْدِ اللهِ بن قُسَيْطٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عنه۔

حضرات محدثین کرام نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"رواه أبو داود بسند صحيح" (المجموع شرح المهذب 272\8)

"اس کو امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا"۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

"وروينا فيه أيضا بإسناد صحيح عن أبي هريرة" (كتاب الأذكار 106)

"حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کی گئی ہے"۔

آپ ہی ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ".

(خلاصة الأحكام في مهمات السنن وقواعد الاسلام 440\1)

"اس کو روایت کیا ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ"۔

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

"بإسناد حسن بل صححه النووي". (القول البديع، 155)

"اس کی اسناد حسن ہے، بلکہ امام نووی نے اس کو صحیح فرمایا ہے"۔

حضرت امام زرقانی مالکی فرماتے ہیں:

"بإسناد صحيح".

(زرقانی شرح المواهب، فصل في زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم 308\8)

"اس کی سند صحیح ہے"۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ". (شرح الزرقانی علی الموطا 4\447)

"اس کا اخراج کیا امام ابوداؤد نے اور اس کے راوی ثقہ ہیں"۔

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:

"وروی الإمام أحمد وأبو داود والبیهقی بسند صحیح". (سبل الهدی والرشاد، باب في حیاة في قبره 12\356)

"امام احمد اور امام ابوداؤد و بیہقی نے اس کو بسند صحیح روایت کیا ہے"۔

حضرت امام سیوطی فرماتے ہیں:

"أسنده من طریق أبي داود وأخرجه أیضا أحمد والبیهقی بسند حسن".

(مناهل الصفا في تخریج أحادیث الشفا، 205)

"میں نے اس کو امام ابوداؤد کے طریق سے مسند روایت کیا گیا ہے اور ایسے ہی اس کا اخراج کیا امام احمد اور بیہقی نے حسن سند کے ساتھ"۔

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

"رواه أبو داود وأحمد والبیهقی وسنده حسن." (شرح الشفا 4\499، وفي نسخة: 2\143)

"اس کو روایت کیا امام ابوداؤد اور احمد اور بیہقی نے اور اس کی سند حسن ہے"۔

حضرت علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

"وهذا إسناد صحیح" (شفاء السقام، 41)

"اور یہ سند صحیح ہے"۔

حضرت امام نورالدین علی بن احمد السمہودی فرماتے ہیں:

"روی أبو داود بسند صحیح کما قال السبکی" (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی صلی الله علیه وسلم، 4\1349، وفي نسخة: 4\177)

"امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا جیسا کہ امام سبکی نے فرمایا"۔

حضرت علامہ امام قاسم بن قطلو بغا الجمالی الحنفی فرماتے ہیں:

"أخرجه الإمام أحمد وأبوداود وسنده صحيح". (التعريف والأخبار في تخريج أحاديث الاختيار، قلمی، 105)

"اس کا اخراج کیا امام احمد اور ابوداؤد نے اور اس کی سند صحیح ہے"۔

حضرت علامہ مجد الدین الفیروزآبادی صاحب القاموس ۸۱۷ھ فرماتے ہیں:

"فأخرج الإمام أحمد وأبوداود فی سننه بإسناد صحيح". (الصلات والبشر في الصلاة على خير البشر 104)

"پس امام احمد اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ اخراج کیا ہے"۔

امام ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ (م804ھ) فرماتے ہیں:

"قلت: رَوَاهُ أَبُو دَاوُد بِإِسْنَاد جيد". (البدر المنير في تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في الشرح الكبير 5\290و6\299)

"میں کہتا ہوں: اس کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے جید سند کے ساتھ"۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) فرماتے ہیں:

"وَرُوَاتُهُ ثِقَاتٌ". (فتح الباری شرح صحيح البخاری 6\488)

"اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں"۔

علامہ یحیی بن ابوبکر العامری رحمۃ اللہ علیہ (م893ھ) فرماتے ہیں:

"رواه أبو داود بإسناد صحيح". (بهجة المحافل وبغية الأماثل فی تلخيص المعجزات والسير والشمائل 2\412)

"اس کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے صحیح سند کے ساتھ"۔

علامہ محمد بن عمر الحضرمی البحرق (م930ھ) فرماتے ہیں:

"وروى أبو داود بإسناد صحيح".(حدائق الأنوار ومطالع الأسرار في سيرة النبي المختار، 494)

"اور صحیح سند کے ساتھ امام ابوداؤد نے روایت کی"۔

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1031ھ) فرماتے ہیں:

"إسناده صحيح".(التيسير بشرح الجامع الصغير 357\2)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"قال فی الأذکار والریاض: إسناده صحیح وقال ابن حجر: رواته ثقات". (فیض القدیر 467\5)

"اذکار اور ریاض الصالحین میں کہا کہ اس کی سند صحیح ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا اس کے روات ثقہ ہیں"۔

علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وإسناده حسن".(السراج المنير شرح الجامع الصغير 209\4)

"اور اس کی سند حسن ہے"۔

علامہ ابن قیم جوزیہ فرماتے ہیں:

"وَقد صَحَّ إِسْنَاد هَذَا الحَدِيث".(جلاء الأفهام 19)

"اور اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے"۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

"قال النووی فی الأذکار إسناده صحیح و کذا قال فی الریاض و کذا قال ابن حجر رواته ثقات".(تحفة الذكرين بعدة الحصن الحصين من كلام سيد المرسلين 28)

"امام نووی نے اذکار میں کہا کہ اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ ریاض الصالحین میں کہا، اور اسی طرح امام ابن حجر نے فرمایا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں"۔

"یعنی جب بھی کوئی مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالی میری روح مجھ پر لوٹا تا ہے یہاں تک کہ مَیں اُس کے سلام کا جواب دیتا ہوں"۔ [1]

امام ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے، علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ اِس کی سند صحیح ہے۔

---

[1] == محمد بن اسماعیل صنعانی الامیر یمانی نے لکھا کہ:

"رمز المصنف لصحته وقال في الرياض والأذكار: إسناده صحيح وقال ابن حجر: رواته ثقات." (التنوير شرح الجامع الصغير 9\440)

"مصنف نے صحیح کی رمز لگائی ہے اور ریاض واذکار میں کہا اس کی سند صحیح ہے، اور ابن حجر نے کہا کہ اس کی روات ثقہ ہیں"۔

سجدی مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے لکھا:

"وقد أخرج أبو داود بسند جيد". (مجموع فتاوى ومقالات متنوعه 2\384)

"اور امام ابوداؤد نے پختہ سند کیساتھ اس کا اخراج کیا ہے"۔

محمد بن صالح العثیمین (م 1421ھ) غیر مقلد نے لکھا کہ:

"رواه أبو داود بإسناد صحيح". (شرح رياض الصالحين 5\477)

"امام ابوداؤد نے اس کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے"۔

محمد خضر الشنقیطی (م 1354ھ) نے کہا کہ:

"ورجاله ثقات." (كوثر المعاني الدراري في كشف خبايا صحيح البخاري 13\93)

"اور اس کے رجال ثقہ ہیں"۔

مشہور غیر مقلد مولوی اسمٰعیل سلفی نے لکھا:

"حدیث نمبر ۶ صحیح ہے اس میں سلام کے وقت ردروح کا ذکر ہے"۔ (تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص 413)

پس ظاہر ہوا کہ بوقت سلام حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مبارک جسم اقدس کی طرف واپس لوٹتی ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اس رد کے لوازم میں سے حس، حرکتِ ارادیہ کا رُجوع ہے جیسا کہ مفہوم ہے۔

پس یہ واضح دلیل ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور ہمیشہ کے لئے آپ ﷺ کی رُوح مبارک آپ ﷺ کے جسم مبارک سے جُدا نہیں ہوتی کیونکہ کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں کوئی مسلمان آپ ﷺ پر سلام نہ بھیجتا ہو۔ ہر کلام پر آپ ﷺ کا کلام قاضی ہے، تامل کرنا چاہئے۔

مَیں کہتا ہوں کہ اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں حیات ہیں جیسا کہ یہ بات بھی ثابت شدہ ہے۔

دُوسری وجہ یہ ہے کہ سائل نے ذکر وضع حمل کے قیام کے متعلق نہیں پُوچھا فقط جیسا کہ تم نے دیکھا اور نہ ہی وہ کسی طرح ذکرِ قدوم کے درپے ہوا جیسا کہ اس بہتان طراز (گنگوہی) نے غلط جواب دیا۔

پس اس سے مسلمانوں پر اس کا افتراء و کذب ظاہر ہو جاتا ہے۔ خبردار کذب کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور جھوٹ جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔

آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کے بارے میں سوچتا ہے یہاں تک کہ رب تعالیٰ کے نزدیک وہ کذاب لکھا جاتا ہے۔

"بخاری شریف" [1] کی روایت ہے کہ مَیں نے گذشتہ شب خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اُنہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے جو یہ منظر دیکھا کہ ایک شخص کی باچھ کو چیرا جا رہا تھا، وہ جھوٹا شخص تھا، وہ ایسا جھوٹ بولتا تھا کہ دُور دُور تک پہنچ جاتا تھا، اس جُرم کی

[1] قد مر تخریجہ قبل قلیل

سزا میں اُس کے ساتھ یہ سلوک قیامت تک ہوتا رہے گا۔
شیخین [1] کی روایت ہے کہ منافق کی نشانی ہے کہ جب وہ بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو غداری کرتا ہے۔
مسلم [2] کی روایت میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں کہ اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور وہ گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے۔
بعض نے یہ کہا ہے کہ:

لی حیلة فیمن ینم
ولیس فی الکذاب حیله
من کان یخلق ما یقول
فحیلتی فیه قلیله

پس تامل کرنا چاہئے
اور اسی طرح (گنگوہی) کا قول کہ (یہ وجہ بھی مقتضی ہے کہ الخ)۔
مَیں کہتا ہوں کہ اس کا یہ قول بھی ماقبل میں اس کے گھڑے ہوئے کلام کی مانند ہے کیونکہ ہمارے قیامِ مذکور کی وجہ یہ نہیں کہ رُوح مبارکہ اس وقت تشریف لاتی ہے جیسا کہ اس نے ملمع سازی کی ہے اور نہ ہی نفسِ ولادت ہے جیسا کہ اس نے یہاں غلط بیانی کی ہے، بلکہ ہمارے قیام کی وجہ ہے کہ یہ گھڑا ہونا شعارِ تعظیم کے زمان میں سے ہے، جس کا ترک تہاون واِستخفاف شُمار کیا جاتا ہے، یہاں تک ان قیود کے ساتھ تعظیم مذکور واجب ہے، پس اس لئے قیام بھی واجب اُس وقت ہوگا جیسا کہ ہم نے رسالہ متقدمہ میں واضح کیا ہے، پس اس کو یاد رکھو۔

---

[1] قد مر تخریجه قبل قلیل

[2] قد مر تخریجه قبل قلیل

گنگوہی کا یہ قول کہ (یہ اعادۂ ولادت ہے)

مَیں کہتا ہوں کہ جو بھی ان جھوٹے کلمات پر واقف ہو گا تو ان کو حماقت اور بلا برہان مکابرات قرار دے گا، جیسا کہ گزرا، بلکہ (گنگوہی کے) یہ جملے دین اسلام سے خروج ہیں، اِسلام میں ایسے کلمات زُبان سے نکالنا حرام ہے، جو مسلمان اِن کے اِنکار پر قادر ہے اُس پر اِن کا اِنکار کرنا اور ان شبہات کا قلم، بیان، ہاتھ، زُبان سے ازالہ کرنا واجب ہے تا کہ وہ شخص حضورِ اکرم ﷺ کے اِس فرمان" اس علم کو بعد میں آنے والے ہر طبقہ کے صاحب تقویٰ لوگ حاصل کریں گے وہ اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف، جھوٹے لوگوں کی جعل سازی اور جہلاء کی تاویل کو دُور کریں گے (کما قال ذالک)

اور یہ ان میں سب سے زیادہ عظیم ہے جو اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سے واجب فرمایا ہے کہ حجت واضحہ کے ساتھ اس جیسے احمق و بیوقوف کے دعویٰ کو رد کیا جائے، کسی سننے والے نے اس کی طرح نہیں سنا اور نہ ہی کوئی اِس کے راستے پر چلا (یہ گنگوہی) اُس کی مثل ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اندھا کر دیا، یہاں تک کہ وہ نُور کو اندھیرا اور اندھیرے کو نُور سمجھتا ہے، جیسا کہ اِرشادِ خُداوندی ہے کہ:

﴿وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ﴾[المائدۃ: 41]

اِس احمق نے اسلامی کام یعنی میلاد میں شرکاء کا حضور اکرم ﷺ کے واقعہ میلاد کے پڑھنے کے لئے جمع ہونے والے عمل صالح کو مجوسیوں کے فعل کے مشابہ قرار دیا ہے جو اپنے معبود (باطل) کے جنم دن کے لئے جمع ہوتے ہیں، کُفر کا اِرتکاب کرتے ہیں جیسا کہ گزرا۔

یہاں پر ہم اِختصار کے ساتھ دونوں گروہوں کے کاموں کا ذکر کرتے ہیں تا کہ قاری کو دونوں فعلوں کے درمیان فرق سمجھ میں آجائے اور ان دونوں اجتماعات میں جو فرق بعید ہے

وہ واضح ہو جائے۔

مجوسیوں کا فعل: پس جیسا کہ گزرا کہ حاملہ عورت کو لاتے ہیں، اس کے نیچے بچہ رکھتے ہیں اور پھر اُس کو وہاں سے نکالتے ہیں اور پھر ناچتے ہیں الخ۔

یہ اُن کا وہ فعل ہے کہ اُن کے گمان کے مطابق اُن کے معبود کی ولادت ہوتی ہے، اور تمہیں خُوب معلوم ہے کہ بیشک یہ فعل محظورات ومحرمات بلکہ کُفریات پر مبنی ہے جو کہ کسی پر مخفی نہیں۔

اُن میں سے ایک اُن کا باطل کو اپنا معبود سمجھنا اور اس میں سے جھوٹ و بہتان حاملہ عورت کو لانا جو وضع حمل کی سی آوازیں نکالتی ہے اور اُس کی نقل کرتی ہے، جیسا کہ گذرا، بچے کا نکالنا جو ان کے گمان کے مطابق معبود کے مماثل ہوتا ہے، اور پھر ان کا کھیل کود کرنا الخ۔ یہ ان کے وہ اعمال ہیں جو ہر سال مذکورہ جنم کے موقع پر سرانجام دیتے ہیں۔

بہر حال سید الخلق ﷺ کے میلاد شریف کے موقع پر جو مسلمان کرتے ہیں وہ ہمارے سابقہ رسالے میں موجود ہے، جس کا ذکر گذر چکا، پس اُس کی جانب مراجعت کرنی چاہئے۔ بہر کیف موقع کی مناسبت سے کچھ باتیں نقل کرتے ہیں، پس ہم کہتے ہیں کہ "مواکب الربیع فی مولد الشفیع ﷺ" میں اسی موضوع پر کلام کرتے ہوئے کہا کہ رب تعالیٰ کی عنایت سے مولد شریف کے معاملے میں یہ عادت جاری ہے کہ مولد شریف کی رات یا دن میں اجتماع ہوتا ہے، خُوشی کا اظہار کرتے ہیں، لوگوں کو طعام کھلاتے ہیں، فقراء کے ساتھ احسان کرنا، قُرآنِ حکیم کی تلاوت، ذکر، بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں نعت خوانی کی جاتی ہے اور مولد شریف کے قصے پڑھے جاتے ہیں اور اُس وقت جو کرامات ومعجزات کا ظہور ہوا اُن کا تذکرہ کیا جاتا ہے، (یہاں تک انہوں نے کہا کہ) سب سے پہلے ملک مظفر صاحب اربل نے اس کو کیا، افاضل علماء وعامہ صلحاء نے اس کو ثابت رکھا، الخ۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ فعل باوجود مستحسن وطاعتِ عظیمہ ہونے کے اب تک مجمع علیہ ہے

بلکہ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجمع علیہ رہے گا، پس غور کرنا چاہئے۔

اور اس قول میلاد کی رات یا میلاد کا دن مشہور قول کے مطابق یہ بارہ ربیع الاول شریف ہے، قرأت میلاد آخر ربیع الاول بلکہ سال کے آخر تک جاری رہتی ہے اور جب بھی کوئی خوشی کا موقع ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کوئی بھی نعمت اس اُمت پر انعام فرماتا ہے تو میلاد خوانی کی جاتی ہے اور اس کا تکرار ہوتا رہتا ہے، جیسا کہ معلوم ہے، اور جب بھی میلاد خوانی کے لئے اجتماع ہوتا ہے مسلمانوں کے یہ اعمال جاری رہتے ہیں، ہمیشہ ایسا کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین اور اس پر رہنے والوں کا وارث کرے، اور میلاد خوانی کے موقع پر بار بار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وحسن سیرت پر مشتمل اشعار پڑھے جاتے ہیں الخ۔

اور جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے ذکر کے وقت سب لوگ اپنے پیروں پر غایت ادب واحترام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ومحبت کی خاطر کھڑے ہوجاتے ہیں، درود ابراہیمی کا تکرار کرتے ہیں، پھر یہ مجلس اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود حاضرین مجلس اور جمیع مسلمانوں کے لئے دُعا پر ختم ہوجاتی ہے، جب کہ میلاد خوانی کی ہر مجلس میں اجتماع کے ہر موقع پر یہ مسلمانوں کا عمل ہے۔

جب یہ ظاہر ہوا تو تم نے جان لیا کہ بے شک یہ مجلس مجالس ذکر میں معدود ومحسوب جن کو اللہ اور اُس کے رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مندوب قرار دیا ہے، اور یہ اس لئے کہ لفظ "ذکر" عام ہے، ان افرادِ کثیرہ کو شامل ہے جن پر لغۃً وشرعاً طاعت وعمل صالح کا اطلاق ہوتا ہے، جیسے قرأت قُرآن مجید، دُعا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنا، اور اس کے علاوہ وہ اعمال جو شارع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند ہیں، جیسا کہ معلوم ہے۔

پس قاموس اور اُس کی شرح میں لفظ "الذکر" کے تحت اطاعت، شکر، دُعا، تسبیح، قرأت قُرآن مجید، اللہ عزّ وجل کی تمجید وتسبیح وتہلیل اور جمیع محامد کے ساتھ ثناء کو ذکر کیا ہے۔

صحیح [1] میں نبی اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ:

"رب تعالیٰ کے فرشتے زمین پر گھومتے ہیں، پس جب وہ کسی ذکر کرنے والی قوم پر گذرتے ہیں تو پکار کر کہتے ہیں، آجاؤ اپنی حاجت کی طرف، اور آگے حدیث شریف کو ذکر کیا ہے۔ اسی میں ہے کہ ہم نے ان کو تیری تسبیح، تمجید کرتے ہوئے پایا۔

اور "سنن [2]" میں حضور اکرم ﷺ کا فرمانِ عالی شان موجود ہے کہ:

"کسی مجلس میں کوئی قوم جمع ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور مجھ پر درود شریف نہ بھیجیں تو قیامت کے دن اُن پر ترہ ہوگی۔ اور ترہ نقص وحسرت کو کہتے ہیں۔

جب کوئی مجلس منعقد ہوئی ہو اور وہ ذکر نوع واحد پر مشتمل ہو تو اُسے مجلس ذکر کہا جاتا ہے، پس ایسی مجلس جس میں انواع متعددہ جمع ہوں تو اس مجلس کا مجلس ذکر نام رکھنا لائق اور اولیٰ ہے، پس اگر ہمیں اعمال متقدمہ نہ ہوں تو درود شریف اس پر بھاری ہوگا، جس کو تمام علماء نے لازم وضروری قرار دیا ہے۔

جب بھی آپ ﷺ کا ذکر ہو اور درود شریف آدمیوں کی جانب سے تضرع اور دعا ہے جیسا کہ رب تعالیٰ کی جانب سے رحمت ہے جو تعظیم کے ساتھ ہوئی ہے اور ملائکہ کی جانب سے استغفار ہے۔ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی یہ کافی ہے کہ مجلس درود کو مجلس ذکر کا نام دیا جائے بلکہ یہ تو اہم اذکار میں سے ہے، پس تامل کرنا چاہیے۔

حاصل کلام! وہ مجلس جس میں مسلمان حضور اکرم ﷺ کی میلاد خوانی کے لئے جمع ہوتے ہوں افضل القربات اور افضل العبادات میں شمار ہوتی ہے کیونکہ وہ بے شمار انواع اطاعات پر مشتمل ہے، جیسا کہ گذرا، پس اس جاہل ملحد (گنگوہی) کا فعل اسلام کو مجوسیوں کے فعل سے تشبیہ دینا علم کو جہل سے، زندہ کو مُردہ سے، نُور کو ظلمت سے تشبیہ دینے کی مانند ہے۔

[1] القدمر تخر بجه قبل قليل

[2] القدمر تخر بجه قبل قليل

(گنگوہی) کا قول کہ روافض کے مماثل ہے اس کا یہ قول بھی ماقبل میں اس کے کذب اور افتراء کی مانند ہے کیونکہ جس نے بھی بعض روافض کے احوال کا مطالعہ کیا ہے۔

بالخصوص جاہل غالی روافض کا اور یوم عاشوراء میں ان کے اعمال دیکھ لیں اور وہ جو حرکات کرتے ہیں یعنی نوخیز لڑکوں اور لڑکیوں کی تمثیل بعض اہل بیت رضی اللہ عنہم کی نقل کے طور پر ایسا بناتے ہیں کہ اس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل پھٹ جاتے ہیں، اس پر مخفی نہیں کہ روافض کی اس محفل میں بے شمار محرمات ہوتے ہیں۔

خاص طور پر یہ تمثیل و بناوٹ جو کہ حرام کیونکہ کذب پر مشتمل ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہم اپنے اس رسالہ کو جو کہ مجلہ حقائق جزء ثالث سال دوم میں شائع شدہ ہے میں تفصیل سے کلام کیا ہر طالب تفصیل اس کی جانب مراجعت کریں روافض اپنے اُوپر شرعاً وعقلاً ممنوع للتحلیف جیسے سینہ کوبی، چہرے پر طمانچے مارنا، چیخ وپکار، سروں اور جسموں کو زخمی کرنے والے آلات کے ساتھ زخمی کرنا جیسا کہ معلوم ہے کا ارتکاب کرتے ہیں اور آپ لوگ جانتے ہیں کہ یہ حرام سوگ ہے جس کی حرمت پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

اس بے وقوف (گنگوہی) کا میلاد خوانی کی محفل کو غالی روافض کی حرکتوں سے تشبیہ دینا (جیسا کہ گذرا) مسلمانوں پر بہتان عظیم ہے (اور اسی طرح گنگوہی کا قول کہ یہ حرکت لائق ملامت ہے) بلکہ عربوں کے محاورے" زناہ محدہ وتقول علیہ فردہ" کے باب میں سے ہے، مسلمانوں کو مجوسیوں کے مشابہ قرار دیا تاکہ افتراء و بہتان باندھتے ہوئے مسلمانوں پر حماقت اور فسق کا الزام لگا سکے (گنگوہی) پر وہ ہے جس کا وہ مستحق ہے (یعنی لعنت، از راقم) (گنگوہی) کا قول کہ جب بھی وہ چاہیں) جب یہ ثابت ہوا کہ میلاد خوانی مجالس ذکر میں سے ہے جیسا کہ ابھی گذرا اور اس کے لئے کوئی وقت معین نہیں اور نہ ہی شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے وقت مخصوص کیا ہے اور نہ ہی عمل مخصوص کیا ہے بلکہ یہ مطلق ہے اور ظاہر اطلاق عموم اوقات ومحلات وحالات کا مشعر ہے جیسا کہ ظاہر۔ پس جب بھی ذکر کا تکرار ہوگا

اجر وثواب زیادہ ہوگا اور جو گذرا اس سے آپ جان لیں گے کہ نفیس فعل مولد شریف جا ئز ہے کرنے والے کو ثواب ملے گا اور تمام مسلمانوں کے نزدیک مستحسن ہے اور قیام بوقت ذکر ولادت شریف من حیث الذات جائز ہے اور صحیح حدیث کے عموم میں داخل ہے اور وہ حدیث پاک یہ ہے:

"من سن سنة حسنة "الخ [1] پس مسلمانوں نے اس کو اختیار کیا اور مستحسن سمجھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی خاطر خاص طور پر اور شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی ہے جس کو مسلمان مستحسن سمجھیں وہ اللہ عزوجل کے نزدیک بھی حسن ہے۔ [2]

پس اس حیثیت پر یہ سنت حسنہ کے افراد میں سے ہے پس جو بھی علم اُصول سے واقف ہے اس پر یہ مخفی نہیں۔ پس یہ احمق (گنگوہی) کس طرح کہتا ہے کہ شریعت میں اس کی نظیر نہیں ۔

(گنگوہی کا قول) کہ کوئی امر فرض ٹھہرا کر الخ۔ اس جیسے کلام کا ردی و باطل ہونا ہم کئی بار بیان کر چکے ہیں اس لئے ہم اس کی تردید سے اعراض اور اس کے عاطل اور باطل کرنے کے درپے ہونے سے گریز کرتے ہیں ہاں البتہ اس کلام میں جو ملمع سازی ہے اس کو یونہی نہیں چھوڑتے۔ اس جھوٹے (گنگوہی) نے یہ گمان کیا کہ جب وہ اس حماقت کا ارتکاب کریگا تو وہ مسلمانوں میں رائج ہو جائے گی اور وہ (گنگوہی) یہ نہیں سمجھ پایا کہ وہ مسلمانوں کے نزدیک ضالین مکذبین میں سے بن گیا ہے اور ان لوگوں میں سے جو باطل کے ذریعے حق سے جھگڑتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے حق کو ملیامیٹ کریں۔

پوشیدہ نہ رہے کہ جو مجمع علیہ حرام کو حلال قرار دیتا ہو یا اسی طرح حلال کو حرام قرار دیتا ہے یا مسلمان کو کافر قرار دیتا ہے یا اطاعتوں میں سے کسی اطاعت کو فرضی بناوٹ قرار دیتا ہے یا

---

[1] قد مر تخریجه قبل قلیل

[2] قد مر تخریجه قبل قلیل

کسی عبادت واطاعت کے فعل کو کفریات میں سے کسی کفر کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے اس کے فاعل کی تضلیل کے قصد سے، یا کسی ایسے فعل کا انکار کرتا ہے جو نبیوں میں سے کسی نبی بالخصوص سیّد الشفعاء علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام کی تعظیم کا مشعر ہو اور وہ انکار تحقیر وتنقیص، استخفاف واستہزاء اور تنقیص شان تک لے جائے یا اس کا سیاق ان مذکورات پر دلالت کرے یا اس طرح تمام باتیں جن کی وجہ سے آپ ﷺ یا تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے مقام سے چشم پوشی ہوتی ہو، پس اگر وہ منکر جاہل ہے تو اس مسئلے سے آگاہ کر کے توبہ کروائی جائے اگر توبہ کرے تو ٹھیک وگرنہ اس پر حجت قائم ہوگئی تو اب حکمرانوں کے ذمہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کے دین کی مدد کریں اور اس کے ساتھ وہ معاملہ کریں جس کی شریعت خواہاں ہے اس طرح کہ وہ اور اس جیسے دوسرے لوگ ایسی حرکتوں سے باز آجائیں کیونکہ ایسا شخص ضال مضل ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

قارئین کرام اس پوری بحث کے بعد آپ نے اس حقیقت کو جان لیا ہوگا کہ "المہند" کے بعد بھی علمائے عرب نے اکابرین دیوبند کی عبارات کا رد کیا اس لئے دیوبندیوں کا یہ شور مچانا کہ "المہند" کے بعد علمائے عرب نے اپنے فتوے واپس لے لئے سراسر جھوٹ وفریب پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مُلّاں خلیل انبیٹھوی نے علمائے عرب اور ہندوستانی عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی۔ جھوٹ پر جھوٹ بولے اور دجل وفریب کی وہ مثال قائم کی کہ جس کی نظیر تاریخ کے صفحات میں ناپید ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دیوبندی ہمارے اس دعوے کو مذہبی تعصب قرار دیں اس لئے نمونہ کے طور پر ایک مثال سے اپنی دعویٰ کو مدلل کرتے ہیں۔

مُلّاں خلیل انبیٹھوی نے "المہند" کے تیسویں سوال میں جو فن کاری کی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔ مُلّاں خلیل احمد انبیٹھوی نے سب سے پہلے ایک سوال نقل کیا کہ:

"کیا علامہ زماں مولوی رشید احمد گنگوہی نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ نعوذ اللہ جھوٹ بولتا ہے اور ایسا کہنے والا گمراہ نہیں یا یہ ان پر بہتان ہے۔۔۔۔الخ۔ [1]

اس کے جواب میں خلیل انبیٹھوی نے اس بات کو بہتان قرار دیا اور "فتاویٰ رشیدیہ" سے گنگوہی کا مندرجہ ذیل فتویٰ نقل کیا، ملاحظہ فرمائیں:

"بے شک اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ کذب کے ساتھ متصف ہو۔ اُس کے کلام میں ہرگز کذب کا شائبہ بھی نہیں جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے اور اللہ سے زیادہ سچا کون ہے۔ اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے نکالے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے وہ کافر قطعی، ملعون اور کتاب وسنت واجماع امت کا مخالف ہے۔

ہاں اہل ایمان کا یہ عقیدہ ضرور ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن میں فرعون وہامان وابولہب کے

---

[1] المہند علی المفند، ص58، المیزان ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، لاہور

متعلق جو یہ فرمایا ہے کہ وہ دوزخی ہیں تو یہ حکم قطعی ہے، اس کے خلاف کبھی نہیں کرے گا۔ لیکن اللہ ان کو جنت میں داخل کرنے پر قادِر ضرور ہے، عاجز نہیں۔

ہاں البتہ اپنے اختیار سے ایسا کرے گا نہیں۔ وہ فرماتا ہے "اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو ہدایت دے دیتے لیکن میرا قول ثابت ہو چکا کہ ضرور دوزخ بھروں گا، جن وانس دونوں سے، پس اس آیت سے ظاہر ہو گیا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب کو مومن بنا دیتا لیکن وہ اپنے قول کے خلاف نہیں کرتا، اور یہ سب باختیار ہے مجبوری نہیں کیونکہ وہ فاعل مختار ہے، جو چاہے کرے۔

یہی عقیدہ تمام علمائے اُمت کا ہے جیسا کہ بیضاوی نے قول باری تعالیٰ وان تغفرلہم کی تفسیر کے تحت کہا کہ مشرک کا نہ بخشنا وعید کا مقتضی ہے۔ پس اس میں لذاتہ امتناع نہیں ہے، واللہ اعلم بالصواب"۔ [1]

اس کے بعد مُلّاں خلیل انبیٹھوی نے علمائے مکہ مکرمہ کی جانب منسوب تصحیح کا خلاصہ لکھا اور سب سے پہلے مفتی مکہ مکرمہ محمد صالح ابن مرحوم صدیق کمال حنفی کے فتوے کا خلاصہ نقل کیا، خلیل انبیٹھوی کے الفاظ میں وہ خلاصہ مُلاحظہ فرمائیں:

"خلاصہ تصحیح علماء مکة المکرمة زاد اللہ شرفھا الحمد لمن ھو بہ حقیق ومنہ استمد العون والتوفیق ما اجاب بہ العلامة رشید احمد المذکور ھو الحق الذی لا محیص منہ وصلی اللہ علی خاتم النبیین وعلی الہ وصحبہ وسلم امر برقمہ خادم الشریعة راجی اللطف خفی محمد صالح ابن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکة المکرمة حالا کان اللہ لھما ...

مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہا کے علماء کی تصحیح کا خلاصہ یہ ہے۔ حمد اُسی کو زیبا ہے جو اِس کا مستحق ہے

---

[1] المہند علی المفند، صفحہ 61، المیزان ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، لاہور

اور اُسی کی اعانت وتوفیق درکار ہے۔ علامہ رشید احمد کا جواب مذکورہ حق ہے جس سے مفر نہیں ہوسکتا۔ وصلی اللہ علی خاتم النبیین وعلی الہ وصحبہ وسلم اس کے لکھنے کا امر فرمایا۔ خادم شریعت امیدوار لطف خفی محمد صالح خلف صدیق کمال مرحوم حنفی مفتی مکہ کان اللہ لہما"۔ [1]

ہمیں مکتبہ حرم المکی کے مخطوطات کی تحقیق کے دوران مفتی حنفیہ صالح کمال کا وہ مکمل فتویٰ مل گیا جس کا مندرجہ بالا خلاصہ خلیل انبیٹھوی نے نقل کیا۔

وہ مخطوط دیکھنے کے بعد ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ دجل وفریب کے اس گھناؤنے کھیل میں صرف دیوبندیوں کے اصاغر ہی ملوث نہیں بلکہ دیوبندیوں کے اکابر بھی اپنے اصاغر سے کچھ کم نہیں۔ جہاں بھی اکابرین دیوبند کو دجل وفریب اور دھوکہ دہی کا موقعہ ملا ان لوگوں نے ہاتھوں کی صفائی خوب دکھلائی اور خوب لوگوں کو گمراہ کیا، بہرکیف یہاں ہم مفتی حنفیہ محمد صالح کمال کا مکمل فتویٰ نقل کرتے ہیں اور کتاب کے آخر میں ان شاء اللہ اُس کا عکس بھی لگا دیں گے تا کہ کسی بھی دیوبندی کو انکار کی کھجلی نہ ہو سکے

[1] المہند علی المفند، صفحہ 61، المیزان ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، لاہور

مفتی احناف شیخ محمد صالح کمال کا مکمل فتوی

الحمد لمن هو به حقيق ومنه استمد العون والتوفيق ما اجاب به العلامة رشيد احمد المذكور هو الحق الذى لا محيص عنه لأن الكذب نقص وكل نقص مستحيل عليه تعالى فالكذب مستحيل عليه تعالى ومعتقد اتصافه تعالى بالكذب كافر قطعا الا لعنة الله على الكافرين.

وفى الفتاوى الهندية عن البحر

يَكْفُرُ إِذَا وَصَفَ اللَّهَ تَعَالَى بِمَا لَا يَلِيقُ بِهِ، أَوْ سَخِرَ بِاسْمٍ مِنْ أَسْمَائِهِ، أَوْ بِأَمْرٍ مِنْ أَوَامِرِهِ، أَوْ نُكِرَ وَعْدَهُ وَوَعِيدَهُ، أَوْ جَعَلَ لَهُ شَرِيكًا، أَوْ وَلَدًا، أَوْ زَوْجَةً، أَوْ نَسَبَهُ إِلَى الْجَهْلِ، أَوْ الْعَجْزِ، أَوْ النَّقْصِ الخ.

والكفر تكذيب محمد صلى الله عليه وسلم فى شئ مما جاء به من الدين ضرورة وقد جاء صلى الله عليه وسلم بقوله جل وعلا: "وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا" [النساء: 122] وبقوله: "وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا" [النساء: 87] أى لا أحد أصدق من الله قولا. وفى نسبة الكذب الى الله جل شانه تكذيب له عليه الصلاة والسلام فيما جاء به ضرورة. وفى شيخ زاده فى شرح تفسير قوله تعالى: "وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا الخ. [السجدة: 13]

روى الْحَسَن، قَالَ: خَطَبَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ: " لَيَعْتَذِرَنَّ اللَّهُ إِلَى آدَمَ ثَلَاثَ مَعَاذِيرَ: يَقُولُ اللَّهُ: يَا آدَمُ، لَوْلَا أَنِّي لَعَنْتُ الْكَذَّابِينَ وَأَبْغَضْتُ الْكَذِبَ وَالْخُلْفَ وَأُعَذِّبُ عَلَيْهِ لَرَحِمْتُ الْيَوْمَ وَلَدَكَ أَجْمَعِينَ مِنْ شِدَّةِ مَا أَعْدَدْتُ لَهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الخ.

وفى هذا القدر كفاية لمن حلت قلبه الهداية. والله الهادى الى سواء السبيل.

لا رب غيره ولا خير الا خيره

وصلى الله تعالى على النبی وعلى آله وصحبه وسلم امر برقمه خادم الشريعة راجی اللطف خفی محمد صالح ابن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مكة المكرمة حالا کان الله لهما۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اُس کے لئے جو اِس کے لائق ہے اور اُسی سے مدد و توفیق کا طالب ہوں علامہ رشید احمد مذکور نے جو جواب دیا وہ دُرست ہے، جس سے فرار نہیں، کیونکہ کذب نقص ہے اور ہر نقص اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔ پس اس لئے کذب بھی اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے، اور جو کذب کے ساتھ رب تعالیٰ کے موصوف ہونے کا معتقد ہے وہ قطعی کافر ہے (کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے)

"فتاوی ہندیہ" میں "بحر الرائق" سے منقول ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو ایسی بات کے ساتھ موصوف کیا جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں، یا رب تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی نام کے ساتھ، یا رب تعالیٰ کے اوامر میں سے اس کے کسی امر کے ساتھ تمسخر کیا، یا رب تعالیٰ کے وعد و وعید کا انکار کیا، یا رب تعالیٰ کے لئے شریک، زوجہ یا ولد کا عقیدہ رکھا یا جہل، برائی اور جھوٹ کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف کی تو ایسا شخص کافر ہوگا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور جن ضروریات دینیہ کے ساتھ آپ تشریف لائے ان کی تکذیب کفر ہے۔

اور تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے اس فرمان کے ساتھ تشریف لائے ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا﴾ [النساء: 122] اور اس قول کے ساتھ کہ ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا﴾ [النساء: 87] یعنی اللہ عزوجل سے زیادہ سچا کوئی بھی نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی جانب جھوٹ کی نسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن ضروریات دین کے ساتھ تشریف لائے ان کی تکذیب ہوگی۔ اور شیخ زادہ کے حاشیہ میں رب تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا﴾ الآیة کی تفسیر میں موجود ہے کہ:

"حسن سے روایت منقول ہے کہ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ نے منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیں خطبہ دیا، اور فرمایا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ عزّوجل حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام سے تین ارشادات فرمائے گا: اے آدم اگر مَیں نے جھوٹوں پر لعنت نہ کی ہوتی، اور جھوٹ اور وعدہ خلافی کو مبغوض نہ کیا ہوتا، اور اس پر عذاب مقرر نہ کیا ہوتا تو آج تیری ساری اولاد پر اس عذاب کی شدت سے رحم کر دیتا جو ان کے لیے تیار کیا گیا ہے، الحدیث۔

جس کے دل میں ہدایت ہے اُس کے لئے اِس قدر ہی کافی ہے، اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے اور اس کے سوا کوئی رب نہیں ہے۔

وصلی اللہ تعالی علی النبی وعلی آلہ وصحبہ وسلم امر برقمہ خادم الشریعة راجی اللطف خفی محمد صالح ابن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکة المکرمة حالا کان اللہ لھما۔ حامدا ومصلیا مسلما

اس مخطوط کا رقم نمبر اور تفصیل آئندہ فتویٰ کے حوالہ میں ملاحظہ فرمائیں

قارئین کرام! آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ مفتی حنفیہ شیخ محمد صالح بن مرحوم صدیق کمال نے نقص اور عیب قرار دیا ہے اور رب تعالیٰ کے لئے محال قرار دیا ہے۔

یہ عقیدہ تو دیوبندیوں کے خلاف ہے۔ دیوبندی کذب کو رب تعالیٰ کے لئے محال نہیں بلکہ ممکن سمجھتے ہیں اس لئے انہوں نے انکار کذب کے عقیدہ کا اِختراع کیا ہے۔ گنگوہی کی جانب منسوب فتوے کی ابتداء میں لکھا ہوا تھا کہ: " رب تعالیٰ کو کذب کے ساتھ موصوف کرنے والا کافر ہے"، پس مفتی حنفیہ محمد صالح کمال نے صرف اسی بات کی تصدیق کی تھی جس کی وضاحت مفتی حنفیہ شیخ محمد صالح کمال نے اپنے دُوسرے فتوے میں بھی فرمائی ہے، مگر دیوبندیوں نے دھوکہ دینے کے لئے مفتی حنفیہ شیخ صالح کمال کا نام بھی مصدقین میں لکھ دیا اور ان کا پورا فتویٰ بھی نقل نہیں کیا تا کہ عوام کو دھوکا دیا جا سکے کہ مفتی حنفیہ محمد صالح کمال

بھی ان کے مؤیدین میں ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ دیوبندیوں کا دماغ کتے کی دُم کی طرح ٹیڑھا ہے اور وہ اس مذکورہ حقیقت کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے اور ہٹ دھرمی اور ضد سے کام لیں گے اِس لئے ہم چاہتے ہیں کہ مفتی حنفیہ شیخ محمد صالح کمال کا وضاحتی بیان بھی نقل کردیں، ان کا یہ وضاحتی بیان بھی مکتبہ حرم المکی کے مخطوطات میں موجود ہے۔

پس جب مفتی حنفیہ محمد صالح کمال کے فتوے سے دیوبندیوں نے مغالطہ ودھوکہ دینے کی کوشش کی تو مفتی حنفیہ سے اس بارے میں ایک اور استفسار ہوا جس کو ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

"ادام الله سبحانه هداية المرضية لا شك فى ان حضرة المفتى الحنفية انما صدق جواب رشيد احمد فى امتناع اتصافه تعالىٰ بالكذب لعدم الاختلاف فيه بين المسلمين. لكن لا يخفى ان غرض رشيد احمد من ازدياد قوله نعم اعتقاد اهلِ الايمان ان ما قال الله تعالى فى القرآن الخ. اثبات امكان الكذب له تعالى عما يقول الظالمون علواً كبيراً لان خليل احمد تلميذه قال فى قوله الاول من البراهين القاطعة على ظلام الانوار الساطعة ان خلف الوعيد جائز عند الاشاعرة وامكان كذبه تعالى فرع خلف الوعيد انتهى مترجماً وملخصاً وأيضاً قال فى الجواب التفصيلى عن الاعتراض على هذا القول ان امكان كذبه تعالى شعبة عموم قدرته. وهذا اعتقاد اهل السنة ومخالفه خارج عن دائرة اهل السنة انتهى.

وهذا رشيد احمد قد قرظ على البراهين القاطعة وصدقه بكمال التصديق ولقبه بالدلائل الواضحة على كراهة المروج عن المولود والفاتحة وامر بطبع ذالك واشهاره غاية التشهير فالآن اراد رشيد احمد ان يثبت مسئلة

امکان کذبہ تعالی بالخداع والاختراع . فلھذا یستفتی من حضرات مفاتی مکۃ المکرمۃ دام فضلھم ورشدھم ان یبینوا حکم مسئلۃ مغفرۃ الکفار وان رشید احمد مع کونہ حنفیا ماتریدیا یثبت قول الاشاعرۃ ویدعی ان ھذہ عقیدۃ جمیع علماء الأمۃ کیف حکمہ افتونا ماجورین وعلی اعداء الدین منصورین .

ترجمہ: " اللہ سبحانہ ان کو ہدایت مرضیہ پر دائم رکھے، اس میں شک نہیں کہ حضرت مفتی حنفیہ نے صرف اللہ عزّ وجل کے کذب سے متصف ہونے کے اِمتناع والے گنگوہی کے جواب کی تصدیق کی، کیونکہ مسلمانوں کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں، لیکن مخفی نہ رہنا چاہئے کہ رشید احمد نے جو لکھا ہے کہ: " ہاں! البتہ اہلِ ایمان کا اعتقاد ہے کہ جو رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے، الخ" ۔

اِس سے اُن کی غرض اللہ تعالیٰ کے لئے امکان کذب ثابت کرنا ہے، جو ظالم کہتے ہیں رب تعالیٰ اُس سے بہت بُلند ہے کیونکہ خلیل احمد جو اس کا شاگرد ہے اس نے " البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ " میں لکھا ہے کہ: " اشاعرہ کے نزدیک خلف وعید جائز ہے اور امکان کذب خلف الوعید کی فرع ہے، خلاصہ ترجمہ پُورا ہوا۔

اس قول پر اعتراض کے تفصیلی جواب میں اس نے کہا کہ:

" امکانِ کذب رب تعالیٰ کے عموم قدرت کے شاخ ہے اور یہ اعتقادِ اہل سنت ہے اور اس کا مخالف اہل سنت سے خارج ہے، انتہی" ۔

اور اسی رشید احمد نے " البراہین القاطعہ " پر تقریظ لکھی ہے اور اُس کی کمال تصدیق کی ہے، اور اس کا لقب " الدلائل الواضحۃ علی کراھۃ المروج من المولود والفاتحۃ " رکھا ہے، اور وہ کتاب اس کے امر سے مطبوع ہوئی ہے اور اس کی بہت زیادہ تشہیر کی گئی ہے۔

پس اب رشید احمد نے ارادہ کیا کہ وہ دھوکہ وفریب کے ساتھ امکان کذب کے مسئلے کو ثابت

کرے اس لئے مکہ مکرمہ کے مفتیوں (اُن کا فضل و رُشد دائم رہے) سے مغفرت کفار کے مسئلے کا استفسار کیا ہے۔ رشید احمد باوجود کہ حنفی ماتریدی ہونے کا مُدعی ہے اشاعرہ کے قول کو ثابت کرتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ یہ عقیدہ تمام علمائے اُمت کا ہے۔ اب ہمیں بتائیں کہ رشید احمد کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب دے کر ماجور ہوں اور دُشمنانِ دین پر منصور ہوں"۔

اس استفتاء کے جواب میں مفتی حنفیہ مکہ معظمہ شیخ محمد صالح کمال نے جو فتویٰ جاری کیا وہ بھی مکتبہ حرم مکی کے مخطوطات میں موجود تھا یہاں پر ان کا فتویٰ نقل کیا جاتا ہے، مُلاحظہ فرمائیں:

الحمد لمن هو به حقيق ومنه استمد العون والتوفيق اعلم رحمك الله انى لما سودت الجواب على السؤال الذى أجاب عليه رشيد احمد كان فى عزمى التكلم على ما استدرك به رشيد المذكور بقوله نعم الخ بانه مخالف مما عليه الماتريدية وهو الصحيح الذى عليه المعول وعند امرى بتبييضه وكان السائل لعجل على فى الجواب انسيته ذلك و كتب الجواب مقتصرا على ما فى السؤال.

وأقول الآن ان الحنفية لا يجوزون غفران الكفر عقلاً كما لا يجوز سمعاً لأن تعذيب الكفار واقع لا محالة فيكون وقوعه على وجه الحكمة فالعفو عنهم خلاف الحكمة فيجب تنزيه افعاله تعالى عنه كذا قاله ابو البقاء فى كلياته[1] فى مبحث الوعد فالنظره . وفى معين المفتى على جواب المستفتى للعلامة محمد بن عبد الله التمرتاشى الحنفى صاحب تنوير الأبصار العفو عن الكفر لا يجوز عقلاً خلافاً للاشعرى و تخليد المؤمنين فى

[1] انظر: الكليات معجم فى المصطلحات والفروق اللغوية، ص 940

النار والكافرين فى الجنة يجوز عقلاً عندهم الا ان السمع ورد بخلافه وعندنا صح لا يجوز ولا يوصف الله تعالى بالقدرة على الظلم والسفه والكذب لان المحال لا يدخل تحت القدرة. وعند المعتزلة يقدر ولا يفعل انتهى

وقال صاحب العمدة [1] من الحنفية وهو العلامة ابو البركات النسفى تخليد المؤمن فى النار والكافر فى الجنة يجوز عقلاً عندهم يعنى الاشاعرة الا ان السمع ورد بخلافه وعندنا معشر الحنفية لا يجوز انتهى.

وفى حاشية شرح العقائد لرمضان آفندى وزعم بعضهم من اهل السنة أى فى الجواب عن تمسك المعتزلة وهو ليس بمرضى عند الشافعى رحمه الله تعالى ان الخلف كرم فيجوز من الله تعالى والمحققون على خلافه كيف أى كيف يجوز الخلف من الله تعالى فى الوعيد وهو أى الخلف تبديل للقول وقد قال الله تعالى: ﴿مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ﴾ [2] الخ انتهى.

وفى رد المحتار وصرح التفتازانى وغيره بأن المحققين على عدم جواز خلف الوعيد وصرح النسفى بأنه الصحيح لاستحالته عليه تعالى لقوله تعالى: ﴿مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ﴾ [3]

وقوله تعالى: ﴿وَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ﴾ [4] أى وعيده وانما يمدح به العباد خاصة انتهى.

---

[1] انظر: شرح العمدة في عقيدة أهل السنة والجماعة المسمى بالاعتماد فى الاعتقاد، ص 422

[2] [ق:29]

[3] [ق:29]

[4] [الحج:47]

وحيث كان هذا هو الصحيح الذى عليه المحققون فی مستدرك رشيد احمد المجيب المذكور بقوله نعم الخ ۔وهو ماتريدی العقيدة قبيح جدا ۔

وعبارة البيضاوی التی اوردها المجيب فی الاستدلال علی ذالك لم يعرج عليها صاحب الجلالين ولا محشيه الجمل ولا صاحب الدر المنثور مع كونهم الاشعريين وما ذالك الا لكونها خلاف الصحيح حتی عندهم دليل ما فسروا به الآية وهی ان تعذبهم أی من اقام علی الكفر منهم فانهم عبادك وان تغفرلهم أی عن آمن منهم الخ

واما ما تفوه به صاحب البراهين القاطعة له مما لم يسبقه عليه احد من أهل السنة فهو شعبة عموم جهله المركب وان قرظ عليه من برشيد اذ لا يرضی بأن يسمعه اشعری ولا ماتريدی فضلا عن كونه به يتمذهب والله هو الموفق للرشاد وواعاذنا بجميع المسلمين عن سوء الاعتقاد والافساد ، وصلی الله تعالی علی سيدنا محمد وعلی آله وصحبه الامجاد أمر برقمه خادم الشريعة راجی اللطف الخفی محمد صالح ابن المرحوم صديق كمال الحنفی مفتی مكة المكرمة حالا كان الله لهما، حامدا ومصليا مسلما ۔

ترجمہ:" سب تعریفیں اُس کے لئے ہیں جو اِس کے لائق ہے، رب تعالیٰ ہی سے مدد و توفیق کا طالب ہوں، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔

آپ کو جاننا چاہئے کہ رشید احمد (گنگوہی) نے جس سوال کا جواب لکھا اُس جواب کے جواب کا میں مسودہ تیار کر رہا تھا تو میرا پختہ ارادہ تھا کہ جس پر رشید مذکور نے نعم کے ساتھ استدلال کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے جس پر ماتریدیہ ہیں، اور (ماتریدیہ کا قول) وہ صحیح ہے جس پر اعتماد ہے، اور (جب کاتب) میرے حکم سے اس کو صاف کر کے لکھنے لگا، اس دوران سائل جواب کے لئے جلدی کر رہا تھا، مَیں اس بات کو بھول گیا اور سوال میں جو بات

تھی اُس پر اقتصار کرتے ہوئے جواب لکھا گیا۔

اب مَیں کہتا ہوں کہ حنفیہ کے نزدیک کُفر کی بخشش عقلاً وسمعاً ناروا ہے کیونکہ تعذیب کُفار لا محالہ واقع ہوگی اور اس کا وقوع حکمت کے موافق ہے اور ان سے بخشش خلاف حکمت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے افعال کی اس سے تنزیہ واجب ہوئی، اسی طرح ابُو البقاء نے اپنی "کلیات" مبحث الوعد میں کہا ہے، وہاں دیکھنا چاہئے۔

معین المفتی علی جواب المستفتی میں علامہ تمرتاشی حنفی صاحب "تنویر الابصار" نے لکھا ہے کہ: "عفو کُفر عقلاً جائز نہیں بخلاف اشعری کے، اسی طرح مومنوں کا ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا اور کفار کا ہمیشہ کے لئے جنت میں رہنا بھی ان کے نزدیک عقلاً جائز ہے مگر سمعی دلیلیں اس کے خلاف ہیں اور ہمارے نزدیک عقلاً بھی جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ کو ظلم و بے وقوفی اور جھوٹ پر قدرت کے ساتھ موصوف نہیں کیا جا سکتا کیونکہ محال تحت قدرت باری تعالیٰ نہیں، اور معتزلہ کے نزدیک رب تعالیٰ قادر ہے لیکن ایسا کر ... تا نہیں۔ حنفیہ میں سے صاحب عمدہ، اور وہ ابوالبرکات نسفی ہیں، فرماتے ہیں کہ مومن کا ہمیشہ جہنم میں رہنا اور کافروں کا جنت میں جانا اشاعرہ کے نزدیک عقلاً جائز ہے مگر سمعی دلیلیں اس کے خلاف ہیں اور گروہ حنفیہ کے نزدیک عقلاً بھی جائز نہیں۔

رمضان آفندی کے حاشیہ شرح العقائد میں ہے کہ: "معتزلہ کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے بعض اہلِ سنت نے گمان کیا اور یہ جواب امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک پسندیدہ نہیں کہ بے شک خلف کرم ہے، پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جائز ہے اور محقق اس کے خلاف ہیں یعنی خلف وعید میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیسے درست ہوسکتا ہے اور یہ خلف تبدیل قول ہے جبکہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ﴿مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ﴾[1]

---

[1] [ق:29]

ردمحتار میں ہے اور تفتازانی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ محققین خلف وعید کے عدم جواز پر ہیں
اور علامہ نسفی نے کہا کہ یہی صحیح ہے کیونکہ یہ رب تعالیٰ پر محال ہے بدلیل آیت:
﴿مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ﴾[1]
و ﴿وَلَنْ يُخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهُ﴾[2]
یعنی اپنی وعید میں۔

اور اس کے ساتھ مدح بندوں کے ساتھ خاص ہے۔
اور جب یہ صحیح ہے جس پر محقق علماء ہیں تو پھر مجیب مذکور رشید احمد (گنگوہی) کا تعم سے اس کا استدلال کرنا سخت قبیح ہے جبکہ وہ (مدعیٰ) ماتریدی العقیدہ ہے، اور بیضاوی کی جو عبارت مجیب نے اِستدلال میں پیش کی ہے اُس پر صاحب جلالین اور اُس کے محشی "الجمل" نے اس کی پیروی نہیں کی، اور نہ ہی صاحب درالمنثور نے باوجود کہ وہ (مفسرین) بھی اشعری ہیں، اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ بات غیر صحیح ہے یہاں تک کہ انہوں نے دلیل کے ساتھ آیت کی جو تفسیر کی ہے وہ یہ ہے کہ اگر تو اِن کو عذاب کرے یعنی جو ان میں سے کُفر پر قائم رہے پس وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے یعنی جو ان میں سے ایمان لائے۔
بہرحال وہ بات جو صاحب البراہین القاطعہ نے کہی (یعنی امکان کذب کی) اہل سنت میں سے یہ کسی کا عقیدہ نہیں۔
پس یہ (انبیٹھوی) کے جہل مرکب کی شاخ ہے اگرچہ اس پر اس نے تقریظ لگائی ہو جس کا نام رشید ہے کیونکہ اس بات کو کوئی بھی اشعری و ماتریدی سننا پسند نہیں کرے گا، چہ جائیکہ ایسا مذہب رکھے۔
رب تعالیٰ ہی ہدایت کی توفیق دینے والا ہے، رب تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو برے

---

[1] [ق:29]

[2] [الحج:47]

عقیدے اور فساد پھیلانے سے محفوظ رکھے۔

وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ الامجاد. امر برقمہ خادم الشریعۃ راجی اللطف الخفی محمد صالح ابن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ حالا کان اللہ لھما. حامدا ومصلیا ومسلما [1]

---

[1] سؤال هل يصف الله تعالى بالكذب، وما حكم من يعتقد ذلك۔

الرقم العام: 23/3908 فتاوى. اسم المؤلف: محمد صالح بن صديق كمال

عدد الأوراق: ورقتان من (87-88) عدد الأسطر: يختلف من (23/25)

مُلّاں خلیل انبیٹھوی نے "المہند" میں علامہ محمد سعید بن محمد بابصیل رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھا ہے اوران کے صرف دستخط والی عبارت نقل کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"رقمه المرتجي من ربه كمال النيل محمد سعيد بن محمد بابصيل بمكة المحمية غفر الله له ولوالديه ولمشائخه وجميع المسلمين"۔ [1]

یعنی مُلّاں انبیٹھوی نے علامہ بابصیل کی کوئی عبارت درج نہیں کی بلکہ صرف ان کے دستخط والی عبارت لکھی ہے، قارئین کرام خود ملاحظہ کریں کہ خلاصہ کے نام سے دھوکے ہو رہے ہیں، پڑھنے والا آخر کیا سمجھے؟

علامہ بابصیل نے تائید کی یا تردید کی؟

مُلّاں انبیٹھوی نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے صرف دستخط نقل کر دیئے مگر رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیں (مکتبہ حرم مکی کے مخطوطات میں سے) ایک مخطوط "خلاصة الرسالة المسماة بتقديس الوكيل عن اهانة الرشيد والخليل" کے نام سے مل گیا جس پر علامہ بابصیل رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی موجود ہے۔

ہم قارئین کے ذوق مطالعہ وتحقیق کے لئے اس مخطوط کا ترجمہ یہاں نقل کرتے ہیں اور مخطوط کا عکس آخر میں لگا دیتے ہیں تا کہ دیوبندی موصوف یا کسی اور کو بعد میں کھجلی نہ ہو، ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] المہند علی المفند، ص 61، المیزان ناشران وتاجران کتب، لاہور

هذه خلاصة الرسالة العربية المسماة بتقديس الوكيل عن اهانة الرشيد والخليل

بسم الله الرحمن الرحيم

قال صاحب "البراهين" مسئلة امكان كذب البارى ليست بجديدة بل اختلف فيها القدماء هل يجوز خلف الوعيد أم لا كما فى "رد المحتار":

" هَلْ يَجُوزُ الْخُلْفُ فِي الْوَعِيدِ؛ فَظَاهِرُ مَا فِي الْمَوَاقِفِ وَالْمَقَاصِدِ أَنَّ الْأَشَاعِرَةَ قَائِلُونَ بِجَوَازِهِ لِأَنَّهُ لَا يُعَدُّ نَقْصًا بَلْ جُودًا وَ كَرَمًا الخ . وهكذا فى سائر الكتب، وامكان الكذب فرع خلف الوعيد فالطعن على هذه المسئلة طعن على الاشاعرة .

ثم لما اعترض عليه بأن الاشاعرة القائلين بخلف الوعيد عبروه بالجود والكرم لا بأمكان الكذب والكذب وغيره من النقائص محال على الله سبحانه وامكان المحال محال كما صرحوا به فى كتب العقائد.

فاجاب عنه صاحب "البراهين" مع المؤيدين بأن الخلف والكذب مترادفان والكذب على الله سلمنا انه محال لكن لا دليل على استحالة امكان الكذب بل هو كمال الالوهية وشعبة عموم القدرة ومنكره خارج عن دائرة أهل السنة ويمكن الكذب فى الكلام اللفظى والدليل عليه آية: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾[1] فانها اثبتت مقدورية جميع الاشياء الممكنة وقوله تعالى: ﴿وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴾[2] يقتضى ان اجتماع الجميع

---

[1] [البقرة:20]

[2] [هود:118]

على ملة واحدة ممتنع لا يدخل تحت قدرته ومستلزم كذبه تعالى واثبت قوله تعالى :﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ [1] ان اجتماع تام الادميين داخل تحت قدرته ومشيئته وأيضا ايمان جميع بنى آدم مستلزم كذبه تعالى لقوله تعالى :﴿إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ [2] والحال انه تعالى قال :﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا﴾ [3] فثبت منه مع استلزام كذب النص ان ايمان جميع بنى آدم داخل تحت قدرته ومشيئته وكذلك استدل بعبارة شرح المواقف الواقعة فى فصل فروع المعتزلة وغيرها.

ثم قال صاحب" البراهين" وغيره ان مثل النبى صلى الله عليه وسلم داخل تحت قدرته بدليل "﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [4] وما كان ممتنعا بالغير بوجه اخباره تعالى وهو :﴿وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ [5] فهو ممكن بالذات وكل ممكن بالذات داخل تحت القدرة . وقوله تعالى : ﴿أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ﴾ [6] صرح بدخول مثله صلى الله عليه وسلم تحت القدرة . وقال الامام الرازی

---

[1] [هود:118]

[2] [يونس:96]

[3] [يونس:99]

[4] [البقرة:20]

[5] [الأحزاب:40]

[6] [يس:81]

تحت قوله تعالى: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا﴾ [1] لأنها تدل على الْقُدْرَةِ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا مِثْلَ مُحَمَّدٍ انتهى. [2]

ثم قال في "البراهين" وغيره لا يماثل احد بالنبي صلى الله عليه وسلم في التقرب وشرف الكمالات لكن في نفس البشرية يماثله ويساويه جملة بني آدم بدليل: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ﴾ [3] فالمساواة فيها ثابت بنص القرآن وأيضا الأخوة به صلى الله عليه وسلم بحديث:

"وَدِدْتُ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ إِخْوَانِي". [4]

وقال لعلي: "أنت أخي في الدنيا والآخرة". [5]

---

[1] [الفرقان:51]

[2] تفسير الرازي، ج24 ص474، دار إحياء التراث العربي

[3] [الكَهْف:110]

[4] أخرجه أبو علي الطوسي مستخرج الطوسي على جامع الترمذي، ج 3 ص 183، من طريق شعبة، و الأصبهاني في الترغيب و الترهيب، ج3 ص59، وأبي الحسن الحمامي في حديث عن شيوخه (3)، وأبو محمد البرزالي في مشيخة أبي بكر بن أحمد المقدسي الحنبلي (24)، كلهم من طريق مالك عن العلاء، عن أبيه، حديث أبي هريرة رضي الله عنه و أصله عند مالك في الموطأ، ج2 ص38، وغيره، بلفظ: "وَدِدْتُ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ إِخْوَانَنَا".

[5] أخرجه الترمذي في السنن، بَابُ مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، (3720)، و الحاكم في المستدرك، ج3 ص15 (4288)، و (4289)، وابن الأعرابي في المعجم، ج2 ص681 (1366)، و الطبراني في الكبير، ج13 ص198 (13909).
وقال الترمذي: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وقال الذهبي في تلخيص المستدرك: جميع بن عمير أتهم. وقال الألباني في ضعيف الترمذي (772): ضعيف.

وقال لعمر يا أخي أشركنا في الدعاء". [1]

ثم قال فى "البراهين" وغيره ان احاطة علم الشيطان بالدنيا ثبت بالنص واثبات العلم المحيط بالارض للنبى صلى الله عليه وسلم شرك ووسعة علم الشيطان وملك الموت علم بالنص فاثبات مثل ذالك العلم أو زائدا عليه فى الافضل بالقياس على المفضول ليس من شأن العالم لان المسائل الاعتقادية ليست بقياسية بل قطعية يثبت بالقطعيات وخبر الواحد لا يكفى هاهنا .ثم القول لوسعة علمه عليه السلام مردود بقوله عليه السلام :"وَاللهِ لَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ" [2]

---

[1] أخرجه أحمد في مسنده (195) بلفظ: ""يَا أَخِي، أَشْرِكْنَا فِي دُعَائِكَ".

وقال الأرنؤوط: إسناده ضعيف لضعف عاصم بن عبيد الله.

وأخرجه البزار (119) من طريق محمد بن جعفر، بهذا الإسناد.

وأخرجه الطيالسي (10)، وابن سعد 3/273، وأبو داود (1498) من طرق عن شعبة، به.

وأخرجه ابن سعد 3/273، وابن ماجه (2894)، والترمذي (3562)، والبزار (120) من طريق سفيان، عن عاصم، به. وقال الترمذي: حسن صحيح.

[2] أخرجه ابن المبارك في الزهد (902)، بلفظ: "وَاللهِ لَا أَدْرِي، وَأَنَا رَسُولُ اللهِ مَا يُفْعَلُ بِي، وَلَا بِكُمْ". ومن طريقه البخاري في الصحيح، بَابُ العَيْنِ الجَارِيَةِ فِي المَنَامِ، ج9ص 38 (7018)، بلفظ: "وَاللهِ مَا أَدْرِي - وَأَنَا رَسُولُ اللهِ - مَا يُفْعَلُ بِي وَلاَ بِكُمْ". من طريق مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أُمِّ العَلاَءِ،..... الحديث.

ورواه عبد الرزاق (20422)، وعبد بن حميد (1593)، وابن راهويه (2193)، وأحمد (27457)، والنسائي في السنن الكبرى (7587)، وابن أبي عاصم في الآحاد والمثاني (3322)، كلهم من طريق الزهري....

وقال عليه السلام :"انى لا أعلم ما وراء الجدار "[1]

ومسئلة النكاح من البحر وغيره قد كتبت - وحكايات كشف الأولياء ان سلمت هجيتحا فالجواب ان الله تعالى كشف لاولئك الأولياء وحصل لهم حضور العلم فان يكشف الله لنبيه عليه السلام زائدا عن الاولياء يمكن لكن ثبوته الفعل بانه تعالى اعطى له عليه السلام ليس بموجود الخ .فلما اعتراض عليه بانه تعالى قال فى القرآن المجيد: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ﴾ الآية [2] و﴿فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى﴾ [3]

والحديث الصحيح فى باب بدء الخلق من "البخارى" عن عمر ﷺ قال: "قام فِينَا النبى صلى الله عليه وسلم مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عن بَدْءِ الْخَلْقِ حتى دخل أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذلك من حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ

---

[1] اس روایت کے متعلق علامہ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے کہ: "قال شیخنا لا اصل له"۔ یعنی ہمارے شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "اس کی کوئی اصل نہیں ہے"۔

(المقاصد الحسنة ،ص 413 (932) وانظر :"المواهب اللدنية ، ج 2ص 228، والاسرار المرفوعة ،ص 300، وتذكرة الموضوعات (581) ، وكشف الخفاء ، ج 2ص 250، وفيض القدير ،ج 1ص 250، والجد الحثيث ،ص 191، والنخبة البهية (284)، وأسنى المطالب(1236)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ: "ایں سخن اصلی ندارد وروایت بداں صحیح نشده است"۔ (مدارج النبوۃ، ج 1 ص 7)

اور علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ: "لم يعرف له سند"۔ (المنح المكية، ص 273)

[2] [النساء:113]

[3] [النجم:10]

من نَسِيَهُ". [1]

وقال الكرمانى وصاحب الخير الجارى والغرض أنه صلى الله عليه وسلم أخبر عن المبدأ و المعاد والمعاش جميعا. [2]

وقال الطيبى دلّ ذلك أنه صلى الله عليه وسلم أخبر عن جميع أحوال المخلوقات انتهى. [3]

---

[1] أخرجه البخاري في الصحيح، ج4ص106(3192)، وابن حجر في أمالي المطلقة، ص175(161)، ثم قال: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيقًا فَقَالَ وَرَوَى عِيسَى عَنْ رَقَبَةَ فَذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ. وَتَعَقَّبَهُ أَبُو مَسْعُودٍ فِي الأَطْرَافِ فَقَالَ إِنَّمَا رَوَى عِيسَى هَذَا مِنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ رَقَبَةَ. قُلْتُ وَكَذَا وَقَعَ فِي كَثِيرٍ مِنَ النسخ من الصَّحِيحِ. وَكَذَا ذكر أبو نعيم فِي الْمُسْتَخْرَجِ أَنَّ الْبُخَارِيَّ ذكره كَذَلِكَ. وَأَبُو حَمْزَةَ الْمَذْكُورُ اسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُونٍ.
عِيسَى بْنُ مُوسَى مِنْ أَهْلِ بُخَارَى يُعْرَفُ بِغُنْجَارٍ وَلَيْسَ لَهُ وَلا لِرَقَبَةَ فِي الْبُخَارِيِّ إِلا هَذَا الْمَوْضِعُ. وَذَكَرَ الدَّارَقُطْنِيُّ فِي الأَفْرَادِ وَابْنُ مَنْدَهْ فِي أَمَالِيهِ فِي الْجُزْءِ الْخَامِسِ عَشَرَ مِنْهَا أَنَّ عِيسَى تَفَرَّدَ بِهِ، لَكِنْ رَأَيْتُهُ فِي مُسْتَخْرَجِ أَبِي نُعَيْمٍ مِنْ طَرِيقٍ أُخْرَى عَنْ أَبِي حَمْزَةَ

[2] انظر: "الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري، ج13ص153، وعمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج15ص110۔

علّامہ علی قاری ﷬ فرماتے ہیں کہ: "وَقَالَ الْعَسْقَلانِيُّ: أَيْ أَخْبَرَنَا عَنِ الْمَبْدَأِ شَيْئًا بَعْدَ شَيْءٍ إِلَى أَنِ انْتَهَى الإِخْبَارُ عَنْ حَالِ الاسْتِقْرَارِ فِي الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ أَحْوَالِ الْمَخْلُوقَاتِ مِنَ الْمَبْدَإِ وَالْمَعَادِ وَالْمَعَاشِ، وَتَيْسِيرُ إِيرَادِ ذَلِكَ كُلِّهِ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ مِنْ خَوَارِقِ الْعَادَةِ أَمْرٌ عَظِيمٌ.(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج9ص3634)، وانظر: فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج6ص291

[3] نقل عنه القسطلاني في إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، ج5ص250

وفی الصحیحین من حدیث صاحب السر حذیفة قال: "لَقَدْ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً، مَا تَرَكَ فِيهَا شَيْئًا إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ". [1]

قوله: "شیئا" أی من الأمور المقدرة من الکائنات انتهی من "عینی شرح البخاری [2]

وفی حدیث "مسلم" ذکر خطبة النبی ﷺ من الفجر الی الظهر ومنه الی العصر ومنه الی المغرب ثم قال: "فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ" [3]

وفی حدیث مسلم قال خذیفة أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى یوم القیامة. [4]

---

[1] أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الفتن، بَابُ إِخْبَارِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا يَكُونُ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ (2891)، والبخاري في الصحيح، كتاب القدر، بَابُ {وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا} [الأحزاب: 38]، ج8ص123 (6604)، وانظر تخريج حديثه مفصلاً في "رسائل علم غيب" ص152، بتخريجي۔

[2] انظر: عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج23ص151

[3] أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الفتن، بَابُ إِخْبَارِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا يَكُونُ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ (2892) من حديث عمرو بن أخطب رضي الله عنه۔ وانظر تخريج حديثه مفصلاً في "رسائل علم غيب" ص155، بتخريجي۔

[4] أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الفتن، بَابُ إِخْبَارِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا يَكُونُ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ (2891)، والبزار في مسنده، ج7ص231 (2806)، و(2862)، و(2883)، والداني في السنن الواردة في الفتن، ج4ص889 (458)، وابن شبة في تاريخ المدينة، ص281، وانظر تخريج حديثه مفصلاً في "رسائل علم غيب" ص151، بتخريجي۔

وقال صاحب المواهب[1] :أخرج الطبرانى[2] عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"إِنَّ اللّٰهَ رَفَعَ لِى الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى كَفِّى هَذِهِ".وكذالك فى أكثر الأحاديث ـ ومن ثم قال علماء أهل السنة أنه صلى الله عليه وسلم اعطى علم ماكان وما يكون كما فى الشفاء[3] ومدارج النبوة[4] وتفسير روح البيان[5] وغيرها من الكتب الدينية ـ

فاجاب عنه صاحب "البراهين" مع المؤيدين بأن الايات لا يثبت عنها وسعة العلم والأحاديث مخصصة أو ضعيفة غير مسندة واطال فى ذالك واثبت قلة علمه عليه السلام من الشيطان بالأمور الكونية ،واقر لفظ الجاهل على النبى صلى الله عليه وسلم كما قاله المولوى اسماعيل الدهلوى فى تقوية الايمان ـ

وقال صاحب"البراهين" ان مجلس المولود النبى صلى الله عليه وسلم مشابه بمجلس ولادة كنهيا معبود كفار الهند وكذالك بيوم عيد النصارى والقيام فيه شرك وحرام ،وأيضا قال الفاتحة على الطعام وغيره مشابه بقرأة الكفار على الطعام واطال فى هذين المسئلتين بايراد أحاديث

---

[1] المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج3ص129

[2] أخرجه الطبراني في الكبير، ج13ص318-319(14112)، ونعيم بن حماد في الفتن،9، وانظر تخريج حديثه في"رسائل علم غيب"ص163، بتخريجى۔

[3] انظر: الشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، ج2ص272

[4] انظر: مدارج النبوة، ج1ص144

[5]

المنع عن التشبه بالکفار وأقر ذلك الجمیع مقرظ البراهین

فاعترض علی المسئلة الاولی بان القائل بامکان الکذب لیس أحد من أهل السنة وآیة: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [1]

یوجب ادخال الشئ له تعالی تحت قدرته کما صرح به صاحب الجلالین والقاضی البیضاوی وقال القاری علیه رحمة الباری فی شرح الفقه الأکبر وکل شئ تعلقت به مشیئته تعلقت به قدرته الخ.

فعلم ان مالم یشأه الله تعالی لا یدخل تحت القدرة وکك آیة:

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ...الآية﴾ [2]

وآیة ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا﴾ [3]

تنادی باعلی نداء ان جعل الناس أمة واحدة وایمان من فی الأرض کلهم جمیعا لا یتعلق بهما مشیة الله تعالی کما هو مفاد کلمة "لو" کما صرح به فی التفاسیر المبسوطة ،فلا یدخل کل واحد منهما تحت القدرة ولا یستلزم کذبه تعالی وعبارة شرح المواقف مخالفة بجمیع عباراته المصرحة بأن الکذب وامکانه محال علی الله تعالی کما قال غیر مرة

(1)أنه یمتنع علیه الکذب اتفاقًا. [4]

(2)" و"إنه نقص والنقص علی الله محال إجماعا [5]

---

[1] البقرة:20

[2] [هود:118]

[3] [یونس:99]

[4] المقصد السابع، ج3ص139

[5] المقصد السابع، ج3ص140

(3)"و"إذا امتنع عليه الكذب "و"وجب أن يكون كلامه صدقا [1]

(4)ثم كتب فى بيان عقائد المعتزلة ناقلا عن أبي موسى عيسى بن صبيح قال الله قادر على أن يكذب ويظلم "[2] ولو فعل لكان الهاً كاذباً وظالماً تعالى الله عما قاله علوا كبيرا.

(5)وقال فى آخر الكتاب فى بيان عقائد أهل السنة من الاشاعرة والمتكلمين وغيرهما "ولا يصح عليه الحركة والسكون والانتقال ولا الجهل ولا الكذب ولا شيء من صفات النقص خلافا لمن جوزها عليه كما تقدم "انتهى [3]

بحروفه و كذلك صرحوا فى كتب العقائد بأن جواز امكان الكذب والجهل على الله تعالى من عقائد المعتزلة وهكذا حققه الامام الرازى [4] فى مواضع متعددة من تفسيره كما تحت قوله تعالى: ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا﴾ [5]

بل صرح فى بعض المواضع بأن جواز الكذب عليه تعالى قريب من الكفر كما فصل فى الرسالة العربية ،وأيضاً قال تحت آية :﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ قَالَتِ الْمُعْتَزِلَةُ: الْآيَةُ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ قَادِرٌ عَلَى الظُّلْمِ الخ. [6]

فعلم من ذالك كله ان اسناد امكان الكذب الى الله تعالى ليس من عقائد

---

[1] المقصد السابع، ج3ص 141

[2] ،ج3ص 654

[3] ج3ص 717

[4] تفسير الرازى، ج10ص 167-168

[5] [النساء: 87]

[6] تفسير الرازى، ج10ص 81

أهل السنة والجماعة ۔ وقال فی الفتاوی الهندیة [1]:"یَکْفُرُ إِذَا وَصَفَ اللّٰهَ تَعَالَی بِمَا لَا یَلِیقُ بِهِ,أو نسبه الی النقص,انتهی ملخصاً۔

و کذالك اعتراض علی المسئلة الثانیة :بان الله تعالی لما قال فی حقه علیه الصلاة:﴿وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ [2]

تحقق ان مثله لم یشأه الله تعالی وما لم یشأه الله تعالی لا یدخل تحت القدرة لان المحال لا یستعد ان یدخل تحت قدرته تعالی ولا یلزم من ذالك عجزه تعالی لان العجز فی صورة عدم مخلوقیة ما یشأ الله تعالی خلقه۔

وقد قال عزوجل:﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [3]

فما لم یشأه الله سبحانه کیف یدخل تحت القدرة۔ وماقال صاحب البراهین مع المؤیدین وما کان ممتنعا بالغیر بوجه اخباره تعالی فهو ممکن لذاته یدخل تحت القدرة یقتضی ان مثله تعالی أیضاً یدخل تحت قدرته سبحانه لان امتناعه ثبت بوجه أخباره سبحانه مثل قوله تعالی:

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ [4]

و﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾ [5]

وغیر ذالك من الآیات البینات والحال ان صاحب "البراهین" مع المؤیدین اتفقوا علی ان مثله تعالی ممتنع بالذات لا یدخل تحت القدرة

---

[1] فتاوی عالمگیری، ج2 ص258

[2] [الأحزاب:40]

[3] البقرة:20

[4] [محمد:19]

[5] [الأنبیاء:22]

وقد صرح العلماء بأن الاشياء الكثيرة من الممتنعات الذاتية كما نقلناه فى الرسالة العربية مفصلاً فلا مانع من القول بأن مثله صلى الله عليه وسلم من الممتنعات الذاتية وفى هذا الحين الذى اعداء الاسلام على توهين سيد الانام عليه الصلوة والسلام يطيلون الالسنة والاقلام ويشهرون رسائل التوهين بين الخواص والعوام يجب علينا تعظيمه صلى الله عليه وسلم حق التعظيم والاكرام واكثر العلماء الاعلام قائلون بأن مثله صلى الله عليه وسلم ممتنع بالذات كما فصل فى الرسالة.

وقوله تعالى: ﴿بِقَادِرٍ عَلَىٰٓ أَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ﴾[1]

ينطق بخلق الامثال يوم القيامة وكلامنا بعدم مثله صلى الله عليه وسلم فى الدنيا ومع هذا حشر النبى الكريم وسائر الانبياء عليهم التسليم ليس من خلق الامثال لأن أجسادهم لا يأكلها الأرض فهم بهذه الأجساد يخرجون وما قال الامام الرازى من بعثة النذير مثل محمد فهو المثل فى النذارة فقط والمستحيل المثل الموصوف بجميع كمالات الرسالة من ختم النبوة والاولية والاخرية وغيرها.

وقد قال الامام فى تفسيره بمواضع ان ما يخالف علمه تعالى لا يدخل تحت القدرة كما صرح تحت آية: ﴿هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ﴾[2] وهكذا فى تفسير النيسابورى ونقلنا عباراتهم فى الرسالة العربية.

واعتراض على المسئلة الثالثة: بأن قوله تعالى:

---

[1] [يس:81]

[2] [الْمَآئِدَة:112]

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ﴾[1] لیس محمولا علی الحقیقة لان المثلیة المعبرة بالمساواة من جمیع الوجوه وان کانت فی البشریة معدومة فهذا الکلام انما صدر علی التواضع والتسلیم کما قال الامام الرازی فی التفسیر الکبیر و کذالك فی النیسابوری والمعالم والخازن۔

وقد قال الامام فی تفسیر آیة :﴿ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحاً آية ﴾[2] و کذالك البیضاوی وغیره تحت آیة : ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾[3] ان المماثلة فی البشریة بسائر الناس بالانبیاء لا یتصور عند الجمهور وقول البعض المثبتین بالمساواة مخالف بالقرآن انتهی، ملخصاً۔

ودعوی الاخوة به صلی الله علیه وسلم باطلة لأنه بمنزلة الأب للأمة قال علیه السلام :" أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ".[4] وقال تعالی : ﴿ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[5] وتعبیره علیه الصلاة والسلام نفسه الکریم بالأخ انما هو تواضعاً کما قال صاحب مجمع البحار والمحدث الدهلوی [6] فی شرح

---

[1] [الكهف:110]

[2] [آلِ عِمْرَانَ:33]

[3] [الأنعام:123]

[4] أخرجه ابن ماجه في السنن ،بَابُ الِاسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ، وَالنَّهْيِ عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ (313)،وابن خزيمةفي الصحيح،ج1ص43(80)والآخرون۔

قال الأرنؤوط والأعظمي:إسنادهحسن۔

[5] [الاحزاب:6]

[6] انظر :لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح،ج6ص 130،وشرح الطيبي على مشكاة المصابيح،ج7ص2338

حدیث: "وَأَكْرِمُوا أَخَاكُمْ"[1]

ثم من یدعی من الأمة ان النبی صلی الله علیه وسلم مثل الأخ لنا فهو کلام یثبت منه توهینه صلی الله علیه وسلم وما قال أحد من الصحابة الکرام أن النبی علیه الصلاة والسلام أخونا بل یخاطبونه بیارسول الله وبأبی أنت وأمی وغیر ذالك من الکلمات الدالة علی غایة التعظیم والتکریم فهذه الدعوی لا تصدر عن مسلم متأدب.

واعتراض علی المسئلة الرابعة: بأن الحکم بقلة علم عالم صلی الله علیه وسلم علوم الاولین والآخرین من علم الشیطان اللعین انما هو صریح التوهین لا یتفوه به الادنی من المسلمین. وقوله بعدم ثبوت وسعة العلم من قوله تعالی: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾[2]

باطل لان الامام الرازی صرح فی تفسیر الآیة انه علیه السلام اعطی علم جمیع المخلوقات، وکذالك صرح المحدث الدهلوی وغیره فی مدارج النبوة وغیرها بأنه صلی الله علیه وسلم اعطی علم ماکان وما یکون وقد صرحوا فی آیة:

﴿فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ﴾[3] بوسعة علمه علیه الصلاة والسلام بنهایة لا

---

[1] أخرجه أحمد في مسنده (24471)، والآجري في الشريعة (1073)، وابن بشران في الأمالي (1378)، من حديث عائشة رضي الله عنها

وأورده الهيثمي في المجمع الزوائد، ج 4 ص 310، وقال: رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَفِيهِ عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، وَحَدِيثُهُ حَسَنٌ، وَقَدْ ضُعِّفَ. وأورده مرة ثانية: ج 9 ص 9، وقال: رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَإِسْنَادُهُ جَيِّدٌ.

[2] [النساء: 113]

[3] [النجم: 10]

يعلم حده الا الله تعالى كما فصلناهذا المدعاء فی الرسالة العربية .
والقول بتاويل الأحاديث الصحيحة الناطقة بوسعة علمه عليه الصلاة
والسلام من مبتدعات الوهابية والحق انه صلى الله عليه وسلم اعطى علم
ما كان وما يكون وهو بتعليم الله تعالى ولا يلزم منه الاشراك بالله
العظيم لان علمه سبحانه قديم مستقل بذاته وعلمه عليه الصلاة
والسلام حادث بأعطاء الله العلام وبالجملة دعوى قلة علمه صلى الله عليه
وسلم عن علم الشيطان الرجيم نهاية توهين.
وقال القاضی فی الشفا[1] النقص فی وفور علمه صلى الله عليه وسلم كالسب
ولا يعذر فی هذا الباب احد كما فصله بالتفصيل الجميل وقد نقلنا كلامه
اداء الحق الرسول الجليل صلى الله عليه وآله وسلم قدر علمه و كماله .
وحديث : "والله لا أدری ما يفعل بی ولا بكم".[2] وغيره
قد بينا حاله ومآله فی الرسالة وتكفير الناكح شهادة الله ورسوله عليه
السلام قول مرجوح لأن الأنبياء يعرفون بعض الغيب بأعلامه سبحانه بل
لاطلاع على بعض المغيبات من كرامات الأولياء كما فی الرد وغيره
،والقول بأن الأولياء يحصل لهم الكشف الكونی ولا دليل على حصوله
للرسول الكريم صلى الله عليه وسلم لا يقوله مسلم سليم ودعوى
ضعف حديث الطبرانی المروی فی المواهب اللدنية باطلة لا دليل عليه
والحال ان العلامة القسطلانی يجرح على الحديث الضعيف وغيره بنفسه
كما يظهر على من طالع المواهب اللدنية والشارح العلامة الزرقانی ما

[1] الشفا بتعريف حقوق المصطفى، ج2ص509

[2] قد تقدم تخريجه

جرح فی ذالك الحديث بل بين ما فيه بالبيان الكافى والعيان الشافى.

وتعقب على المسئلة الخامسة والسادسة : بأن المشابهة بالكفار لا توجد لأن مجلس المولود انما ابتداء فی ديار لا يعلم اهلها اسم كنهيا معبود الهند ثم ان المشابهة لا تضر ما لم تقصد كما قال فی "الدر المختار" و"رد المحتار" وغيرهما . والقيام فيه مما استحسنه العلماء الكبار من مدة عديدة وفی الحديث:

"مَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ" [1]

وغير ذالك عن الدلائل و كذالك الحال فی الفاتحة على روح النبی صلی الله عليه وسلم وعلى ارواح الأولياء ان المشابهة ليست بمقصودة والمنهی عنها المشابهة المقصودة فی المذموم قال فی الدر المختار:فَإِنَّ التَّشَبُّهَ بِهِمْ لَا يُكْرَهُ فِي كُلِّ شَيْءٍ، بَلْ فِي الْمَذْمُومِ وَفِيمَا يُقْصَدُ بِهِ التَّشَبُّهُ، كَمَا فِي الْبَحْرِ انتهى.

والعلامة الشامی[2] فی حاشيته قد فصل هذه المسئلة بتصريح بعض المجتهدين فی فصل مكروهات الصلاة ,وكذالك العلامة الطحطاوی فی حاشية الدر المختار،وحاشية مراقی الفلاح۔[3]

فالمسئول من حضرات العلماء الكرام من اهل افتاء الحرمين الشريفين زادهما الله عزة وشرفا ۔ان هذه التعقبات على صاحب البراهين ومقرظه مع المؤيدين واردة صحيحة وما حكم صاحب البراهين مع المؤيدين او

---

[1] أخرجه الطبراني في الاوسط، ج4ص58(3602)وقد تقدم تخريجه

[2] ردالمحتار على الدر المختار، ج1ص624

[3] حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص 336

کلام صاحب البراهین موافق بالشرع الشریف الفتونا ماجوبتن جزاکم
الله خیر الجزاء فی الدارین وابقاکم الله سبحانه لتائید دین رب المشرقین
والمغربین وصلی الله تعالی وسلم علی جد الحسن والحسین مولانا ومولی
الثقلین فی الملوین آمین یارب العالمین [1]

[1] نوٹ: اس مخطوط کے متعلق مکمل تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں

ترجمہ خلاصہ تقدیس الوکیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صاحبِ "براہین" نے کہا کہ مسئلہ خلفِ وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے۔

امکانِ کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا، بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ آیا خُلفِ وعید جائز ہے کہ نہیں؟ چنانچہ "ردالمحتار" میں ہے:

"هَلْ يَجُوزُ الْخُلْفُ فِي الْوَعِيدِ؟ فَظَاهِرُ مَا فِي الْمَوَاقِفِ وَالْمَقَاصِدِ أَنَّ الْأَشَاعِرَةَ قَائِلُونَ بِجَوَازِهِ لِأَنَّهُ لَا يُعَدُّ نَقْصًا بَلْ جُودًا وَ كَرَمًا". [1]

"یعنی خلفِ وعید جائز ہے کہ نہیں؟ ظاہر تو یہ ہے کہ اشاعرہ اس کے قائل ہیں اس لئے کہ وہ اس کو نقص شمار نہیں کرتے بلکہ بخشش اور کرم تصور کرتے ہیں"۔

ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے، پس اس پر طعن کرنا مؤلف کا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے، اور امکانِ کذب کہ خُلفِ وعید کی فرع ہے اس مسئلے پر طعن کرنا اشاعرہ پر طعن کرنا ہے۔

پھر جب (صاحبِ براہین پر) اعتراض ہوا کہ اشاعرہ تو خُلفِ وعید کو جود وکرم سے تعبیر کرتے ہیں نہ کہ امکانِ کذب سے، اور کذب وغیرہ تو نقائص میں سے ہیں جو رب تعالیٰ پر محال ہے، اور محال کا امکان بھی محال ہے، جیسا کہ کتب عقائد میں اس کی تصریح موجود ہے۔

پس اس کا جواب صاحبِ براہین نے اپنے مؤیدین کے ساتھ یُوں دیا کہ:" خُلف اور کذب دونوں مترادف ہیں اور کذب کو ہم اگر اللہ تعالیٰ پر محال بھی فرض کریں تو بھی امکان کذب کے استحالہ پر کوئی دلیل نہیں، بلکہ یہ تو اُلوہیت کے لئے کمال اور اس کے عموم قدرت کی شاخ ہے اور اِس کا منکر دائرہ اہلِ سنّت سے خارج ہے، اور کلامِ لفظی میں کذب

---

[1] (ردالمحتار علی الدر المختار، ج1ص522)

ممکن ہے اس پر یہ آیت کریمہ دلیل ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [1]

پس یہ آیت کریمہ جمیع اشیاء ممکنہ کی مقدوریت ثابت کرتی ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ﴾ [2] تقاضا کرتا ہے کہ تمام انسانوں کا ملت واحدہ پر اجماع ممتنع ہے اور اس کی قدرت کے تحت داخل نہیں، اور اللہ تعالیٰ کذب کو مستلزم ہے اس لئے کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ [3]

بے شک تمام انسانوں کا اجتماع (ملتِ واحدہ پر) اس کی قدرت ومشیت کے تحت داخل ہے، اور یہ کہ تمام بنی آدم کا ایمان رب تعالیٰ کے لئے کذب کو مستلزم ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ [4]

اور حال یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا﴾ [5]

پس اس سے استلزامِ کذب نص کے ساتھ ثابت ہوا کہ تمام لوگوں کا ایمان اللہ تعالیٰ کی قدرت ومشیت کے تحت داخل ہے اور اسی طرح (صاحب براہین نے) "شرح المواقف " کی اس عبارت سے استدلال کیا جو فصل فروع للمعتزلہ وغیرہ میں موجود ہے۔

پھر صاحبِ براہین نے کہا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل داخل تحت قدرت باری

---

[1] [البقرة:20]

[2] [هود:118]

[3] [هود:118]

[4] [یونس:96]

[5] [یونس:99]

تعالیٰ ہے، اس آیت کریمہ: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [1] کی دلیل کے ساتھ اور ممتنع بالغیر ہے رب تعالیٰ کے اس فرمان وخبر کی وجہ سے یعنی

﴿وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ [2]

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل ممکن بالذات ہے اور ہر ممکن بالذات قدرت باری تعالیٰ کے تحت داخل ہے، اور اسی طرح اللہ عزّ وجل کا ارشاد

﴿أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُم﴾ [3]

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مثل تحت قدرت باری تعالیٰ ہونے پر دلالت کر رہا ہے، اور امام رازی نے رب تعالیٰ کے فرمان:

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا﴾ [4]

کے تحت فرمایا کہ: "یہ آیت ہر قریہ میں مثل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نذیر مبعوث کرنے پر دلالت کر رہی ہے، پھر صاحب براہین نے کہا کہ کوئی بھی تقرب اور شرف کمالات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل نہیں، لیکن نفس بشریت میں جملہ بنی آدم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مماثل وبرابر ہیں، اس پر فرمان باری تعالیٰ

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ [5]

دلالت کرتا ہے، پس نفس بشریت میں مساوات نص قرآنی سے ثابت ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخوت

---

[1] [البقرة:20]

[2] [الأحزاب:40]

[3] [يس:81]

[4] [الفرقان:51]

[5] [الكهف:110]

"وَدِدْتُ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ إِخْوَانِي". [1]

(مجھے پسند ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو دیکھوں)

والی حدیث سے ثابت ہے، اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ:

"أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ". [2]

"تم دُنیا وآخرت میں میرے بھائی ہو"۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ:

"اے میرے بھائی! اپنی دُعاؤں میں ہمیں شریک رکھنا"۔ [3]

پھر براہین وغیرہ میں کہا کہ دُنیا کا علم محیط شیطان کے لئے نص سے ثابت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دُنیا کا علم محیط ثابت کرنا شرک ہے۔ اور شیطان وملک الموت کے علم کی وسعت نص سے معلوم ہوئی، اس کے مثل یا اس سے زائد علم ثابت کرنا قیاس افضل بالمفضول ہے، یہ عالم کی شان نہیں ہے کیونکہ مسائل اعتقادیہ ہیں، قیاسیہ نہیں بلکہ قطعیہ ہیں جو قطعیات سے ثابت ہوتے ہیں، یہاں خبر واحد بھی کافی نہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی کا قول فرمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم:

"واللہ لا أدری ما یفعل بی ولا بکم". [4] سے رَد کیا گیا ہے۔

---

[1] مستخرج الطوسي، ج3ص 183، والترغيب والترهيب للاصبهاني ج3ص59، وقد تقدم تخريجه قبل قليل

[2] قد تقدم تخريجه قبل قليل

[3] وقد تقدم تخريجه قبل قليل

[4] وقد تقدم تخريجه قبل قليل

اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "انی لا اعلم ما وراء الجدار"۔ [1]
"میں نہیں جانتا کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے"۔
اور مسئلہ نکاح بحر وغیرہ سے بھی لکھے گئے ہیں، اور کشفِ اولیاء کی حکایات کو اگر ہم تسلیم بھی کر لیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ان اولیاء کے (معاملے) مکشوف کر دیتا ہے اور ان کو حضور علم حاصل ہوتا ہے، پس اگر اللہ تعالیٰ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اولیاء سے زیادہ کشف ظاہر فرما دے تو ممکن ہے، لیکن اس کا ثبوت فعلی اس طرح چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے، اور ایسا ثبوت موجود نہیں۔
پس جب اس پر اعتراض ہوا کہ رب تعالی نے قرآنِ مجید میں اِرشاد فرمایا ہے کہ:
﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ [2]
و﴿فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ﴾ [3]
اور "بخاری شریف" میں "باب بدء الخلق" میں صحیح حدیث جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: "قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا، فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الخَلْقِ، حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ، وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ، حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ، وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ"۔ [4]
"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدائے آفرینش سے خبریں دینا شروع فرمائیں یہاں تک کہ جنتی

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "اس کی کوئی اصل نہیں ہے"۔ جیسا کہ کچھ صفحات قبل بحوالہ ذکر ہو چکا ہے

[2] [النساء:113]

[3] [النجم:10]

[4] وقد تقدم تخریجه قبل قلیل

جنت میں داخل ہو گئے اور جہنمی جہنم میں، جس نے اِس کو یاد رکھا اُس نے اس کو یاد رکھا اور جس نے اِس کو بھلا دیا اُس نے بھلا دیا"۔

(علامہ) کرمانی اور صاحبِ خیر الجاری فرماتے ہیں کہ:

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبداء و معاد و معاش اور ان سب کی خبر دی۔ اور علامہ طیبی ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیع مخلوقات کے احوال بیان فرمائے، انتہی۔

اور صحیحین میں صاحبِ سرّ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک خطبہ ارشاد فرمایا: "مَا تَرَكَ فِيهَا شَيْئًا إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ"۔ [1]

جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک ہونے والی کسی چیز کو نہیں چھوڑا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا ذکر فرمایا، جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔

اور پھر حدیث مبارکہ میں "شیئا" سے مُراد کائنات میں ہونے والے امور مقدرہ ہیں۔ کلام پُورا ہوا عینی شرح بخاری کا۔ [2]

اور حدیثِ مسلم [3] میں ہے کہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر سے لے کر ظہر تک اور ظہر سے لے کر عصر تک اور عصر سے لے کر مغرب تک خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے اُس کی خبر دی۔

[1] و قد تقدم تخریجه قبل قلیل

[2] و قد تقدم تخریجه قبل قلیل

[3] و قد تقدم تخریجه قبل قلیل

اور حدیث مسلم [1] میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: "قیامت تک ہونے والی چیزوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی"۔

صاحب مواہب، طبرانی [2] کے حوالے سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو اُٹھالیا پس میں اس میں گویا مثل ہتھیلی قیامت تک ہونے والی چیزوں کو دیکھ رہا ہوں۔

اور اسی طرح اکثر احادیث میں مروی ہے اس لئے علمائے اہل سنت نے ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "ما کان وما یکون" کا علم عطا فرمایا گیا ہے، جیسا کہ "شفا"، مدارج النبوۃ، تفسیر روح البیان وغیرہ کتب دینیہ میں مرقوم ہے۔

ان کے بارے میں صاحب براہین نے اپنے مؤیدین کے ساتھ یہ جواب دیا کہ ان آیات سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی ثابت نہ ہوگی، اور احادیث مخصص یا ضعیف اور غیر مسند ہیں، اور اس بات کو بہت طوالت دی اور امور کونیہ میں شیطان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قلتِ علمی ثابت کرنے کی کوشش کی (نعوذ باللہ من ذالک)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ جاہل کا اقرار کیا (نعوذ باللہ من ذالک) جیسا کہ ان کے مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں کہا۔

اور صاحب براہین نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مَولُود کی مجلس کفار ہند کے معبود کنہیا کے جنم اشٹمی کے مشابہ ہے، اور اسی طرح عیسائیوں کے کرسمس کے (مشابہ بھی ہے) اور اس میں قیام حرام اور شرک ہے۔ اور اس نے کہا کہ طعام سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا کفار کے مشابہ ہے، وہ اپنے طعام پر (منتر) وغیرہ پڑھتے ہیں۔ کفار کے ساتھ مشابہت سے ممانعت والی روایتیں پیش کر کے ان دونوں مسئلوں کو بھی طوالت دی اور ان تمام باتوں کو

---

[1] و قد تقدم تخریجه قبل قلیل

[2] و قد تقدم تخریجه قبل قلیل

براہین (قاطعہ) کے مقرظ نے درست قرار دیا۔

ان پر پہلے مسئلہ یعنی امکان کذب پر اعتراض ہوا کہ اہل سنت و جماعت میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں اور بے شک آیہ کریمہ: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾[1]
"شیٔ" کو تحت قدرتِ باری تعالیٰ داخل کرنے کو واجب کرتی ہے، جیسا کہ صاحب جوہین، قاضی بیضاوی نے تصریح فرمائی ہے، اور ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری نے "شرح فقہ اکبر" میں کہا ہے کہ ہر وہ چیز جس سے مشیت متعلق ہوتی ہے اس سے قدرت بھی متعلق ہوتی ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ عدم مشیت تحت قدرت داخل نہیں، اسی طرح یہ آیات

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ... الآية﴾[2]

و ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَن فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا﴾[3]
واضح انداز میں بتلا رہی ہیں کہ تمام لوگوں کو ایک اُمت بنا دینا اور زمین میں رہنے والے تمام لوگوں کا ایمان اُن سے مشیت باری تعالیٰ متعلق نہ ہوئی جیسا کہ کلمہ "لو" کا مفاد ہے اور تفاسیر مبسوطہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔ پس ان میں سے ہر ایک تحت قدرت نہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ کا کذب لازم نہیں آتا۔

اور عبارت "شرح المواقف" اس کی تمام عبارات کی مخالف ہے جس میں تصریح ہے کہ کذب اور اس کا امکان اللہ تعالیٰ پر محال ہے، جیسا کہ اس نے بے شمار مرتبہ کہا ہے کہ رب تعالیٰ پر باتفاق کذب ممتنع ہے، اور بے شک یہ نقص ہے، اور باجماع نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے، اور جب کذب اُس پر ممتنع ہوا تو واجب ہے کہ اس کا کلام صدق ہو۔ پھر انہوں نے معتزلہ کے عقائد بیان کرتے ہوئے ابو موسیٰ عیسیٰ بن صبیح سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ کذب و ظلم

---

[1] [البقرة:20]

[2] [هود:118]

[3] [يونس:99]

پر قادر ہے۔ اگر وہ ایسا کرے تو (نعوذ اللہ) اللہ تعالیٰ جھوٹا وظالم ہو۔
رب تعالیٰ بہت بلند ہے اس سے جو وہ کہتے ہیں۔ اور کتاب کے آخر میں اشاعرہ و متکلمین اہل سنت کے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھا کہ رب تعالیٰ کے لئے حرکت، سکون، انتقال، جہل اور نہ ہی کذب صحیح ہے، اور نہ ہی صفات نقص میں سے کوئی چیز، بخلاف ان کے جو ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے جائز رکھتے ہیں جیسا کہ گذرا، ان کی تحریر ختم ہوئی۔
اور اسی طرح کتب عقائد میں تصریح ہے کہ رب تعالیٰ کے کذب وجہل کا امکان معتزلہ کے عقائد میں سے ہے، یُونہی کئی جگہ پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس کی تحقیق فرمائی ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ:
﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا﴾[1]
کے تحت مرقوم ہے بلکہ انہوں نے بعض مقامات پر اس کی تصریح کی ہے کہ رب تعالیٰ پر کذب کا جواز کُفر کے قریب ہے، جیسا کہ رسالہ عربیہ میں اس کی تصریح ہے اور اسی طرح اِرشادِ ربانی: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾[2]
کے تحت فرماتے ہیں۔ معتزلہ نے کہا کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) ظلم پر قادِر ہے۔ پس ان تمام حوالوں سے ثابت ہوا کہ رب تعالیٰ کی طرف کذب کا امکان رکھنے کا عقیدہ اہل سنّت و جماعت کے عقائد میں سے نہیں ہے۔
اور "فتاوی ہندیہ" میں مَرقُوم ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو اس وصف سے موصوف کیا جو اس کی شان کے لائق نہیں یا نقص کی جانب منسوب کیا تو ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی (ملخصاً) اور اسی طرح دُوسرے مسئلہ پر (صاحب براہین) پر اعتراض ہوا کہ رب تعالیٰ نے حضورِ

---

[1] [النِّسَاء: 87]
[2] [النِّسَاء: 40]

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ﴿وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ [1]
ارشاد فرمادیا، تو ثابت ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل مشیت باری تعالیٰ میں نہیں اور جو مشیتِ باری تعالیٰ میں نہیں وہ تحتِ قدرت باری تعالیٰ نہیں کیونکہ محال میں تحت قدرتِ باری تعالیٰ ہونے کی اِستعداد نہیں، اور اس سے رب تعالیٰ کا عاجز ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ عجز اس صورت میں ہے کہ کسی چیز کو رب تعالیٰ چاہے اور اس کو پیدا نہ کر سکے، جبکہ رب تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے کہ:

﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [2] پس جو چیز مشیت سے متعلق نہیں وہ کیسے تحت قدرت باری تعالیٰ داخل ہوسکتی ہے۔

اور صاحبِ براہین نے اپنے مؤیدین کے ساتھ کہا کہ جو چیز اخبار الٰہی کی وجہ سے ممتنع بالغیر ہو پس وہ ممکن لذاتہ ہے اور داخل تحتِ قدرتِ باری تعالیٰ ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ مثل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تحت قدرت باری تعالیٰ ہو کیونکہ اس کا امتناع بوجہ اخبار ثابت ہوا ہے، جیسا کہ رب تعالیٰ کی یہ اخبار ہیں: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ [3]
و ﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾ [4]
اس کے علاوہ وہ دُوسری آیاتِ بینات بھی۔

اور حال یہ ہے کہ صاحبِ براہین نے اپنے مؤیدین کے ساتھ اس بات پر اتفاق کیا کہ مثل باری تعالیٰ ممتنع بالذات ہے اور داخل تحت قدرت باری تعالیٰ نہیں، اور اس کے علاوہ بھی اشیاء کثیرہ میں جن کو علماء نے ممتنعاتِ ذاتیہ میں شمار کیا ہے، جیسا کہ ہم نے رسالہ عربیہ میں

---

[1] [الأحزاب:40]

[2] [البقرة:20]

[3] [محمد:19]

[4] [الأنبياء:22]

تفصیلاً نقل کیا ہے، پس یہ بات کہنے میں کوئی مانع نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ممتنعاتِ ذاتیہ میں سے ہے، اور اس زمانے میں اعدائے اِسلام حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں زُبان طعن دراز کرتے ہیں، خواص وعوام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر مشتمل رسائل مشتہر کرتے ہیں، ہمارے اُوپر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم واکرام کا حق پُورا پُورا واجب ہے۔ اکثر علمائے اعلام قائل ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ممتنع بالذات ہے، جیسا کہ ہم نے رسالہ عربیہ میں تفصیل سے لکھا ہے، اور رب تعالیٰ کا فرمان:

﴿بِقَادِرٍ عَلَىٰٓ أَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ﴾[1]

بروزِ قیامت خلق امثال پر ناطق ہے، اور ہمارا کلام دُنیا میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عدمِ مثل پر ہے، اور اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کا اُٹھایا جانا خلق امثال کی قبیل سے نہیں کیونکہ ان کے اجساد کو مٹی نہیں کھاتی، انہیں اِن ہی اجساد کے ساتھ قبور سے نکالا جائے گا، اور وہ جو امام رازی نے بعثت نذیر مثل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول لکھا ہے وہ مثلیت صرف نذرات میں ہے، اور یہ محال ہے کہ وہ مثل تمام کمالات جیسا کہ ختم نبوت، اوّل وآخر وغیرہ سے موصوف ہو، اس لئے امام نے اپنی تفسیر میں کچھ مقامات پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ جو علم الٰہی کے مخالف ہو وہ تحت قدرت باری تعالیٰ داخل نہیں، جیسا کہ انہوں نے آیت کریمہ ﴿هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ﴾[2] کے تحت تصریح فرمائی ہے، اور اسی طرح تفسیر نیشاپوری میں ہے اور ہم نے ان کی عبارات رسالہ عربیہ میں نقل کی ہیں۔

تیسرے مسئلہ پر اعتراض ہوا کہ فرمان باری تعالیٰ :﴿قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾[3] حق

---

[1] [یس:81]

[2] [المائدۃ:112]

[3] [الکھف:110]

پر محمول نہیں کیونکہ مثلیت کو جمیع الوجوہ سے مساوات پر تعبیر شدہ کرنا اگرچہ بشریت میں معدوم ہے، پس یہ کلام بے شک تواضع و تسلیم کے طور پر صادر ہوا ہے، جیسا کہ امام رازی نے "تفسیر کبیر" میں کہا ہے، اور اسی طرح نیشاپوری اور تفسیر معالم اور خازن میں ہے، اور اسی طرح امام نے آیت کریمہ ﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا﴾[1] کی تفسیر میں، اور اسی طرح قاضی بیضاوی وغیرہ نے آیت کریمہ ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾[2] کے تحت اِرشاد فرمایا ہے۔ تمام انسانوں کے ساتھ بشریت میں مماثلت جمہور کے نزدیک متصور نہیں، اور جو بعض مثبتین مساوات کا قول ہے وہ قرآنِ مجید کے بھی مخالف ہے، کلام پورا ہوا ملخصا۔

اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اخوت کا دعویٰ باطل ہے اس لئے کہ آپ اُمت کے لئے بمنزلہ "اَب" کے ہیں، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

"أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ"[3]

اور اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا کہ: ﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[4]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اَزواجِ مطہرات مؤمنوں کی مائیں ہیں۔ اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے آپ کو بھائی سے تعبیر کرنا بطورِ تواضع کے ہے، جیسا کہ صاحبِ مجمع البحار اور محدث دہلوی نے حدیث "أَكْرِمُوا أَخَاكُمْ" کی شرح میں تحریر فرمایا ہے۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے جو بھی یہ کہتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بھائی کی مثل ہیں اُس کے اس کلام سے توہین ثابت ہوتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ

---

[1] [آل عمران:33]

[2] [الأنعام:124]

[3] وقد تقدم تخریجه قبل قلیل

[4] [الأحزاب:6]

عنہم میں سے بھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بھائی ہیں، بلکہ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یارسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان، اور اسی طرح کے دُوسرے کلمات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت تعظیم وتکریم پر دلالت کرتے ہیں اُن سے مخاطب ہوتے تھے، پس یہ دعویٰ کسی ادب والے مسلمان سے صادر نہیں ہوگا۔

اور چوتھے مسئلہ پر اعتراض ہوا کہ شیطان لعین کے مقابلے میں عالم اوّلین وآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر قلت کا حکم لگا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے، کوئی ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی اپنی زُبان سے ایسی بات نہیں نکال سکتا۔

اور صاحبِ براہین کا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ علمی کا عدمِ ثبوت، فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾ [1] سے باطل ثابت ہوتا ہے کیونکہ امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع مخلوقات کا علم عطا ہوا ہے، اور اسی طرح محدث دہلوی وغیرہ نے بھی "مدارج النبوۃ" وغیرہا میں تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان وما یکون کا علم عطا ہوا ہے، اور علماء نے فرمان باری تعالیٰ:

﴿فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ﴾ [2] کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ علمی کی تصریح فرمائی ہے، اور ایسی وسعتِ علمی جس کی حد رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اس مدعیٰ کو ہم نے اپنے رسالہ عربیہ میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اور وہ احادیثِ صحیحہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ علمی پر دلالت کر رہی ہیں اُن میں تاویل کرنا وہابیہ کی بدعات میں سے ہے، اور حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ما کان وما یکون کا علم عطا ہوا ہے، اور اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک لازم

---

[1] [النساء:113]

[2] [النجم:10]

نہیں آتا۔ بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا علم قدیم مستقل بالذات ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حادث اور اللہ عزوجل کی عطا سے ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا شیطان لعین کے علم سے قلت کا دعویٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انتہا توہین ہے۔اور شفاء میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفورِ علم میں نقص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گالی بکنے کی طرح ہے۔اس باب میں کسی کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا جیسا کہ ہم نے ان کے کلام کو رسولِ جلیل صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اور علم وکمال کی وسعت کو ثابت کرنے کے لئے نقل کیا ہے۔

اور حدیث "لا ادری ما یفعل بی ولا بکم "[1] وغیرہ کی حالت اور اس کے مقصد کو ہم نے اپنے رسالہ عربیہ میں بیان کیا ہے،اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت پر نکاح کرنے والے کی تکفیر کا قول مرجوح ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ کے اعلام سے انبیاء کرام علیہم السلام بعض غیب جانتے ہیں، بلکہ بعض مغیبات پر اطلاع اولیاء کرام کی کرامات میں سے ہے،جیسا کہ" ردالمحتار" وغیرہ میں ہے،اور یہ قول کہ اولیاء کو کشف کوئی ہوتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کے حصول کی دلیل نہ ہونے کا دعویٰ کوئی صحیح مسلمان نہیں کرسکتا۔

" مواہب اللدنیہ" میں منقول طبرانی کی حدیث کے ضعف کا دعویٰ باطل ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں اور حال یہ ہے کہ علامہ قسطلانی حدیث ضعیف وغیرہ پر خود جرح فرماتے ہیں[2] جیسا کہ" مواہب اللدنیہ" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے،اور شارح علامہ زرقانی نے بھی اس حدیث پر کوئی جرح نہیں کی بلکہ انہوں نے بیان کافی اور عیان شافی کے ساتھ اس حدیث میں موجود نکات کی وضاحت کی ہے۔

---

[1] تقدم تخریجہ

[2] یہ حدیث علامہ قسطلانی کے مذہب پر ضعیف نہیں

پانچویں اور چھٹے مسئلے پر تعقب کیا گیا کہ کفار کے ساتھ مشابہت نہیں پائی جاتی اس لئے کہ مجلس مولود کی اِبتداء جس دیار میں ہوئی اُس میں کوئی بھی ہندوؤں کے معبود کنہیا کے نام سے واقف نہیں، اور جب تک مشابہت کا قصد نہ کیا جائے تب تک مشابہت مضر بھی نہیں ہوتی، جیسا کہ "درمختار" اور "ردمختار" وغیرہما میں مرقوم ہے، اور مجلس مولود میں قیام کو علمائے کبار نے مستحسن قرار دیا ہے

اور حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ جس (فعل) کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ رب تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے، اس کے علاوہ بھی دلائل کے ساتھ تعقب ہوا، اور دُوسرا معاملہ روُح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ارواحِ اولیاء پر فاتحہ خوانی کا ہے کیونکہ مشابہت مقصود نہیں اور مذموم اُمور میں مشابہت مقصودہ کی نہی ہے۔

دُرِّمختار میں ہے کہ ان کے ساتھ ہر چیز میں مشابہت مذموم نہیں ہے بلکہ اُن اُمور میں مذموم ہے جن میں اُن کے ساتھ مشابہت کا قصد ہو، جیسا کہ بحر میں ہے (کلام پُورا ہوا)

علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں اِس مسئلے کو مجتہدین کی تصریحات کے ساتھ مکروہات الصلاۃ کی فصل میں بیان کیا ہے، اسی طرح علامہ طحطاوی نے درمختار کے حاشیہ میں اور مراقی الفلاح کے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے۔

حرمین شریفین (رب تعالیٰ عزت وشرف اور زیادہ فرمائے) کے حضرات علمائے کرام سے سوال ہے کہ صاحب براہین اور اس کے مقرظ پر مؤیدین کے ساتھ یہ تعقبات صحیح طور پر وارد ہیں یا نہیں؟

صاحب براہین کا مؤیدین کے ساتھ اور کلام صاحب براہین کا شرع شریف کے موافق ہے یا نہیں؟

فتویٰ دے کر ماجور فرمائیں رب تعالیٰ آپ کو دارین کی بہترین جزاء عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

مفتی شافعیہ محمد سعید بابصیل کا فتویٰ

الحمد لله وحده وصلى الله وسلم على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه والسالكين نهجهم بعده قد نظرت فى جملة من كلام صاحب البراهين وكلام المؤيدين له ونظرت أيضاً فى كلام المعترض بالتعقبات على صاحب البراهين فرأيت الحق والصواب الذى لا شك فيه ولا ارتياب مع المعترض بالتعقبات المنقولة المحفوظة من كتب أهل السنة والجماعة. وأما صاحب البراهين والمؤيدين له فهم اشبه بالشياطين وأهل الزيغ والزندقة ان لم يكونوا كفارا بيقين. وجزاء الله عنا وعن ديننا الشيخ المعترض بالتعقبات الجزاء الجميل واحله وتعقباته المذكورة من القلوب المحل الجليل وشكر الله مسعاه وانا له فى الدارين من خيراتهما ما يتمناه والله سبحانه وتعالى اعلم رقمه المرتجى من ربه كمال النيل محمد بن سعيد بن محمد بابصيل مفتى الشافعية ورئيس العلماء فى الحرم المكى غفر الله له ووالديه ومشائخه واخوانه ومحبيه وجميع المسلمين

محمد سعيد بابصيل

" سب حمد خُدائے یگانہ کے لئے ہے، اور حق تعالیٰ درود وسلام بھیجے ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، اُن کی آل واصحاب پر، اور اُن پر جو ان کے پیچھے ان کی اتباع کرنے والے ہیں، بعدہ!

تحقیق مَیں نے جس قدر کلام صاحب براہین اور اس کے مؤیدین کا دیکھا اور جس نے صاحب براہین پر اعتراضات کئے ہیں اُس کے کلام میں بھی نظر کی، پس وہ اعتراضات کتب اہل سنّت وجماعت سے منقول ومحفوظ ہیں، تو بے شک حق وصواب معترض کے ساتھ ہے، لیکن صاحب براہین اور اس کے مؤیدین ہرچند وہ یقینی کافر نہیں مگر شیطانوں اور اہل

زلیغ وزندیقوں میں سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور دین اسلام کی طرف سے اس شیخ معترض کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس بزرگ اور اس کے اعتراضات کو مسلمانوں کے دلوں میں بخوبی قبولیت بخشے، اور حق تعالیٰ اس کی کوشش کو قبول فرمائے اور دونوں جہاں میں اس کو فائز المرام فرمائے، اور خُدائے پاک کو بہت علم ہے۔

اپنے پروردگار سے کمال کامیابی کے اُمیدوار محمد سعید بن محمد بابصیل شافعیوں کے مفتی اور حرمِ محترم مکہ مکرمہ کے شیخ العلماء نے یہ تحریر فرمایا، خُدا اس کو اور اس کے والدین کو اس کے مشائخ و بھائیوں اور دوستوں اور تمام مسلمانوں کو بخشے، آمین۔

قارئین کرام! اس فتوے سے واضح ہو گیا کہ دیوبندیوں کے مُلّاں خلیل انبیٹھوی نے دجل وفریب سے کام لیا ہے مفتی شافعیہ علامہ بابصیل نے بھی "براہین قاطعہ" کے مندرجات کی خُوب تردید کی ہے، اور اکابرینِ دیوبند کو اہلِ زلیغ، زندیق وشیطان قرار دیا ہے۔ مُلّاں انبیٹھوی نے علامہ بابصیل کا پُورا فتویٰ لکھنے کی بجائے صرف ان کے دستخط والی لائن نقل کر دی۔

پھر علامہ بابصیل رحمۃ اللہ علیہ کا خط مکتبہ حرم مکی میں زیر رقم ۳۸۰۲ / ۳۰ موجود ہے، اس کا تذکرہ مکتبہ حرم المکی کی فہرست "فہرس مخطوطات مکتبۃ الحرم المکی الشریف ۳ / ۳۵۹ پر بھی موجود ہے، اس میں علامہ بابصیل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ:

"فاعلموا انه کاذب فی دعواه رجوعنا عن تضلیله وتضلیل اساتذته والدلیل الاعظم علی کذبه انه لم یظهر لکم عنا شیئا مما ادعاه".

"آپ جان لیں کہ خلیل انبیٹھوی اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے کہ ہم نے اُس کی اور اُس کے اساتذہ کی تضلیل سے رُجوع کر لیا ہے، اور اُس کے جھوٹ پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اُس نے آپ کے سامنے اپنے دعویٰ پر ہماری طرف سے کوئی چیز پیش نہیں کی ہے"۔

اس حوالے سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مُلّاں خلیل انبیٹھوی نے دجل وفریب کی انتہاء کرتے ہوئے دھوکہ وفریب سے کام لیا ہے، اس کے پاس اپنے اور اپنے اکابرین کے دفاع میں سوائے جھوٹ اور فریب کے کوئی دلیل نہ تھی۔

مُلّاں خلیل انبیٹھوی نے "المہند" ص ۶۱ پر مفتی مالکیہ شیخ محمد عابد بن شیخ حسین کا نام بھی لیا ہے ان کے فتوی کے بھی مندرجات ذکر نہیں کئے بلکہ صرف دستخط نقل کئے ہیں حالانکہ خُود مُلّاں انبیٹھوی نے لکھا ہے کہ:

"بعض علمائے مکہ مکرمہ کی تصدیقیں بلا جدوجہد حاصل ہوئیں وہ ثبت کردی گئیں اور اسی وجہ سے اس وقت تنگ میں جو کہ بعد از حج قبل از روانگی مدینہ منورہ زید شرفاوفضلا جو تصدیقیں میسر ہوئیں انہیں پر اکتفا کیا گیا حالانکہ مخالفین نے اپنی سعی مخالف وغیرہ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا اور اسی وجہ سے جناب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب نے بعد اس کے کہ تصدیق کردی تھی مخالفین کی سعی کی وجہ سے اپنی تقریظ کو بحیلہ تقویت کلمات لے لیا اور پھر واپس نہ کیا"۔ [1]

اس حوالے سے ثابت ہوتا ہے کہ مُلّاں خلیل انبیٹھوی نے جو دھوکہ وفریب سے مفتی مالکیہ سے تقریظ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی مفتی مالکیہ نے وہ مُلّاں انبیٹھوی کا دجل وفریب ظاہر ہونے پر واپس لے لی تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک بھی اکابرین دیوبند کے عقائد کفریہ تھے، ورنہ انہیں اپنی تقریظ واپس لینے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اور پھر مفتی مالکیہ کا خط مخطوطات الحرم المکی میں موجود ہے جس میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"وھذا الابعد رجوعا من شھادتنا السابقة فی حقه اذ ھذا من قبل المفتی اسیر السوال". [2]

---

[1] (المہند، ص ۹۷)

[2] (الرقم العام (مخطوط، رقم) 35/3803، رددو)

یعنی جو ہم نے تحریر کیا اُس کو خلیل احمد انبیٹھوی کے حق میں ہماری سابقہ شہادت سے رُجوع شمار نہ کیا جائے گا کیونکہ حالیہ فتویٰ مفتی سوال کا قیدی ہوتا ہے کے قبیل سے ہے"۔

یعنی مفتی مالکیہ تحریر فرما رہے ہیں کہ چونکہ خلیل احمد انبیٹھوی نے دسیسہ کاری وفنکاری سے کام لیا اور اپنے اکابرین کی عبارت پر فریب کاری کی ملمع سازی کی اِس لئے ہماری تحریر کو سابقہ فتویٰ کفر (یعنی وہ فتویٰ جو حسام الحرمین پر موجود ہے) سے رُجوع نہ سمجھا جائے، چنانچہ مزید فرماتے ہیں کہ:

"بلغنا ان هذه الاجوبة مبنية على دسيسة وان خليل احمد هو من شهدنا نحن وعلماء مكة بضلالة وضلال مشائخه وان بعض علماء مكة لما علم بذالك بحث عن دسيستها والف فى رد عليها رسالة و كنا قد اعطينا خليل احمد رسالة الاجوبة المتوجة شهادتنا وختمنا تحاملنا على خليل احمد ثانيا واخذناها منه وها هى الآن عنه"۔ [1]

ہم تک یہ بات پہنچی کی خلیل احمد کے یہ جوابات دسیسہ کاری پر مبنی ہیں، یہ خلیل احمد وہی ہے جس کے بارے میں اور اس کے مشائخ کے بارے میں ضلال وگمراہی کا فتویٰ دے چکے ہیں، اور بعض علمائے مکہ کو جب یہ علم ہوا تو انہوں نے خلیل احمد انبیٹھوی کی دسیسہ کاری کا پردہ چاک کیا اور اس کے رد میں رسالہ تحریر فرمایا۔

ہم جوابات والا رسالہ اپنی گواہی کے ساتھ مہر لگا کر خلیل احمد کو دے چکے تھے لہٰذا ہم نے تدبیر کر کے خلیل احمد سے وہ رسالہ لے لیا اور وہ اب ہمارے پاس ہے"۔

اس حوالہ سے بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مُلّاں انبیٹھوی دجل وفریب کے گھناؤنے کھیل کھیلتا رہا اور دھوکہ وفریب سے علمائے حرمین سے اپنی برأت وتائید وتصویب

---

[1] (الرقم العام (مخطوط، رقم)، 35/3803، رودو)

کے فتوے حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا، مگر انبیٹھوی کی یہ ساری کوششیں اس وقت رائیگاں گئیں جب علمائے مکہ مکرمہ نے حقیقت معلوم ہونے پر خلیل احمد انبیٹھوی کی فریب کاری کا پردہ چاک کردیا۔

مفتی مدینہ منورہ عثمان بن عبد السلام داغستانی نے بھی براہین قاطعہ کے مندرجات کو رد کیا

مفتی مدینہ منورہ کا فتویٰ بھی ہمیں مخطوطات الحرم المکی میں دستیاب ہو گیا، مخطوط کا عکس کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں:

مفتی مدینہ منورہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

الحمد لله تعالى اسال الله المولى الكريم ذا الطول التوفيق والاعانة فى الفعل والقول

نحمدك الله يا من جعلت العلماء المتقين من هذه الأمة مصابيح يستضاء بهديهم فى ظلمة ليل الشك الداج وقصمت ما فى صوارم حججهم ظهر كل من تظاهر عضلات الفتن من اهل الزيغ والاعوجاج ،والصلاة والسلام على المبعوث بالآيات البينات ، المنذر بانه ستكون هنات ومنات صاحب الملة البيضاء التى الليل منها كالنهار القائل اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فى النار ، وعلى آله واصحابه القامعين بأسنة الالسنة والسن الاسنة كل مبير كذاب والفاضحين بشهب ثواقب افكارهم كل متهوك ضل عن سنن السنة ومنهج الكتاب . وبعد فقد اطلعت على هذا الرد المتين والاعتراض الفارق بين الغث والسمين على صاحب البراهين التى دلت على سراب بقيعه وبرهنت على سخافة عقل ملفق كلماتها الفظيعه فلعمرى انه لعميق الغوص فى لجج الضلال مستحق الخزى من ذى الملكوت والجلال ولله در صاحب الرد فانه قد افاد واجاد بلغه الله غاية المراد وجزاه خير الجزاء الاوفى وانا له اجل مكانة وزلفى وصلى

الله على سيدنا محمد الفاتح الخاتم وعلى آله وأصحابه الذين اشادوا للهدى محكم الدعائم والله سبحانه ولى الهداية وبه العصمة والحماية نمقه الفقير الى عفو ربه القدير

عثمان بن عبد السلام داغستانى مفتى المدينة المنورة الحنفى عفى عنه
5محرم 1308ھ

مھر

" یا اللہ ہم تیری حمد کرتے ہیں، اے ذاتِ حق تُونے اِس اُمت کے پرہیزگار علماء کو ایسا چراغ بنایا جن کی رہنمائی سے سخت اندھیرے میں روشنائی حاصل کی جاتی ہے اور اُن کے دلائل قاطع کی قاطع شمشیروں سے تُونے ہر گمراہی کے فتنہ باز کج رفتاروں کی پشت کاٹ دی ہے، اور درود وسلام اس ذاتِ پاک پر جو آیاتِ وبینات کے ساتھ بھیجے گئے، جنہوں نے اُمت کو ڈرایا کہ ان کے بعد بہت فتنے اور فساد ہوں گے، اس عمدہ دین روشن کا صاحب، جس کی رات بھی دن کی طرح ہے، اور جنہوں نے فرمایا کہ بڑی جماعت مسلمانوں کی اتباع کرو، بے شک جو ان سے علیٰحدہ ہوا دوزخ میں جا پڑا، اور ان کی آل اور اصحاب پر جنہوں نے سنان ہائے زُبان اور زُبان ہائے سنان سے ہر فسادی اور جھوٹے کو خوار کیا اور اپنے روشن فکروں کی چمکاروں سے ہر بھولے ہوئے راہ قُرآن وحدیث کو رسوا کیا۔

اس کے بعد بے شک مَیں نے مطالعہ کیا اس مضبوط رد اور اعتراضات کا جو لاغر اور فربہ میں فرق کرنے والے ہیں، وہ وارد ہیں مؤلف براہین پر، جو سرابِ جنگل کی طرح ہے، اور اُس کی سخت بُری باتیں کاذب کی کم عقلی پر دلیل ہیں، پس مجھے اپنی زندگی کی قسم! صاحب براہین گمراہی کے دریا میں گہرے غوطے لگا کر حق تعالیٰ سے رُسوائی کا مستحق ہوا ہے، اس کا رد کرنے والے عالم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، بے شک اُس نے عمدہ فائدہ دیا اور اچھا بیان کیا، اللہ تعالیٰ اُس کو نہایت مُراد تک پہنچائے اور بہت اچھا پُورا بدلہ عطا فرمائے اور

بہت بزرگ مرتبہ اور قرب پر کامیاب کرے، اللہ تعالیٰ درود بھیجے ہمارے سردار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو فاتح وخاتم ہیں اور اُن کی آل واصحاب پر جنہوں نے ہدایت کے محکم ستون قائم کئے اور اللہ تعالیٰ ہی مالک ہدایت ہے اور اُسی سے پاک دامنی اور حمایت ہے، اللہ تعالیٰ کی بخشش کے محتاج عثمان بن عبد السلام داغستانی مفتی مدینہ منورہ عفی عنہ نے یہ تحریر لکھی ہے۔

مدرس مسجد نبوی شریف علّامہ محمد علی بن سید ظاہر کا فتویٰ

راقم کو مکتبۃ الحرم المکی شریف کے مخطوطات میں مدینہ منورہ کے ایک عالم علامہ محمد علی بن سید ظاہر کا فتویٰ بھی دستیاب ہوا، جس میں وہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

الحمد لله الذی شرح صدر بعض عباده وهداه الی الحق المبین وضیق صدر بعضهم وجعله جرحا فی انکر الأمور الثابتة بالیقین والصلاة والسلام علی من شید ارکان الدین وعلی اله واصحابه والتابعین ، وبعد فقد اطلعت علی هذا الرد الواضح الذی هو لصاحب البراهین فاضح فلله در مؤلفه وجزاه خیرا عن الأمة وادخله فی شفاعة نبیها نبی الرحمة اما ما نقله الراد عن صاحب البراهین وعن المؤیدین له الفسقة فانه کفر صراح وزندقة سلك الله بنا سبیل الحق والهدایة وجنبنا طریق الباطل والغوایة ،و کتبه العبد الاحقر محمد علی بن السید الظاهر الوتری الحنفی المدنی خادم العلم والحدیث بالمسجد الشریف النبوی حامدا مصلیا مسلما نقل ما کتبه مولانا حضرت مفتی الاحناف قبل مفتی الشافعیة ومفتی المدینة المنورة

محمد علی بن السید الظاهر

"سب تعریفیں اُس رب تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے بعض بندوں کا سینہ کھول دیا اور اُن کی روشن حق کی طرف رہنمائی کی، اور بعضوں کا سختی سے سینہ تنگ کیا تاکہ وہ پکے یقینی کاموں کے منکر ہو گئے، اور درود وسلام اُس ذاتِ پاک پر جس نے دین کے ستون محکم کر دیئے اور اُن کی آل اور اصحاب اور تابعداروں پر۔

اس کے بعد مَیں نے اُس روشن رد کا مطالعہ کیا جو صاحب براہین کو رُسوا کر رہا ہے، پس اس

کے بنانے والے کی نیکی کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، ساری اُمت مرحومہ کی جانب سے اللہ تعالیٰ اُن کو نیک بدلہ دے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میں اُن کو داخل فرمائے اور جو اس بزرگ مؤلف رسالہ تردید نے صاحب براہین اور اس کے بدکار مؤیدین سے مقولے نقل کئے ہیں وہ صریح کُفر اور زندقہ ہیں۔

حق تعالیٰ ہم کو راہِ حق وہدایت پر قائم رکھے اور جھوٹ وگمراہی کے راستہ سے برکنار کرے، بہت عاجز بندے محمد علی بن سید ظاہر وتری حنفی، مدرس مسجد نبوی شریف نے اِس کو تحریر کیا۔

مہر: محمد علی بن السید ظاہر

مفتی مکہ مکرمہ محمد صالح بن مرحوم صدیق کمال کا ایک فتویٰ جس میں انھوں نے گنگوھی کو یقینی کافر قرار دیا ھے

راقم کو مکتبہ حرم المکی شریف کے مخطوطات میں مفتی مکہ مکرمہ محمد صالح بن مرحوم صدیق کمال کا ایک اور فتویٰ دستیاب ہوا جس میں مفتی مکہ مکرمہ نے گنگوہی و مؤیدین براہین کو یقینی کافر قرار دیا، ملاحظہ فرمائیں، آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

الحمد لله رب العالمين المنزه عما لا يليق بجلاله والصلاة والسلام على سيدنا محمد المبرأ عما لا ينبغي لكماله وعلى آله واصحابه وانصاره واحزابه اما بعد فان هذه التعقبات على صاحب البراهين ومقرظه مع المؤيدين واردة صحيحة كما يظهر ذالك بالبداهة لمن طالعها خاليا عن النزغات القبيحة وحكم صاحب البراهين مع المؤيدين والمقرظين حكم المتزندقين بيقين كما صرحت به كتب الفقهاء والمحدثين نعوذ بالله مما يوجب الخزى والندامة ويورث الحسرة وسواد الوجه فى عرصات القيمة انزه ربى عن مقالة كاذب كفور بما سمى براهين قاطعه . وما حكمه فى ذاسوى ضربة امرء . بسيف له فى الحق انوار ساطعه يباعد منها راسه عن مكانه وتبقى لاهل الزيغ والجهل قامعة وجزى الله من تصدى للرد عليهم خير جزائه ووقاه شر حساده واعدائه امين امر برقمه خادم الشريعة راجى اللطف الخفى محمد صالح كمال بن المرحوم صديق كمال الحنفى مفتى مكة المكرمة حالا كان الله لهما حامدا مصليا

3ذی الحجۃ 1307ھ

" سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو جہانوں کا رب ہے، پاک ہے اُس سے جو اُس کے جلال کے لائق نہیں، اور درود وسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پاک ہیں اُس سے جو اُن کے کمال کے لائق نہیں، اور اُن کی آل واصحاب اور مددگاروں اور حمایتیوں پر،

اس کے بعد! بے شک یہ اعتراضات مؤلف براہینِ قاطعہ اور ان کی تقریظ لکھنے والے اور مؤیدین پر صحیح وارد ہیں، جیسا کہ یہ امر صاف ظاہر ہے اس پر جو ان کو قبیح رُسوائیوں سے خالی ہو کر مطالعہ کرے، اور یقیناً حکم صاحبِ براہین کا مع مددگاروں اور تقریظ لکھنے والوں کا زندیقوں کا حکم ہے، جیسا کہ فقہاء ومحدثین کی کتب میں اس کی تصریح ہے۔

ہم حق تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگتے ہیں جو قیامت میں سبب ہو ندامت ورُسوائی کا اور موجب ہو افسوس ورُوسیاہی کا، دروغ گو ناشکرے جس نے اپنی کتاب کا نام براہین قاطعہ رکھا، اُس کی گفتگو سے اپنے رب کو پاک جانتا ہوں اور اُس کا حکم سوائے اِس کے اور کچھ نہیں کہ جلاد اِس کے بدن سے اِس کی گردن کاٹ دے تاکہ کج رووں کے لئے عبرت ہو، اور حق تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے اُس کو جس نے اِس کے رد میں پیش قدمی کی، اور اللہ تعالیٰ اسے حاسدوں اور دشمنوں کے شر سے محفوظ فرمائے اس کے لکھنے کا حکم کیا شریعت کے خادم حق تعالیٰ کے پوشیدہ لطف کے امیدوار محمد صالح کمال بن مرحوم صدیق کمال حنفی نے جو فی الحال مفتی مکہ مکرمہ ہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مددگار ہو، حمد وصلاۃ ،3 ذی الحجہ 1307ھ

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ علمائے حرمین شریفین اکابرین دیوبند کی عبارات کو توہین و بے ادبی وگستاخی سمجھتے تھے اور حضرت شیخ صالح کمال نے تو گردن اُڑانے کا فیصلہ دیا، پس ثابت ہوا کہ " المہند " کے نام پر مُلّاں خلیل انبیٹھوی نے علمائے عرب کو دھوکہ دینے کی کوشش کی اور اُن کے سامنے اپنی عبارات وعقائد کو اصلی صورت میں پیش نہ کیا بلکہ ملمع سازی اور فریب سے کام لیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ مُلّاں انبیٹھوی کا رسالہ وہابیوں

کے رد میں ہے اور اُس میں بالخصوص محمد بن عبد الوہاب نجدی کی مذمت و بُرائی بھی مُلّاں انبیٹھوی نے بیان کی، جس کی وجہ سے بعض علماء یہ سمجھے کہ مُلّاں انبیٹھوی کا یہ رسالہ وہابیوں کے رد میں ہے، چنانچہ خُود "المہند" میں مَرقوم ہے کہ:

"الرد علی الفرقة المبتدعة الوهابية".[1]

"جس میں رَد ہے بدعتی وہابیوں کے گروہ پر"

اِس حوالہ سے یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل امر نہیں ہے کہ مُلّاں انبیٹھوی نے علمائے عرب کو یہ دھوکہ دیا کہ اُن کا یہ رسالہ وہابیوں کے رد میں ہے یا شاید مُلّاں انبیٹھوی نے رد وہابیہ کے متعلق کوئی رسالہ دِکھا کر اس پر تقاریظ حاصل کرنے کی کوشش کی ہو، جس طرح دھوکہ باز بیوپاری ایک مال دکھا کر دُوسرا فروخت کر دیتے ہیں مُلّاں انبیٹھوی نے بھی ایسا ہی کیا ہو۔ اور مُلّاں انبیٹھوی نے اپنی عبارات پر بھی جو ملمع سازی کی اُس میں بھی بعض عبارات کو علماء نے پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا جیسا کہ مُلّاں خلیل انبیٹھوی نے گنگوہی کی کرشن کنھیا کی مشابہت والی سابقہ عبارت کو ملمع سازی کر کے پیش کیا اور اصل عبارت کو نہیں لکھا، پھر بھی شیخ الازھر نے بقول "المہند" یہ کلمات درج فرمائے کہ:

"البتہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کا انکار اور اس کے کرنے والے پر مجوس یا روافض سے مشابہت دے کر تشنیع مناسب نہیں معلوم ہوتی کیونکہ بہت ائمہ نے قیام مذکور کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت وعظمت کی شان کے ارادہ سے مستحسن سمجھا ہے اور یہ ایسا فعل ہے جس کی ذات میں کوئی خرابی نہیں"۔[2]

اور اسی طرح مُلّاں انبیٹھوی نے تجدد ولادت کا عقیدہ پیش کر کے گنگوہی کی عبارت کی گستاخی کو چھپانے کی کوشش کی، جس پر علماء نے لکھا کہ:

---

[1] المہند، ص 115، ناشران وتاجران کتب، لاہور

[2] المہند علی المفند، ص 111، ناشران وتاجران کتب، لاہور

"واما اعتقاد تجدد الولادۃ فلا یتصور من ذی عقل"۔ [۱]

"اب رہا پیدائش کے اَز سرِ نو ہونے کا عقیدہ، سو کسی پورے عقل والے سے اس کا احتمال بھی نہیں ہوتا"۔

یعنی ایسی بات کوئی صاحبِ عقل کہہ ہی نہیں سکتا جس کو مُلّاں انبیٹھوی نے علمائے ہند کی جانب منسوب کیا، اور آج بھی دیوبندیوں کو چیلنج ہے کہ وہ علمائے اہلِ سنّت کی کوئی ایسی عبارت دکھائیں جس میں تجددِ ولادت کا عقیدہ لکھا ہو۔

اس کے بعد اسی" المہند" میں مرقوم ہے کہ مُلّاں انبیٹھوی نے جو مجوس سے مشابہت والی عبارت پیش کی؛

"عبارۃ ھو الیق من ھذہ"۔ [۲]

یعنی اس سے زیادہ لائق کوئی اور عبارت پیش کرتے ۔جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ دیوبندیوں کی یہ کارروائی دھوکہ وفریب پر مبنی تھی ، اگر اُن علماء کے سامنے مُلّاں انبیٹھوی اصل عبارت پیش کرتے تو وہ بھی اکابرین دیوبند کی گردن اُڑانے کا فتویٰ دیتے جیسے علّامہ شیخ صالح کمال رحمۃ اللہ علیہ نے دیا، اور کُفر کا فتویٰ دیتے جیسے علمائے حرمین نے" حسام الحرمین شریف" میں اکابرینِ دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیا۔ پس ثابت ہوا کہ مُلّاں انبیٹھوی کی یہ ساری کارروائی دھوکہ وفریب پر مبنی ہے، خُود" نوادر امدادیہ" میں موجود ہے کہ:

" مسئلہ امکانِ کذ(ب) کی وجہ سے تمام علمائے حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا علماے دیوبند سے ناراض وبدظن ہو گئے"۔ [۳]

---

[۱] المہند، ص109 ناشران وتاجران کتب، لاہور

[۲] المہند، ص109 ناشران وتاجران کتب، لاہور

[۳] نوادر امدادیہ، ص114، حضرت سید محمد گیسو دراز تحقیقات اکیڈمی روضہ منورہ بزرگ، گلبرگہ شریف (کرناٹک)

دیوبندیوں کے پاس علمائے حرمین شریفین کے فتووں کا کوئی جواب نہیں ہوتا، چنانچہ "تقدیس الوکیل" پر موجود تقریظات کے بارے میں دیوبندیوں کا منحوس چہرہ بنام ابو ایوب قادری لکھتا ہے کہ:

"اسی طرح تقاریظ میں بھی تحریفات کر کے یا من گھڑت اور جعلی بنا کر خود لگائی ہیں"۔

مضمون تقدیس الوکیل پر ایک نظر، بلکہ ایک بد بخت نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ:

"تقدیس الوکیل میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب کا جو بیان دکھایا گیا ہے اُس کے جھوٹے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ انوار ساطعہ میں خود مولانا کیرانوی صاحب کا بیان موجود ہے کہ: "جو آپ کی (عبدالسمیع رامپوری) اور مولوی رشید احمد صاحب کی مخالفت حد کو پہنچ گئی اور تحریر بھی اب بڑی سختی سے ہوئی ہے"۔ (انوار ساطعہ ص ۳۰)

آگے لکھتے ہیں کہ: "سو وہ ملاقات کر کے زبانی بھی آپ سے کہیں گے کہ یہ مقدمہ جتنا دب سکے دبائیو اور ہرگز نہ بڑھائیو" (انوار ساطعہ ص ۳۰)

دیکھئے! یہاں مولانا کیرانوی صاحب خود اس معاملے کو دبانے کی بات کر رہے اور بڑھانے کی اجازت نہیں دے رہے، تو کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک بات کو خود ہی بڑھائے اور خود ہی رد کرے؟ تو تقدیس الوکیل کو غلام دستگیر قصوری نے خود گھر بیٹھ کر من گھڑت باتوں سے بھرا ہے جس پر ہمارے پاس دلائل و براہین موجود ہیں"۔ [1]

اس بد بخت دیوبندی نے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ کو محض اس وجہ سے جھوٹ قرار دیا کہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "انوارِ ساطعہ" کی تقریظ میں اِس معاملے کو دبانے کی بات کی اور "تقدیس الوکیل" پر ایک لمبی چوڑی تقریظ قلم بند کی جس میں اکابرین دیوبند کا خوب رد کیا، بقولِ دیوبندی خود ہی بات کو بڑھا دیا،

---

[1] قہرِ حق، ص 50

لہٰذا اس بدبخت دیوبندی کی نظر میں یہ تقریظ جھوٹ ہے، حالانکہ اس بدبخت دیوبندی کو یہ پتہ نہیں کہ تعارض کے لئے وحداتِ ثمانیہ کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ منطق کی کتابوں میں مَرقوم ہے کہ کسی شاعر نے وحدتِ ثمانیہ کو نظم کیا ہے:

در تناقض ہشت وحدت شرط داں
وحدت موضوع ومحمول ومکاں
وحدت شرط واضافت جزء کل
قوۃ وفعل است در آخر زماں

ان میں سے اگر ایک وحدت کی بھی کمی آجائے تو تناقض کا تحقق نہ ہو سکے گا"۔ [1]

پھر اسی کتاب میں وحدتِ زماں کو سمجھاتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"دوقضیوں کا زمانہ ایک ہو: پس اصغر پڑھتا ہے یعنی دن میں اور افضل پڑھتا نہیں ہے یعنی رات میں، ان دوقضیوں میں تعارض نہیں ہے کیوں کہ زمانہ ایک نہیں ہے"۔ [2]

پس مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے اِس لئے کہ دونوں تقریظوں کا زمانہ ایک نہیں ہے۔ اس بدبخت دیوبندی میں اگر ہمت ہے اور اِس نے اپنی امی جان کا دُودھ پیا ہے تو ثابت کرے کہ یہ دونوں تقریظیں ایک ہی وقت میں قلم بند ہوئیں، پھر ان تقریظوں میں تعارض اِس لئے بھی نہیں کہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اِبتداء میں اِس معاملے کو دبانے کا اِس لئے کہا کہ شاید ناعاقبت اندیش اکابرینِ دیوبند کو کچھ فکر عاقبت اور توفیق توبہ نصیب ہو جائے اور وہ اپنے کفریات سے رُجوع کر لیں، مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ اکابرین دیوبند اپنی شرارتوں سے باز نہیں

---

[1] معین المنطق، ص 142، دار المعارف دیوبند، و معین المنطق، حصہ دوم، ص 98، شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ حسینیہ راندیر، سورت، گجرات، انڈیا

[2] معین المنطق، ص 141، دار المعارف دیوبند

آنے والے اور کفریات سے رُجوع نہیں کرتے تو انہوں نے خود ہی مُلاں گنگوہی وغیرہ
سے رد لکھا، پس ان دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں ہے، اگر پھر بھی دیوبندیوں کو
میں کوئی تضاد نظر آ رہا ہے تو انہیں اپنے دماغ کا علاج کروانے کی اشد ضرورت ہے۔

مکتبۃ الحرم المکی الشریف کے مخطوطات میں ہمیں مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ
تقریظ بھی دستیاب ہوگئی، زیر نظر جلد کے آخر میں قارئین کرام اُس تقریظ کے مخطوطے کے عکس
کو ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

پھر مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ وقتاً فوقتاً اپنی تحریرات میں اپنے نظریات کو واضح
کرتے رہے ہیں، چنانچہ شیخ الدلائل کی تصنیف میں اُن کی مندرجہ ذیل تصدیق و تقریظ بھی
موجود ہے، مُلاحظہ فرمائیں:

تقریظ جناب مولانا محمد رحمت اللہ صاحب مہاجر مکہ معظمہ

اس رسالہ کو میں نے اول سے آخر تک اچھی طرح سنا، اِس کا اُسلوب عجیب اور طرز غریب
بہت ہی پسند آیا، اگر اس کے وصف میں کچھ لکھوں تو لوگ اُسے مبالغہ پر حمل کریں گے، اس
لئے اسے چھوڑ کر دُعا پر اکتفا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اِس کے مصنف محقق (مصنف) کو اجر
جمیل اور ثوابِ جزیل عطا فرمائے اور اس رسالہ سے منکروں کے تعصب بے جا کو توڑ کر ان
کو راہِ راست پر لائے اور مصنف کے علم، فیض اور تندرستی میں برکت بخشے! اور میرے
اساتذہ کرام کا اور میرا عقیدہ مولد شریف کے باب میں قدیم سے یہی تھا اور یہی ہے، بلکہ
بحلف سچ سچ ظاہر کرتا ہوں کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ

بریں زیستم ہم بریں بگذریم

اور وہ عقیدہ یہ ہے کہ انعقادِ مجلس مولود بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو، جیسے تغنی اور باجا اور
کثرت سے روشنی بیہودہ نہ ہو، بلکہ روایاتِ صحیحہ کے موافق ذکر معجزات اور ذکر ولادت
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جائے، اور بعد اس کے اگر طعام پختہ یا شیرینی بھی تقسیم کی

جائے اس میں کچھ حرج نہیں، بلکہ اس زمانے میں جو ہر طرف پادریوں کا شور اور بازاروں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں، اور دُوسری طرف سے آریہ لوگ جو (خدا اُن کو ہدایت کرے) پادریوں کی طرح بلکہ اُن سے زیادہ شور مچارہے ہیں، ایسی محفل کا انعقاد اِن شروط کے ساتھ جو میں نے اُوپر ذکر کیں، اس وقت میں فرض کفایہ ہے۔

مَیں مسلمان بھائیوں کو بطورِ نصیحت کہتا ہوں کہ ایسی مجلسوں کے کرنے سے نہ رُکیں، نہ روکیں، اور اقوالِ بے جا منکروں کی طرف، جو تعصب سے کہتے ہیں، ہرگز التفات نہ کریں، اور تعیین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اس دن کے سوا اور دن جائز نہیں تو کچھ بھی حرج نہیں، اور جواز اس کا بخوبی ثابت ہے، اور قیام وقت ذکر میلاد کے چھ سو برس سے جمہور علماء صالحین نے، متکلمین اور صوفیہ صافیہ اور علمائے محدثین نے جائز رکھا ہے، اور جناب صاحب رسالہ نے اچھی طرح ان اُمور کو ظاہر کیا ہے، اور تعجب ہے کہ ان منکروں سے کہ ایسے بڑھے کہ فاکہانی مغربی کے مقلد ہو کر جمہور سلف صالح کو متکلمین اور محدثین اور صوفیہ صافیہ سے ایک ہی لڑی میں پرو دیا، اور اُن کو ضال مضل بتلایا، اور خُدا سے نہ ڈرے کہ اس میں اُن لوگوں کے اُستاذ اور پیر بھی تھے، مثل شاہ عبدالرحیم دہلوی اور اُن کے صاحبزادے شاہ رفیع الدین دہلوی اور اُن کے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلوی اور اُن کے نواسے حضرت مولانا محمد اسحاق دہلوی قدس اللہ اسرارہم، سب کے سب انہیں ضال مضل میں داخل ہو جاتے ہیں، اُف ایسی تیزی پر کہ جس موافق جمہور متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے حرمین اور مصر اور شام اور یمن اور دیارِ عجمیہ میں لاکھوں گمراہی میں ہوں اور یہ حضرات چند ہدایت پر، یا اللہ ہمیں اور اِن کو ہدایت کر اور سیدھے راستے پر چلا، آمین ثم آمین۔

اور وہ جو بعضے میری طرف نسبت کرتے ہیں کہ عرب کے خوف سے تقیہ کے طور پر سکوت کرتا ہوں، اور حق ظاہر نہیں کرتا بالکل جھوٹ ہے، اور اِن کا قول مغالطہ دہی ہے، مَیں بحلف کہتا

ہوں کہ مَیں نے کبھی حضرت سلطان کے سامنے جو میرے نزدیک خلافِ واقع ہو اُن کی رعایت یا اُن کے وزراء واُمراء کی رعایت سے کبھی نہیں کہا، بلکہ صاف صاف دونوں دفع میں، جو مَیں بُلایا گیا ہوں، کہتا رہا ہوں اور کبھی خیال نہیں کیا کہ حضرت سلطان المعظم یا اُن کے وزراء وامراء ناراض ہوں گے، اور میرا جھگڑا اور گفتگو جو عثمان نُوری پاشا کہ بڑے پاشا مہیب اور زبردست تھے اور اپنے حکم کی مخالفت کو بدترین اُمور سمجھتے تھے، میری گفتگو سخت جو مجلس عام میں آئی تمام حجاز والے خاص کر حرمین والے بڑے چھوٹے سب کے سب بخوبی جانتے ہیں کہ مَیں اگر تقیہ کرتا تو اِن حضرات منکرین کے خوف سے تقیہ کرتا، مجھے یقین ہے کہ جب ان کے ہاتھ سے امام سبکی اور جلال الدین سیوطی اور ابنِ حجر اور ہزار ہا عالم تقویٰ شعار، خاص کر اِن کے اُستادوں اور پیروں میں شاہ عبدالرحیم اور شاہ ولی اللہ اور اُن کے بیٹے شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز اور اُن کے نواسہ مولوی محمد اسحاق قدس اللہ اسرارہم نہ چھوٹے تو مَیں غریب، نہ اِن کے سلسلہ اور اُستادوں میں شامل ہوں اور نہ سلسلہ پیروں میں، کس طرح چھوٹوں گا، یہ تو ہر طرح سے تفسیق بلکہ تکفیر میں بھی قصور نہ کریں گے، پَر مَیں اِن کی اِن حرکات سے نہیں ڈرتا اور جو میرے اِن اقوال کی تائید اور سند جناب محقق مصنف رسالہ نے جابجا تحریر فرمائی ہے اُسی پر اکتفا کرتا ہوں،

واللہ اعلم وعلمہ اتم فقط امر برقمہ وقال بفمہ الراجی رحمۃ ربہ المنان محمد رحمت اللہ بن خلیل الرحمان غفر لہما اللہ الجنان۔ ۱۲۹۳ھ۔[1]

اِس تقریظ سے ثابت ہوا کہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ منکرین سے بیزار تھے، منکرین مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی شخصیت کی وجہ سے کھل کر تو اُن کی مخالفت نہ کر سکے (بعد میں آنے والے دیوبندی انہیں اپنے اکابرین میں شُمار کرنے لگے جیسا کہ سوانح

---

[1] الدرالمنتظم، مترجم، ص359۔361، اقراء پبلی کیشنز، لاہور

علمائے دیوبند میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کا ذکر کیا اور ان کو اپنے نظریات کا حامی ومؤید ثابت کرنے کی کوشش کی) کچھ ان کو تقیہ سے منسوب کرنے لگے جیسا کہ خود ان کی تقریظ سے واضح ہے اُس وقت کے منکرین مولانا کیرانوی کو تقیہ سے منسوب کرتے تھے اور آج کل کے منکرین تصدیقات وتقریظات کا اِنکار کرتے ہیں، جیسا کہ ذکر ہو چکا۔

مُلّاں خالد محمود مانچسٹروی نے علمائے حرمین کی تحریرات کے متعلق لکھا ہے کہ:

"اصل تحریریں اور قلمی دستخط کس نے دیکھے جو ان کی تصدیق کر سکے"۔[1]

یہ اعتراض تو مُلّاں مانچسٹروی کے اُصول کے مطابق "المھند" پر بھی واقع ہوتا ہے، اُس میں جن علمائے عرب کی جانب تصدیقیں منسوب کی گئیں کیا مُلّاں مانچسٹروی نے اُن علماء کے دستخط اور اصل تحریریں دیکھیں؟

اگر مُلّاں مانچسٹروی کے پیروکار اثبات میں جواب دیں تو بتائیں کہ وہ اصل تحریریں کہاں ہیں؟ اور اگر جواب نہیں میں ہو، تو پھر مُلّاں مانچسٹروی کو" حسام الحرمین" پر اعتراض کرنے سے پہلے" المھند " پر اعتراض وارد کر کے اپنے دیوبندیوں کو بتانا چاہئے تھا کہ یہ جو ہم "المھند " لئے پھرتے ہیں یہ جعلی ومن گھڑت ہے۔

بہر کیف مُلّاں مانچسٹری نے جو اعتراض کیا ہے وہ انتہائی کمزور ہی نہیں بلکہ اپنے ہی اکابرین کے منہ پر طمانچہ ہے اِس لئے کہ علمائے عرب کی تصدیقات وتقریظات کا اِنکار تو اس وقت کے دیوبندی مُلّاں بھی نہ کر سکے، اُنہوں نے بھی حیلہ سازی سے کام لیا اور یہ افتراء کیا کہ سیدی اعلیٰ حضرت ﷺ کو تقریظات وتصدیقات لکھ کر دینے والوں کو حقیقت حال کا علم نہیں تھا اس لئے اُنہوں نے قبل اَز اِطلاع دستخط کر دیئے تھے، جیسا کہ مُلّاں حسین احمد ٹانڈوی کی" الشہاب الثاقب، ص200 مطبوعہ دار الکتاب، لاہور" میں لکھا ہے۔

---

[1] مطالعہ بریلویت، ج2 ص64

مُلّاں حسین احمد ٹانڈوی کا بہت بڑا جھوٹ

مُلّاں حسین احمد ٹانڈوی کے پاس کوئی ایسی دلیل موجود نہ تھی جس کی بنا پر وہ علمائے عرب کی تصدیقات وتقریظات کا انکار کر سکے اِس لئے حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی نے جید علمائے عرب کی علمی وجاہت کا ہی انکار کر دیا اور اُن کو شہرت پسندی سے منسوب کیا، چنانچہ مُلّاں ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"البتہ جو لوگ طالبِ شہرت تھے یا بوجہ اپنی سادگی کے اِن کے دامِ تزویر میں آ گئے انہوں نے مہر ودستخط میں تاخیر ہرگز نہ کی، ان اسامی میں جن کو مجدد صاحب نے اہل مکہ سے نقل کیا ہے بہت سے ایسے ہیں کہ جن کو قوت علمیہ میں کوئی دخل نہیں اور نہ وہ درس وتدریس کے ساتھ مشتغل ہیں، علماء مکہ میں ان کا شمار بھی نہیں ہوتا"۔[1]

الجواب: یہ بھی دیوبندی مُلّاں حسین احمد ٹانڈوی نے اپنے دُوسرے کئی جھوٹوں کی طرح جھوٹ بولا ہے، پس اس جھوٹ سے پردہ ہٹانے کے لئے اِختصار کے ساتھ ہم ان علماء کے حالات یہاں درج کرتے ہیں، مُلاحظہ فرمائیں:

"حسام الحرمین" پر سب سے پہلی تصدیق مفتی شافعیہ شیخ محمد سعید بابصیل رحمۃ اللہ علیہ کی ہے (جن کا ایک فتویٰ کچھ صفحات قبل بھی نقل ہوا) مُلاحظہ فرمائیں:

مفتی محمد سعید بابصیل علیہ الرحمہ کے حالات

"ولد رحمه الله بمكة ونشأ بها وتلقى العلم عن علماء المسجد الحرام وبعد ان أجيز له التدريس عقد حلقة بالمسجد الحرام . ويقول الشيخ محمد المعصومي في ذكرياته عن بعض كبار علماء مكة في الجيل الماضي، يقول في مجلة الحج : كان رحمه الله متوسط القامة متوسط اللحية أبيضها ،وعلى رأسه

---

[1] الشہاب الثاقب، ص209، دار الکتاب، لاہور

عمامة بيضا. وفی يده اليمنی عصا يتوكأ عليها. وكان زاهداً قانعاً بالكفاف وقوت يومه فلم يبن دارا. وانما كان يسكن فی دار مقابل باب الوداع بالاجرة

عين أمين فتوی فاكتسب خبرة وتجربة. فاسند اليه منصب الافتاء. فقام بواجبه الی أن توفی رحمه الله

قام رحمه الله برحلة الی صنعاء لا للتجارة ولا لاستنشاق الهواء و الاستجمام بل للتوسط بين الترك وامام اليمن فی ازالة اسباب الخلاف.

" آپ ﷺ مکہ معظمہ میں ہی پیدا ہوئے اور وہیں آپ ﷺ کی پرورش ہوئی، مسجد حرام شریف کے علماء سے آپ ﷺ نے تعلیم حاصل کی، تدریس کی اجازت ملنے پر آپ ﷺ نے مسجد حرام شریف میں ہی اپنا حلقہ علم قائم کیا۔

شیخ محمد معصومی" ذکریات عن بعض کبار علماء مکة فی الجیل الماضی" کے متون سے" مجلۃ الحج" میں کہتا ہے: آپ کا قد اور سفید داڑھی درمیانی تھی، سر پر سفید عمامہ اور ہاتھ میں عصا رکھتے تھے جس پر ٹیک لگاتے تھے، آپ زاہد اور ایک یومیہ غذا پر گزارا کرنے والے تھے آپ نے اپنا ذاتی گھر بھی نہیں بنایا تھا باب الوداع کے سامنے کرایہ کے گھر میں رہتے تھے، آپ کو منصب افتاء پر فائز کیا گیا، آپ نے اپنی وفات تک بہترین طریقے سے اس منصب کا پاس رکھا۔

آپ ﷺ کا ایک سفر صنعاء کی جانب ہے مگر یہ سفر بغرض سیر وسیاحت وتبدیلی ہوا کے لئے نہیں بلکہ ترک اور امیر یمن کے درمیان اختلافات کو ختم کرنے کے لئے تھا"۔ [1]

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ علامہ بابصیل ﷺ درس وتدریس سے وابستہ زبردست عالم

[1] سیر وتراجم بعض علمائنا فی القرن الرابع عشر للهجرة، ص 244، الطبعة الثالثة جدة المملكة العربية السعودية۔

تھے اور مسجد حرام شریف میں آپ کا حلقہ درس تھا اور منصب افتاء پر فائز تھے۔
پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ ایک دوسیہ فرق وفقراء پر خیرات کرتے تھے۔ خود مولانا خلیل
انبیٹھوی نے بھی آپ کو وقت کے مذہب کا صاحب فتویٰ کا حوالہ ذکر کیا ہے۔ ایسے صاحب
شہرت قرار دیا اور ان کی قوت علمیہ کا انکار کرنا ان حسین احمد مدنی دیوبندی کی ہٹ دھرمی
اور سینہ زوری ہی ہو سکتی ہے۔

"حسام الحرمین" میں علمائے مکہ مکرمہ میں سے دوسری تقریظ شیخ احمد ابوالخیر میرداد رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، ان کے مختصر حالات ملاحظہ فرمائیں:

شیخ احمد ابوالخیر میرداد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

"ولد بمكة عام 1259ھ فرباه والده وحفظه القرآن على جملة مشائخ وقرأ بالقراءات السبع على الشيخ على السمنودى وأجازه ثم اشتغل بطلب العلم فأخذه عن المفتى جمال بن عبد الله شيخ عمر والشيخ محمد سعيد بشارة الخالدى. والشيخ محمد صالح الرضوى والشيخ رحمة الله بن خليل الرحمن العثمانى (مؤسس المدرسة الصولتية)وغيرهم من المشائخ الذين أجازوه.

وفى عام 1293ھ ولاه الشريف عبد الله مشيخة الخطباء بعد موت الشيخ سليمان عبد المعطى مرداد فمكث فيها الى عام 1299ھ ثم طلبه الشريف عبد المطلب وعرض عليه الافتاء فامتنع لعدم استقامة الولاة. وفى عام 1310ھ عرض عليه الشريف عون الافتاء فامتنع.

وكانت داره مرجعا للناس جميعا واشتهر رحمة الله بالزهد والتقوى والتواضع. وكان اماماً وخطيباً ومدرساً بالمسجد الحرام .وكان الشيخ عبد الرحمن سراج ينيبه فى الافتاء اذا سافر الى الطائف. كما أن قضاة

المحكمة كانوا يعرضون عليه ما أشكل عليهم فيقنعهم بحكم الله.

توفي رحمه الله في شعبان عام 1335ھ وخلف الشيخ (عبد الله أبو الخير ومحمد سعيد أبو الخير ومحمد نور).[1]

" آپ علیہ الرحمۃ 1259ھ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد گرامی نے آپ کی پرورش کی، اور آپ کو قرآن مجید اَجلّہ مشائخ سے حفظ کروایا، آپ نے شیخ علی السمنودی سے قراٰتِ سبعہ پڑھی اور اُن سے اجازت حاصل کی، پھر طلبِ علم کے ساتھ مشغول ہوئے اور مفتی جمال بن عبداللہ شیخ حرم، شیخ محمد سعید بشارۃ الخالدی، شیخ محمد صالح الرضوی اور شیخ رحمۃ اللہ بن خلیل الرحمان عثمانی (کیرانوی) سے تعلیم حاصل کی، اور اِن کے علاوہ بھی دُوسرے مشائخ سے آپ کو اجازت حاصل ہے۔

شیخ سلمان عبدالمعطی میرداد کی وفات کے بعد آپ کو 1293ھ میں شریف عبد اللہ نے مشیخۃ الخطباء کے عہدہ پر فائز کیا، آپ 1299ھ تک اِس عہدہ پر فائز رہے، اس کے بعد شریف عبدالمطلب نے آپ کو طلب کیا اور منصبِ افتاء آپ کے سپرد کرنا چاہا تو آپ نے حکمرانوں کے عدم استقامۃ کی وجہ سے انکار کردیا، 1310ھ میں شریف نے عون الافتاء کے منصب پر فائز کرنا چاہا تو بھی آپ نے انکار کردیا۔

آپ کا گھر تمام لوگوں کا مرجع تھا، آپ زُہد و تقویٰ اور تواضع کے ساتھ مشہور تھے، مسجد حرام کے مدرس و امام و خطیب تھے، شیخ عبدالرحمن سراج جب طائف کی جانب سفر کرتے تو آپ کو فتویٰ دینے کے لئے اپنا نائب بناتے، محکمہ کے قاضیوں کے سامنے مشکل مسئلے آتے تو اُن کے حل کے لئے وہ آپ کی جانب رُجوع کرتے اور آپ اللہ عزّوجل کے حکم سے اُن کو حل کر دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 1335ھ میں ہے۔ آپ نے پسماندگان میں تین

---

[1] سير وتراجم بعض علمائنا في القرن الرابع عشر للهجرة، ص 60-61، الطبعة الثالثة، جدة المملكة العربية السعودية۔

فرزند چھوڑے جن کے نام یہ ہیں، شیخ عبداللہ ابوالخیر، محمد سعید ابوالخیر اور محمد نور"۔
" حسام الحرمین" میں تیسری تقریظ مفتی مکہ علامہ شیخ صالح کمال ﷫ کی ہے اُن کے مختصر حالات مُلاحظہ فرمائیں:

علاّمہ شیخ صالح کمال ﷫ مفتی حنفیہ کے حالات

"العلامة الشيخ محمد صالح ابن العلامة صديق ابن العلامة عبد الرحمن كمال الحنفي ولد بمكة في ربيع الاول 1263ھ ونشأ في بيت أسرته بيت العلم والفضل فحفظ القرآن العظيم وجوده وصلى به التراويح ثم شرع في طلب العلم فحفظ كثيراً من المتون على والده ثم لازم الشيخ عبد القادر خوقير المتوفى عام 1304ھ فتفقه عليه وقرأ على يده الدر المختار بحواشي المحقق ابن عابدين كما أخذ التفسير والحديث وعلوم اللغة عن السيد أحمد دحلان وأجازه بسائر مروياته . ثم تلقى علوم الشريعة عن الشيخ رحمة الله مؤسس المدرسة الصولتية وأخذ النحو والمعاني والبيان والعروض عن العلامة السيد عمر الشامي البقاعي وانتفع به..

ولما تفوق في العلوم اجيز له التدريس بالمسجد الحرام فعقد حلقته في حصوة باب النبي فذاع صيته وتناقلت الالسن غزارة علمه وورعه وتقواه وحبه الخير........

وكان الشيخ سليمان حسب الله يصلي عند الملتزم فلما شهد جنازة الشيخ محمد صالح كمال قال: "اليوم مات فقه أبي حنيفة ". [1]

---

[1] سير وتراجم بعض علمائنا في القرن الرابع عشر للهجرة، ص 233-235، الطبعة الثالثة، جدة المملكة العربية السعودية۔

"علامہ شیخ صالح کمال ربیع الاول 1263ھ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، آپ کی تربیت اپنے ہی گھر میں ہوئی جو کہ بیت العلم والفضل کے طور پر مشہور تھا، پس آپ نے قرآنِ مجید کو تجوید کے ساتھ یاد کیا اور تراویح پڑھانا شروع کیں، پھر آپ طلبِ علم میں مشغول ہوئے اور اپنے والد کے پاس بے شمار متون یاد کیے، پھر آپ نے شیخ عبدالقادر خوقیر المتوفی 1304ھ کے حلقہ درس کو لازم کیا اور علم فقہ حاصل کیا اور اُن کے پاس علامہ شامی کے حاشیہ کے ساتھ "در مختار" کو پڑھا اور اسی طرح تفسیر و حدیث اور لغت کا علم آپ نے سیّد احمد دُحلان سے حاصل کیا، اور اُنہوں نے آپ کو تمام مرویات کی اجازت دی، مدرسہ صولتیہ کے بانی شیخ رحمت اللہ کیرانوی سے علوم شریعہ حاصل کیے۔ نحو، معانی، بیان اور عرض کی تعلیم علامہ سیّد عمر شامی البقاعی سے حاصل کی اور اُن سے آپ کو کافی فائدہ حاصل ہوا۔ جب آپ نے علوم میں فوقیت حاصل کر لی تو آپ کو مسجد حرام میں تدریس کی اجازت دی گئی۔ آپ نے باب النبی کی چوکھٹ پر اپنا حلقہ قائم کر لیا، آپ کے علم کا چرچا ہر طرف پھیل گیا اور آپ کے موجیں مارتے ہوئے علم، ورع، تقویٰ اور خیر کے کاموں سے بہت بیان کرنے سے زُبانیں گنگ ہوگئیں۔ شیخ سلمان حسب اللہ ملتزم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، جب اُنہوں نے آپ کا جنازہ دیکھا تو فرمایا، آج امام اَبُوحنیفہ کا فقہ فوت ہوگیا"۔

شیخ صالح کمال ﷫، سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫ کے طرف دار تھے، ایسے جلیل القدر عالم، جن کے علم و تقویٰ و پرہیز گاری کا چرچا ہر طرف تھا، جن کے وصال پر کہا گیا کہ آج امام ابُو حنیفہ کا فقہ ختم ہوگیا، ایسے جلیل القدر عالم بھی سیّدی اعلیٰ حضرت ﷫ کے طرفدار تھے۔ اس بات کا اعتراف خُود مُلّاں حسین ٹانڈوی نے بھی کیا ہے، چنانچہ وہ خُود لکھتے ہیں کہ:

"شیخ صالح کمال مجدد صاحب کی طرفداری کرتے تھے"۔ [1]

---

[1] الشہاب الثاقب، ص 205، دار الکتاب، لاہور

" حسام الحرمین" میں چوتھی تقریظ مدرس مسجد حرام شیخ علی بن صدیق کمال کی ہے۔ ان کے مختصر حالات ملاحظہ فرمائیں:

مدرس مسجدِ حرام شیخ علی بن صدیق کمال کے حالات

"ولد الشیخ علی بن صدیق بن عبد الرحمن کمال بمکة عام 1253ھ ونشأ فیھا وأخذ العلم عن والده العلامة الشیخ صدیق کمال ولازم کثیرا علماء الھند الذین یفدون الی مکة لاداء فریضة الحج ثم لازم السید أحمد دحلان والشیخ یسین الشامی والشیخ رحمة الله مؤسس "مدرسة الصولتیة وأجازوه بالتدریس بالمسجد الحرام ثم تولی القضاء بمحکمة جدة ۔ویقول شیوخ ھذا الزمن الذین استمعوا الی درسه واجتمعوا به بأنه کان مشھورا بالقناعة والعفة والتواضع للناس وحبه للفقراء والاجتماع بھم وارشادھم وحل النزاع الذی یحدث غالباً بینھم ۔ توفی رحمه الله عام 1335ھ رحمه الله"۔ [1]

" شیخ علی بن صدیق بن عبد الرحمان 1253ھ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور مکہ معظمہ میں ہی آپ کی پرورش ہوئی، اپنے والد صدیق کمال سے علم حاصل کیا، اکثر علمائے ہند جو فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ آتے، آپ اُن سے اِستفادہ حاصل کرتے تھے، پھر آپ نے سیّد احمد دحلان، شیخ یسین شامی اور مدرسہ صولتیہ کے بانی شیخ رحمت اللہ سے بھی اِستفادہ کیا اور انہوں نے آپ کو مسجد حرام میں تدریس کی اجازت دی، پھر محکمہ جدہ میں منصب قضاء آپ کے حوالے ہوا۔

[1] سیر وتراجم بعض علمائنا فی القرن الرابع عشر للھجرة، ص 139، الطبعة الثالثة، جدة المملکة العربیة السعودیة۔

اُس زمانے کے وہ بزرگ جنہوں نے آپ کا درس سنا اور آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے کہتے ہیں کہ آپ قناعت، پرہیزگاری، لوگوں کے ساتھ تواضع، فقراء اور اُن کی صحبت اور اُن کی نصیحت وہدایت کے ساتھ محبت کرنے والے تھے اور ان کے درمیان جو جھگڑے پیدا ہوتے آپ ان کو بخوبی حل فرماتے، آپ ﷫ کا وصال 1335ھ میں ہوا"۔

" حسام الحرمین" میں پانچویں تقریظ حضرت شیخ الدلائل مولانا محمد عبدالحق مہاجر مکی ﷫ کی ہے، ان کے مختصر حالات ملاحظہ فرمائیں:

شیخ عبدالحق مہاجر مکی ﷫ کے حالات

محمد عبدالحق بن شاہ محمد بن یار محمد مہاجر مکی 1252ھ کو الہ آباد، ہند میں پیدا ہوئے۔ آپ مفسر، فقہ حنفی اور اس کے اُصول کے عالم وفلسفی اور تصوف میں سیدنا محی الدین ابن عربی قدس اللہ سرہ کے طریقہ پر تھے۔ ہندوستان میں تعلیم پائی، 1283ھ میں حج کیا اور چار سال مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر رہے، پھر مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کی، شیخ الدلائل کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ ہندوستان کے حجاج آپ سے بیعت کرتے اور دلائل الخیرات شریف کی اجازت حاصل کرتے تھے۔

آپ بہت بڑے ولی اللہ، عالم باعمل، متقی، شب زندہ دار اور بہت عبادت گزار بزرگ تھے اہل مکہ مکرمہ آپ کو قطب مکہ معظمہ کہا کرتے تھے۔

اِلتزاماً ہر سال حج کرتے تھے۔ مولانا سیّد اسماعیل صاحب فرماتے تھے کہ ایک سال زمانہ حج میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب بہت علیل اور صاحب فراش تھے، نویں تاریخ اپنے تلامذہ سے کہا: مجھے حرم شریف میں لے چلو!

کئی آدمی اُٹھا کر لائے، کعبہ معظمہ کے سامنے بٹھایا، زمزم شریف منگوا کر پیا اور دُعا کی الٰہی حج سے محروم نہ رکھ، اسی وقت مولیٰ تعالیٰ نے قوت عطا فرمائی کہ اُٹھ کر اپنے پاؤں سے عرفات شریف گئے اور حج ادا کیا۔ آپ کا وصال 18 شوال 1333ھ کو مکہ معظمہ میں ہوا

اور جنت المعلی میں مدفون ہوئے"۔ [1]

"حسام الحرمین" میں چھٹی تقریظ حضرت سید اسماعیل بن خلیل [illegible] کی ہے، ان [illegible]
حالات سے فقیر کو آگاہی حاصل نہ ہو سکی۔

"حسام الحرمین" میں ساتویں تقریظ حضرت مولانا سید مرزوقی ابو حسین [illegible] کی ہے، ان کے مختصر حالات ملاحظہ فرمائیں:

مولانا سید المرزوقی ابو حسین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

"وكانت ولادته بمكة المشرفة سنة (بياض بالاصل)وفي سير وتراجم: 1284ھ [2] والف، ونشأ بها وحفظ بعضا من المتون، واجتهد في طلب العلم، لا سيما الفقه، فلازم مفتي مكة الشيخ صالح كمال، وبه تفقه وبرع وأخذ النحو والمنطق والمعاني والبيان وغيرها عن السيد بكري شطا، وقرأ على الشيخ حافظ عبد الله الهندي، وعلى شيخنا الجليل الشيخ عبد الحق الهندي الاله ابادي ثم المكي، واجازه اجازة عامة، ولما قدم مكة شيخنا العلامة أحمد رضا خان البريلوي، استجازه فاجازه بسائر مروياته ومؤلفاته، وجلس للتدريس بالمسجد الحرام، وولي نيابة القضاء بالمحكمة الشرعية، وصار عضوا بمحكمة التعزيرات، والآن هو أحد اعضاء مجلس دائرة المعارف"۔ [3]

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: الدر المنظم حالا مصنف

[2] سير وتراجم بعض علمائنا في القرن الرابع عشر للهجرة، ص 240، [illegible] المملكة العربية السعودية۔

[3] المختصر من كتاب نشر النور والزهر في تراجم أفاضل مكة، ص [illegible]، الثانية، لعالم المعرفة، جدة۔

السعودی عین اماما للمسجد لحرام فی فترة الأربعينات الهجرة الی حین وفاته یرحمه الله". [1] "اشتهر بالتقوی والورع والتواضع" [2]

آپ فقہ اور حدیث میں ماہر عالم دین تھے، اُمورِ دینیہ میں شریف حسین بن علی کے مددگار رہے، شریف حسین بن علی آپ پر اعتماد کرتا تھا، مسجد حرام میں درس دینے اور منصب افتاء کے لئے شریف حسین بن علی نے آپ کو مقرر کیا، آپ حرم شریف میں مذہب شافعی کا درس دیتے تھے اور مکہ مکرمہ میں مفتی شافعیہ کے عہدہ پر فائز تھے، آپ کو امین فتویٰ مقرر کیا گیا جیسا کہ شیخ حسین حبشی افتاء کا وظیفہ قبول نہ کرتے یہاں تک کہ شیخ عمر باجنید ان کے شریک افتاء ہوں۔ امام اور مقام شافعی کے مفتی تھے عہدِ سعودی سے پہلے اور عہد سعودی میں آپ کو مسجد حرام کا امام مقرر کیا گیا"۔

حضرت شیخ عابد بن حسین مالکی ﷫ کے حالات

"حسام الحرمین" میں نویں تقریظ حضرت شیخ عابد بن حسین مالکی ﷫ کی ہے، ان کے مختصر حالات مُلاحظہ فرمائیں:

"نبغ الشیخ عابد فی علوم الدین واللغة وما أن توفی والده وقد تولی منصب الافتاء علی مذهب الامام مالك...... كان الشیخ عابد بن حسین مالکی صریحاً یجابه ولاة الأمور بما یراه منكراً لا یتفق والدین وسنة الرسول الأعظم صلی الله علیه وسلم لذلك كان الشریف عون ناقماً علیه متربصاً به حتی نفاه مع جماعة من خیرة علماء مكة فسافر الی الیمن راضیاً بقضاء الله

[1] أئمة الحرمین 1343-1436ھ، ص 126 إلی 129، دار الطرفین للنشر والتوزیع، الطائف، السعودیة۔

[2] سیر وتراجم بعض علمائنا في القرن الرابع عشر للهجرة، ص 147، الطبعة الثالثة، جدة المملكة العربیة السعودیة۔

وقدرہ"۔ [1]

" شیخ عابد حسین نے علومِ دین اور لغت میں مہارت حاصل کی، ابھی آپ کے والد وفات نہیں پائے تھے کہ مذہب امام مالک پر منصب افتاء آپ کے حوالے کر دیا گیا۔

شیخ عابد حسین مالکی صریحاً حکامِ وقت کے اُن اُمور کو جو دین اور سنت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موافق نہ ہوتے ٹھکرا دیتے تھے، اس لئے شریف عون آپ سے غضب ناک ہو گیا اور موقعہ کے انتظار میں رہتا تھا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کے چوٹی کے علماء کے ساتھ آپ کو بھی جلاوطن کر دیا، آپ نے اللہ تعالیٰ کی تقدیر وقضا پر راضی رہتے ہوئے یمن کی جانب سفر فرمایا۔

شیخ علی بن حسین مالکی علیہ الرحمۃ کے حالات

" حسام الحرمین" میں دسویں تقریظ حضرت شیخ علی بن حسین مالکی علیہ الرحمۃ کی ہے، اُن کے مختصر حالات مُلاحظہ فرمائیں:

"أخذ شتى العلوم الدينية والعربية عن أخيه الشيخ عابد وأخذ الفقه الشافعي عن السيد بكر شطا"۔ [2]

"الامام العلامة، الكبير، الجامع، الفقيه، المالكی البارع، الأصولی، النحوی النظار، الألمعی، صاحب المؤلفات العديدة، والتحريرات الرائعة المفيدة، فضيلة شيخنا محمد علی المالکی المکی ابن العلامة الفقيه، المفتی الشيخ حسين ابن ابراهيم المغربی الأصل، المصری الولادة، المکی الاقامة

---

[1] سير وتراجم بعض علمائنا في القرن الرابع عشر للهجرة، ص152، الطبعة الثالثة، جدة المملكة العربية السعودية۔

[2] سير وتراجم بعض علمائنا في القرن الرابع عشر للهجرة، ص260، الطبعة الثالثة، جدة المملكة العربية السعودية۔

والهجرة ،الأزهری الطلب علی ید العلامة الشیخ أحمد منة الله المالکی .
والشیخ ابراهیم الباجوری ، والشیخ عثمان الدمیاطی . وقد کان والد
شیخنا المذکور أحد أعیان علماء مکة الناشرین للعلوم ومرجع الفتوی
بها فی مذهب المالکیة.....
کان أحد کبار العلماء ،ورجال التعلیم ، وأعیان المدرسین بالمسجد
الحرام ،الملازمین لقراءة الدروس بنشاط ، وحذق ، ومهارة ، ویحضر فی
درسه لفیف من الأساتذةالمدرسین، و کبار الطلاب". [1]

" آپ نے مختلف علومِ دینیہ اور عربیہ اپنے بھائی شیخ عابد سے حاصل کیے اور فقہ شافعی آپ نے سیّد بکری شطا سے پڑھی۔
امام، علامۃ الکبیر، جامع ،فقیہ مالکی ، بارع، اُصولی، نحوی، نظار الالمعی کئی کتابوں کے مصنف، مفید و نافع تحریروں کے صاحب، ہمارے فضیلۃ الشیخ محمد علی المالکی مکی ابن علامہ فقیہ مفتی حسین بن ابراہیم ہیں۔آپ اصل میں مغربی ہیں، آپ کی ولادت مصر میں ہوئی، اقامت وہجرت کے اعتبار سے مکی ہیں، ازہری ہیں۔آپ نے علامہ شیخ احمد منت اللہ المالکی، شیخ ابراہیم الباجوری اور شیخ عثمان الدمیاطی سے علم حاصل کیا۔آپ کے والد کا شمار چوٹی کے علمائے مکہ معظمہ میں ہوتا تھا اور آپ کے والد علوم کو پھیلانے والوں میں سے تھے، مذہب مالکیہ کے مرجع تھے۔
آپ کا شمار کبار علماء، ماہرین تعلیم اور مسجد الحرام کے چوٹی کے مدرسین میں ہوتا ہے۔آپ اُن علماء میں شامل تھے جو بڑے سرور ونشاط کے ساتھ مہارت ودانائی کے ساتھ درس دیتے تھے۔آپ کے درس میں اُساتذہ وکبار طلباء شامل ہوتے تھے۔

---

[1] الجوهر الحسان في تراجم الفضلاء والاعيان من اساتذة وخلان، ج1 ص139-140،
مؤسسة الفرقان للتراث الاسلامي

شیخ جمال بن محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

"حسام الحرمین" میں آپ کی بھی تقریظ ہے۔ حضرت شیخ جمال بن محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مختصر حالات ملاحظہ فرمائیں:

"جمال بن محمد الامیر ابن مفتی المالکیة بمکة البهیة العلامة الشیخ حسین المالکی. العالم النبیه الفاضل النحوی النجیب الکامل ولد بمکة المشرفة ومائتین والف. ونشأ بها واخذ من جماعة من افاضل اهلها. فجد فی الطلب. ولازم عمه الشیخ عابد مفتی المالکیة. واخذ عنه المعقول والمنقول، والفروع والاصول. وقرأ علی العلامة السید بکری شطا الشافعی ولازم العلامة الشیخ عبد الوهاب البصری. ثم المکی الشافعی. وقرأ علیه فی المعقول. ولما برع درس بالمسجد الحرام. وافاد وصنف. وتوظف عضوا بدائرة مجلس المعارف ثم عین ایضا رئیسا بمحکمة التعزیرات الشرعیة من طرف امیر مکة الشریف حسین بن علی" [1]

"آپ جمال بن محمد الامیر بن مکہ شریف کے مفتی مالکیہ العلامہ الشیخ حسین مکی ہیں، آپ عالم نبیل، فاضل نحوی، نجیب کامل ہیں۔ مکہ معظمہ میں 1200 اور کچھ میں آپ کی ولادت ہوئی، وہیں آپ کی تربیت ہوئی اور مکہ شریف کے افاضل سے آپ نے علم حاصل کیا اور طلب علم میں خوب محنت کی۔ اپنے چچا شیخ عابد مفتی مالکیہ کی صحبت اختیار کی اور اُن سے منقولات و معقولات اور فروع و اصول کی تعلیم حاصل کی، علامہ سید بکری شطا شافعی سے بھی پڑھا، شیخ عبد الوہاب المصری ثم المکی الشافعی کی بھی صحبت میں رہے، اُن کے پاس معقولات کی کتابیں پڑھیں۔ جب علوم میں مہارت حاصل کی تو مسجد حرام میں درس دینے لگے، لوگوں کو

---

[1] المختصر من کتاب نشر النور والزهر فی تراجم افاضل مکة، ص 163، عالم المعرفة

فائدہ پہنچایا اور کتابیں لکھیں، دائرہ مجلس معارف کے رُکن مقرر ہوئے، پھر امیر مکہ شریف حسین بن علی کی جانب سے محکمہ تعزیراتِ شرعیہ کے رئیس منتخب ہوئے۔

شیخ اسعد بن احمد الدھان علیہ الرحمہ کے حالات

"حسام الحرمین" میں بارھویں تقریظ حضرت شیخ اسعد بن احمد الدھان علیہ الرحمہ کی ہے ان کے مختصر حالات مُلاحظہ فرمائیں:

"أسعد بن أحمد بن أسعد بن أحمد بن تاج الدين الدهان. ولد بمكة المكرمة ونشأ بها وحفظ القرآن الكريم وجوده وصلى به التراويح بالمسجد الحرام مراراً، وطلب العلم فقرأ على الشيخ رحمة الله الهندى فى النحو والصرف والتفسير والحديث والفقه وأصوله والتوحيد والمنطق والحساب والمعانى والبيان والهندسة والحساب وغير ذلك. وقرأ على الشيخ عبد الحميد الداغستانى الشروانى الشافعى فى الحديث ولازم الشيخ حضرة نور البشاورى الحنفى ملازمه تامة وقرأ عليه عدة علوم وقرأ على الشيخ اسماعيل نواب فى المنطق وغيره وعلى الشيخ عبد الرحمن سراج الهندى الضرير، وتصدى للتدريس بالمسجد الحرام فدرس بالمسجد الحرام وعقد حلقة دروسه فى رواق باب السليمانية، وكان رحمه الله يلقى دروسه صباحاً ومساء، وكان معظم طلابه من العلماء وطلبة العلم المتازين فأخذوا عنه وانتفع به جمع غفير. تعين فى عهد الشريف حسين بن على مساعداً لقائم مقام مكة المكرمة فى فصل القضايا الشرعية، ورئيساً لهيئة تدقيقات شؤون الموظفين، ثم قاضياً بالمحكمة سنة 1337ھ وكان مع ذلك ملازماً للتدريس بالمسجد الحرام، وكان فى جميع ما أسند اليه مثال النزاهة

والاخلاص وسداد الرأی. توفی رحمہ اللہ بمکۃ المکرمۃ"۔[1]

اسعد بن احمد بن اسعد بن احمد بن تاج الدین الدھان مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور آپ کی تربیت بھی مکہ معظمہ میں ہی ہوئی۔ قرآنِ مجید کو تجوید کے ساتھ یاد کیا اور کئی مرتبہ مسجد حرام میں نماز تراویح پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔

جب آپ علم پڑھنے کی جانب متوجہ ہوئے تو شیخ رحمت اللہ ہندی (کیرانوی) سے صرف ونحو، تفسیر وحدیث، فقہ، اُصول، توحید، منطق، حساب، معانی، ہندسہ اور حساب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ شیخ عبد الحمید داغستانی شروانی شافعی سے حدیث پڑھی، اور شیخ اسماعیل نواب سے منطق پڑھی، شیخ حضرت نُور پشاوری کی صحبت تامہ میں رہے اور اُن سے مختلف علوم پڑھے، شیخ عبدالرحمان سراج الہندی الضریر سے بھی پڑھا۔

مسجد حرام میں تدریس کے درپے ہوئے تو مسجد حرام میں درس دینے لگے، آپ نے باب سلیمانیہ کے نزدیک اپنا حلقہ درس قائم کیا، آپ صبح وشام درس دیا کرتے تھے۔ علماء اور ممتاز طلباء آپ کے بڑے طلباء میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے آپ ؒ سے تعلیم حاصل کی اور جم غفیر نے آپ سے نفع حاصل کیا۔

محکمہ قضایا شرعیہ میں قائم مقام مکہ کے مددگار کے عہدہ پر شریف حسین بن علی کی جانب سے مقرر ہوئے، ھیئۃ تدقیقات شؤون الموظفین کے رئیس بھی مقرر ہوئے۔

پھر محکمہ میں 1337ھ قاضی بھی مقرر ہوئے، ان سب چیزوں کے باوجود آپ مسجد حرام میں پابندی سے درس دیتے تھے اور ان تمام مناصب میں جو آپ کے حوالے کئے گئے پرہیزگاری واخلاص اور اصابت رائے کی مثال تھے، آپ ؒ کا مکہ معظمہ میں ہی وصال ہوا۔

---

[1] اعلام المکیین (من القرن التاسع الی القرن الرابع عشر الھجری)، ج1 ص434، مؤسسۃ الفرقان للتراث الاسلامی، فرع موسوعۃ مکۃ المکرمۃ والمدینۃ المنورۃ

شیخ عبد الرحمن الدھان رحمہ اللہ کے حالات

"حسام الحرمین" میں تیرھویں تقریظ حضرت شیخ مولانا عبد الرحمان الدھان رحمہ اللہ کی ہے، ان کے مختصر حالات ملاحظہ فرمائیں:

"ولد رحمه الله بمكة المكرمة فرباه والده العلامة الشيخ أحمد دهان تربية إسلامية وبعد أن حفظ القرآن وجوده وصلى به التراويح شرع فى طلب العلم بالمدرسة الصولتية . فأخذ عن الشيخ رحمة الله النحو والمنطق والتوحيد والفقه وأصوله والتفسير والحديث والمعانى والبيان والهندسة والحساب حتى تخرج من المدرسة الصولتية .ثم حضر دروس الشيخ عبد الحميد داغستانى فى الترمذى وقرأ على الشيخ نور البشاورى ولازمه مدة طويلة تلقى خلالها عنه عدة فنون فى المنطق والنحو والتفسير والحديث والفقه والهندسة كما قرأ على الشيخ نواب البنقالى المنطق أيضاً وقرأ على الشيخ عبد الرحمن سراج والشيخ ملا يوسف والشيخ حافظ عبد الله الضرير وأخذ عن الشيخ عبد الحميد بخش علم الفلك وبرع فيه ثم اجازه الجميع.

كان رحمه الله من علماء مكة الاعلام ورعا وتقوى وزهداً فى الدنيا ومناصبها . يبدو ذالك فى ملابسه القصيرة البيضاء وتواضعه للفقير والصغير فى درسه وسيره ومنزله وجلوسه وابتسامته التى لا تفارقه فى مقابلة مختلف الطبقات لا فرق بين غني وفقير ومتعلم وجاهل." [1]

آپ رحمہ اللہ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد شیخ احمد الدھان نے اسلامی

---

[1] سير وتراجم بعض علمائنا في القرن الرابع عشر للهجرة، ص 160-161، الطبعة الثالثة، جدة المملكة العربية...

اُصولوں پر آپ کی پرورش وتربیت کی، قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ حفظ کرنے کے بعد تراویح پڑھائیں۔ مدرسہ صولتیہ میں آپ نے تعلیم حاصل کی، حضرت رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمۃ سے نحو، منطق، توحید، فقہ، اصول، تفسیر وحدیث، معانی وبیان، ہندسہ وحساب کا علم حاصل کیا، یہاں تک کہ آپ مدرسہ سے فارغ ہوئے۔

پھر آپ شیخ عبدالحمید داغستانی کے درس ترمذی میں حاضر ہوئے، حضرت شیخ نور پشاوری کی صحبت میں بھی طویل عرصہ رہے اور اُن سے اس دوران فنون منطق ونحو وتفسیر وحدیث وفقہ وہندسہ کی تعلیم حاصل کی، اور اسی طرح آپ نے شیخ نواب بنگالی سے منطق پڑھی۔ عبد الرحمن سراج، شیخ ملا یوسف، شیخ حافظ عبداللہ الضریر اور شیخ عبدالحمید بخش سے علم فلک حاصل کیا اور اس میں مہارت حاصل کی، پھر ان تمام علماء نے آپ کو اجازت بھی دی۔

آپ علیہ الرحمۃ کا شمار مکہ مکرمہ کے چوٹی کے علماء میں ہوتا تھا ورع وتقویٰ کے مظہر تھے، دُنیا اور اس کے مناصب سے بے رغبت تھے، یہ تمام باتیں آپ کے چھوٹے سفید کپڑوں اور فقیر وصغیر کے ساتھ عاجزی کے ساتھ پیش آنے سے عیاں ہوتی تھیں۔ آپ کا درس وسیرت وگھر بیٹھنے ہنسنے میں بھی روشن تھا، دُنیا کے مختلف طبقات کے لوگوں غنی وفقیر، متعلم وجاہل کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے میں کوئی فرق نہ تھا۔

" حسام الحرمین" میں چودھویں تقریظ حضرت شیخ محمد یوسف افغانی علیہ الرحمۃ کی ہے، جن کے تفصیلی حالات سے راقم آگاہ نہیں ہوسکا

شیخ احمد مکی امدادی علیہ الرحمۃ کے حالات

" حسام الحرمین" میں پندرھویں تقریظ حضرت شیخ احمد مکی امدادی علیہ الرحمۃ کی ہے، ان کے مختصر حالات ملاحظہ فرمائیں:

"أحمد بن ضیاء الدین البنقالی الأصل، المکی مولداً، الحنفی العالم، ولد بمکة المشرفة فی سنة وألف وأخذ العلم وقرأ علی الشیخ رحمة الله الهندی

ثم المکی فانه قد حضر لدیه فی عدۃ فنون کالنحو والمنطق والمعانی والبیان والتفسیر والحدیث والفقه وغیرها وقرأ علیه غیرہ أیضا ، وقرأ علی سیدی الوالد فی الفقه حضر دروسه بالمسجد الحرام فی الدر المختار وحواشیه والاشباہ والنظائر لابن نجیم بحاشیة الحموی وشرح البعلی وغیرہ ودرس وأفاد وتکررت منه سفرات الی جهة البنقالة ،وکان یبث العلم فیها وله تألیف سماہ تحفة الکرام فی فضائل البلد الحرام ، ودیوان فی الخطب الجمعیة . وکان ینظم الشعر باللسان الفارسی "۔ [1]

احمد بن ضیاء الدین (آباء و اجداد کے اعتبار سے) بنگالی ہیں، مکہ مکرمہ میں آپ ایک متقی عالم دین تھے، مکہ مکرمہ میں ـــــہ میں آپ کی پیدائش ہوئی، علم حاصل کیا، شیخ رحمت اللہ ہندی ثم المکی سے بھی پڑھا اور مختلف فنون جیسا کہ نحو و منطق، معانی و علم بیان، تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ کا علم حاصل کیا، اور دوسرے اساتذہ سے بھی پڑھا۔
سیدی والد گرامی سے بھی علم فقہ پڑھا۔ مسجد حرام میں " درمختار، الاشباہ والنظائر لابن نجیم بحاشیۃ الحموی اور شرح بعلی کے درس کے دوران ان کے درس میں حاضر رہے۔ آپ نے درس دیا اور لوگوں کو فائدہ پہنچایا اور سرزمین بنگال کی طرف کئی بار سفر کیا اور وہاں علم پھیلاتے رہے۔ تحفۃ الکرام فی فضائل البلد الحرام کے نام سے آپ کی ایک تالیف ہے۔ فارسی زبان میں آپ شعر کہتے تھے۔

شیخ محمد بن یوسف خیاط رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

" حسام الحرمین" میں سولھویں تقریظ حضرت شیخ محمد بن یوسف الخیاط رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

[1] المختصر من کتاب نشر النور والزهر فی تراجم أفاضل مکة، ص ۹۶، ۹۷، عالم المعرفة، جدة المملکة العربیة السعودیة۔

مختصر حالات ملاحظہ فرمائیں:

"محمد بن یوسف خیاط الشافعي المکی ,أحد أجلاء علماء البلد الحرام . العلامة الفلکی المحقق ,المتفنن فی العلوم , منطوقها والمفهوم , منثورها والمنظوم . فلذا عقدت علیه الخناصر . واثنی علیه الأصاغر والأکابر . ولد بمکة المشرفة فی سنة ونشأ بها واکب علی کسب العلوم وتحصیلها وجمعها من أهلها ,وتأصیلها . وجد فی ذلك حتی فاق اقرانه الافاضل،وحاز فصاحة و کمالا وادبا,یقصر عنه ید المتناول،ونثر ونظم، وفاق من أنشأ ونظم" [1]

محمد بن یوسف خیاط شافعی ہیں، آپ کا شمار البلد الحرام کے جلیل القدر علماء میں ہوتا ہے، آپ علامہ، فلکی، محقق علوم کے منطوق ومفہوم، منثور ومنظوم کے ماہر ہیں، اس لئے آپ پر اُنگلیاں بند ہوجاتی ہیں۔

اصاغر واکابر آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، مکہ مکرمہ میں سنہ میں پیدا ہوئے اور وہیں آپ کی تربیت ہوئی۔

کسب علوم وتحصیل علوم میں دل وجان سے کوشش کی اور ان کے اہل علماء سے اس کو حاصل کیا اور اِن علوم کی تحصیل میں اتنی محنت کی کہ اپنے فاضل ساتھیوں سے سبقت لے گئے۔ فصاحت وکمال وادب میں جوہر دکھلائے کہ کسی کا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔نثر ونظم میں کام کیا اور انشاء ونظم میں کام کرنے والوں پر فوقیت حاصل کی۔

شیخ محمد صالح بن محمد بافضل ﷫ کے حالات

"حسام الحرمین" میں سترہویں تقریظ حضرت شیخ محمد صالح بن محمد بافضل اللہ ﷫ کی ہے ان

---

[1] المختصر من کتاب نشر النور والزهر فی تراجم أفاضل مکة,ص 429، عالم المعرفة ،جدة المملکة العربیة السعودیة۔

کے مختصر حالات ملاحظہ فرمائیں:

"الشیخ صالح بن محمد بن عبد الله بن یحیی صاحب الوقف الشهیر بمکة بوقف بافضل.

ولد رحمه الله بمكة عام 1278ھ ونشأ بها وحفظ كثيراً من المتون. كان رحمه الله معتدل القامة أسمر اللون ممتلىء الجسم كث اللحية.

تلقى العلم عن علماء المسجد الحرام منهم الشيخ سعيد بابصيل ولازم السيد بكری شطا وكان يثنى عليه لجده ونشاطه واقباله على طلب العلم فتفقه عليه وانتفع به وأجاز اجازة تامة فی روايته عن مشايخه. ولما تقدم للاختبار من قبل هيئة العلماء أجيز له التدريس بالمسجد الحرام "[1]

شیخ صالح بن محمد بن عبد اللہ بن یحیٰ ہیں، مکہ مکرمہ میں وقف بافضل آپ ہی کے نام سے موسوم ہے (یعنی آپ نے وقف کیا تھا)۔

آپ مکہ مکرمہ میں 1278ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں آپ کی تربیت ہوئی، بے شمار متون آپ نے یاد کئے، آپ کا قد درمیانہ، جسم بھرا ہوا، گندمی رنگت اور داڑھی مبارک گھنی تھی۔

مسجد الحرام کے علماء سے علم حاصل کیا، حضرت الشیخ محمد سعید بابصیل بھی ان میں سے ایک ہیں، سیّد بکری شطا کی صحبت اختیار کی اور وہ آپ کی حصول علم کی کاوش ومحنت وچستی کی تعریف کرتے تھے، ان کے پاس علم فقہ کی تعلیم حاصل کی اور فائدہ حاصل کیا، انہوں نے اپنے مشائخ سے روایت کی اجازتِ عامہ عطا فرمائی۔

جب ھیئۃ العلماء کی جانب سے امتحان کی غرض سے حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کو مسجد حرام میں تدریس کی اجازت دی۔

---

[1] سیر وتراجم بعض علمائنا فی القرن الرابع عشر للهجرة، ص132، الطبعة الثالثة، جدة المملكة العربية السعودية۔

شیخ عبد الکریم ناجی داغستانی علیہ الرحمہ کے حالات

"حسام الحرمین" میں اٹھارھویں تقریظ حضرت شیخ عبد الکریم ناجی داغستانی علیہ الرحمہ کی ہے، ان کے مختصر حالات ملاحظہ فرمائیں:

"ولد الشيخ عبد الكريم بن داغستانى فى داغستان ...بمدينة "دربند "المعروفة فى التاريخ الاسلامى بزمرة من العلماء الاعلام والمشهورة بمدينة الباب أو (باب الأبواب) وهو هاشمي النسب.

خرج من بلدة الى ديار بكر وهو فى الثامنة من عمرة سعياً وراء العلم والاستفادة. ثم تابع رحلاته العلمية الى مصر وتونس وبمباى واستانبول حيث تحصيل على اجازة التدريس من مشيخة الاسلام فى الدولة العثمانية وعرضت عليه فيها وظائف علمية فأبي لرغبته فى مجاورة الحرم المكى الشريف. ولما وصل الى مكة المكرمة لازم العلامة الشيخ عبد الحميد الشروانى محشى التحفة لابن حجر فى الفقه الشافعي الى أن توفى عام 1301ھ فكان من أنبغ طلابه وكان يقوم بالتدريس فى المسجد الحرام وفى غرفته بالداودية فى علوم التفسير والحديث والفقه وأصوله والبلاغة والنحو والمنطق والفلك. وتوفى فى نهاية شعبان 1338ھ عن عمر يزيد على المائة والعشرين عاما ..وقد أخذ منه كثير من علماء مكة المكرمة منهم الشيخ عمر باجنيد والشيخ جمال مالكى والشيخ سعيد يمانى والشيخ مختار عطارد والشيخ محمد الباقر الجاوى وأفاضل وغيرهم. وكان رحمه الله تعالى حاد المزاج صريحا فى الحق". [1]

---

[1] سير وتراجم بعض علمائنا في القرن الرابع عشر للهجرة، ص 212، الطبعة الثالثة، جدة المملكة العربية السعودية۔

شیخ عبدالکریم بن داغستانی داغستان کے مشہور شہر دربند میں پیدا ہوئے
زمرہ علماء اعلام کے ساتھ معروف ہے اور مدینہ باب یا باب الابواب
آپ ہاشمی النسب ہیں، آپ نے آٹھ سال کی عمر میں طلب علم اور استفادہ
کی جانب سفر کیا، آپ کے علمی سفر مصر، تیونس، بمبئی اور استنبول تک بھی رہے، یہاں تک
آپ نے سلطنت عثمانیہ کے جلیل القدر علماء سے تدریس کی اجازت حاصل کی۔
آپ پر علمی عہدے پیش ہوئے مگر آپ نے حرم مکہ کی مجاورت کی وجہ سے ان سب سے
انکار کر دیا۔ جب مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ نے التحفۃ لابن حجر فی الفقہ الشافعی کے محشی شیخ عبد
الحمید الشروانی کی صحبت اختیار کی، یہاں تک کہ 1301ھ میں ان کا وصال ہوا، آپ
ان کے نابغہ روزگار طلباء میں سے تھے۔
پھر آپ نے مسجد حرام اور داودیہ میں اپنے حجرہ میں تفسیر وحدیث، فقہ واصول، بلاغت، نحو
ومنطق اور فلکیات کی تعلیم دینا شروع کی، 1338ھ شعبان میں آپ کا وصال ہوا، اس
وقت آپ کی عمر 120 سال سے متجاوز تھی، کثیر علمائے مکہ مکرمہ جیسا کہ شیخ عمر باجنید، شیخ
جمال مکی، شیخ سعید یمانی، شیخ مختار عطارد، محمد باقر الجاوی اور دوسرے فضلاء نے آپ سے علم
حاصل کیا۔ آپ صریح حق بیان کرنے میں تیز طبیعت تھے۔

شیخ محمد سعید یمانی علیہ الرحمہ کے حالات

"حسام الحرمین" میں انیسویں تقریظ حضرت شیخ محمد سعید بن محمد یمانی علیہ الرحمہ کی ہے، ان کے
مختصر حالات ملاحظہ فرمائیں:

"ولد رحمه الله عام 1265ھ تلقى العلم عن السيد أحمد دحلان والسيد
بكرى شطا وغيرهما من علماء المسجد الحرام فى عهده توفى رحمه الله عام
1352ھ بمكة.

كان الشيخ سعيد اليمانى رحمه الله (حمامة المسجد كما يقولون عنه) وكانت

له خلوة بالداودية يعتكف فيها أكثر الأوقات لا سيما فی شهر رمضان ،وكان رحمه الله يدخل المسجد فی الثلث الأخير من الليل فيقضيه فی طواف وذكر وعبادة ،وكان رحمه الله مشهوراً بالورع والتقوى والزهد فی الدنيا وكثيراً ما رشح للقضاء فاعتذر وأصر وتهرب خشية من أن يشغله عن عبادة الله ونشر دينه بين طلاب العلم "۔ [1]

آپ 1265ھ میں پیدا ہوئے، سیّد احمد دحلان اور سیّد بکری شطا اور ان کے علاوہ اپنے زمانے کے علمائے مسجد حرام سے علم حاصل کیا، 1352ھ مکہ مکرمہ میں ہی آپ نے وصال فرمایا۔

شیخ محمد سعید یمانی (آپ کو حمامۃ المسجد کہا جاتا تھا) داودیہ میں خلوت میں رہتے تھے، اکثر اوقات وہاں پر اعتکاف کرتے، خاص طور پر رمضان المبارک کے مہینہ میں، آپ اخیر تہائی رات کو مسجد میں داخل ہوتے پھر سارا وقت طواف، ذکر اور عبادت میں گزارتے، آپ ورع و تقویٰ کے ساتھ مشہور تھے۔

کئی مرتبہ منصب قضا آپ پر پیش کیا گیا جس کو قبول کرنے میں آپ نے عذر پیش کیا اور اس منصب سے دُور بھاگ گئے کہ کہیں یہ منصب آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت، طالبان علم میں علم دین پھیلانے سے دوسرے امور میں مشغول نہ کردے۔

شیخ حامد احمد محمد جداوی ﷫ کے حالات

"حسام الحرمین" میں بیسویں تقریظ حضرت شیخ حامد احمد محمد الجداوی ﷫ کی ہے، ان کے مختصر حالات ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] سیر وتراجم بعض علمائنا في القرن الرابع عشر للهجرة، ص120، الطبعة الثالثة، جدة المملكة العربية السعودية۔

"ولد فی ضبا عام 1277ھ وطلب العلم بالمدینة المنورة ثم علی ... الأزهر ، ومن مشایخه بالأزهر الشیخ محمد بخیت ثم عاد الی ... فواصل دراسته علی علماء المسجد النبوی ثم سافر الی ... فصار یدرس فی مسجد السنوسی ومسجد عکاشة ومسجد ... دروسه فی الحدیث والتفسیر والفقه الحنفی وعلوم الفلك.

وفی عام 1324ھ تولی ادارة مدرسة الفلاح بجانب ... یلیقها وفی عام 130ھ [1330ھ] انتقل الی مکة و... الفلاح..

وکان رحمه الله یلقی دروسه فی المسجد الحرام ... الله قصیر القیامة ممتلیء الجسم یمتاز بورعه وتقوه..."[1]

آپ شہر ضبا میں 1277ھ میں پیدا ہوئے، مدینہ منورہ میں ... کے ازہری مشائخ میں سے شیخ محمد بخیت ایک ہیں، پھر مدینہ شریف ... آپ نے اپنے درس وتدریس کو علمائے مسجد نبوی شریف تک پہنچایا ... کی جانب سفر فرمایا، پھر آپ مسجد سنوسی، مسجد عکاشہ اور مسجد ... آپ کے درس حدیث وتفسیر، فقہ حنفی اور علم فلکیات کے متعلق ہوتے تھے۔

1324ھ میں مدرسۃ الفلاح کی ادارت آپ کے حوالے ہوئی ... اور مدرسہ فلاح کے مدیر مقرر ہوئے۔ آپ مسجد حرام میں ... تھے۔ آپ کا قد چھوٹا، جسم بھرا ہوا تھا۔ اپنے ورع وتقویٰ کے سبب ممتاز ... "حسام الحرمین" کے مکی مصدقین ومقرظین کے مذکورہ ...

[1] سیر وتراجم بعض علمائنا فی القرن الرابع عشر للهجرة ... المملكة العربية السعودية.

درج ذیل جھوٹ ثابت ہوتے ہیں:

جھوٹ نمبر(1) ٹانڈوی نے پہلا جھوٹ یہ بولا کہ اُن کے درس وتدریس سے وابستہ ہونے کا اِنکار کیا حالانکہ یہ بزرگ علمائے دین مسجد حرام شریف میں درس دینے والے تھے مسجد حرام شریف کے مدرسین کے درس وتدریس کا اِنکار کرنا ثابت کرتا ہے کہ حسین احمد ٹانڈوی کو شاید مسجد حرام شریف کی حاضری بھی نصیب نہیں ہوتی تھی اِس لئے مسجد حرام شریف کے بے شُمار مدرسین سے صرف ناواقف ہی نہیں بلکہ اُن کے حلقہ تدریس سے بھی بے خبر تھے۔

بجائے اِس کے کہ حسین احمد ٹانڈوی صاحب اپنی قسمت کی محرومی پر افسوس کرتے انہوں نے ان علماء کے درس وتدریس سے وابستہ ہونے کا ہی انکار کر دیا۔

جھوٹ نمبر(2) حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی نے دُوسرا جھوٹ یہ بولا کہ:

"علماء مکہ میں ان کا شمار بھی نہیں ہوتا"۔[1]

حالانکہ آپ ان علمائے کرام کے حالات میں پڑھ چکے ہیں کہ ان علماء میں سے کسی کو ("احد اجلاء علماء البلد الحرام") یعنی بلد حرام کے سرخیل علماء میں سے ایک"۔

کسی کو("کان احد کبار العلماء") یعنی کبار علماء میں سے ایک"۔

کسی کو("عالما بارزة في الفقه والحديث") یعنی فقہ وحدیث کے ماہر عالم دین جیسے القابات سے یاد کیا گیا ہے اوران کے علمی کارناموں کو خوب بیان کیا گیا ہے، مگر افسوس مُلّاں حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی نے ہندوستان کے مکینوں کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہوئے اورسفید جھوٹ بولتے ہوئے ایسے علمائے کرام کا علمائے مکہ مکرمہ میں سے ہونے کا ہی اِنکار کر دیا۔اس سے ہمارے قارئین کرام ان دیوبندی اکابرین کے

---

[1] الشہاب الثاقب، ص209، دار الکتب، لاہور

دیانت داری کا اندازہ بآسانی لگا سکتے ہیں۔

جھوٹ نمبر (3) مُلّاں حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی نے تیسرا جھوٹ یہ بولا کہ انہیں طالب شہرت قرار دیا، مُلاحظہ فرمائیں [1]

حالانکہ علماء کے ان مختصر تذکروں میں آپ مُلاحظہ فرما چکے کہ یہ علماء شہرت طلبی سے کوسوں دُور تھے، کوئی خلوت کی زندگی گزار رہا ہے تو کوئی عہدۂ قضا پیش ہونے پر اُسے ٹھکرا رہا ہے، اور کوئی مسجد حرم کی مجاورت کو پُرکشش وظائف پر ترجیح دے رہا ہے، کوئی اپنا گھر تک نہیں بنا رہا، ایسے نیک و بزرگ علماء کو طالبِ شہرت قرار دینا علم و علماء دشمنی کی بدترین مثال ہے۔

سیر تراجم کی کتب میں اِن علماء کی ورع و پرہیزگاری کے تذکرے موجود ہیں، مُلّاں حسین ٹانڈوی نے ان علماء پر جو الزام لگایا ہے ان شاء اللہ العزیز روزِ محشر اِس کا گریبان ہوگا اور ان علمائے کرام کا ہاتھ، اور حسین ٹانڈوی کی حمایت کرنے وارلے سارے مجرموں کی قطار میں کھڑے ہوں گے۔

جھوٹ نمبر (4) مُلّاں حسین احمد ٹانڈوی نے تصدیقات "حسام الحرمین" کو علمائے کرام کے سادگی پر محمول کیا، مُلاحظہ فرمائیں: [2]

حالانکہ سیّدی اعلٰی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "حسام الحرمین" میں جو تصدیقات وتقریظات نقل کی ہیں اُن میں مفتی حنفیہ، مفتی شافعیہ، مفتی مالکیہ جیسے مدبر علمائے کرام شامل ہیں جو حکامِ وقت کے سامنے بھی حق و سچ بات کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے تھے، اسلامی سلطنت کی اہم ترین ذمہ داریاں جن کے کندھوں پر تھیں، ان کے فتاویٰ کو اُن کی سادگی پر محمول کرنا درست نہیں بلکہ یہ جھوٹ حسین احمد ٹانڈوی نے عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لئے بولا ہے۔

---

[1] الشہاب الثاقب، ص209، دار الکتب، لاہور

[2] الشہاب الثاقب، ص209، دار الکتب، لاہور

خلاصہ کلام! قارئین کرام آپ حسین احمد ٹانڈوی کی مذکورہ بالا تحریر سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا مذہبی تعصب اِس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ یہ لوگ اپنے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اجلہ علمائے کرام پر بہتان لگانے اور جھوٹ بولنے سے بھی ذرہ برابر تامل نہیں کرتے ،اِن کے قلم وتحریر سے مسلمہ بزرگ شخصیات بھی محفوظ نہیں ،اس وقت کے جید علمائے حرمین جن کی علمی حیثیت مسلم وغیر متنازعہ تھی مُلاّں حسین احمد ٹانڈوی نے اُن بزرگ علماء کو صفِ علماء میں شمار کرنے سے اِنکار کردیا، حالانکہ اُن کی تعریف وجلالتِ علمی سے کسی کو اِنکار کرنے کی جرأت نہ ہوئی مگر دیوبندیوں نے اُن بزرگوں کی ہی علمی حیثیت وکردار کو اپنے طعن کا نشانہ بنایا، جبکہ حقیقت یوں ہے کہ مُلاّں حسین احمد ٹانڈوی اپنے تمام دیوبندی اکابرین سمیت ان علماء کی صفِ نعال میں بھی بیٹھنے کے لائق نہیں۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی تقریظ کے مخطوط کا عکس

چونکہ دیوبندیوں نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی تقریظ کا انکار کیا ہے اور اُس کو من گھڑت اور جھوٹ قرار دیا ہے اس لئے ہم یہاں مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ کے مخطوط کا عکس پیش کرتے ہیں، یہ مخطوط مکتبۃ الحرم المکی کے مخطوطات میں محفوظ ہے۔

نہ صرف یہ مخطوط بلکہ ہمیں ایک اور مخطوط بھی دستیاب ہوا ہے جس میں رد اکابرین دیوبند میں لکھے گئے ایک فتوے پر مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق موجود ہے، جسے موقع کی مناسبت سے قارئین کی خدمت میں پیش کردیا جائے گا اِن شاء اللہ العزیز۔

***

سؤال هل يتصف الله تعالى بالكذب ، وما حكم من يعتقد ذلك

الرقم العـــام ٢٣/٢٩٠٨ فتاوى

اسـم المؤلـف : محمد صالح بن صديق كمال

بداية المخطوط : باسمه سبحانه / سئل في أن الله تعالى يتصف بصفة الكذب أم لا ، ومن يعتقد أنه يكذب كيف حكمه ؟ أفتونا مأجورين ..الخ

نهاية المخطوط : فضلاً من كونه يتمذهب ، والله هو الموفق للرشاد ، وأعاذنا وجميع المسلمين عن سوء الاعتقاد والإفساد ، وصلى الله على سيدنا محمد .... حامداً ومصلياً ومسلماً.

نوع الخـــط : فارسي

عـــدد الأوراق : ورقتان من (٨٧-٨٨)

عـــدد الأسطر : يختلف من (٢٥ - ٢٣)

المقـــاس : ٢٥×١٩سم

ملاحظـــات : على السؤال المذكور أجاب الشيخ (رشيد أحمد الكنكوهي) ، وصدقه وصوبه (محمد صالح بن صديق كمال) ثم سئل بعد تغيير في السؤال قليلاً فأجاب (محمد صالح بن صديق) المذكور بجواب مخالف لما صوبه الشيخ رشيد الكنكوهي

خلاصة الرسالة المسماة بتفليس الوكيل عن إهانة الرشيد والخليل

الرقم العـــام ٢٠/٣٩٠٨ فتاوى

اسم المؤلــف : محمد بن سعيد بن محمد بابصيل مفتي الشافعية بمكة المكرمة

الشهـــرة : محمد سعيد با بصيل

تاريــخ وفاتــه : كان حيًا سنة ١٢٩٣هـ

بداية المخطوط : بعد البسمة / قال صاحب البراهين : مسألة إمكان كذب الباري ليست بجديدة بل اختلف فيها القدماء ، هل يجوز خلف الوعيد أم لا كما في رد المحتار ..الخ

نهاية المخطوط : الجزاء الجميل داخلة ، وتعقباته المذكورة من القلوب المحل الجليل وشكر الله مسعاه وأنا له في الدارين من خيراتهما ما يتمناه ، والله سبحانه وتعالى أعلم .

نوع الخـــط : نسخ وفارسي

عــدد الأوراق : ورقتان من صفحة (٧٤-٧٧)

عــدد الأسطر : يختلف من (٢٥- ٣٣)

المقـــاس : ٢٥*١٩سم

ملاحظـــات : جاء بعد الخلاصة تأييد لصحتها من عثمان بن عبد السلام الداغستاني ومحمد علي بن السيد طاهر ومحمد صالح ابن صديق كمال رحمهم الله وتاريخ التأييد سنة (١٣٠٨هـ) و (١٣٠٧هـ) .

کرامت علی جونپوری کے نزدیک گنگوھی والا عقیدہ رگ کفر کا حامل ھے اس کا قائل جاھل و دیوانہ ھے

دیوبندیوں کی معتبر و معتمد شخصیت جس کی تعریف میں دیوبندی موصوف یوں رطب اللسان ہے کہ: " حضرت مولانا کرامت علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں ہوتا ہے۔" دفاع، ج۱ ص۱۶۱"

اس کرامت علی جونپوری نے بھی گنگوہی کی کنھیا والی عبارت کے عقیدے کی شدید مذمت کی ہے، ایسے عقیدہ کے قائل کو رگ کفر کا حامل، جاہل و دیوانہ قرار دیا ہے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

" اور ایام ولادت کو کنھیا کے جنم کی مشابہت دینا کفر کی رگ کے باقی رہنے کے سبب سے ہے تو اب یہ جاہل دیوانہ کسی معتمد کتاب سے یہ تشبیہ ثابت کر دے"۔

(ذخیرۂ کرامت، حصہ دوم، رسالہ: قول الثابت، ص 63، در مطبع قیومی، واقع کانپور)

نوٹ: کرامت علی جونپوری کی" قول الثابت" کے حوالے دیوبندی موصوف نے بھی دیئے ہیں، ملاحظہ کریں، دفاع ج۱ ص ۲۷۶ نہ جانے کیوں موصوف نے اس حوالے سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

"اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اُن کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔"

علمی و تحقیقی مقالات

جلد اول

- بت پرستی کی ابتداء کیسے ہوئی؟
- اصحاب قبور اور حالات دُنیا
- قبور صالحین کے پاس دُعا کرنا
- سیدہ اُمِ حرام رضی اللہ عنہا
- اہلِ قبور کا خوشی و تکلیف محسوس کرنا
- ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اعتراض شب باشی
- بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری

از قلم

ڈاکٹر قاری ابو حامد محمد ارشد مسعود اشرف چشتی رضوی عفی عنہ

(معاون)

قاری ابو عمار عبد المجید شرقپوری

(ایم اے)

پروگریسو بکس

قال اللہ تعالیٰ

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

خدماتِ ختمِ نبوّت

اور

سیّدی اعلیٰ حضرت

رسائل

جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ

السو والعقاب علی المسیح الکذاب

الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی

تصانیف

امام احمد رضا خان

تخریج وحاشیہ

محمد ارشد مسعود اشرف

مظفر شاہ

ناشر بزم علم و دانش

خدماتِ ختمِ نبوت اور سیدی اعلیٰ حضرت
خدماتِ ختمِ نبوت اور سیدی اعلیٰ حضرت
رسائل علم غیب
ڈھول کا پول
براہین رضوی
مردے سنتے اور پہچانتے ہیں؟
پانچ بت
دافع ازالۃ الوسواس
سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی

ناشر بزمِ علم و دانش (رجسٹرڈ)